پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

افتاء ایک اہم اور نازک ذمہ داری ہے جس کا تعلق انسانیت کی ہدایت اور دینوی و اخروی فلاح کے ساتھ ہے۔ اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات ماننے والا مسلمان قدم قدم پر اس سے رہنمائی کا محتاج رہا اور ہے۔

انسانی زندگی میں عبادات و معاملات اور اعمال و اخلاق کی ہزاروں بلکہ لاکھوں جزئیات ایسی ہیں جن کے اصول و ضوابط اگرچہ کلی طور پر قرآن و حدیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن ان ضوابط کا افراد پر انطباق اور اصول سے جزئیات کا استخراج نہ ہر شخص کا کام ہے اور نہ ہر شخص اس کی صلاحیت، ہمت اور استطاعت رکھتا ہے۔ عہد رسالت سے عصر حاضر تک ہر دور میں اپنے دور کے لحاظ سے علم و عمل اور دیگر فضائل و صفات میں ممتاز ترین شخصیات اس منصب پر فائز رہیں اور امت کی رہنمائی کے فریضۂ عظیم کا حق ادا کیا۔

مفتی ایک حیثیت سے خدا اور بندے کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ اس لیے فقہائے اسلام نے اس منصب کے حامل کے لئے عام صاحب علم و مقتدا کی نسبت زیادہ کڑی شرائط عائد کی ہیں۔

مفتی نہ صرف اپنے علم و فن میں حاذقانہ بصیرت و صلاحیت کا مالک ہو بلکہ دیانت و عفت، حلم و وقار، تدین و تقویٰ، عقل و فہم، دور اندیشی و بیدار مغزی، بلند نظری و بلند کرداری کے ساتھ عصری تقاضوں کو جاننے اور جانچنے میں بھی معاصرین سے ممتاز و فائق ہو۔ غرضیکہ اسے اپنے زمانہ کے اہل علم میں وہی مقام و مرتبہ حاصل ہو جو ایک مجتہد کو اپنے معاصرین و تلامذہ میں حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام نے "فتح القدیر" میں "مفتی"

کے لئے " مجتہد " ہونا ضروری قرار دیا ہے ۔

وقد استقر رأی الاصولیین علی ان المفتی ھو المجتہد فاما
غیر المجتہد ممن یحفظ اقوال المجتہدین فلیس بمفت اھ
(رد المحتار ، ج ۴ ، ص ۳۶۴)

اصولیین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ مفتی وہی ہے جو مجتہد ہے ۔ غیر مجتہد جو صرف مجتہد کے اقوال یاد رکھتا ہے درحقیقی معنی مفتی نہیں ہے ۔

مجتہد کے لئے علوم میں جس تحقیق ، بصیرت تامہ اور رسوخ کی ضرورت ہے وہ صرف لفظ اجتہاد سے ظاہر ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں ۔ ناظرین اس سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ عام تالیفات اور " فتاوی " کے مجموعہ میں قدر و قیمت کے لحاظ سے کیا نسبت ہے ۔

انسانی ضروریات کے تحت پیش آنے والے مسائل اور ان کے جوابات جو " فتاوی " کی شکل میں جلوہ گر ہوتے درحقیقت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون پر عمل کا حسین ثمرہ ہے ۔ جس پر امت قرن اول سے قائم چلی آرہی ہے ۔ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں جس جس طرح جدید مسائل پیدا ہوتے چلے گئے فقہائے اسلام اور مفتیان عظام قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے جوابات دیتے چلے گئے ۔ اس راہ میں نہ کوئی جمود آیا نہ کوئی تساہل برتا گیا ۔ آج بھی دنیا کی رنگا رنگ بوقلمونیوں اور معاشرت کے عجیب و غریب اور حیران کن مسائل کے باوجود دنیا میں بحمداللہ ایسے سینکڑوں " دارالافتاء " موجود ہیں جن سے تشنگان علوم دینیہ سیرابی کا سامان پا سکتے ہیں ۔ ہدایت کے لئے جلنے والے ان چراغوں میں ایک روشن وجود " دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان " کا ہے ۔ جس سے اب تک لاکھوں افراد زبانی اور تحریری طور پر اپنے مسائل و اشکالات کے جوابات سے آگاہ ہو کر اپنی علمی پیاس بجھا چکے ہیں ۔ آج سے چار سال قبل سنہ [illegible] میں اس علمی ذخیرہ سے ایک وقیع انتخاب " خیر الفتاوی جلد اول " کے نام سے اہل علم و نظر سے داد پا چکا ہے ۔ اس سلسلہ میں اصحاب فن نے جن آراء کا اظہار کیا ان کے طویل تذکرہ سے خود ستائی کا پہلو نمایاں نہ ہوتا تو ہم انہیں ضرور اپنے محترم قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ۔ تاہم تحدیث بالنعمت کے طور پر یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ الحمد للہ اس مجموعہ کو نہ صرف عام مسلمانوں نے اپنے لئے نافع اور گرانقدر علمی تحفہ سمجھا اور مختصر مدت میں اس کے دو ایڈیشنوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا بلکہ اصحاب علم و افتاء نے

بھی اسے علماء دیوبند کے مسلک اعتدال کا نمایاں نمونہ قرار دیا۔ اور "فتاویٰ" کے اس مجموعہ کو جامعہ خیر المدارس کی دیگر تمام تالیفی و تدریسی اور علمی خدمات کے برابر تولا۔

اس سلسلۃ الذہب کی یہ دوسری کڑی "خیر الفتاویٰ جلد دوم" کی شکل میں ناظرین کے سامنے موجود ہے۔ ان شاء اللہ العزیز قدر دانوں کے ہاں یہ "نقش ثانی" "نقش اوّل" سے زیادہ قبولیت و محبوبیت حاصل کرے گا۔

یہ مجموعۂ فتاویٰ

جس میں صرف فقہی مسائل ہی نہیں بہت سی احادیث پر سیر حاصل اور اطمینان بخش تشریحات و مباحث بھی آگئی ہیں۔ آٹھ سو سے زائد صفحات پر نو سو چھ (۹۰۶) استفسارات کے علمی و فقہی اور تحقیقی جوابات کا یہ خزینہ عقلی و نقلی دلائل سے مزین ہے۔ بعض جوابات اپنی جامعیت و اہمیت کے باعث مستقل تالیف کہلانے جانے کے قابل ہیں۔ ترتیب میں یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ قدیم فتاویٰ جن مسائل سے کسی داعیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے معرّا ہیں اس مجموعۂ فتاویٰ میں ان پر مفصل بحث کر دی گئی ہے تاکہ تشنگی کا احساس نہ رہے۔ اسی طرح قدیم فتاویٰ میں جن مسائل سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان تھا یا بعض مسائل دلائل کی روشنی میں مرجوح یا قابلِ رجوع تھے انہیں سلیس یا راجح دلائل کے مطابق لکھ دیا گیا ہے۔

"خیر الفتاویٰ" کی اس جلد کے تعارف میں جو ضروری باتیں تھیں وہ تو عرض کر دی گئیں باقی اس کی قدر و قیمت اور تحقیق و تدقیق کا صحیح فیصلہ تو اصحابِ علم و فن کی نظر ہی کرے گی کہ وہی حقیقی فیصل ہے۔ اور ویسے بھی

"مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"

اس دوسری جلد کو منظرِ عام پر لانے کے لئے حسبِ سابق مرتبِ فتاویٰ حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب مدظلہٗ مفتی جامعہ خیر المدارس نے جس غیر معمولی محنت و جانفشانی اور تندہی سے کام کیا ہے۔ اس پر وہ ہم سب کے خصوصی شکریہ کے علاوہ ناظرین خیر الفتاویٰ کے شکریہ کے بھی مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائیں۔

ان کے تمام رفقاءِ کار، بالخصوص مولانا ممتاز احمد قاسمی (فاضل جامعہ ہذا) اور قاری سیف اللہ خالد بھی کلمات و جذبات تشکر کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے خدمتِ دین کے جذبہ کے ساتھ شبانہ روز

محنت سے اس کام کی تکمیل کی۔

اور یہ تمام تحقیقی اور کاوشیں بار آور نہ ہوتیں اگر فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب صاحب مدظلہ رئیس دار الافتاء جامعہ ہذا کی رہنمائی، عنایات اور مشاورت ہماری سرپرستی نہ کرتی رہیں پوری ترتیب میں المستدرک کی توجہات پوری طرح شریک کار رہیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو تمام مسلمانوں کے لئے نافع اور ذریعہ عمل بنائیں۔ اور مفتیان عظام بالخصوص جد امجد استاذ العلماء عارف باللہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب رحمہما اللہ تعالیٰ کے لئے ذخیرہ آخرت اور رفع درجات کا ذریعہ بنائیں جن کے قیمتی فتاویٰ سے اس مجموعہ کی افادیت و علمی حیثیت دوچند ہوئی۔ امید ہے کہ فتاویٰ سے مستفیض ہونے والے حضرات اپنی مخلصانہ دعاؤں میں ارباب افتاء، مرتبین اور منتظمین کو فراموش نہ کریں گے۔

راقم السطور

محمد حنیف جالندھری

رئیس جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان

اجمالی فہرست خیر الفتاوی جلد دوم

کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ

فہرست مضامین "خیر الفتاویٰ" جلد دوم

کتاب الطہارۃ

مایتعلق بالوضوء والغسل

مایتعلق بالآبارِ والحیاض

(کنوئیں اور تالاب کے مسائل)

فصل فی التیمم

المسح علی الخفین والجوربین والجبائر

ما یتعلق بالحیض والنفاس والاستحاضة

مایتعلق بتطہیر الانجاس

فصل فی الاستنجاء

کتاب الصلوٰۃ

مایتعلق بمواقیت الصلوٰۃ

مایتعلق بالاذان والاقامۃ

ما یتعلق بصفۃ الصلوٰۃ

ما یتعلق بالقراءۃ وزلۃ القاری

مایتعلق بالامامۃ والجماعۃ

ماجاء فی المسبوق

مایفسد الصلوٰۃ و ما یکرہ فیہا

○

ما یتعلق بالسنن والنوافل

فصل فی الوتر

○

فصل فی التراویح

خیر المصابیح فی عدد التراویح

ما یتعلق بقضاء الفوائت

مایتعلق بسجود السہو

مایتعلق بسجود التلاوۃ

مایتعلق بصلوٰۃ المسافر

ما یتعلق باحکام المساجد

کتاب الطہارۃ

مایتعلق بالوضوء والغسل

کیا بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے؟

ہمارے خطیب صاحب نے جمعہ کے دن مسئلہ بیان کیا کہ جو عورتیں ناخن پالش لگاتی ہیں ان کا وضو صحیح نہیں لہٰذا اگر وہ ایسے وضو سے نماز پڑھیں گی تو وہ کافر ہو جائیں گی کیوں کہ فقہاء کرام نے فرمایا ہے کہ بے وضو نماز پڑھنا کفر ہے۔ تو کیا خطیب صاحب کا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً یہ درست ہے کہ اگر ناخن پالش لگی ہوئی ہو اور نیچے پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوگا اور ایسے وضو سے نماز بھی نہیں ہوگی۔ البتہ ان پر کفر کا حکم لگانا درست نہیں۔ کیوں کہ بے وضو نماز پڑھنا اس وقت کفر ہے جب کہ بطور استخفاف کیا کرے۔

وبهذا ظهر ان تعمد الصلوة بلا طهر غير مكفر فليحفظ وقد مر اهـ (درمختار) (قوله وقد مر) اى فى اول كتاب الطهارة وقدمنا هناك عن الحلية البحث بهذا كله و ان علة الاكفار انما هى الاستخفاف. اهـ (شاميه ج۱، ص[illegible])

فقط واللہ اعلم

احقر محمد یوسف عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اگر پالش اتنی موٹی ہو کہ اس کے نیچے پانی سرایت نہ کرے تو اس صورت میں وضو صحیح نہ ہوگا اور نہ ہی غسل جنابت صحیح ہوگا ۔

بخلاف نحو عجین الخ (رد المحتار) وقوله بخلاف نحو عجین ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد ۔ اھ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۵۴)

ولابد من زوال ما یمنع وصول الماء للجسد کشمع وعجین ۔ (مراقی الفلاح ، ص ۵۵)۔ فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ریح قبل ناقض وضو نہیں

ریح قبل میں جب اتنا وقت بھی نہ ملے کہ وضو کر کے نماز پڑھ سکیں اس کو مسلسل بول پر قیاس کرنا کیسا ہے ؟

الجواب

ریح اور مسلسل بول کا ایک ہی حکم ہے در مختار میں ہے ۔

وصاحب عذر من به سلسل بول لا یمکنه امساکه او استطلاق بطن او انفلات ریح او استحاضة الخ ۔ (در مختار علی الشامیة)۔

یہ حکم ریح دبر کا ہے جبکہ عام حالات میں تو ناقض وضو ہے مسئولہ ریح کیلئے ناقض وضو نہیں۔ ریح قبل ناقض وضو نہیں لیکن جس عورت کا پیشاب و پاخانہ کا راستہ ایک ہوگیا ہو اسے احتیاطاً وضو کر لینے کا حکم ہے ۔ مراقی میں ہے ۔

(ما خرج من السبیلین الا ریح القبل فی الاصح) ..... فیتوضأ من ریح المفضاة احتیاطاً ۔ (ص ۴۲)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۶ : ۳ : ۱۴۰۶ھ

نائب مفتی

بدبودار پانی سے وضو کا حکم

ایک مسجد میں سرکاری پائپ آتا ہے ۔ کبھی کبھی اس پانی سے بدبو آنے لگتی ہے اندیشہ ہے کہ وہ پائپ کہیں سے پھٹا ہوا ہے

گندا اور ناپاک پانی اس میں شامل ہوتا ہے، کیا اس بدبودار پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟

الجواب: اس بدبودار پانی سے وضو نہ کریں۔

ویتنجس نحو القصاع بموت سائل فیه ... وتعتبر ... من لون وطعم وریح ینجس ... تغیر ... اجماعا ... (در مختار علی هامش الشامیة، ج ۱ ص ۱۸۰)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸ / ۲ / ۱۴۰۰ھ

کان اور ناک میں جہاں زیور پہنتے ہیں اس سوراخ میں پانی پہنچانے کا حکم

جہاں تک میں نے دینی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور مجھے جو بات سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ غسل ضروری میں عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ناک کے سوراخ میں جہاں وہ کیل یا لونگ اور کانوں کے سوراخوں میں جہاں وہ بالیاں وغیرہ جیسے زیور پہنتی ہے ان سوراخوں کے اندر پانی کو پہنچائے ورنہ غسل کے فرائض پورے نہیں ہوں گے۔ مجھے خاص کر تیلی کے سوراخ یعنی جگہ میں پانی کا پہنچانا تو مشکل ہی ہے چونکہ وہ تو اندر باہر سے چپکی ہوتی ہے اس لئے وہاں کبھی نہیں جا سکتا جو شہد کی طرح ہے پانی نہیں جاتا۔ کچھ دنوں جب غسل کے فرائض اور شرائط پہ بات ہوئی تو ایک دوست نے جو کتابیں پڑھتا ہے یہ کہہ کر شک میں ڈال دیا کہ غسل کا مسئلہ اتنا سخت اور پیچیدہ و مشکل نہیں ہے جتنا کہ تم لوگوں نے بنا دیا ہے۔ جواب کتاب و سنت کی رو سے فتویٰ ارشاد فرمائیں کہ ہم دونوں میں سے کون صحیح ہے۔ اور پھر مسلم کی احتیاط سے کون کون سے زیور موزوں و موافق ہو سکتے ہیں تاکہ کسی کا غسل ناقص نہ رہے؟

الجواب: اگر زیور پہنا ہوا ہے اور تنگ ہے تو اسے ہلانا ضروری ہے تاکہ پانی پہنچ جائے، اگر پہنا نہ ہو تو سوراخ کے اوپر پانی بہانے سے از خود پانی اندر چلا جائے گا تو بھی فرض ادا ہو گیا، مزید پانی پہنچانے نیز کسی تنکے وغیرہ کے ذریعے پہنچانے کا تکلف نہ کریں اور اسے شرط سمجھنا جہالت ہے۔ بسا اوقات ان جگہوں پر میل کچیل جمع ہو کر سخت پھوڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے، نظافت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان جگہوں کو صاف رکھا جائے۔

(ھدایہ ج ۱ ص ۱۲)

فجر کے وضو سے اشراق کی نماز نہ پڑھے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۹/۵/۱۳۹۰ھ

پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا ضروری نہیں

کیا پاؤں دھوتے وقت تلووں کو دیکھنا بھی ضروری ہے؟ بغیر دیکھے کیسے علم ہوگا؟ کبھی پاؤں کو ایسی چیز بھی لگ جاتی ہے جس کی وجہ سے پانی پاؤں تک نہیں پہنچتا۔

حافظ عباس میوانی پانیوالہ

الجواب عام حالات میں چونکہ تلوے کو ایسی چیز لگی ہوئی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جوتے کے نیچے حفاظت ہوتی رہتی ہے اس لئے ہر وضو میں تلووں کو دیکھنا واجب نہ ہوگا۔ و علیہ العمل۔ البتہ ایسا شخص جو جوتا نہیں پہنتا اور ایسی جگہ کام کرتا ہے جہاں ایسی چیز تلوے کو لگ جاتی ہے تو اس کے لئے احتیاط دیکھ لینے میں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۶/۱/۱۳۸۲ھ

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا

زید نے مجھ سے کہا کہ وضو کرنے کے بعد ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ زید نے کئی حدیثوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ لہٰذا شرع محمدی میں اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں مخصوص ثبوت دیں؟

محمد یوسف خانیوال

الجواب شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے۔ اور جن احادیث میں مس ذکر سے وضو کرنے کا حکم آیا ہے ان کی مراد بھی ہاتھوں کا دھونا ہے وضو یعنی متعارف نہیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں دریافت کیا گیا (جس نے وضو کرنے کے بعد شرمگاہ کو ہاتھ لگایا ہو) تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھل ھو الا بضعۃ منک شرمگاہ بھی

دوسرے اعضاء کی طرح ایک عضو ہے جب دوسرے اعضاء کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو شرمگاہ کو بھی ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی: ج ۱، ص ۱۳۰) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ	الجواب صحیح
نائب مفتی خیر المدارس ملتان	خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہٰذا

وضو میں پاؤں بائیں ہاتھ سے دھوئے جائیں

وضو میں دونوں پاؤں یا ایک پاؤں داہنے ہاتھ سے دھونا جائز ہے یا نہیں؟

محمد شفیع کالی موری حیدرآباد

الجواب ومنہ الصدق والصواب: بائیں ہاتھ سے پاؤں دھونا آداب وضو سے لکھا ہے لہٰذا دائیں ہاتھ سے پاؤں دھونا خلاف ادب ہے۔ درمختار میں آداب وضو میں لکھتے ہیں۔

وغسل رجلیہ بیسارہ اھ (درمختار علی الشامیہ، ج ۱، ص ۱۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ — بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ

برش استعمال کرنے کا حکم

مروجہ بالوں کا برش استعمال کرنے سے سنت مسواک ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب: اگر اتفاقاً لکڑی کی مسواک نہ ہو تو برش سے دانت صاف کر لئے جائیں۔ اصلی سنت لکڑی کی مسواک ہے بلاضرورت برش سنت مسواک کے قائم مقام نہ ہوگا۔ اور اگر برش خنزیر کے بالوں کا ہو تو استعمال قطعاً حرام ہے، مشکوک ہو تو بھی ترک اولیٰ ہے۔ (امداد المفتین، ج ۱، ص ۱۹۳)۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ، ۲۴ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

برہنہ وضو کرنے سے بھی وضو ہو جاتا ہے

اگر برہنہ ہو کر غسل کیا جائے تو غسل ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اور اگر اسی حالت میں وضو بھی کر

لی جائے تو وضو ہو جائے گا یا نہیں ؟ ۔ محمد شفیع از خانگڑھ

الجواب: مذکورہ صورت میں غسل درست ہے لہٰذا وضو بھی درست ہے اب نماز پڑھنے کے لئے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يتوضأ بعد الغسل ۔ (ترمذی شریف ج۱) فقط واللہ اعلم ۔

محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲۹-۱۱-۱۳۹۹ھ

دورانِ وضوء بار بار شک کرنے والا کیسے کرے

گزارش ہے کہ بندہ وہم کا مریض ہے جب وضو کرنے بیٹھتا ہوں تو ہوا نیچے کو یعنی خارج ہونے کی جگہ پر چڑھنا اور اکثر آ جاتی ہے جیسے اب نکلی اب نکلی ۔ کئی دفعہ وضو کرتا ہوں ۔ مثلاً ہاتھ دھونے کے بعد شک پڑ جاتا ہے کہ کہیں ہوا خارج نہ ہو گئی ہو پھر دوبارہ ہاتھ دھونے شروع کرتا ہوں ۔ کبھی مسح کے بعد شک پڑ جاتا ہے ۔ کبھی ایک پاؤں باقی ہوتا ہے کہ پھر نئے سرے سے وضو کرتا ہوں

غرض وہم کا مریض بھی ہے اور کوئی چیز شک بھی ڈال دیتی ہے ۔ یہی حالت نماز میں پیش آتی ہے ۔ کبھی اس طرف دھیان جاتا ہے کہ ہوا خارج نہ ہو گئی ہو ۔ جب اکیلا نماز پڑھتا ہوں تو کوئی چیز کبھی دل میں یہ شک ڈال دیتی ہے کہ سبحانک اللھم نہیں پڑھی گئی ۔ کبھی یہ شک پڑ جاتا ہے کہ "الحمد لله" نہیں پڑھی گئی ۔ غرض طرح طرح اور مواقع پر شک پڑ جاتا ہے ۔ شرعاً ایسے مریض کو کیا کرنا چاہئے وضاحت سے ارشاد فرمائیں ۔

الجواب: وشك في بعض وضوئه وهو اول ما عرض له غسل ذلك الموضع وان كثر شكه لا يلتفت اليه وكذا لو شك انه كبر للافتتاح وهو في الصلوة او احدث او مسح رأسه ام لا فان كان اول ما عرض له استقبل وان كثر يمضي ۔

(مراقی علی ہامش الطحطاوی ص۶۳)

مقصود کے قریب محض ریح کے جمع ہو جانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ اس کے نکلنے کا یقین نہ ہو محض شک کی بناء پر تجدید ہرگز نہ کریں اس سے مرض بڑھے گا۔

نماز میں بھی اگر کسی سورۃ وغیرہ کے چھوٹ جانے کا خیال آوے تو اس کی طرف التفات نہ کریں جو سورۃ پڑھتے ہوں اسی کو پڑھ کر نماز پوری کر لیں ایسے خیالات کو شیطانی وسوسہ سمجھیں۔ اسی طرح خروج ریح کا جب تک یقین نہ ہو محض شک کی بناء پر نماز نہ توڑیں۔ ایسے شک اور وسوسہ کا علاج یہی ہے کہ اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ دفع کرنے کا بھی ارادہ نہ کریں کیونکہ اس سے یہ زیادہ چپٹے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

وضوء کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھے اور انگلی اٹھائے

وضوء کے بعد کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے انگلی شہادت کو آسمان کی طرف اٹھانا کیسا ہے؟

الجواب شامی جلد اول ص ۱۱۹ میں آسمان کی طرف دیکھنے کا ذکر ہے انگلی اٹھانے کا نہیں۔ وان یقول بعد فراغه ناظرا الی السماء [illegible]

احسن الفتاوی میں علامہ غزنوی سے منقول ہے کہ انگلی کا اشارہ کرے۔ ذکر الغزنوی انه یشیر بسبابته حین نظره الی السماء (ص ۳۰۰ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

[illegible] ۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

مسواک ہر نیند کے بعد مستحب ہے رات کو سوئے ہوں یا دن کو

سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے کا ثواب صرف رات کو سو کر اٹھنے پر ملے گا یا کسی بھی وقت سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنے پر بھی وہی ثواب ملے گا؟

الجواب: نیند سے اٹھنے کے بعد مسواک کرنا مستحب ہے۔ حضرات فقہاء نے نیند کو مطلق رکھا ہے جو بظاہر عام معلوم ہوتا ہے کہ خواہ دن کے وقت ہو یا رات کے وقت۔ مراقی میں ہے۔

ویستحب لتغییر الفم والقیام من النوم۔ (ص ۳۷)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۲۸ / ۱۲ / ۱۴۰۹ھ

داڑھی کے غسل و خلال کے بارے میں قول فیصل

خلال یا غسل لحیہ کا حکم شرعی کیا ہے؟ پہلے تو یہ سنا یا پڑھا تھا کہ داڑھی گھنی ہو تو صرف خلال مسنون ہے ورنہ جہاں سے چہرے کی کھال نظر آتی ہے اس کا دھونا فرض ہے۔ دریافت کرنے پر ایک ساتھی مفتی دین نے اس کا طریقہ اس طرح دکھا کر بتایا تھا کہ چہرہ دھوتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں نیچے کی جانب سے داڑھی میں داخل کر کے خلال کیا جائے۔

پھر ایک عالم دین نے بتایا کہ ایک چلو میں پانی لے کر نیچے سے داخل کیا جائے۔ اور بعض لوگوں نے غسل لحیہ کو ضروری کہا۔

پھر ایک بڑے عالم نے کہا کہ امام اعظم کے اس بارے میں آٹھ قول منقول ہیں اور کتب میں گھنی داڑھی کا خلال اور غیر گھنی کا غسل جو لکھا ہے یہ تسامح ہے بلکہ ہر صورت غسل لحیہ ہی ضروری ہے بحر الرائق میں یہی کہا گیا ہے۔

ان مختلف جوابات سے تردد دو چند ہوگیا۔ مہربانی فرما کر تشفی بخش جواب دیں۔

الجواب: (۱) لحیہ کثہ کا دھونا فرض ہے لیکن یہ سارے بالوں کے بارے میں نہیں بلکہ یہ صرف شعر غیر مسترسل کے متعلق ہے۔ صاحب بحر مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

وهذا كله في غير المسترسل واما المسترسل فلا يجب غسله

ولا يمسحه لكن ذكر في منية المصلي انه سنة ۔

(بحر الرائق ، ج ۱ ، ص ۱۹)

۲ ۔ جو داڑھی کچھ گھنی اور کچھ خفیفہ ہو اس کا حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ کثہ کے نیچے کا دھونا فرض نہیں اور خفیفہ والے حصے کے نیچے کا دھونا فرض ہے کیونکہ سقوط غسل کی علت جزم الاستتار بالشعر ہے ۔

كما في الدر المختار والشامية . وفي البرهان يجب غسل بشرة لم يسترها الشعر اه وفي الشامية تحته لا المستورة تساقطها

(التحریر ، ج ۱ ، ص ۹۴)-

الحاصل کثیر کثہ کے بارے میں صحیح اور مفتی بہ یہی قول ہے کہ اس کے ظاہر کا دھونا فرض ہے اور باطن و داخل کا خلال سنت ہے ۔ کما في المستحبات ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۱۳۹۲ھ

مسواک کے ساتھ کلی کرنے کا طریقہ اور تین بار پانی لینے کا مطلب

مسواک میں جو ہر بار پانی لینا ہے اس سے کیا مراد ہے آیا مسواک کو دھونے کے لئے ہر بار نیا پانی لینا مراد ہے یا ایک بار مسواک کرکے پھر پانی لے کر کلی کرنا مراد ہے ؟ اور کلی کس طرح مسنون ہے ؟ آیا تین بار مسواک کرکے بعد میں تین بار کلی کرے یا ہر بار مسواک کرنے کے بعد کلی کرے ، اس طرح تین بار کلی کرنے کی سنت کو پورا کرے ۔ یا ہر بار مسواک کے ساتھ کلی کرنے کے علاوہ آخر میں مسواک سے فارغ ہوکر پھر تین بار اور کلی کرے ۔ ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت مسنون ہے ؟

حافظ نعمت اللہ مدرسہ رائے ونڈ

الجواب ہر بار نیا پانی لینے سے مراد یہ ہے کہ ہر بار مسواک کرنے کے بعد اسے دھوئے اور نئے پانی سے تر کرے (ويغسله ثلثة) بان يبدأ في كل مرة اه (شامی ، ج ۱ ، ص ۱۱۵) تین دفعہ اس طرح مسواک کرنے کے بعد تین دفعہ کلی کرے ۔

كما يظهر من عبارة البحر وهل يدخل اصبعه في فمه والثقة الاولى

ثم قہستانی (ردمختار) ظاہرہ ولو قشرۃ لاحتمال ان یتخلل من اجزاء السودۃ شئ (شامی ج ۱ ص ۱۰۰) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۸ / ۵ / ۱۳۹۲ھ

مریضہ سیلان کے متعلق چند مسائل

۱: مجھے لیکوریا (سیلان الرحم) کی بیماری ہے جس کی وجہ سے بار بار وضو ٹوٹ جاتا ہے تو ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ب: اگر میں بیٹھ کر نماز ادا کروں تو پانی کم خارج ہوتا ہے یا بعض وقت ہوتا ہی نہیں۔ کیا میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہوں؟

ج: اگر میں کوئی دہشت کی آواز سنوں تو زیادہ اخراج ہوتا ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی ڈراؤنا خواب دیکھوں تو خواب میں رطوبت خارج ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر خواب میں اخراج ہو جائے خواہ کسی نفسانی خواہش کے تحت نہ بھی ہو تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

د: نیز میں نے پڑھا ہے کہ ایسا ویسا خواب نہ بھی دیکھا ہو مگر سو کر اٹھیں اور رطوبت موجود ہو تو بھی غسل کر لیا جائے۔ مبادا وہ منی ہو۔ عورتوں میں کچھ پانی موجود ہوتا ہے۔ خاص کر میرے اندر بیماری کی شکایت ہے کیا میں ہر روز غسل کروں؟

۲: بعض صورتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجازت دی ہے کہ بیمار یا مستحاضہ نماز کے آخری وقت میں وضو کر کے اس وقت کی اور اگلے وقت کی نماز دونوں ایک ہی وضو سے پڑھ سکتا ہے۔ ایسی رعایت کیا مریضوں کے لئے ہے۔ نیز حنفیوں کے ہاں حکم ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے جب تک اس نماز کا وقت رہے گا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

۳: کسی کی صبح کی نماز قضاء ہو گئی اب اس قضاء کو پڑھے بغیر ظہر کی نماز ادا کرتا ہے تو یہ نماز ہوئی یا نہ۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر صبح کی نماز دوسرے دن کی صبح کے ساتھ پڑھ لی جائے تو ٹھیک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر بغیر کسی عذر کے چار نمازیں پڑھ لے اور پھر دوسرے

ان صبح کے وقت قضا پڑھی تو ان چاروں نمازوں کو لوٹانا چاہئے کیا یہ درست ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر چھ نمازیں بغیر قضا شدہ کے پڑھے تو صرف قضا پڑھے باقیوں کو نہ لوٹائے کیا یہ بھی درست ہے؟ — ایک خاتون از سیالکوٹ۔

الجواب:

۱: اس رطوبت کے نکلنے سے احتیاطاً وضو کر لینا چاہئے۔

ب: اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے سے رطوبت خارج نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا ضروری ہے

کذا فی الشامیۃ وکذا لو سال عند القیام یصلی قاعداً۔ (ج۱۔ ص۳۳۹)

ج: جب یقینی ہو کہ یہ رطوبت وہی ہے جو حاملگی میں بھی بوجہ بیماری خارج ہوتی رہتی ہے تو ایسی صورت میں غسل واجب نہیں ہوگا۔ جس مسئلہ کا سوال میں ذکر ہے وہ غیر مریض کے بارے میں ہے۔

۲: معذور ایسے شخص کو کہتے ہیں کہ نماز کے پورے وقت میں اسے اتنا وقت نہ مل سکے کہ باوضو ہو کر نماز کے فرض ادا کر لے۔ ایسا شخص معذور سمجھا جائے گا۔ یہ نماز کے وقت میں وضو کر کے نماز فرض وغیرہ پڑھ سکتا ہے اسی عذر (مثلاً سیلان رطوبت) سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس نماز کا وقت ختم ہونے پر ہی وضو ٹوٹ جائے گا۔ آئندہ نماز کے لئے دوسرا وضو کرنا ہوگا۔ مگر جو شخص بیٹھ کر خالی از عذر ہونے کی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے وہ معذور نہیں۔

کما فی الشامیۃ والدر المختار ج۱ ص۲۰۴ وبخروج بعدہ عن ان یکون صاحب عذر۔

۳: قضا شدہ نماز یاد آنے پر فوراً (سوائے اوقات مکروہہ کے) پڑھ لینا ضروری ہے یاد ہوتے ہوئے اگر وقتیہ کو ادا کیا جائے تو نماز وقتیہ کی ادا صحیح نہ ہوگی اس کا اعادہ واجب ہے۔ یہ صاحب ترتیب کے لئے ہے۔ اگر قضا یاد نہ ہونے کی صورت میں وقتیہ پڑھ لی تو وقتیہ کی ادا صحیح ہوگی قضا کی ادائیگی کو موخر نہ کرے۔ چھ نمازوں کی قضا کا مسئلہ کسی محرم رشتہ دار کے ذریعہ محقق عالم سے زبانی دریافت کر لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ [illegible]

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی - ۸-۱۱-۱۳۹۲ھ

احلیل کے اندر روئی کا تر ہونا ناقضِ وضو نہیں

ایک آدمی پیشاب کا مریض ہونے کی وجہ سے سوراخِ ذکر میں روئی رکھتا ہے اگر روئی اندر غائب کر لی جائے کہ خارج میں نشان باقی نہ رہے اور اندر ہی اندر مرطوب ہو جائے لیکن رطوبت سوراخ سے باہر نہ آئے تو وضو ٹوٹتا یا نہیں ؟

الجواب: احلیل کے اندر روئی بالکل غائب کر دینے کی صورت میں جب رطوبت باہر نہیں نکلی یا مرطوب روئی کو باہر نہیں نکالا گیا تب تک وضو نہیں ٹوٹا۔ ہاں اگر مرطوب روئی باہر نکل یا نکالی گئی تو اس وقت سے وضو ٹوٹا ہوا سمجھا جائے گا۔ فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۵ میں ہے۔

اذا ادخل فی احلیله قطنة وغیبها ثم خرجت او اخرجها نقض الوضوء اھ۔

اور اگر احلیل میں روئی کو بالکل غائب نہیں کیا بلکہ ایک طرف داخل اور ایک طرف ظاہر رہی تو طرفِ داخل کے تر ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک کہ طرفِ ظاہر پر تری نمودار نہ ہو جائے فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

واذا خاف الرجل خروج البول فحشی احلیله بقطنة ولولا القطنة لخرج منه البول فلا بأس به ولا ینتقض وضوءه حتی یظهر البول علی القطنة وان ابتل الطرف الداخل من القطنة لکن لم یبتل الطرف الظاهر منها اھ ج ۱ ص ۱۰ فقط واللہ اعلم

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان
۲۸، ۱، ۳۶۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مدرس خیر المدارس ملتان

صرف عمامہ پر مسح درست نہیں

"بلوغ المرام" میں لکھا ہے کہ مسح علی العمامة جائز ہے۔ عبارت یہ ہے " مسح بناصیته وعلی العمامة

وعلی الخفین اھ اس کے متعلق جواب ارشاد فرمائیں۔

حافظ عبدالجبار مدرسہ دارالہدیٰ خانیوال

الجواب عدم جواز نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ وامسحوا برؤسکم الآیۃ اور ظاہر ہے کہ مسح علی العمامۃ، مسح علی الرأس نہیں۔

احادیث مسح علی العمامۃ مختلف طرق سے مروی ہیں۔ مسلم شریف میں حضرت مغیرہؓ سے مروی ہے۔ ومسح بناصیتہ وعلی العمامۃ اھ اور بعض روایات میں صرف عمامہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا نص قرآنی اور احادیث صحیحہ دالۃ بر وجوب مسح رأس کو مدنظر رکھتے ہوئے احادیث جواز کا صحیح محمل متعین کیا جائے گا۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے ربع رأس پر مسح فرمایا جو مقدار ناصیہ کے تقریباً برابر ہے۔ لیکن عمامہ سر سے اتار کر رکھا نہیں۔ باقی سر پر عمامہ کے اوپر سے ہاتھ پھیر لیا جس کو راوی نے کبھی مکمل نقل کرتے ہوئے "مسح بناصیتہ وعلی العمامۃ" ذکر کیا۔ اور کبھی صرف عمامہ ذکر کر دیا۔

الحاصل مسح ربع رأس پر کیا گیا تھا۔ عمامہ پر مسح ادائے فرض کے لئے نہ تھا۔ علاوہ ازیں علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے مسح علی العمامۃ کی تمام روایات کو معلول قرار دیا ہے۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

۲۳ / ۱ / ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اگر شرعاً معذور ثابت ہو جائے تو ایک ہی وقت میں ایک ہی وضو کرنا پڑے گا

اگر پیشاب کے بعد قطرات کی بیماری ہو تو ایک ہی استنجا کرنا پڑے گا یا قطرات آنے کے بعد دوبارہ استنجا کرنا پڑے گا؟ اور یہ قطرات اگر شلوار پر پڑ جائیں تو ان کا دھونا ضروری ہے یا ویسے ہی نماز ادا ہو جائے گی؟ ایسے ہی ریاح کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

۲ ، اگر کوئی امام کے متعلق برائی بیان کرتا ہے اور عیب پر نظر رکھتے ہوئے اس کے متعلق باتیں کرتا ہے تو کیا ایسے شخص کی نماز اس امام کے پیچھے ہو جائے گی؟

۳ : اگر کوئی کسی کے سامنے کسی کی غیبت کرے اور سننے والا اسے روکنے پر قادر نہ ہو اور مجبوراً سن لیتا ہو تو کیا وہ بھی گناہگار ہوگا ؟

الجواب بعون الوہاب ۱ : شرعاً معذور وہ شخص ہے جسے پورے وقت میں عذر سے خالی اتنا وقت بھی میسر نہ ہو کہ جس میں وضو کرکے صرف فرض ادا کرسکے۔ اگر طہارت حاصل کرکے بمقدار فرض کچھ وقت مل جاتا ہے تو وہ شخص معذور نہیں۔ اسے خروج قطرہ یا خروج ریح کی صورت میں وضو کا اعادہ کرنا ہوگا۔ بدن یا کپڑے کے جس حصے پر نجاست لگی ہو اس کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ نیز اگر اکیلا بدون جماعت بغیر عذر نماز ادا کرسکتا ہے تو جماعت چھوڑ دے۔ بلکہ اگر بیٹھ کر یا اشارہ سے ادا کرنے سے عذر سے بچاؤ ہو سکتا ہے تو ویسے ہی ادا کرے۔

قال في الدر المختار: يجب رد عذره أو تقليله بقدر قدرته ولو بصلاته مومياً۔ (شامیہ ص ۲۸۵ ج ۱)

البتہ جو شخص مذکورہ بالا تعریف کے مطابق معذور ہو جائے تو اس کے لئے عذر کی موجودگی میں نماز ادا کرنا صحیح ہے۔ نماز شروع کرنے سے قبل بدن اور کپڑے سے نجاست دھو لینی چاہئے۔

۲ : امام کی برائی بیان کرنا اچھا نہیں، نماز ہو جاتی ہے۔

۳ : غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں مجرم ہیں۔ البتہ اگر زبان سے روکنے پر قدرت نہ ہو یعنی بے عزتی اور ضرر کا اندیشہ ہو، تو دل سے برا جاننے کی صورت میں غیبت کے گناہ سے مامون ہونے کی امید ہے۔ انشاء اللہ گناہگار نہ ہوگا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ ہٰذا

سلسل البول والے کے وضو اور کپڑے کی طہارت کا مسئلہ

بندہ بالکل چھوٹی عمر سے سلسل البول کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اب عمر پچیس سال ہے۔ آرام بالکل نہیں ہوا۔ بعض اوقات میں قطرات ٹھہر جاتے ہیں۔ بعض اوقات میں قطرات مسلسل جاری رہتے ہیں

حتیٰ کہ وضو بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ نماز پڑھ سکوں۔ مثلاً صبح صادق سے عام طور پر جو قطرات شروع ہوتے ہیں تو سورج نکل ؟ آپ سے نماز بعد میں قضاء کرتا ہوں الخ

دوسری عرض یہ ہے کہ فقیر آدمی ہوں دو تہہ بند رکھتا ہوں ایک تہہ بند ہر وقت باندھتا ہوں جو کہ پلید ہوتی ہے اور دوسرا نماز کے وقت باندھتا ہوں مگر وہ بھی نماز کی حالت میں بول سے نجس ہو جاتی ہے تو کیا اس حالت میں جب کہ کپڑا نجس ہو نماز ہو جائے گی ؟

الجواب جب نماز کے ابتدائی وقت سے قطرات شروع ہوتے اور آخری وقت تک اتنی دیر کے لئے بھی نہیں رکے کہ وضو کرکے فرض نماز ادا کر سکے تو یہ شخص شرعاً معذور ہے کہ اس کا وضو ایک دفعہ کر لینے سے وقت کے اندر قطرات کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا۔ وضو کرکے نماز پڑھ لے۔ اگرچہ دوران وضو یا نماز قطرات ٹپکتے رہیں نماز ہو جائے گی۔ دوسرے وقت آنے پر پھر تازہ وضو کرکے نماز پڑھ لے۔ اگر کپڑا اتنی دیر بھی پاک نہیں رہتا کہ فرض ادا کر سکے تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا جبکہ قدر درہم کو پہنچ جائے۔

کما فی الدر المختار ج ۱ ص ۲۸۲

وان سال علی ثوبه فوق الدرهم جاز له ان لا يغسله ان كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها اى الصلوة وان لا يتنجس قبل فراغه فلا يجوز ترك غسله هو المختار للفتوى۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۶ . ۲ . ۱۳۸۵ھ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

معذورین کیلئے مختصر ترین نماز

بندہ پیٹ کی تکلیف کا دائمی مریض ہے ریاح خارج ہوتی رہتی ہیں اگر وضو کے بعد ریاح کو اتنی دیر روک لیا جائے کہ نماز مکمل پڑھی جاسکے تو پیٹ میں تکلیف پیدا ہو کر دل کی طرف آجاتی ہے اگر ریاح کو چھوڑا جائے تو کئی دفعہ وضو ٹوٹ جاتا ہے جس کی وجہ سے نماز دہرانی پڑتی ہے۔ یہ صورت سخت پریشان کن ہے۔ شرعی لحاظ سے بندہ معذور ہے یا نہیں ؟

محمد فاروق ملتان

الجواب: وضو کر کے اگر صرف نماز کی فرض رکعتیں بغیر وضو ٹوٹے پڑھ سکتے ہیں تو آپ شرعاً معذور نہیں ہوں گے۔ مگر اس دوران بیماری کو معمول پر رکھ کر پڑھیں یہ فرض رکعتیں بھی اس طرح سے پڑھیں کہ صرف نماز کے فرض و واجبات ادا ہو جائیں گو سنن و مستحبات رہ جائیں اسی طرح یہ رکعتیں مزید مختصر ہو جائیں گی۔

مثلاً قیام میں صرف سورۂ فاتحہ اور سورۂ کوثر یا اخلاص۔ رکوع اور سجود میں ایک ایک دفعہ تسبیح اور تحیات کے بعد اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد مختصر درود اور اللھم اغفرلی دعا کافی ہے۔ تیسری اور چوتھی رکعت کے قیام میں صرف تین تین مرتبہ سبحان اللہ کہ سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں۔ امید ہے کہ اس طرح سے آپ باوضو نماز پڑھ سکیں گے۔ اگر پھر بھی دشواری ہو تو تفصیل لکھ کر دوبارہ جواب حاصل کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳.۸.۱۳۹۸ھ

بار بار پیشاب آتا ہو تو وضو کیسے کرے

س: میری عمر تقریباً ۶۰ برس ہے بار بار پیشاب آتا ہے صبح کو ایک ڈیڑھ گلاس پانی دوا کے طور پر پیتا ہوں ظاہر ہے کہ پیشاب بار بار آئے گا۔ اگر پانی نہیں پیتا تو جوڑوں میں درد ہونے کا امکان ہے۔ کئی سال سے یہ تکلیف ہے اب حالت یہ ہے کسی ایسی جگہ پر گزرنے سے جو کہ سڑک کی سطح سے نیچے ہو تو پیشاب کا قطرہ نکل جاتا ہے۔ رات کو سوتا ہوں تو شبہ رہتا ہے کہ شاید کوئی قطرہ نکل گیا ہو۔ رات کو کئی مرتبہ اٹھتا ہوں اس خیال سے کہ قطرہ نکل گیا ہو تو پاک کرلوں۔ غرضیکہ سالہا سال سے صبح سویرے نچلا دھڑ اپنا اچھی طرح سے دھو کر پاک کرتا ہوں، پھر وضو کرتا ہوں، پھر نماز پڑھتا ہوں اور پھر نوافل و وظائف کے لئے کئی بار وضو کرتا ہوں اور پیشاب بھی رک رک کر آتا ہے۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس بیماری کی وجہ سے اور پیشاب بار بار کرنے کی وجہ سے وضو کرنا ضروری ہے یا نہ؟

الجواب: بہتر یہ ہے کہ آپ لنگوٹ باندھ لیا کریں اس سے قطرہ سوراخ ذکر سے باہر نہیں آئے گا۔ اگر کسی وقت آ بھی جائے تو صرف کپڑا بدل لینا کافی ہوگا۔ استنجا کر کے وضو کریں۔ نچلا دھڑ پورا دھونے کی ضرورت نہیں۔ بار بار وضو کرنے کی صورت میں دقت ہو تو جلدی جلدی

بھی کر سکتے ہیں لیکن فرائض وضوء کا ہر حال میں اہتمام رہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۱/۹/۱۴۰۹ھ

خروج الدودۃ من الدبر ینقض الوضوء

میں نے جب سے بواسیر کا اپریشن کرایا ہے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ پاخانہ میں جو سفید رنگ کے کیڑے ہوتے ہیں ان کی حرکت بحالت نماز میں مقعد میں خارش سی محسوس ہوتی ہے مگر وہ کیڑا مقعد سے بالکل باہر نہیں آتا جب تک کہ میں خود نہ نکالوں۔ اس حالت نماز میں مجھے اتنا ضرور محسوس ہوتا ہے کہ کیڑا خروج کرتا ہے اگرچہ بالکل باہر نہیں آتا۔ ایسی حالت میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے؟ اور کیا نماز باقی رہتی ہے یا نہیں؟

۲۔ یوں بھی کبھی کہ پیٹ کے اندر سے تو نکلتا ہے مگر بالکل باہر نہیں آتا اگرچہ مجھے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اب خروج کرتا ہے۔

محمد سلیمان، نواں شہر ملتان

الجواب: جب مقعد کے سوراخ سے کیڑا باہر نکل آئے تو وضوء ٹوٹ جائے گا اور نماز نہ ہوگی اور سوراخ سے باہر نکلنے سے پہلے اندر اندر پھرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی اور نہ ہی وضوء ٹوٹے گا۔

وینقضہ خروج نجس منہ الخ ۔۔۔ قولہ وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار علی الشامیۃ ص ۱۳۴ تا ۱۳۶)

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۵/۱۴۰۹ھ

گلے کا مسح بدعت ہے

بعض لوگ گردن کا مسح کرتے ہوئے حلقوم یعنی گلے کا بھی مسح کرتے ہیں۔ آیا شرعاً یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب گردن کا مسح مستحب ہے مگر حلقوم کا بدعت ہے پرہیز کیا جائے۔

(والثاني مسح الرقبة وهو بظهر اليدين واما مسح الحلقوم فبدعة) اهـ هكذا في البحر الرائق - عالمگیری ج ۱ ص ۷۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے وضو ساقط نہیں ہوگا!

ایک امام مسجد کے پاؤں پر داد چنبل ہے۔ جس کی وجہ سے تقریباً چار ماہ سے وضو نہیں کرتا ہے اور تیمم سے امامت کراتا ہے۔ اور تیمم بھی مسجد کی بجٹ سے پلستر شدہ دیوار سے کر لیتا ہے۔ کیا وہ درست کر رہا ہے۔ مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

سائل: خدا بخش شریف پورہ

الجواب پاؤں پر داد چنبل ہونے کی وجہ سے وضو ساقط نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا تھا کہ اگر پانی نقصان دیتا ہو تو پاؤں پر مسح کر لیا جاتا۔ لہٰذا جتنی نمازیں مذکور امام کے پیچھے اس تیمم کی حالت میں ادا کی گئی ہیں ان کو دوبارہ ادا کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
۱۵ / ۵ / ۱۴۰۰ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

غسل فرض میں ناف میں انگلی ڈالنے کا حکم

غسل کرتے وقت ناف میں انگلی ڈالنا فرض غسل میں ضروری ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب فرض غسل میں ناف کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ انگلی پھیری جائے تاکہ پانی پہنچنے کا یقین ہو جائے۔

(۱) ويجب ايصال الماء الى داخل السرة وينبغي ان يدخل اصبعه

لعدم المس علیہ (اھ ، شامی ج ۱ ص ۱۲۰)۔

(۳) : فلا یجوز مس الجلد وموضع البیاض منہ وقال بعضھم یجوز وھذا اقرب الی القیاس والمنع اقرب الی التعظیم کما فی البحر ای والصحیح المنع کما نذکرہ (اھ ، شامی ج ۱ ص ۱۲۰)۔

(۴) : والصحیح منع مس حواشی المصحف والبیاض الذی لا کتابۃ علیہ ھکذا فی التبیین (اھ ، عالمگیری ج ۱ ص ۳۹)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲؍۲۲؍۱۴۰۶ھ

دوران وضوء سر کا مسح یاد نہ رہا تو دوران نماز داڑھی کی تری سے مسح کر سکتا ہے یا نہیں

اگر کوئی آدمی فرائض وضوء میں سے ایک فرض یعنی مسح راس کو بھول جائے پھر اس کو نماز کے ضمن میں یاد آجائے کہ میں نے مسح نہیں کیا تھا تو کیا وہ اپنی داڑھی کی تری سے نماز کے اندر ہی مسح کر سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر کر سکتا ہے تو اشکال یہ ہے کہ اس کی نماز کا بعض حصہ بلا وضوء اور بعض با وضوء گزرا تو یہ بنا ءِ صحیح علی الفاسد ہوئی ۔ یہ درست نہیں ۔

شق ثانی یعنی اگر نماز کے اندر مسح نہیں کر سکتا تو ان مندرجہ ذیل آثار کا صحیح محمل کیا ہے ؟

۱ : عن ابی بکر بن عیاش عن مغیرۃ عن ابراھیم قال اذا نسی ان یمسح رأسہ وفی لحیتہ بلل فذکر وھو فی الصلوۃ فان کان فی لحیتہ بلل فلیمسح رأسہ ۔

۲ : عن حفص ابن غیاث عن عبد الملک عن عطاء قال اذا نسی مسح رأسہ فوجد فی لحیتہ بللا اجزأہ ان یمسح بہ رأسہ ۔

۳ : عن ابی حنیفہ عن یونس عن الحسن فی قولہ فی الرجل یذکر فی الصلوۃ انہ لم یمسح رأسہ وفی لحیتہ بلل قال یمسح رأسہ من بلل لحیتہ ۔

۴۔ یزید ابن ہارون عن حماد بن سلمة عن قتادة عن خلاس فيما يعلم حميد عن علي قال اذا توضأ الرجل فنسي ان يمسح برأسه فوجد في لحيته بللا اخذ من لحيته فمسح رأسه

فهذه الآثار ماثورة في مصنف ابن ابي شيبة ص

ان آثار کا صحیح محمل بیان فرما کر اجر عظیم حاصل کریں۔

محمد نذر کلیم دہلوی

متعلم دورۂ حدیث خیر المدارس ملتان

الجواب اثر ثانی و رابع میں متذکرۃ فی الصلوٰۃ کی تصریح نہیں بلکہ مطلق تذکر ہے پس مفید نہیں۔ اور قول ثالث میں یہ تصریح نہیں کہ ایسی صورت میں سابقہ نماز بھی درست ہوگی پس اشکال نہیں۔ ممکن ہے کہ مقصود یہ بتلانا ہو کہ اس صورت میں سارے وضو کا اعادہ نہیں بلکہ صرف مسح راس کافی ہو جائے گا۔ اور اگر یہ تصریح مل جائے کہ صورت مذکورہ میں یہ اثر صحت صلوٰۃ سابقہ کے قائل ہیں تو بھی کوئی تنگی نہیں۔ مسئلہ اجتہادی ہے۔ طہارت شرط نماز ہے۔ شروط کے لئے تقدم لازم نہیں جیسا کہ صوم بنیت متاخرہ من الشروع سے بھی درست ہے بلکہ امام صاحب رحمہ تو آخر نماز کے بارے میں بھی جواز و صحت تاخیر نیت کے قائل ہوتے ہیں یعنی اگر کسی نمازی نے تکبیر تحریمہ کے بعد نیت کی تو نماز درست ہو جائے گی۔ (ر ج ۱ ص ۲۹۱)

بندہ عبدالستار عفی عنہ

تیسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نسیان کی وجہ سے ترک مسح کو متوفر اور معتبر سمجھا گیا ہو۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے رفع اللّٰہ عن امتی ثلثا و ذکر منها الخطاء والنسیان۔ یعنی تذکرہ سے قبل وضو کو بدیں وجہ درست تسلیم کیا گیا ہو کہ ترک مسح ناسیا ہو جو ادفیان موافق ہے۔ تعنی حنفیہ وجہ یہ ہے کہ حدیث مذکور کی بنا پر امام شافعی رحمہ نماز میں کلام ناسیا کو مفسد نہیں مانتے اور روزہ میں افطار ناسیا کا معتبر ہونا تو اجماعی مسئلہ ہے پس کوئی اشکال نہیں۔

چوتھی توجیہ بھی محتمل ہے کہ مسح مذکور سے مراد مسح زائد علی القدر المفروض یعنی مسح سنت ہو جیسے وضو میں مسح قدر مفروض جس کی ادنیٰ مقدار امام شافعی رحمہ کے نزدیک تین بال ہیں ہو چکا۔

میں اشکال نہیں ۔ فقط ۔ عبدالستار ۔

پانچویں توجیہ یہ بھی محتمل ہے کہ اکثر اوقات شیطان نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ تو نے مسح نہیں کیا۔ ایسی صورت میں دفع وسوسہ کے لئے داڑھی کی تری سے ہاتھ گیلا کر کے سر پر پھیر لے۔ اب یہ مسح دفع وسوسہ کے لئے ہوا نہ کہ تجدید وضو یا اصلاح وضو کے لئے۔ فلا یرد علیہ الاشکال۔

الاجوبۃ صحیحۃ

محمد عبداللہ غفر اللہ لہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۳ ر ۴ ر ۱۳۹۰ھ

عورتوں کیلئے بھی مسواک کرنا سنت ہے

۱۔ بوقت وضو عورت کے لئے مسواک کرنا سنت ہے یا نہیں؟

۲۔ ان کے لئے بھی ایک بالشت سنت ہے یا نہیں؟

۳۔ عورتوں کی خاص ایک مسواک ہوتی ہے اس سے سنت ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: عورتوں کے لئے بھی مسواک سنت ہے اگر سخت لکڑی سے تکلیف ہو تو دنداسہ استعمال کرلیں اس سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔

ومنها السواك وينبغي ان يكون السواك من اشجار مرة لانه يطيب نكهة الفم ويشد الاسنان ويقوي المعدة وليكن رطبا في غلظ الخنصر وطول الشبر ولا يقوم الاصبع مقام الخشبة فان لم توجد الخشبة فحينئذ يقوم الاصبع من يمينه مقام الخشبة كذا في المحيط والظهيرية والعلك يقوم مقامه للمرأة اه (عالمگیری ج ۱ ص ۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

وضوء کے ہر ہر عضو کی دعا

جناب حضرت مفتی صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تھا کہ وضوء کرتے وقت سارے وضوء کے دوران کچھ دعائیں پڑھتے رہتے تھے مجھے بھی شوق ہے براہ کرم وہ دعائیں لکھ دیں!

محمد اقبال از ساہیوال

الجواب عالمگیری ج ۱ ص ۵ میں آداب وضوء میں لکھا ہے کہ ہر ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ

کلی کرتے ہوئے یہ دعا پڑھے۔

۱۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ پڑھیں

۲۔ اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ۔

چہرہ دھوتے وقت یہ پڑھیں

۳۔ اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔

دایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

بایاں بازو دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ۔

سر کا مسح کرتے وقت یہ پڑھیں۔

۶۔ اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِکَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِکَ۔

کانوں کا مسح کرتے ہوئے یہ پڑھیں۔

۷۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔

گردن کا مسح کرتے ہوئے یہ پڑھیں۔

۸۔ اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ۔

— دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۹ . اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْأَقْدَامُ ۔

— بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ پڑھیں۔

۱۰ . اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَّتِجَارَتِيْ لَنْ تَبُوْرَ ۔

اور پھر ہر عضو کو دھونے کے بعد درود شریف بھی پڑھیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰ / ۵ / ۱۴۰۹ھ

ادعیہ مذکورہ کا ترجمہ

۱ . اے اللہ تلاوت قرآن اور اپنے ذکر و شکر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

۲ . اے اللہ ! جنت کی خوشبو نصیب فرما اور دوزخ کی بدبو سے بچا۔

۳ : اے اللہ ! میرا چہرہ اس دن چمکدار بنا جس دن کہ کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہونگے۔

۴ : اے اللہ ! مجھے میرا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا فرما اور مجھ سے ہلکا پھلکا حساب فرما۔

۵ . اے اللہ ! مجھے میرا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں نہ دینا اور نہ پشت کے پیچھے سے۔

۶ : اے اللہ ! مجھے اس دن اپنے عرش کے سائے میں لے لینا جس دن کہ آپ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۷ : اے اللہ ! مجھے ان لوگوں سے بنا جو اچھی سنی ہوئی بات پر عمل بھی کرتے ہیں۔

۸ : اے اللہ ! میری گردن کو آگ سے آزاد فرما۔

۹ : اے اللہ ! مجھے پل صراط پر ثابت قدم رکھنا جس دن کہ بہت سے قدم پھسل جائیں گے۔

۱۰ : اے اللہ ! میرے گناہوں کو بخش دے میری کوشش کو قبول فرما اور میری تجارت کو خسارے سے بچا۔

جونکیں لگوانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں

بعض اوقات ورم کی جگہ پر اطباء جونک لگوانے کا مشورہ دیتے ہیں تو اگر وضو کی حالت میں جونکیں لگائی جائیں تو وضو باقی رہے گا یا نہیں ؟

الجواب اگر جونک بڑی ہو اور اتنا خون چوس لے کہ وہ دم سائل کے حکم میں ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا ۔

وکذا ینقضہ علقۃ مصّت عضوا وامتلأت من الدم اھ (درمختار) (قولہ وامتلأت) کذا فی الخانیۃ وقال لانہا لو شقت یخرج منہا دم سائل اھ والظاہر ان الامتلاء غیر قید بل المعتبر ان یکون بحیث لو شقت یخرج منہا دم سائل کما افادہ (شامیہ ج ۱ ص ۱۴۹) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

نماز جنازہ کیلئے کئے گئے وضو سے دیگر فرائض ادا کرنا

نماز جنازہ یا تلاوت وغیرہ کے لئے وضو کیا جائے تو اس سے فرض نماز ادا کرسکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب وضو طہارت مطلقہ ہے جب ایک دفعہ وضو کرلیا تو طہارت حاصل ہوگئی ۔ اب جب تک یہ وضو نہ ٹوٹے اس سے جو عبادت چاہیں ادا کرسکتے ہیں ۔ لہٰذا جنازہ کے لئے کئے ہوئے وضو سے فرائض وغیرہ ادا کرنا بلا کراہت درست ہے ۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے تو اس سے فرائض ادا ہوسکتے ہیں ۔ تو جنازہ کے لئے کئے گئے وضو سے بدرجہ اولیٰ فرض ادا کرسکتے ہیں ۔

لو تیمم لصلٰوۃ الجنازۃ او لسجدۃ التلاوۃ اجزاہ ان یصلی بہ المکتوبۃ بلاخلاف کذا فی المحیط اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۶) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

حقہ یا سگریٹ پینے سے وضوء ٹوٹنے کا حکم

حقہ و سگریٹ پینے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ؟ بدبو کی وجہ سے اگر کراہت ہو تو کلی کرنے سے یہ نقصان ختم ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

سائل محمد نواز حال مقیم شادباغ لاہور

الجواب وضوء کرنے کے بعد جب تک کوئی نجاست وغیرہ خارج نہ ہو وضوء نہیں ٹوٹتا۔ لہذا حقہ و سگریٹ پینے سے وضوء نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ ان کا بلا ضرورت پینا مکروہ ہے اور نماز سے پہلے منہ سے بدبو کو زائل کرنا ضروری ہے۔

ان الطہارۃ لا ترتفع بضدھا وھی النجاسۃ القائمۃ بالخارج لان الضد ھو المؤثر فی رفع ضدہ اھ (شامی ج ۱ ص ۱۳۴)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان

ہاتھ اور پاؤں دھوتے وقت ابتداء کہاں سے کریں ؟

وضو میں جب ہاتھوں یا پاؤں پر پانی ڈالا جائے تو کس حصے سے ابتداء کی جائے ؟

المستفتی حافظ محبوب احمد قادر آباد فارم ضلع ساہیوال

الجواب دونوں کی انگلیوں سے ابتداء کی جائے۔

ومن السنن البدایۃ من رؤس الاصابع فی الیدین والرجلین ھکذا فی فتح القدیر اھ (عالمگیری جلد ۱ ص ۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴ر۳ر۹۰ ۴ ھ

الجواب حوالہ کتب میں تصریح نہیں ملی بظاہر زیادہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھوں کو دھوتے وقت خلال کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ ، ۱۳؍۵؍۱۴۰۳ھ

داڑھی کے خلال کے بارے میں متعدد اہم مسائل

۱: وضو میں داڑھی کا خلال تین بار سنت ہے یا ایک بار ؟

۲: صرف ٹھوڑی کے نیچے خلال کرنا ہے یا دائیں بائیں بھی ؟

۳: دائیں بائیں ہو تو کس طرح کرے ، ہتھیلی کی جانب کس طرف رہے ؟

۴: تیمم میں خلال کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ کس طرح اور کتنی بار سنت ہے ؟

۵: گھنی داڑھی میں صرف اوپر یعنی حد چہرہ کے اندر والے بالوں پر پانی بہانا فرض ہے یا اندر والے بالوں کو جو کہ جڑ سے اوپر ہوں دھونا فرض ہے ؟

حافظ رحمت علی خان ، مدرسہ عربیہ رائیونڈ ، لاہور۔

الجواب ۱: ایک بار وهو ظاهر لسكوتهم عن بيان التكرار في موضعه۔

۲: وتخليل اللحية هو تفريق شعرها من أسفل إلى فوق۔

(بحر ، شامیہ ، ج ۱ ، ص ۸۲)

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پوری داڑھی کا مع جانبین کے خلال ہونا چاہئے کیونکہ داڑھی میں جانبین کے بال بھی داخل ہیں ورنہ داڑھی کے کچھ حصے کا خلال لازم آئے گا۔ صاحب بحر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

وظاهر كلامهم ان المراد باللحية الشعر النابت على الخدين من عذار وعارض والذقن (بحر ، ج ۱ ، ص [illegible]) ويجوز ان يكون حديث انس رضي الله تعالى عنه مشعرا الى خلاف ذلك ولفظه كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا توضأ اخذ كفا من ماء تحت حنكه فخلل به لحيته (الحديث) (شامية ج ۱ ص ۹۰)

۳: پانی کا چلو لے کر داڑھی کے بالوں میں پہنچانے کے وقت ہتھیلی گردن کی جانب ہوگی پھر بوقت خلال ہتھیلی کی پشت گردن کی جانب کر کے خلال کرے۔ کما فی الطحطاوی شرح المراقی (ص۴۲)۔

۴: تیمم میں خلال کرنا ثابت نہیں، صرف بالوں کے اوپر ہاتھ پھیرے۔

وفی الحلیة یمسح من وجهه ظاهر البشرة وظاهر الشعر علی الصحیح اھ (عالمگیری: ج۱: ص۲۶)۔

۵: گھنی داڑھی میں چہرے کے حدود والے بالوں پر پانی بہانے سے فرض ادا ہو جائے گا گو جڑوں کے قریب تک پانی نہ پہنچے کیونکہ داخل شعر اللحیة تک فرض نہیں۔

قال فی المراقی وابو حنیفة ومحمد بمسحه لعدم المواجهة ولذا فكان الفرض واوخذ بها لیس محلاً له ومثله فی الهدایة (مراقی ص۴۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
۱۱/۵/۱۳۹۲ھ

گھڑی سختی سے باندھی ہوئی ہو تو وضو میں ہلانا ضروری ہے

اگر گھڑی ہاتھ پر اس قدر سختی سے باندھی جائے کہ پانی جگہ سے نہ ہلے تو اس صورت میں وضو کر لینے سے وضو ہوگا یا نہیں؟

الجواب: گھڑی کے نیچے والے حصۂ جسم پر پانی نہ پہنچے تو وضو نہیں ہوگا۔

ولو كان خاتمه ضيقا نزعه او حركه وجوبا اھ

(الدر المختار علی الشامیة ج۱ ص۴۴)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس
۲۰/۳/۱۴۰۱ھ

جسم پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو تو غسل کا حکم

س: آج کل سوئی وغیرہ سے لوگ اپنے جسم پر کوئی شکل یا کوئی تحریر کرتا ہے تو آیا اس سے غسل ہو جائے گا یا نہیں ؟

الجواب: جسم گودنے والے اور گدوانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ

(ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸)

یہ فعل اگرچہ حرام ہے لیکن غسل سے مانع نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ ہذا ۲۳/۲/۱۴۰۰ھ

برہنہ غسل کر رہا ہو تو بسم اللہ زبان سے نہ پڑھے

س: جیسے وضو کے شروع میں تسمیہ سنت ہے ایسے ہی غسل کے شروع میں بھی ہے۔ تو کیا جب برہنہ غسل کر رہا ہو اس وقت "بسم اللہ" پڑھ سکتا ہے ؟

عبد الحمید ممتاز آباد ملتان

الجواب: برہنہ غسل کرنے کی صورت میں زبان سے "بسم اللہ" نہ پڑھے۔ عالمگیری میں ہے۔

ولا یسمی فی حال الانکشاف ولا فی محل النجاسۃ ھکذا فی فتح القدیر اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۴)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۳/۱۴۱۰ھ

جانور کے ساتھ وطی کی تو بدون انزال غسل واجب نہ ہوگا

ایک شخص نے جانور کے ساتھ وطی کی ہے۔ کیا اس پر غسل فرض ہے یا نہیں؟ وضاحت سے جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب: اگر انزال ہوگیا ہے تو غسل فرض ہے ورنہ نہیں۔

والایلاج فی البہیمۃ والمیتۃ والصغیرۃ التی لا یجامع مثلہا لا یوجب الغسل بدون الانزال اھ۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۸)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ ۲۵/۵/۱۳۹۹ھ

صغیرہ غیر مشتہاۃ کے ساتھ جماع سے غسل واجب نہ ہوگا تاوقتیکہ انزال نہ ہو

بہشتی زیور ۱ ص ۶۵ ۔ میں لکھا ہے کہ اگر مرد کسی کمسن لڑکی سے جماع کرے تو غسل واجب نہیں ہوگا تاوقتیکہ انزال نہ ہو۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ جب کہ دخول حشفہ سے غسل واجب ہوجاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو؟

الجواب: درمختار میں یہ مسئلہ ایسے ہی لکھا ہے گویا کہ یہ وطی بہیمہ یا وطی میتہ کے مشابہ ہے۔ صرف ایلاج سے غسل نہیں بلکہ انزال سے غسل فرض ہوگا کیونکہ محل میں شہوت کاملہ موجود نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۲۱/۸/۱۳۹۵ھ

غسل میں پانی سونگھ کر ناک میں چڑھانے کا حکم

"فتاویٰ افریقہ" مصنف: احمد رضا خان بریلوی، صفحہ ۳۱ - پر تحریر ہے کہ غسل کا دوسرا فرض ناک کے دو نتھنوں میں پورے نرم بانسے تک پانی پہنچانا ہے۔ مگر اس کے لئے پانی سونگھ کر چڑھانا

درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے (غیر مسلم) بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب ان کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں۔ حوالہ "محیط" کا دیا ہے۔

پانی سونگھ کر چڑھانا کیسے ہوتا ہے؟ روزے میں خطرہ ہے اور یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اگر انگلی تر کر کے بانسے تک مس کرے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب ناک میں پانی ڈالنے اور انگلی کو جس سے پانی ٹپک رہا ہو ناک کے اندر لے جانے سے بھی غسل ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۴ / ۱۰ / ۱۳۹۵ھ

غسل میں کلی کرنا یاد نہ رہا تو جب یاد آئے کرے

ایک شخص نے غسل جنابت کیا لیکن دوران غسل کلی کرنا بھول گیا غسل کے بعد اس کو یاد آیا۔ اب آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں فرمائیں کہ آیا اس کا غسل ہوا یا نہیں؟

الجواب جس وقت بھی یاد آجائے کلی کرلے دوبارہ غسل کرنے کی حاجت نہیں۔

ولو ترکہا ای المضمضۃ ناسیا فصلی ثم تذکر یتمضمض ویعید ما صلی۔ (منیۃ المصلی، ص ۴۳) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۱ / ۱۱ / ۹۷ھ

بدون غسل کے دوسری بار مجامعت کا حکم

بدون غسل بار دیگر مباشرت جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اسے حرام کہتے ہیں۔

الجواب مستحب یہی ہے کہ معاودت سے پہلے غسل کر لیا جائے لیکن اگر غسل کے بغیر بھی چلا جائے تو جائز ہے اسے حرام کہنا درست نہیں۔

والذی ورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم دار علی نسائہ فی غسل

ولما ورد انه طاف على نسائه واغتسل عند هذه وعند هذه ۔اھ

(شامی ج ۱ ص ۱۰۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۹ / ۴ / ۸ ۱۳۹ھ

اذا التقى الختانان فقد وجب الغسل

۱: عضو تناسل عورت کے اندام نہانی میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے پہلے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

۲: عضو تناسل کسی مرد کی دبر میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی اختیار کر لیجئے۔

۳: عضو تناسل کسی جانور کے پیشاب کے راستہ میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

۴: عضو تناسل کسی مردہ جانور کے پیشاب کے راستہ میں داخل کرنے سے جب کہ انزال سے قبل علیحدگی ہو جائے، کیا حکم ہے؟

الجواب: ۱، ۲: ہر دو صورت میں غسل واجب ہوگا۔

وهكذا الايلاج في احد السبيلين من الرجل والمرأة اذا توارت الحشفة انزل او لم ينزل وجب الغسل على الفاعل والمفعول اهـ (منیہ ص ۳۰)۔

۳، ۴: غسل واجب نہیں ہوگا۔ ولا عند وطئ بهيمة او ميتة الى قوله بلا انزال اھ (شامی ج ۱)۔

فقط واللہ اعلم: محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔ ۱۱ / ۹ / ۱۴۰۲ھ۔

غسل فرض میں تاخیر کرسکتے ہیں یا نہیں

اگر غسل فرض ہو جائے تو فوراً غسل کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کر سکتے ہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ تعالیٰ اصل تو یہی ہے کہ جس قدر جلد طہارت حاصل کی جائے بہتر ہے مگر اگر نماز کے وقت تک تاخیر ہو جائے تو گناہ نہ ہوگا۔

• الجنب اذا اخر الاغتسال الی وقت الصلوٰۃ لا یأثم ھکذا فی المحیط۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

منی اپنے مقر سے شہوت کے ساتھ جدا ہو تو جب بھی خارج ہوگی غسل واجب ہو جائے گا

• ایک شخص وطی فی الدبر کرے لیکن انزال نہ ہو۔ یا نابالغہ سے زنا کرے۔ یا مشت زنی کرے لیکن انزال نہ ہو۔ یا وہ کسی طرح منی خارج ہونے سے روک دے بذریعہ مسک دوا یا امساک کے ذریعہ یا سگ وبا کر۔ تو ان تینوں صورتوں میں اس پر غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ محل زنا نہیں اور انزال بھی نہیں ہوا۔ کیا دخول سے یا ہاتھ لگانے سے (مشت زنی) سے غسل واجب ہوگا؟ اگر کچھ دیر کے بعد اس شخص کو پیشاب کے دوران سفید رطوبت آئے تو ان تینوں صورتوں میں سے کس میں غسل واجب ہوگا؟ یا اسے جریان کہا جائے گا۔ یا تین چار گھنٹے کے بعد پیشاب میں رطوبت آسکتی ہے؟

الجواب باسمہ تعالیٰ ۱۔ دخول کے بعد غسل واجب ہو جائے گا انزال ہو یا نہ ہو۔

۲۔ اگر عورت اتنی کمسن ہو کہ اس کے ساتھ جماع کرنے میں شامل حصے اور شرک مقعد مل جانے کا خوف ہو تو پھر انزال نہ ہو غسل فرض نہ ہوگا۔ مشت زنی میں غسل کے لئے انزال ضروری ہے۔

۳۔ اگر اس صورت مذکورہ میں منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوگئی مگر کسی وجہ سے خروج سے رکاوٹ پیدا کی تو پھر منی جب خارج ہوگی غسل فرض ہو جائے گا۔ وتعتبر الشھوۃ عند انفصالہ عن مکانہ لا عند خروجہ من رأس الاحلیل اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

محمد انور عفا اللہ عنہ

غسل میں مصنوعی دانت نکالنے کا حکم

جب آدمی کے دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو وہ نئے دانت بنواتا ہے جن کو منہ سے نکالا بھی جا سکتا ہے۔ تو کیا غسل کرتے وقت ان دانتوں کو نکالنا ضروری ہے یا کہ منہ میں ہوتے ہوئے بھی غسل ہو جائے گا۔ اگر غسل کرتے وقت ان کو اتارا جائے تو دانتوں کے ڈھیلا ہونے کا خطرہ ہے جس سے بعد میں وقت اور تکلیف ہوتی ہے کہ وہ منہ میں جم کر قائم نہیں رہتے۔ کیا اس عذر کی وجہ سے ان کے منہ میں رہنے کی صورت میں غسل کر سکتا ہے؟ واضح طور پر تفصیل سے بیان کریں۔ بینوا توجروا۔

الجواب بہتر اور احوط یہی ہے کہ ان کو اتار کر غسل کیا جائے۔ اگر ایسے بھی غسل کرے گا تو بھی صحیح ہو جائے گا۔ هکذا فی فتاوی دار العلوم ج ۱ ص ۱۴۸۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الفقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

زخموں کی وجہ سے نہانا ممکن نہ ہو تو کیا کریں

بندہ موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ اتفاقاً ایکسیڈنٹ ہو گیا جس سے جسم کے کافی حصہ پر خراشیں آگئیں اور کچھ زخم ہو گئے۔ خراشوں اور زخموں پر ہر وقت دوا چھڑکتے رہتے ہیں۔ اسی دوران اگر مجھ پر غسل واجب ہو جائے تو کیسے غسل کروں؟ واضح رہے کہ زخم والی جگہ پر پانی لگنا سخت نقصان دے گا۔

عبد الوحید لوہا مارکیٹ ملتان

الجواب اگر زخمی حصہ کو بچا کر باقی کو دھو سکتے ہوں تو غسل کر لیں اور اگر غسل کی صورت میں زخمی حصہ پر پانی پہنچنا ناگزیر ہو تو غسل نہ کریں تیمم کر لیں۔

یتیمم لو کان اکثرہ ای اکثر اعضاء الوضوء عددا وفی الغسل مساحۃ مجروحا او بہ جدری اعتبارا للاکثر وبعکسہ یغسل الصحیح ویمسح الجریح ۔ (در مختار)۔

(قوله وبعکسه) وهو ما لو کان اکثر الاعضاء صحیحا یغسل الخ
لکن اذا کان یمکنه غسل الصحیح بدون اصابة الجریح والا تیمم حلیة. فلو کانت الجراحة بظهره مثلا و اذا صب الماء
سال علیها یکون ما فوقها فی حکمها فیضم الیها حکما بحثه
الشرنبلالی فی الامداد وقال ولم اره وما ذکرناه صریح فیه.
(شامی ج ۱ ص ۲۳۰) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۸ / ۱۲ / ۱۴۰۱ھ

غسل کا مسنون طریقہ

ایک مسئلہ قابل دریافت ہے وہ یہ کہ غسل جنابت کا مکمل طریقہ کیا ہے اور جو کچھ پڑھنا ہوتا ہے وہ بھی تحریر فرمادیں؟

الجواب پہلے استنجاء کیا جائے پھر جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہو تو اسے صاف کیا جائے۔ پھر وضو کیا جائے۔ اگر پانی نہیں نکلتا اور پاؤں میں جمع ہوتا ہے تو پھر پاؤں آخر میں دھوئے ورنہ مکمل وضو کرلے۔ اس کے بعد پورے بدن پر پانی اس ترتیب سے بہائے کہ پہلے سر پر، پھر دائیں کندھے پر، پھر بائیں کندھے پر، پھر سارے جسم پر۔ غسل کے تین فرض ہیں۔ کلی کرنا، ناک کے نرم حصے سے سخت حصے تک پانی پہنچانا، سارے بدن پر پانی بہانا۔[1] غسل کے لئے کپڑے کھولنے سے پہلے بسم اللہ بھی پڑھ لے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
جامعہ خیر المدارس ملتان

۲ / ۴ / ۱۴۰۲ھ

[1] وسنته کسنن الوضوء البداءة بغسل یدیه وفرجه وان لم یکن به خبث وخبث بدنه ان کان ثم یتوضأ ثم یفیض الماء علی کل بدنه ثلاثا بادئا بمنکبه الایمن ثم الایسر ثم برأسه ثم علی بقیة بدنه مع دلکه ندبا وقیل یثنی

بالرأس وقيل يبدأ بالرأس وهو الاصح وظاهر الرواية و الاحاديث. اهـ (تنوير مع الدر على هامش الشامية ج ۱ ص ۹۰)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

جنبی کے کھانے پینے کا حکم

زید کو سفر میں احتلام ہو گیا۔ اب وہ رشتہ داروں کو شرم کی وجہ سے بتا نہیں سکا اور اسی حالت میں کھاتا پیتا رہا۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر ہاتھ دھو کر کلی کر کے کھایا پیا ہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اور ہاتھ منہ دھوئے بغیر کھانا پینا مکروہ تنزیہی ہے۔

في الشامية (ج ۱ ص ۱۹۳) ولا يكره اكله وشربه بعد غسل يد وفم، اما قبله فعند جنب وبه يصير شاربا للماء المستعمل وهو مكروه تنزيها ويده لا تخلو عن النجاسة فينبغي غسلها ثم يأكل. اهـ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — ۲۲/۲/۹۳ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

برہنہ غسل کر رہے ہوں تو استقبالِ قبلہ نہ کریں

برہنہ ہو کر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: برہنہ ہو کر غسل کرنے کی صورت میں قبلہ رو ہونے سے بچیں۔

وسننه كسنن الوضوء سوى الترتيب وآدابه كآدابه سوى استقبال القبلة لانه يكون غالبا مع كشف عورة. اهـ (در مختار)

(قوله مع كشف عورة) فلو كان مستترا فلا بأس به. اهـ

(شامی ج ۱، ص …) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۲/۱۴۰۹ھ

زخم کے اوپر جمے ہوئے خون کا حکم

(۱) اس خیال سے کہ زخم سے زیادہ خون، پیپ اور زخم کا تمام پانی مانع صلوٰۃ ہے، یا اس خیال سے کہ ان کی نجاست کو زخم سے دور کیا جائے تو بعض زخم کے دھونے سے مانع ہوگا۔ جس کا دھونا فرض تھا۔ کیا ان دو خیالوں کی وجہ سے مرہم سے نماز صرف زخم کے اوپر والی جمی ہوئی نجاست کا چھڑانا واجب ہوگا یا نہ؟

(۲) زخم پر پانی مضر تو نہیں لیکن دوائی کی جمی ہوئی تہہ کو اگر زائل کر کے چھڑاتے ہیں تو زخم کے بھر جانے کا ڈر ہے۔ ورنہ اصل زخم نہیں دھلے گا۔ کیا جب کہ زخم پر پٹی نہ ہو تو جمی ہوئی دوائی کی تہہ تا قیام زخم کے دھلنے کی نہ ہوگی؟

حافظ سلیمان میرانی، عربک مدرسہ، یونٹ وطن، لاہور

(۱) جب تک خون، پیپ وغیرہ زخم سے بہ کر جسم پر نہیں آتا اس وقت تک اس کو نجس نہیں کہا جاتا کیونکہ معدن میں ہے۔ پس ایسے خون وغیرہ کا زخم سے ازالہ کرنا ضروری نہیں۔ ھدایہ میں ہے: ما لا یکون حدثا لا یکون نجسا۔ اور اگر زخم اس حالت میں ہے کہ موجودہ خون وغیرہ دور کرنے کے بعد نیچے سے تندرست جسم ظاہر ہوگا یا اس کے قریب، تو ایسی صورت میں اس کا چھڑانا ضروری ہونا چاہئے۔

(۲) صورت مسئولہ میں جب کہ زخم کے بگڑنے کا اندیشہ ہو تو دوائی کی تہہ کا زائل کرنا ضروری نہیں کیونکہ یہ بھی ضرورت میں داخل ہے۔ دوسری صورت میں اگر زخم بالکل ٹھیک ہوگیا ہے اور تہہ مذکورہ کے ازالہ سے زخم پر کوئی اثر نہیں پڑیگا تو اسے چھڑا دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی | الجواب صحیح

۲۶ - ۱۲ - ۳۹۸ھ | بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ خیر المدارس

جائز ہے پاک ہے۔

الجواب ——— وفیہ جواز مصافحۃ الجنب واتفقوا علی طہارۃ عرق الجنب والحائض۔ اھ (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۹ ج ۱)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ ۱۹/۲/ر ۱۳۹۵ھ

جنبی کا پسینہ پاک ہے

جنبی کا پسینہ پاک ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
المستفتی: خالد محمود، جہلم

الجواب جنبی کا پسینہ پاک ہے۔ لان المسلم طاھر وعرقہ لو ازم طہارتہ طہارۃ عرقہ۔ اھ (بخاری ج ۱ ص ۴۲ حاشیہ ۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسواک سنون کے فوائد کی تفصیل

علماء کرام سے سنا ہے کہ مسواک کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اس کے فوائد کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ اس کے ستر فائدے ہیں۔ اور جب شمار کرتے ہیں تو دو چار فوائد ہی بیان کرتے ہیں باقی کچھ نہیں فرماتے۔ دوسرے فوائد کیا کیا ہیں۔

اسی طرح بعض کتب میں بھی جب مسواک کے فوائد کا بیان آتا ہے تو وہاں پر بھی چند ہی فوائد بیان کرتے ہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ ستر فوائد جو کہ بیان کئے جاتے ہیں کہیں ثابت ہوں تو باحوالہ ان کے بارے میں تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی قاری سیف الرحمٰن خالد، بادامی باغ لاہور

الجواب ——— بلاشبہ مسواک میں بہت ہی فوائد ہیں۔ عارف باللہ حضرت شیخ احمد زاہد رحمہ اللہ نے اس پر مستقل ایک تصنیف لکھی ہے جس کا نام "تحفۃ السلاک فی فضائل المسواک" ہے۔ علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ نے ان میں سے تقریباً ساٹھ حاشیہ

روایات میں نقل کئے ہیں جن میں سے خاص خاص یہ ہیں۔

۱۔ مسواک کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

۲۔ اس پر ہمیشگی کرنے سے غنا اور رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ منہ خوشبودار ہو جاتا ہے۔

۴۔ بلغم کی زیادتی کو فائدہ دیتا ہے۔

۵۔ اس سے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔

۶۔ بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

۷۔ قوت فصاحت بڑھتی ہے۔

۸۔ اس کی مداومت بوقت وفات کلمۂ شہادت یاد دلاتی ہے۔

۹۔ قبر میں وحشت دور کرتی ہے۔

۱۰۔ حسنات کے ثواب کو بڑھاتی ہے۔

پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے "طحطاوی" ص ۴۰۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۳/۱۳۹۱ھ

کان سے نکلنے والی پیپ ناقضِ وضو ہے

کان بہنے سے کان کے اندر سے جو سفید پیپ نکلتی ہے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

اگر کان سے سفید پیپ باہر کو آ جائے تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

فقط واللہ اعلم — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

سلمه ولو خرج من اذنه قيح او صديد ينظر ان خرج بدون الوجع لا ينتقض وضوءه وان خرج مع الوجع ينتقض وضوءه لانه اذا خرج مع الوجع فالظاهر انه من الجرح۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱)

فقط واللہ اعلم　　　احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جنبی آدمی دعائیں وغیرہ پڑھ سکتا ہے

جنبی آدمی درود شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں؟ کوئی اور عربی کی دعا، پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پڑھے تو اسے گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب سوال میں ذکر کی گئی تمام چیزیں پڑھ سکتا ہے۔ عربی دعائیں قرآن مجید والی کو بہ نیت تلاوت نہ پڑھے بلکہ بہ نیت دعا پڑھے۔

(ویجیب من سمع الاذان ولو جنبا۔ الدر المختار علی الشامیہ ج ۱)

ویحرم قراءۃ آیۃ من القرآن الا بقصد الذکر اذا اشتملت علیہ و علی حکم او خبر۔ (مراقی الفلاح)

(قولہ الا بقصد الذکر) ای او الثناء او الدعاء ان اشتملت علیہ فلا بأس بہ فی اصح الروایات قال فی العیون ولو انہ قرأ الفاتحۃ علی سبیل الدعاء او شیئا من الآیات التی فیہا معنی الدعاء ولم یرد بہ القرآن فلا بأس بہ واختارہ الحلوانی وذکر فی غایۃ البیان انہ المختار کما فی البحر و النہر۔ اھ (طحطاوی ص ۷۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — العبد محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ [illegible] — [illegible] ۱۴۰۰ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پانی تھوڑا ہو تو میت اور جنبی وغیرہ میں سے کس پر صرف کیا جائے

دو مرد اور ایک عورت ایک ایسی جگہ پر محبوس ہیں جہاں پانی مفقود ہے۔ ان کے پاس صرف اسی قدر پانی ہے کہ ایک آدمی غسل کر سکتا ہے۔ عورت حیض سے پاک ہوئی۔ مرد جنبی۔ پھر دو مردوں میں سے ایک مر جاتا ہے۔ اب یہ پانی کس پر صرف کیا جائے؟ میت پر، جنبی پر، یا حائضہ پر؟

حافظ محمد افضل اوکاڑہ

الجواب الجنب اولیٰ بمباح من حائض او محدث ومیت ولو لاحدھم فھو اولیٰ ولو مشترکا ینبغی صرفہ للمیت۔ (در مختار علی الشامی ج ۱ ص ۱۸۲)

اگر یہ پانی کسی کا ملک ہے تو وہی استعمال کرے۔ سب کا مشترک ہے تو میت پر صرف کیا جائے۔ اور اگر مباح ہے تو جنبی اولیٰ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳ر۲ر۱۳۹۶ھ

وضوء اور غسل میں کتنا پانی استعمال کیا جائے

وضوء اور غسل کے لئے پانی کی کوئی مقدار مقرر ہے کہ اس سے زیادہ بالکل استعمال نہ کیا جائے؟

الجواب اس بات پر اجماع ہے کہ وضوء اور غسل کے لئے پانی کی کوئی خاص مقدار مقرر نہیں جس سے کم یا زیادہ استعمال کرنا درست نہ ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ضرورت سے زائد استعمال نہ کیا جائے۔ اور مقدار مسنون سے کم بھی نہ ہو۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا معمول یہ منقول ہے کہ آپ غسل ایک صاع پانی سے کرتے تھے اور وضوء میں ایک مد پانی استعمال فرماتے تھے۔ مروجہ اوزان کے مطابق مد کا وزن ۶۰ تولہ ۳ ماشہ ہے۔ اور صاع کا ۲۴۰ تولہ ہے۔

واعلم انہ نقل غیر واحد الاجماع علی عدم التقدیر فی ماء الوضوء والغسل بل ھو بقدر الکفایۃ لاختلاف طباع الناس وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا جرت السنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الغسل من الجنابۃ صاع ثمانیۃ ارطال وفی الوضوء رطلان وھما مد فلذا ربع الصاع۔ اھ (طحطاوی ص ۵۴) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲ر۳ر۱۴۱۱ھ

۱۔ ایک کنوئیں کے اندر اوپر سے کسی نے گوشت کا ایک ٹکڑا کہیں سے لا کر گرا دیا ہے۔ اس گوشت کے بارے میں کچھ علم نہیں کہ کس قسم کا تھا۔ یہ نجاست کا بھی ہو سکتا ہے۔ مردار کا بھی ہو سکتا ہے۔ اس واقعہ کو کافی عرصہ ہوا ہے۔

۲۔ ابھی ابھی پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا ہے کہ ایک کنوئیں سے بدبو آنے سے پتہ چلا کہ اس میں گوشت کی ایک پوٹلی جس میں کچھ گوشت بھی تھا گری تھی اور اب بدبو آنے لگی ہے اس کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

۳۔ کیا مذکورہ بالا پاک اور حلال گوشت سڑنے کی وجہ سے نجس ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے ماکولات مثلاً حلوہ، سالن وغیرہ کیا سڑنے کی وجہ سے یہ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں؟

الجواب ۔۔۔ پانی حسب بالا پاک ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا وضوء الا من صوت او ریح۔ قال ابو عیسیٰ ہذا حدیث حسن صحیح۔ وقال ابن المبارک اذا شک فی الحدث فانہ لا یجب علیہ الوضوء حتی یستیقن استیقانا یقدر ان یحلف علیہ۔ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۱)

اس حدیث سے فقہاء کرام نے ایک قاعدہ مستنبط کیا ہے: الیقین لا یزول بالشک۔ لہٰذا جب تک وقوع نجاست کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک کنواں نجس نہیں ہوگا۔ اور تغیر بو سے اوصاف ثلاثہ سے مراد مطلق تغیر نہیں بلکہ تغیر بالنجاست ہے۔ پر آنا نجاست کا گرنے سے

کی دلیل نہیں کما سیاتی ۔

۴ ۔ مذبوحہ کا پاک اور حلال گوشت تعفن کی وجہ سے نجس نہیں ہوتا ۔ یوں ہی دوسرے ماکولات اور بعض متعفن چیزوں کا کھانا حرام ہوجاتا ہے ایذاء کی وجہ سے نہ کہ نجس ہونے کی وجہ سے ۔ کما فی الطحطاوی ص ۲۳ ۔

قال فی النہایۃ الاستحالۃ الی فساد لا توجب نجاسۃ فان سائر الاطعمۃ تفسد بطول المکث ولا تنجس ام لکن یحرم الاکل فی ہذہ الحالۃ للایذاء لا للنجاسۃ کاللحم اذا انتن یحرم اکلہ ولا یصیر نجسا بخلاف السمن واللبن والدہن والزیت اذا انتن لا یحرم ومثلہ الاشربۃ لا تحرم بالتغیر کذا فی البحر ۔ (طحطاوی ص ۲۲) ۔

فقط واللہ اعلم

چڑیا کنوئیں میں گر کر لاپتہ ہوجائے تو کنواں کیسے پاک کیا جائے

ایک کنوئیں میں تین چڑیاں گر کر مر گئی ہیں باوجود تلاش کرنے کے ان کا نام و نشان نہیں ملا ۔ تو شریعت مطہرہ میں اس کنوئیں کو کس طرح پاک کیا جائے ؟

عبدالصمد مجتبیٰ امام مسجد

الجواب اگر چڑیاں کنوئیں میں مرنے کے بعد لاپتہ ہوگئی ہیں تو عند الشریعت کنوئیں کے کل پانی کا ناپاک ہونے کا حکم لگایا جائے گا ۔ شریعت مطہرہ کی رو سے اس کی مقدار شش ماہ بھی ہے ۔ بعد میعاد مذکور کے کنواں پاک کرنے سے پاک ہوگا ۔

در جواہر گفتہ مکعب کوزے افتاد و نمی یابند اگر پاک است بآرند ۔ و اگر پیدا است و بعد نزح تمامی آب او را نیابند بعد ۔ مخصوصے افتاد و اخراج او متعذر است تا دو سال بکشد پاک نشود و طریق آن است کہ چاہ را معطل سازند تا خشک گردد کہ کل شدہ باشد و بعضے گفتہ بیشش ماہ گردد اند فقط فتاوی برہنہ مصنفہ قاضی ابن شیخ نصیر الدین بیتانی ۔

حررہ محمد اسحاق کوٹلی جھنگ شیر بستی جام آباد

۲۴ محرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۵۷ء

الجواب صحیح۔ خروج نجاست کے بعد تین ڈول کا اعتبار ہے۔ کما فی الحلبی وینزح ماء البئر بعد اخراجها منها من ای نوع کان من النجاسة۔

محمد واصل عفی عنہ

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ بندہ عبدالعزیز عفی عنہ مہتمم عزیز العلوم ...

الجواب صحیح۔ لیکن یہ اس وقت ہے کہ یہ تحقیق ہو کہ چڑیاں کنوئیں میں گر چکی ہیں اور نکلی نہیں تو صحیح بات یہ ہے کہ اس صورت میں میت نجسہ کے موجود ہوتے ہوئے پانی قطعاً پاک نہیں ہو سکتا۔ البتہ جب اتنا عرصہ گزر جائے کہ ان چڑیوں کا گوشت و پوست مٹی ہو جائے اور حقیقت میں انقلاب آ جائے تو پھر موجودہ پانی نکال دیا جائے اور کنوئیں کو استعمال کر لیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

محمود عفا اللہ عنہ
مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲/۱/۱۳۷۷ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

کنوئیں میں جوتا گر جائے تو کیسے پاک کیا جائے

ایک کنواں جس کا پینے کا پانی ہے کھارا ہے۔ ایک دس سالہ لڑکے کے ہاتھ سے اس میں جوتا گر گیا ہے جو کئی بار کوشش کرنے سے نہیں ملا اور غوطہ زن بھی جواب دے چکے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جب تک جوتے کے نجس ہونے کا علم نہ ہو اس وقت تک کنواں ناپاک نہیں ہے لیکن احتیاطاً دو تین ڈول نکال دیں تو بہتر ہے۔ قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانهم قالوا فی البقرة ونحوه یخرج حیا لا یجب نزح شیء وان کان الظاهر اشتمال بولها علی افخاذها لکن یحتمل طهارتها بان سقطت عقیب دخولها ماء کثیرا مع ان الاصل الطهارة۔ (البحر الرائق ص...) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

محمد انور عفا اللہ عنہ ۵/۴/۱۴۰۱ھ

خنزیر کنوئیں میں گر کر گل سڑ کر تہ نشین ہو جائے تو کنواں کیسے پاک کیا جائے

ایک کنواں جس میں خنزیر گر کر مر گیا، اور گل کر تہ نشین ہو چکا ہے۔ اس کا پینا بہت گہرا ہے، مالکان بہت غریب ہیں۔ نیا کنواں تیار کرانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب اگر وہ گل سڑ کر مٹی کی طرح ہو گیا ہو تو اب ایک دفعہ کنوئیں کا سارا پانی نکال دیں، اس سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

عن الجواهر لو وقع عصفور فيها فعجزوا عن اخراجه فما دام فيها فنجسة فتترك مدة يعلم انه استحال وصار حمأة اھ (شامی ج ۱ ص [illegible]) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۴/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

کنوئیں سے پانچ فٹ دور نلکا کنوئیں کی پلیدگی سے متاثر ہوگا یا نہیں

ایک ناپاک کنوئیں کے قریب پانچ فٹ کے فاصلے پر ایک نلکا ہے جس کی گہرائی تیس فٹ سے زیادہ ہے۔ آیا اس کنوئیں کے ناپاک ہو جانے سے نلکا ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب اگر کنوئیں کے پانی کا اثر رنگ، بو، مزہ نلکے میں ظاہر ہو جاتا ہے تو نلکا ناپاک ہو جائے گا۔ ورنہ ناپاک نہ ہوگا۔ (کذا فی الشامیة ج ۱ ص [illegible])۔

تحت قول الدر المختار في مقدار البعد المانع الى قوله قال الحلواني المعتبر الطعم او اللون او الريح فان لم يتغير جاز والا لا ولو في عشرة اذرع وفي الخلاصة والخانية والتعويل عليه اھ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۹/۳/۱۴۰۰ھ

کنوئیں سے خنزیر زندہ نکل آئے تو بھی سارا پانی نکالا جائے

ایک کنوئیں میں خنزیر گر پڑا، اور جب نکالا گیا تو زندہ تھا۔ تو اس کنوئیں کا پانی کس طریقے سے پاک کیا جائے، اگر مر جاتا تو کیا حکم تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ دو سو ڈول نکال دیئے جائیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مذکورہ کنوئیں کو مٹی ڈال کر بند کر دیا جائے۔ اسی طرح دیگر طریقے بھی بتلاتے ہیں۔

الجواب: خنزیر گرنے کے بعد زندہ نکال لیا جائے یا مر جائے، دونوں صورتوں میں کنوئیں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

قوله وليس بنجس العين اى بخلاف الخنزير وكذا الكلب على القول الآخر فانه ينجس الجميع مطلقا۔

(شامی ج ۱، ص ۱۴۳)۔

اب اگر پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے سارا پانی نہیں نکالا جا سکتا تو اندازے سے پانی نکالا جائے اور اندازے کی یہ صورت ہے کہ پہلے کنوئیں کا پانی ناپ لیا جائے اور اس کے بعد کنوئیں سے جلدی جلدی پانی نکالا جائے۔ تھوڑی دیر نکال کر پھر پانی ناپا جائے تو جتنا کم ہو جائے اسی حساب سے اتنے ہی ڈول نکال دیئے جائیں۔ مثلاً کسی کنوئیں کا پانی پانچ ہاتھ تھا تو جلدی جلدی کچھ دیر پانی نکالنے سے ایک ہاتھ ٹوٹ گیا یعنی چار ہاتھ باقی رہ گیا تو جتنے ڈول ایک ہاتھ پانی کے نکلے ہیں اسی حساب سے چار ہاتھوں کے ڈول نکالے جائیں۔ اور اگر یہ دونوں صورتیں مشکل ہوں یعنی کنواں خالی ہوتا ہو تو ان کا پانی کچھ نکالنے سے ٹوٹتا ہو تو پھر اتنے ڈول نکالے جائیں کہ دو عادل آدمی کہہ دیں کہ اب سارا پانی نکل گیا ہوگا تو یہ کنواں پاک ہو جائے گا۔

كذا في الدر المختار وان تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح قاله الحلبي يؤخذ ذلك بقول رجلين عدلين لهما بصارة بالماء به يفتى اه

(شامی ج ۱، ص ۱۴۳)۔

دو سو ڈول پر عمل اطلاقی فتوے سے دینا ٹھیک نہیں۔

(کمالی فتاویٰ اشرفیہ ج ۱، ص ۴۸)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۱۹ / ۵ / ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

کنوئیں میں آدمی گر کر مر جائے تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ کنوئیں میں آدمی گر کر مر گیا ہے تو اس کی پاکیزگی کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔

الجواب کنواں ناپاک ہو گیا اس کا تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔ کما فی الهدایة ج ۱ ص ۲۴

وان ماتت فیها شاة او آدمی او کلب نزح جمیع ما فیها من الماء لان ابن عباس وابن الزبیر افتیا بنزح الماء کله حین مات زنجی فی بئر زمزم۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۵ / ۲ / ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

پلید کنوئیں کے قریب لگے ہوئے نلکے کا حکم

ایک کنواں تھا جس میں ۵۰ فٹ گہرائی تھی جس میں تقریباً ۱۵ فٹ خالی اور آٹھ فٹ پانی تھا اس کنوئیں میں ایک بچی گر کر مر گئی۔ کنوئیں کا پانی جب استعمال کرنے سے بند کر دیا گیا۔ اس کنوئیں سے چودہ فٹ کے فاصلے پر ۱۲۰ فٹ کی گہرائی پر نلکا نصب کیا گیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ اس کنوئیں میں گندہ پانی گرتا رہتا ہے۔ اور چودہ فٹ کے فاصلے پر نل ہے کیا اس کا پانی استعمال کر سکتے ہیں جبکہ پانی کا مزہ، بو، رنگ صحیح ہے۔

الجواب نل کے پانی کا مزہ، بو، رنگ صحیح اور درست ہے تو پھر نل کا پانی پاک اور طاہر ہے فکر نہ کریں کما فی الشامیة ج ۱ ص ۱۴۶ اختلف فی

حسب مقدار البعد المانع من وصول النجاسة الى الموضعة الى البئر الى قوله قال الحلواني المعتبر الطعم او اللون او الريح فان لم يتغير جاز والا لا۔ وفي الخلاصة والخانية والتعويل عليه وصححه في المحيط۔

فقط واللہ اعلم

کتبہ محمد ... بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ | محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی

کنوئیں سے مردہ چوزہ نکلا تو کب سے پلید سمجھا جائے

ایک کنوئیں میں سے مردہ چوزہ نکلا۔ وقوع کا کوئی علم نہیں۔ اب اس سے جو کھانا پکایا گیا ہے یا پکایا جا رہا ہے ابھی تک تیار نہیں ہوا ہے۔ اس کے کھانے کا کیا حکم ہے؟ حلال ہے یا حرام؟ فقہاء و اصفیاء کے مسائل میں کیا فرق ہے؟

الجواب جو پانی اس مردہ چوزہ سے نکلنے اور دیکھنے سے پہلے چاہ سے نکالا گیا ہے وہ پاک ہے۔ اس سے جو کھانا وغیرہ پکایا گیا ہے وہ بھی پاک اور حلال ہے۔ بعد دیکھنے مردہ چوزہ کے کنواں ناپاک تصور ہوگا۔ اس کو نکالنے کے بعد دیکھا جائے۔ اگر پھولا پھٹا نہ ہو تو ساٹھ ڈول نکالے جائیں یہ مستحب ہے۔ اور چالیس ڈول نکالنا واجب ہے۔ درمختار میں ہے۔

ویحکم بنجاستها من وقت العلم فلا يلزمهم شيء قبله قيل وبه يفتى۔ (درمختار على الشامية ج ۱)

اور اگر پھولا پھٹا تھا تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۵۔۹۔۱۳۹۳ھ | بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

کنواں پلید ہو جائے تو ساتھ والا کنواں پلید نہیں ہوگا

تنقیح الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۔

وفي شرح الوقاية انما قدر

التقدير بعشر في عشر بناء على قوله صلى الله عليه وسلم ومن حفر بئرا فله حريمها اربعون ذراعا فيكون له حريمها من كل جانب عشرة اذرع فمنعهم من منع غير صاحب البئر عن حفر بئر في العشر لانجذاب الماء الى ما يحفره من عدم منعه من الحفر فيما وراء العشر لعدم الانجذاب الماء اليه ۔

اس سے معلوم ہے کہ دوسرا کنواں یا کوئی نلکا دس ہاتھ کے اندر لگایا جائے تو جب ان میں سے کوئی پلید ہوگا تو دوسرا بھی پلید ہو جائے گا۔ یعنی اگر کنواں پلید ہوگا تو نلکا بھی جو کہ دس ہاتھ کے اندر ہے پلید ہو جائے گا۔ چنانچہ یہ مسئلہ بیر بالوعہ سے ماخوذ کیا جاتا ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ ایک کنوئیں کے پلید ہونے سے دس ہاتھ کے اندر واقع نلکا اور کنواں بھی پلید ہو جائیں گے۔

میاں سید محمد خشک قصبہ سٹرال ملتان

الجواب صاحب شرح وقایہ نے جو استدلال من حفر بئرا سے کیا ہے، اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تین چار قوی اعتراض کئے ہیں اور استدلال کو ضعیف قرار دیا ہے۔ جب یہ استدلال ضعیف ہوا تو زمین کی تہ میں کنوئیں کی نجاست اور طہارت کا دس ہاتھ کے اندر اندر واقع نلکا تک سرایت کرنا بھی ضعیف ہوا۔ اس لئے یہ استدلال معتبر نہیں۔

اگر کنواں نجس ہو جائے تو ساتھ والا کنواں جو دس ہاتھ کے اندر واقع ہے نجس نہیں ہوگا جب تک حضرات فقہاء جو کسی تجربہ میں قرب بالنجاست کی تصریح ذکر ہے نجاست کا حکم لگانا معتبر نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۲ رجب ۱۳۷۰ھ

کنوئیں سے پھولا ہوا چوہا نکلا تو کب سے ناپاک سمجھا جائے

ہماری مسجد کے کنوئیں میں سے کبھی کبھی بدبو آتی ہے۔ ایک مرتبہ کنواں بند کر دیا گیا۔ پھر

کافی عرصہ کے بعد اس کا پانی چالو کیا گیا۔ تو کئی دن بدبو آتی رہی اچھی طرح دیکھ کر اطمینان کر لیا گیا کہ کوئی نجاست نہ تھی۔ اب حال ہی میں یہ واقعہ ہوا کہ پانی میں سے بدبو آئی اور ذائقہ متغیر ہو گیا۔ ہم نے سمجھا کہ یہ بات حسب معمول ہے۔ اس کے بعد میں خود اس پانی سے وضوء کرتا رہا نہ مجھے بدبو آئی نہ کسی نے بدبو کی شکایت کی۔ لیکن پانچ سات روز کے بعد کنوئیں میں سے پھولا ہوا بچہ بلا برآمد ہوا۔ درمیانی وقفہ پانچ چھ دن کا تھا یا سات آٹھ یوم کا کچھ یاد نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ گزشتہ ایام کی نمازیں قضاء کی جائیں یا نہ؟ اگر کی جائیں تو کتنے یوم کی۔ اس بدبو کو جو چند روز پہلے آئی تھی اس بچہ کی وجہ سے سمجھا جائے یا نہ؟ پھر یہ دقت ہے کہ مسجد کی صفیں اور قالین جو بہت موٹے موٹے ہیں۔ اور سردی کا لباس کوٹ اور چوغے کیسے پاک کئے جائیں؟

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا فتوی ہے کہ کنوئیں کو اس وقت سے ناپاک سمجھا جائے گا جب سے بچہ بلا دیکھا گیا۔ اور سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ کیا ہمارا اس فتوی پر عمل کی گنجائش ہے؟

الجواب نمازوں کے معاملہ میں احتیاط کرلیں تو بہتر ہے۔ اور دیگر اشیاء کے بارے میں فتوی صاحبین رحمہما اللہ کے قول پر ہی ہوگا کہ وقت علم سے اس کو ناپاک سمجھیں گے۔

قال فی البحر وکان الصباغ یفتی بقول ابی حنیفة فیما یتعلق بالصلوٰة وبقولهما فیما سواه كذا فی معراج الدراية وفی غاية البيان وما قاله ابو حنيفة احتياط فی امر العبادة وما قالاه عمل باليقين ورفق بالناس وفی تصحيح الشيخ قاسم وفی فتاوى العتابی المختار قولهما۔

(بحر ج ۱ ص ۱۲۳) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰/۶/۱۴۰۴ھ

بڑے تالاب میں کتا گر جائے تو پلید نہیں ہوگا

ایک شخص نے ایک کتے کو زہر پلائی - وہ کتا بھاگتا ہوا ایک تالاب میں گر گیا جس کی لمبائی چوکنال ایک سو بیس فٹ مربع ہے - چوڑائی پندرہ مربع ہے۔ گہرائی ۲ فٹ ہے جس میں پانی پانچ فٹ تھا - وہ کتا اس میں داخل ہوا - اور نزدیک ہی دو لڑکے کھڑے تھے جب لڑکوں نے کتے کو تالاب میں دیکھا تو دوڑے - لیکن کتا تالاب میں مر گیا - جلدی فوراً لڑکوں نے کتے کو نکال لیا جب کہ وہ کتا بالکل کنارے کے ساتھ مر گیا تھا - وہ پانی کے اندر ڈوب گیا تھا - دلائل کے ساتھ وضاحت سے لکھیں کیونکہ پانی کافی وہ ہے کم از کم پانچ فرلانگ ہے - چاروں طرف سے

الجواب مذکورہ تالاب ایک شرعی ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں تالاب ناپاک نہ ہوگا کتے کو فوراً نکال دینے کی وجہ سے اوصاف ماء پر اثر انداز نہیں ہوا - ہندیہ میں ہے -

الماء الراكد اذا كان كثيرا فهو بمنزلة الجاري لا يتنجس جميعه بوقوع النجاسة في طرف منه الا ان يتغير لونه او طعمه او ريحه وعلى هذا اتفق العلماء وبه اخذ عامة المشائخ - (ج ۱ ص ۱۸) - فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۳۰/۱۲/۱۳۹۰ھ

بڑے حوض کے ساتھ متصل چھوٹا حوض کیسے پاک کیا جائے

ہمارے چک نمبر ۱۲/۱۰ ایل میں ایک بڑا حوض ہے جو ہر چہار طرف سے تیری گز ہے یعنی بیس گز ہے - اور اس کی شمالی اور جنوبی جانب بھی ایک ایک چھوٹا حوض ہے جو تیری گز سے تقریباً ڈیڑھ گز ہر چہار طرف سے ہے - بڑے حوض سے چھوٹے حوضوں میں ایک سوراخ

سے پانی آتا ہے۔ اور چھوٹے حوضوں میں سے ہی پانی نکالا جاتا ہے۔ اور بڑا حوض اور چھوٹے حوضوں کے قعر برابر ہیں۔ گویا جس درجہ کا پانی بڑے حوض میں ہوگا اسی درجہ کا پانی چھوٹے حوض میں ہوگا۔ اگر بڑے حوض سے ختم ہو جائے تو چھوٹے حوضوں میں بھی ختم ہو جائے گا۔ نیز چھوٹے حوض بڑے حوض کی دیوار کے ساتھ متصل نہیں ہیں بلکہ ایک حوض تقریباً ڈیڑھ گز شرعی کے فاصلے پر اور دوسرا تقریباً ایک گز شرعی کے فاصلے پر ہے۔ اور یہ فاصلہ سطح زمین کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ بڑے حوض کی دیواریں نیچی تو کچی ہیں کہ قعر سے فاصلہ کم و بیش ہوتا گز زیادہ ہو جاتا ہے۔ حوضوں کی شکل یہ ہے۔
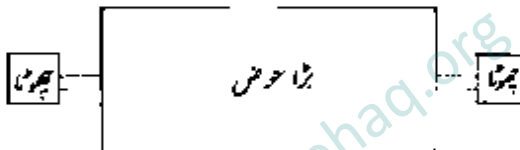
ایسے حوضوں کے متعلق دو باتیں قابل دریافت ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ کیا بڑے حوض اور چھوٹے حوض کا حکم پاکی اور پلیدی میں ایک ہوگا یا یہ تینوں پانی الگ سمجھے جائیں گے اور حکم بھی مختلف ہوگا؟

۲۔ دوسری یہ کہ اگر چھوٹے حوضوں کا حکم بڑے حوض سے مختلف ہو اور ان میں کوئی پلیدی گر جائے اور سوراخ بند کر کے سارا پانی نہ نکالا جائے بلکہ ویسے ہی پانی نکالا جاتا رہے اور جتنا پانی پلید شدہ حوض میں ہے اس سے کئی گنا زیادہ پانی نکل گیا ہو تو ایسے طور پر یہ حوض پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتی محمد یونس تبسم یار خان

الجواب ——— صورت مسئولہ میں جب کہ دو چھوٹے حوض بڑے حوض سے متصل نہیں ہیں بلکہ ایک ایک گز یا زیادہ فاصلہ پر واقع ہیں اور ان میں پانی بڑے حوض سے بذریعہ سوراخ آتا ہے تو یہ تینوں حوض الگ الگ پانی ہیں۔ اور ان کا حکم بوجہ چھوٹے بڑے ہونے کے جدا جدا ہوگا۔ یعنی بڑا حوض وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوگا۔

لكون الماء فيه كثيرا إلا أن يغلب النجاسة على الماء

باب تغیر احد اوصاف الماء فی الحوض الکبیر بوقوع النجاسۃ یتنجس ماء الحوض الکبیر ویتنجس ماء الحوض الصغیر ایضا ولا عکس ۔

اور چھوٹے حوض بوجہ ماء قلیل ہونے کے وقوع نجاست سے نجس ہو جائیں گے۔ ان چھوٹے حوضوں کی نجاست بڑے حوض میں مؤثر نہ ہوگی۔

۲۔ چھوٹے حوضوں کی طہارت کا طریق جب کہ ان میں نجاست واقع ہو جائے۔ یہ ہے کہ سوراخ بند کر کے ان کا تمام پانی نکال لیا جائے۔ یا بڑے حوض سے اتنا پانی چھوڑا جائے کہ پانی چھوٹے حوضوں کی دیواروں سے اوپر ہو کر باہر کو بہہ پڑے۔ تو پاک ہو جائیں گے۔

اور یہ جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ نیچے کے سوراخ بند کئے بغیر لوگوں نے اتنا پانی نکالا کہ کئی امثال پانی خارج ہو گیا۔ یہ صورت تطہیر کی کنوؤں میں منقول ہے اور حوضوں کی تطہیر میں یہ صورت دیکھی تو نہیں لیکن فقہاء کی عبارتیں کنوؤں اور حوضوں کی تطہیر میں توسیع پر دلالت کرتی ہیں۔

ففی الفتاوی الشامیۃ ج ۱ ص ۱۴۳۔ نقلا عن شرح المنیۃ المعلوم من قواعد ائمتنا التسہیل فی مواضع الضرورۃ والبلوی العامۃ کما فی مسئلۃ آبار الفلوات ونحوہا الی قولہ ان المشقۃ تجلب التیسیر ومن انہ اذا ضاق الامر اتسع ۔

پس ان حوضوں کو جب کہ وقوع نجاست پر زمانہ مدید گزر چکا ہے اور کئی امثال پانی نکل چکا ہے پاک کہیں گے۔ آئندہ احتیاط کی جائے۔ اور طریق مذکور سے پاک کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

کنواں پاک کرنے کے تین طریقے

ہمارے علاقہ میں بعض کنوئیں چشمہ دار ہوتے ہیں۔ جتنا پانی نکالیں اتنا پانی اندر نکل آتا ہے۔ ایسا پانی نکالنے کی صورت میں سخت مشکل پیش آتی ہے۔ امید قوی ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مشکل کو حل فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

سائل مطیع الرسول۔ چولستان

الجواب: ایسے کنوؤں کا بھی یہی حکم ہے کہ پلید ہونے کی صورت میں ان کا سارا پانی نکالا جائے۔ پانی کی کل مقدار کا اندازہ لگانے کی فقہاء نے تین صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔

۱: جو لوگ کنوؤں کے معاملے میں تجربہ و مہارت رکھتے ہوں ان میں سے دو عادل آدمیوں کو دکھا کر ان سے معلوم کر لیں کہ اس کنوئیں میں کتنا پانی ہے۔ جتنا وہ کہیں اتنا پانی نکال دیں۔

۲: کنوئیں میں موجود پانی کی گہرائی اور کنوئیں کے طول و عرض کا حساب کر کے اسی کے برابر اتنا ہی گڑھا کھود لیں اور پانی نکال کر اس میں ڈالتے جائیں جب گڑھا بھر جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا۔

۳: کنوئیں میں موجود کل پانی کی پیمائش کر لیں پھر اس میں سے مثلاً سو ڈول نکال کر پھر پیمائش کریں اور دیکھیں کہ کتنا پانی کم ہوا ہے۔ اس حساب سے پورا پانی نکال دیں۔ مثلاً اگر وہ پانی دس فٹ ہو اور سو ڈول نکالنے سے پانچ فٹ کم ہو گیا تو سو ڈول اور نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا۔

وان كانت البئر معينا لا يمكن نزحها الا بعسر وحرج عظيم اخرجوا مقدار ما كان فيها من الماء وقت ابتداء النزح ثم ان المشائخ اختلفوا كيف يقدر ما كان فيها اذ ذاك قال بعضهم تحفر حفيرة مثل عمق الماء وطوله و عرضه و تجصص فينزح الماء حتى تملأ الحفيرة وقال بعضهم يرسل فيها قصبة ويجعل لمبلغ الماء علامة ثم ينزح منها عشر دلاء مثلا ثم تعاد القصبة فينظر كم نقص فينزح لكل قدر منها

عشرین دلواً وهذان القولان مرویان عن ابی یوسفؒ وعن ابی حنیفۃؒ ینزح حتی یغلبهم الماء وقال بعضهم وهو روایۃ عن ابی حنیفۃؒ ایضاً یحکم ذوا عدل من اهل البصارۃ بالماء فینزح منها بحکمهما فان قالا ان فیها الف دلو مثلاً نزح ذلك قال صاحب الهدایۃ وهذا الاخذ بقول العدلین اشبه بالفقه قال فی الکافی انه الاصح اذ الرجوع الی اهل البصیرۃ اصل فی کثیر من الصور کما فی المحکمین و الشاهدین وتقویم للمتلف قال اللہ تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون - - - - - - - - - - - وروی عن محمدؒ انه قال ینزح منها مائتا دلو الی ثلاثمائۃ دلو وانما اجاب بذلك بناء علی کثرۃ الماء فی ابار بغداد کذا فی المبسوط والمروی عن ابی حنیفۃؒ انه اذا نزح منها مائۃ دلو یکفی وهو بناء علی ابار الکوفۃ لقلۃ الماء فیها کذا فی الکفایۃ فعلی هذا لا ینبغی الفتوی بالمائتین ونحوهما مطلقاً بل ینظر الی غالب ابار البلد وهو الایسر علی الناس والاول وهو اعتبار مقدار الماء فی کل بئر علی حدۃ احوط ۔ (کبیری ص ۱۶۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مرغی کنوئیں میں گرنے کے بعد زندہ نکال لی گئی تو کنوئیں کا حکم

ایک کنوئیں میں مرغی گر گئی پھر زندہ نکل آئی یا نکال لی گئی جو تو پانی کے کتنے ڈول نکالنے ضروری ہیں۔ بینوا توجروا ۔

سائل ممتاز الحسن نیو ملتان

الجواب: اگر مرغی کھلی نہ پھرتی ہو بلکہ مرغی خانہ میں بند رہتی ہو، جسم پر کوئی ظاہری نجاست بھی نہ لگی ہو تو کنواں ناپاک نہیں ہوا۔ اطمینان دل کو حاصل کرنے کے لئے بیس ڈول نکال دینا مستحب ہے۔

لو وقعت الشاة وخرجت حية ينزح عشرون دلوا لتسكين القلب لا للتطهير حتى لو لم ينزح وتوضأ جاز وكذا الحمار والبغل لو خرج حيا ولم يصب فمه الماء وكذا ما يؤكل لحمه من الابل والبقر والغنم والطيور والدجاجة المحبوسة.

(شامی ج ۱ ص ۲۰۹)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۶ / ۱۲ / ۱۴۰۲ھ

مرغی کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا

اگر مرغی کی بیٹ کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا یا پاک ہی رہے گا، اگر ناپاک ہو جائیگا تو پاکی کی کیا صورت ہے؟

سائل مولوی عبد الرحیم دلیتہ

الجواب: مرغی کی بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ پاک کرنے کے لئے سارا پانی نکالنا ضروری ہے۔

وان وقع خرء الحمام او العصفور في البير لم يفسد الماء لانه طاهر وهذا مذهبنا خلافا للشافعي كما تقدم وان وقع خرء الدجاج افسده لانه نجس وليس بضرورة لامكان الاحتراز.

(غنیۃ المستملی ص ۱۶۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

کنوئیں میں پاک جھاڑو گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا

ہم نے اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا کنواں بنایا ہوا ہے جس کو کھوئی کہتے ہیں۔ اکثر اوقات اس پہ تختے پڑے رہتے ہیں۔ کسی وقت ضرورت کے تحت تختہ ہٹایا گیا تو ایک بچے نے گھر میں استعمال ہونے والا جھاڑو اس میں پھینک دیا جھاڑو پاک تھا جو کمروں وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ جھاڑو بیت الخلاء وغیرہ میں استعمال نہیں کرتے۔ تو کیا وہ کنواں ناپاک ہوگیا ہے اگر ناپاک ہوگیا تو اس کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

مولوی محمد اسماعیل علی والا ہیلیمی

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر وہ جھاڑو پاک تھا تو پاک چیز گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ حسب معمول اس کنوئیں کا پانی استعمال کرسکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲۷/۹/۱۳۹۶ھ

مینڈک کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنوئیں کا حکم

کنوؤں کے اندر عام طور پر جو مینڈک پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور رہتے ہیں تو ان کے مر جانے سے شرعاً کنواں ناپاک ہو جاتا ہے یا پاک ہی رہتا ہے۔ اگر ناپاک ہو جاتا ہے تو یہ تنگی ہے۔ حالانکہ علماء سے سنا ہے کہ شریعت میں آسانی ہی آسانی ہے۔ نیز یہ بھی واضح کریں کہ کسی مینڈک کے مر جانے سے کنواں ناپاک ہوتا ہے یا نہیں؟

سائل عبدالمجید متعلم جامعہ بنوریہ آف دہاڑی

الجواب باسم ملہم الصواب

خشکی کا مینڈک اگر بڑا ہو کہ اس میں بہنے والا خون ہو تو اس کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے کنواں پلید ہو جائے گا۔ پانی کے مینڈک کے پانی میں مر جانے سے پانی پلید نہیں ہوتا۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۷ ۔ ۳ ۔ ۱۴۰۱ھ

جتنے ڈول پانی نکالنا ضروری ہو وقفہ وقفہ سے بھی نکال سکتے ہیں

ہمارا ایک کنواں ہے جس سے ساٹھ ڈول نکالنے تھے تو چالیس نکالنے کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کیا اس کے بعد بقیہ ڈول نکالے ۔ تو کنواں پاک ہو گیا یا نہیں ؟

سائل صوفی طالب حسین ضیاء

جامع مسجد صحابہ کرام ۔ ٹیچرز کالونی ملتان

الجواب کنواں پاک ہو گیا جتنا پانی نکالنا ضروری ہو اس کا ایک ہی دفعہ لگاتار نکالنا ضروری نہیں ۔ وقفہ وقفہ سے نکالیں تو بھی کنواں پاک ہو جائے گا ۔

۔ ولو نزح بعضه ثم زاد في الغد نزح قدر الباقي في الصحيح خلاصة اھ (درمختار) ۔

(قوله خلاصة) ومثله في الخانية وهو مبني على انه لا يشترط التوالي وهو المختار كما في البحر والقهستاني ۔ اھ (شامية ج ۱ ص ۲۱۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴ ۔ ۳ ۔ ۱۴۰۲ھ

سانپ کنوئیں میں مر جائے تو کنواں پاک رہے گا یا نہیں

اگر سانپ کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں پاک رہتا ہے یا ناپاک ہو جاتا ہے اگر اس مسئلہ میں تفصیل ہو تو واضح فرمائیں ۔ جزاکم اللہ ۔

سائل : نصیر بخش محلہ رسول پورہ میلسی

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر سانپ خشکی کا ہو اور اتنا بڑا ہو کہ اس میں خون ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ اور پانی کا سانپ پانی کو پلید نہیں کرتا ۔

وأما الحية البرية التي لا تعيش في الماء اذا ماتت في الماء فانها تفسده ۔ اھ (کبیری ص ۱۶۳)۔ ویجوز رفع الحدث بما ذکر وان مات فیه غیر دموی کزنبور ومائی مولد اھ (تنویر)۔ ولو كلب الماء وخنزيره كسمك وسرطان وضفدع الا بريا له دم سائل وهو ما لا سترة له بين اصابعه فيفسد في الاصح كحية برية ان لها دم والا لا ۔ اھ (درمختار)۔ (قوله والا لا) ای وان لم یکن للضفدع البرية وللحية البرية دم سائل فلا يفسد ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۱۳۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۹/۱۴۰۴ھ

چھپکلی کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں ؟

بعض دفعہ کنوئیں میں چھپکلی گر کر مر جاتی ہے تو شرعاً کنواں کیسے پاک ہوگا ۔ نیز یہ بھی واضح کریں کہ پھولنے پھٹنے میں کوئی فرق ہے یا نہیں ؟ بینوا بالدلیل توجروا عند الرب الجلیل ۔

سائل مشتاق احمد تاکی

حال مقیم جامع مسجد مدنی محلہ عارف پورہ ملتان

الجواب ومنہ الصدق والصواب

چھپکلی اگر اتنی بڑی ہو کہ اس کے اندر خون ہو تو کنواں پلید ہو گیا ۔ بیس سے تیس ڈول تک پانی نکال دیں اور اگر پھول پھٹ گئی ہو تو سارا پانی نکالنا ضروری ہے ۔

وكذا الوزغة اذا كانت كبيرة اي بحيث يكون لها دم فانها

تفسد الماء كما تقدم في الضفدع البري والحية البرية اھ

(کبیری، ص ۱۶۴)۔

واذا وقع في البئر سام ابرص ومات ينزح منها عشرون

دلوا في ظاهر الرواية اھ (عالمگیری، ج ۱، ص ۱۹)۔

اور اگر چھپکلی چھوٹی ہو تو بھی پھٹنے کی صورت میں اس کنوئیں کا پانی پینا مکروہ ہے۔

وذكر الاسبيجابي في شرحه ما يعيش في الماء مما لا

يؤكل لحمه اذا مات في الماء وتفتت فانه يكره شرب

الماء وهو مروي عن محمد لاختلاط الاجزاء المحرم

اكلها بالماء فربما ابتلعت بشربه مع انها حرام وما يحتمل

فيه تناول الحرام يكره تناوله ويجب التحرز عنه

لانه ربما يحول العطش اھ (کبیری، ص ۱۶۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴ / ۳ / ۱۴۰۹ھ

کتا گرنے کے چار سال بعد کنوئیں کے پانی کا حکم

اگر کنوئیں میں کتا گر پڑے۔ کتا گرنے کے بعد چار سال تک کنواں بے آباد پڑا رہے۔ اس مدت کے بعد اس کا پانی کھیتی وغیرہ کو ایک سال تک لگاتے رہیں اور کنواں کے اندر داخل ہو کر کتے کی تلاش بھی کی گئی لیکن کچھ پتہ نہ چلا۔ اور کنوئیں کی کھدائی وغیرہ کر کے مٹی نہیں نکالی گئی اور پانی بھی اس قدر ہے کہ اس کا نکالنا اہل علاقہ کو بہت مشکل ہے۔ مندرجہ بالا صورت میں کنوئیں کے پانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ففي القهستاني عن الجواهر لو وقع عصفور فيها فعجزوا

عن اخراجه فما داموا فيها فنجسة فتترك مدة

يعلم انه استحال وصار حمأة وقيل مدة ستة اشهر۔

(شامی ج ۱ ص ۱۹۶)

جو شبہ بذا سے معلوم ہوا کہ یہ کنواں اب پاک ہو چکا ہے لہذا اس کے پانی کو استعمال کرنا درست ہے کوئی شبہ نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفرلہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۲/۱۳۹۰ھ

غیر مسلم کے پانی لینے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

ہمارا ایک کنواں مشترک ہے مسلمانوں اور عیسائیوں میں۔ عیسائی بھی پانی نکالتے ہیں تو شرعاً یہ کنواں پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد الیاس شہر سلطان

غیر مسلم کے پانی نکالنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ ان کے نکالنے سے کسی قسم کی نجاست کنوئیں میں پڑتی ہے۔
فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۹/۱۲/۱۴۰۲ھ

چالیس مربع فٹ کا تالاب نجاست گرنے سے پلید نہیں ہوگا

ایک تالاب کی لمبائی چالیس مربع فٹ ہے اور گہرائی سولہ فٹ ہے تالاب میں پہلے پانی موجود تھا بعد میں بارش ہونے کی وجہ سے کھیتوں کا پانی تالاب میں چڑھ گیا۔ دوسرے دن تالاب کا وارد تھا وہ پانی بھی تالاب میں پڑ گیا لیکن تالاب کے پانی کی رنگت، رنگ و ذائقہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ تو کیا یہ پانی پاک ہے؟

مذکورہ تالاب کا پانی پاک ہے اسے ضروریات کے لئے استعمال کرنا درست ہے۔ وکذا یجوز براکد کثیر کذالک ای وقع فیہ

فجس لم یبر الشیء ... (در مختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ...) ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۰/۶/۱۳۹۸ھ

مینگنیاں کنوئیں میں گر جائیں تو ناپاک ہوگا یا نہیں

اگر کنوئیں میں اونٹ یا بکری کی مینگنیاں یا گائے بھینس کا گوبر، یا گھوڑے، خچر اور گدھے کی لید گر پڑے تو کیا حکم ہے۔ اور تھوڑی یا بہت، خشک یا تر، ٹوٹی ہوئی یا ثابت میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اور کنوئیں کے جنگل یا شہر میں ہونے کا کچھ فرق ہے یا نہیں؟ کتے یا بلی وغیرہ جانور یا حلال جانوروں میں اگر کوئی بغیر ذبح کئے مر جائے اور ان کی ہڈی یا سینگ وغیرہ پر گوشت نہ ہو اور تری بھی نہ ہو تو کنوئیں میں گر جانے سے پانی نجس ہوگا یا نہیں۔

اگر مستعمل پانی پاک پانی میں پڑ جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب تھوڑی مینگنیوں کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ ہاں اگر زیادہ مینگنیاں کنوئیں میں گر جائیں تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔ جب کہ دیکھنے والا بھی ان مینگنیوں کو سمجھ کر زیادہ ہیں۔ اور کوئی ڈول ایک دو مینگنیوں سے خالی نہ آئے۔ اور کنوئیں کا جنگل یا شہر میں ہونا اور مینگنی کا ٹوٹا ہوا ہونا یا سالم ہونا سب برابر ہیں[1]۔ باقی کتے یا بلی کے مر جانے سے کنوئیں کا سارا پانی نکالا جائے گا۔ اور صاف ہڈی جس پر دسومت (چکنائی) وغیرہ نہ ہو اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

اگر مستعمل پانی نصف یا زیادہ ہو تو اس سے وضو ٹھیک نہیں۔ اگر نصف سے کم ہو تو اس سے وضو ہو سکتا ہے۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طه ولا نزح فی بول فارة فی الاصح فیض ولا بخرء حمام وعصفور وکذا سباع طیر فی الاصح لتعذر صونها عنه ولا بتقاطر بول کرؤس ابر وغبار نجس للعفو عنهما وبطرق ابل وغنم اھ (درمختار)۔

قال فی الفیض فلا یتنجس الا اذا کان کثیرا سواء کان رطبا او یابسا صحیحا او منکسرا ولا فرق بین ان یکون للبئر حاجز کالمدن او لا کالفلوات هو الصحیح ۔ اھ

(شامی ج ۱ ص ۱۴۰)۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۱۰/۱۴۱۰ھ

پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا

حرام پرندوں کی بیٹ اگر کنوئیں میں گرجائے تو کنواں ناپاک ہوگا یا نہیں بینوا توجروا

سائل محمد سلیمان اختر کہروڑ پکا۔

الجواب پرندوں کی بیٹ گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ حلال گوشت والے ہوں یا حرام گوشت والے۔ کیونکہ ان سے کنوؤں کو بچانا بہت مشکل ہے۔

م وان وقع خرء الحمام او العصفور فی البیر لم یفسد ماءها لانه طاهر وهذا مذهبنا خلافا للشافعی رح کما تقدم وان وقع خرء الدجاج افسده لانه نجس بلیس فیه ضرورة لامکان الاحتراز وکذا خرء البط والاوز الاهلی بخلاف البری الطیار فان فیه ضرورة لانه یذرق من الهواء وکذا خرء الخفاش وبوله لا یفسده للضرورة وکذا ذرق ما لا یؤکل لحمه من الطیور فانه طاهر عندهما فی روایة خلافا لمحمد وهو ینا قض

قوله فيما تقدم وفي الحلية لا خلاف في طهارة ما يؤكل وخرء ما لا يؤكل من الطيور لكن المذهب هنا هو الصحيح وقال بعضهم روي عن ابي حنيفة وابي يوسف ان ذرق سباع الطير نجس نجاسة مخففة لا يفسد الثوب الا اذا فحش و يفسد الماء وان قل كسائر النجاسات الخفيفة فان حكمها يخالف الغليظة في الثياب دون الماء ولا يفسد الماء الكثير ما لم يغيره كسائر النجاسات ويفسد الاواني وان قل لامكان صونها عنه ولا يفسد ماء البئر لتعذر صونها عنه ۔ اھ ردالمحتار ملخصاً

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳ ر۴ ر۱۴۰۱ھ

جس کنوئیں سے جانور پانی پیتے ہوں وہ معمولی گوبر لید سے پلید نہ ہوگا

ہمارے ہاں گاؤں سے متصل ایک کنواں ہے جس کے آس پاس کافی درخت ہیں۔ لوگ اپنے مویشی ان درختوں کے نیچے باندھتے ہیں اور اس کنوئیں سے پانی پلاتے ہیں۔ پانی پلانے کے دوران کبھی گوبر یا لید وغیرہ کنوئیں میں گر جاتی ہے تو وہ کنواں پاک ہے یا ناپاک؟

حافظ عبد الشکور

اشرف شاہ تحصیل سبلی

الجواب حامداً ومصلیاً جس کنوئیں سے جانوروں کو پانی پلانے کا معمول ہو اور وہاں گوبر و لید سے حفاظت ممکن نہ ہو تو گوبر اور لید کی قلیل مقدار گرنے سے وہ کنواں ناپاک نہ ہوگا اور جہاں حفاظت ممکن ہو جیسے اندرون آبادی کے کنوئیں تو وہاں قلیل مقدار بھی معاف نہیں اور قلت وکثرت کا فرق مبتلیٰ بہ کی صوابدید پر ہے۔

واذا وقعت بعرة او بعرتان في البئر من بعر الابل او الغنم لم تنجس البئر استحسانا والقياس ان تنجس لوقوع

النجاسة في اسم القليل وحده الاستحسان لان ابعار
الفلوات ليس لها رؤوس حاجزة وتبعر المواشي حولها فتلقي
الريح بعض ذلك فجعل القليل عفوا للضرورة ولا ضرورة
في الكثير كذا في الهداية وفيه اشارة الى ان حكم ابعار
الامصار خلاف ذلك

وفي الرطبة والمنكسرة باعتبار اختلاف بين المشائخ فبعضهم
افتى فيهما بالتنجس لشيوع النجاسة في سطح الرطوبة والرخاوة
في المنكسر بخلاف الصحيح اليابس وبعضهم سوى
بين الرطب واليابس والمنكسر والصحيح واختاره في الهداية
حيث قال فلا فرق بين الرطب واليابس والصحيح والمنكسر
والروث والخثي والبعر لان الضرورة تشمل الكل انتهى
والارواث بمنزلة المنكسرة لتحللها ورخاوتها وهذه الاشياء
والحكم للمسائل على انه لا تحكم بالنجاسة في كل موضع بل تعتبر
فيه الضرورة العامة وعدمها فان كان فيه ضرورة يتعذر
الاحتراز عنه وقع الحرج في الحكم بالنجاسة كآبار الفلوات
الغير المحفوظة الكثيرة الطارق والاستعمال لا يحكم بالنجاسة
للضرورة وان كان التحرز غير متعذر كآبار البيوت والمساكن
المحفوظة القليلة الطارق والاستعمال فهي بمنزلة الاناء لا
يعفى فيه القليل وهذا الذي ينبغي ان يعتمد عليه فان الجميع
يستدلون بالضرورة فينظر الى ما هي فيه ـ (حلبي كبيري ص [illegible])

فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا الله عنه

مفتی خیر المدارس ملتان ـ ۳/۲/۱۴۰۰ھ

ہر کنوئیں کو پاک کرنے کیلئے دو سو سے تین سو ڈول نکالنے کا حکم صحیح نہیں

اگر کنوئیں میں کتا گر جائے اور زندہ نکل آئے تو تین سو ڈول نکالنے سے کنواں پاک ہوگا یا نہ اور تین سو ڈول نکالنا سارا پانی نکالنے کے مساوی ہوگا یا نہیں؟

الجواب ـــــ جن جانوروں کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور پاک کرنے کے واسطے سارا پانی نکالنا پڑتا ہے۔ منجملہ ان میں سے ایک کتا بھی ہے جیسا کہ مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۴۴ پر مذکور ہے۔

وكذا بنحو كلب او شاة أو آدمي او انتفخ الحيوان الدموي او تفسخ وتمعط؛ لانتشار البلة في أجزاء الماء اھ

اور اگر کتا کنوئیں سے زندہ بھی نکال لیا جائے اور اس کتے کے منہ کو پانی پہنچ جائے تو بھی کنوئیں سے سارا پانی نکالنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ پر مرقوم ہے۔

وموت الكلب ليس بشرط حتى لو انغمس واخرج حيا ينزح جميع الماء وكذا كل ما سؤره نجس او مشكوك الخ

پس ثابت ہوا کہ کنوئیں میں کتا گر کے اور زندہ نکال لینے سے کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور سارا پانی نکالنے کا حکم ہے بشرطیکہ کتے کا منہ سارا پانی میں ڈوب گیا ہو۔ اور تین سو ڈول نکالنے سے نہ تو کنواں پاک ہوتا ہے اور نہ ہی یہ سارا پانی نکالنے کے قائم مقام ہوتا ہے۔ دو سو سے تین سو ڈول نکالنا یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور یہ حکم بغداد کے کنوؤں کے لئے مختص ہے نہ کہ تمام ملک کے کنوؤں کے لئے یہ فتویٰ ہے۔

جیسا کہ کتب فقہ میں اور خاص کر مجمع الانہر، جلد ا ص ۴۵ پر مسطور ہے۔

ويفتى بنزح مائتي دلو الى ثلثمائة وهو مروي عن محمد رحمه الله فانه بنى قوله على ما شاهد في بلدة بغداد فان آبارها لا تزيد على ثلثمائة دلو۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا مقصود اصلی یہی تھا کہ کنوؤں سے سارا پانی نکالا جائے۔ لیکن عدد مخصوص ڈول نکالنے کے عنوان سے حکم فرما گئے تھے۔ علماء متاخرین نے امام محمد کی اس

روایت کو ایسر علی الناس فرمایا ہے لیکن اس وقت جب کہ منتقل ہو گاؤں کے اکثر
کنوؤں میں تین سو ڈول سے زائد پانی نہ ہو۔ پھر تمام کنوؤں میں ایک ہی حکم جاری کرنا اس میں
لوگوں کے لئے آسانی ہے۔ اگر اس گاؤں کے اکثر کنوؤں کا پانی ملاحظہ کر لیا گیا ہے کہ ان میں
کتنا پانی ہے تو پھر علی الاطلاق عدد مخصوص پر فتویٰ دینا اس مقام میں درست ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ
میں اور خاص کر "کبیری مع الصغیری ص ۱۲۲" میں ہے۔

وروی عن محمد انه قال ینزح منها مائتا دلو الی ثلثمائة دلو
وانما اجاب بذلك بناء علی کثرة الماء فی آبار بغداد کذا فی
المبسوط والمروی عن ابی حنیفة رح انه اذا نزح منها مائة
دلو یکفی وهو بناء علی آبار الکوفة لقلة الماء فیها کذا فی
الکفایة وعلی هذا لا ینبغی التعنیف بالمائتین ونحوها مطلقا
بل ینظر الی غالب آبار البلد وهو الایسر علی الناس والاول وهو
اعتبار مقدار الماء وتمسک بکل علی حدة احوط ۔ اه

اس روایت سے ثابت ہوا کہ مطلقاً ہر مقام کے کنوؤں میں جہاں سارا پانی نکالنے کا حکم ہے
عدد مخصوص ڈول نکالنے کا فتویٰ دینا درست نہیں۔ جو صاحب ہر ایک جگہ اور ہر ایک کنوئیں
میں جہاں سارا پانی نکالنے کا حکم ہو۔ وہاں پر دو سو ڈول سے تین سو ڈول پانی نکالنے کا حکم
علی الاطلاق دیتے ہیں اور عدد مخصوص ڈول نکالنے کو سارا پانی نکالنے کے قائم مقام سمجھتے ہیں ان
پر یہ لازم اور ضروری ہے کہ امام محمد رح کی جانب سے یہ روایت پیش کریں کہ جہاں امام محمد رح نے بغداد
کے علاوہ کسی اور جگہ کے کنوئیں سے عدد مخصوص ڈول کے نکالنے کا حکم فرمایا ہو۔ اور دوسری بات
ان صاحبوں پر یہ ضروری ہے کہ امام محمد صاحب سے ایسی روایت پیش کریں جس میں انہوں نے یہ
حکم مطلقاً فرمایا ہو کہ جو کنواں ناپاک ہو اور سارا پانی نکالنا پڑے تو وہاں عدد مخصوص ڈول نکال
لینے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے۔ اگر امام صاحب رح کی جانب سے اس طرح کی روایت پیش
نہ کر سکیں تو پھر مطلقاً ہر ایک کنوئیں میں فتویٰ مذکور دینا ہرگز جائز نہ ہوگا۔ هاتوا برهانکم
ان کنتم صادقین ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فصل فی التیمم

سخت سردی کی وجہ سے تیمم کا حکم

ایک مرد اپنی زوجہ سے ہمبستری کرتا ہے یا اس کو احتلام ہو جاتا ہے سردی بھی سخت ہے اور وہ مسافر بھی ہے۔ پانی گرم میسر نہیں ہے۔ وہ آدمی ساٹھ سال سے کچھ زائد عمر کا ہے۔ کیا وہ بغیر غسل تیمم کرکے نماز جمعہ اور نماز فجر کی امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ دوسرا آدمی نماز پڑھانے والا نہیں ہے۔ اس کا تجربہ ہے کہ اگر غسل کرے تو اس کو درد شقیقہ اور اعضاء میں درد ہو جاتا ہے۔ لہٰذا وہ نماز وغیرہ پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور وضو کرنے والوں کی اقتداء اس کے پیچھے جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: جواز تیمم کے لئے پانی کے استعمال سے عاجز ہونا شرط ہے۔ خواہ وہ اس وجہ سے ہو کہ پانی مفقود ہے یا پانی کے استعمال سے مرض کی زیادتی اور امتداد کا خوف ہو یا سردی کی وجہ سے ہلاکت اور بیماری کا اندیشہ ہو۔ نیز گرم پانی میسر نہ ہو۔ پس اگر ان امور میں سے کوئی امر ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ وضو کرنے والے کی اقتداء تیمم کرنے والے کے پیچھے درست ہے۔

وصح اقتداء متوضئ بمتیمم اھ (در مختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۵۵۸)

شہروں میں چونکہ گرم پانی اور لحاف وغیرہ مل سکتے ہیں لہٰذا تیمم نہ کرے کیونکہ اس کا جواز انتہائی ضرورت کے وقت ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ — ۲۸ / ۱ / ۱۳۹۹ھ — الجواب صحیح

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

دوسرے سے تیمم کرانے کا حکم

میں لاہور سے واپس آرہا تھا کہ اتفاقی حادثہ پیش آگیا۔ دایاں بازو ٹوٹ گیا بایاں بازو صحیح ہے۔ اب میں تیمم کرتے ہوئے بائیں ہاتھ سے چہرہ اور دائیں ہاتھ کا مسح کر لیتا ہوں مگر بائیں ہاتھ کا مسح نہیں کر سکتا۔ تو کیا بائیں ہاتھ کا مسح کسی دوسرے شخص سے کرا سکتا ہوں؟

قاری نور الحق قریشی ملتان

الجواب بعون الوهاب

بائیں بازو پر کسی دوسرے سے مسح کرا سکتے ہیں۔

وإذا لم يقدر المريض على الوضوء والتيمم وليس عنده من يوضئه وييممه فإنه لا يصلي عندهما قال الشيخ الإمام محمد بن الفضل: رأيت في الجامع الصغير للكرخي: إن مقطوع اليدين والرجلين إذا كان بوجهه جراحة يصلي بغير طهارة ولا يتيمم ولا يعيد وهذا هو الأصح۔ (عالمگیری ج ۱ ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمک پر تیمم کرنے کا حکم

اگر نمک کا بڑا ڈھیلا رکھا ہوا ہو تو اس پر تیمم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب بعون الوهاب

سمندری نمک کے ڈھیلے پر نہیں کر سکتے، پہاڑی نمک پر تیمم کر سکتے ہیں۔

ولو تيمم بالملح نظر إن كان مائيا أي كان ماء فجمد لا يجوز لأنه ليس من أجزاء الأرض وإن كان جبليا أي معدنيا وهو ما استخرج منها من أجزاء الأرض يجوز به التيمم لأنه من جنس الأرض الخ وقال قاضيخان واختلفوا في الجبلي والصحيح هو الجواز۔ اهـ (كبيري ص ۷۶) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
[illegible] ۱۴۰۰ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فالج کے مریض کو پانی نقصان دے تو تیمم ہو سکتا ہے

ہمارے والد صاحب کو فالج ہو گیا ہے۔ سردی کا موسم ہے۔ حکیم حفیظ اللہ صاحب نے کہا ہے کہ جسم کو پانی بالکل نہ لگنے دیں۔ تو وہ تیمم کر کے نماز ادا کریں یا ویسے ہی پڑھتے رہیں؟

الجواب باسمہ تعالیٰ: اگر حکیم صاحب نے کہا ہے کہ وضو کرنا مضر ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

ولو كان يجد الماء الا انه مريض يخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برؤه يتيمم الخ (الى قوله) ويعرف ذلك الخوف اما بغلبة الظن عن امارة او تجربة او اخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق كذا في شرح منية المصلي ۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قیدی کو پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اس کا اعادہ کرے

بکر جیل میں قید ہے۔ جیل کا دستور ہے کہ پانچ بجے کے بعد قیدیوں کو کوٹھڑیوں میں بند کر دیتے ہیں اور وہ مغرب، عشاء اور فجر اندر ہی پڑھتے ہیں کبھی کبھی رات کو پانی نہیں ہوتا۔ تو کیا بکر تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی کرے یا نہ کرے؟

محمد شفیع کلال سوری حبیب آباد

الجواب باسمہ تعالیٰ: ایسی صورت میں وضو کے لئے پانی بھر کے رکھ لیا کریں۔ اگر کبھی ایسا نہ ہو سکے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لیں مگر بعد میں اس نماز کا اعادہ کریں۔

والمحبوس في السجن يصلي بالتيمم ويعيد بالوضوء لان العجز انما تحقق بصنع العباد وصنع العبد لا يؤثر في اسقاط حق الله تعالى ۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۸)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تیمم کے چند اہم مسائل

س ۱: تیمم کے لئے پاک پتھر پر ہاتھ مار کر چہرے پر پھیرا، ہاتھ چہرے سے الگ کر لیا۔ کچھ جگہ مسح ہونے سے رہ گئی۔ دوبارہ اسی الگ شدہ ہاتھ سے ان جگہوں پر مسح کرنے یا دوبارہ انگلیوں وغیرہ کو پتھر پر مار کر پھر ان جگہوں پر مسح کرے اس خیال سے کہ ہاتھ چہرے پر پھیر گیا اور الگ کر لیا تو یہ ہاتھ مستعمل ہو گیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۲: دوسری ضرب جو مارے گا اس میں بوقت خلال انگلیوں کے جو حصے دوسری انگلیوں کے اندر کے حصہ کا مسح کرتے ہیں۔ یعنی مسح کرنے والی انگلیوں کی کروٹیں وہ خود ہی پتھر پر مس نہ ہونے کی وجہ سے غیر ماسح ہیں۔ پھر بوقت خلال یہ انگلیوں کے پتھر پر نہ لگنے والے حصے ایک دوسرے کا مسح کیسے کر سکتے ہیں۔ پھر تیمم کیسے درست ہو گا؟ جب کہ مسئلہ ہے کہ بال برابر جگہ اگر رہ جائے تو تیمم نہ ہو گا۔؟

۳: ناخنوں کا مسح کرتے وقت ناخنوں کے بالکل قریب ملے ہوئے ناخنوں کے کونوں والے حصے ہتھیلی کے بالکل بیچ والے حصے وغیرہ پر تو بوقت مسح ہاتھ اور نہ یہ پتھر سے مس ہوتے ہیں ان کا مسح کیسے کریں؟

۴: مفتاح الجنۃ میں لکھا ہے کہ اگر انگلیوں کے درمیان غبار نہ پہنچے تو تیسری بار ہاتھ مار کر پھر انگلیوں کا خلال کرے۔ کیا یہ تیسری ضرب صحیح ہے؟

۵: جس طرح وضو میں اگر داڑھی کی جلد نظر آتی ہو یا بالوں میں سے جلد جھلکتی ہو تو نیچے پانی پہنچانا فرض ہے کیا اسی طرح تیمم میں بھی انگلیاں ڈال کر نیچے جلد کو رگڑنا فرض ہو گا؟

حافظ محمد ابراہیم، مدرسہ عربی مانیوٹہ

الجواب

۱: قال فی الفتح هذا يفيد تصور استعماله وهو مقصور على عضو واحد وهو ان يمسح الذراعين بالضربة التي مسح بها

ایک ہی جگہ سے بار بار تیمم کرنا درست ہے

والد صاحب بہت زیادہ عمر رسیدہ ہیں وضو کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ایک بڑا سا مٹی کا ڈھیلا ان کے پاس رکھا ہوا ہے جس پر وہ بار بار بوقت نماز تیمم کر لیتے ہیں۔ کیا بار بار اس ایک ہی ڈھیلے پر تیمم کرنا جائز ہے یا اسے بدلنا چاہیے؟ بینوا توجروا۔

العبد حنیف اختر خاکی قادری لاہور

الجواب حامداً ومصلیاً ایک ہی ڈھیلے پر بار بار تیمم کرنا درست ہے۔ واذا تیمم مرارا من موضع واحد جاز۔ کذا فی التاتارخانیۃ۔ (عالمگیری ج ۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۶/۷/۱۳۹۸ھ

پکی اینٹ پر تیمم کا حکم

کیا پکی اینٹ جو صحن میں لگی ہوئی ہو اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ محمد رفیق شیخ گیارہ لاہور

الجواب حامداً ومصلیاً جائز ہے۔ واما التیمم بالآجر فعند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یجوز مطلقاً دق اولا لانہ من اجزاء الارض وان شوی وتصلب بمنزلۃ الخزف۔ (کبیری ص ۶۵)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۸/۲/۱۴۰۰ھ

انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو تیمم میں اس کو ہلانے کا حکم

تیمم میں تمام جگہوں پر ہاتھ کا پھیرنا ضروری ہے تو اگر انگوٹھی پہنی ہوئی ہو تو اس کے اوپر ہاتھ پھیر لینا کافی ہے یا اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے؟

الجواب: انگوٹھی کو ہلا کر اس کے نیچے والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے۔

والظاهر ان ما تحت الخاتم الواسع ان اصابه الغبار لا يلزم تحريكه والا لزم كالتخليل المذكور. اهـ

(شامية ج ۱ ص ۲۳۱ محققه) فقط والله تعالى اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۸/۱۴۰۲ھ

تیمم میں نیت کس طرح کی جائے

جب تبلیغی جماعت کیساتھ جاتے ہیں تو مسائل کے مذاکرہ میں بتاتے ہیں کہ تیمم میں نیت کرنا فرض ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ مطلب ہے کہ نیت کرے کہ میں تیمم کر رہا ہوں یا کچھ اور؟

الجواب: تیمم میں نیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ نیت کرے کہ میں یہ تیمم نماز پڑھنے کے لئے کر رہا ہوں۔ یا طہارت حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ یا حدث کو زائل کرنے کے لئے کر رہا ہوں۔ صرف تیمم برائے تیمم نیت کافی نہیں۔

لكن فيه وشرطها ان ينوي عبادة مقصودة الخ او الطهارة او استباحة الصلوة او رفع الحدث او الجنابة فلا تكفي نية التيمم على المذهب. اهـ (شامی ج ۱ ص ۱۸۱) فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۷/۲/۱۴۰۹ھ

راکھ پر تیمم کرنے کا حکم

گوبر کی راکھ پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مسئلہ ہے کہ راکھ پاک ہوتی ہے۔ محمد طیب طاہر نقشبندی کالونی ملتان

الجواب باسم ملہم الصواب

راکھ پاک ہے۔ فالسرقين اذا احرق حتى صار رمادا فعند محمد يحكم بطهارته وعليها الفتوى اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۴)۔

مگر اس پر تیمم اس لئے جائز نہیں کیونکہ یہ جنس ارض سے نہیں۔

فكل ما يحترق فيصير رمادا كالحطب والحشيش ونحوهما او ما ينطبع ويلين كالحديد والصفر والنحاس والزجاج وعين الذهب والفضة ونحوها فليس من جنس الارض ...... الى قوله ولا يجوز بالرماد والعنبر اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۶)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

پانی ایک میل دور ہو تو تیمم جائز ہے

پانی ایک میل دور ہو تو تیمم جائز ہے اس سے میل شرعی مراد ہے یا میل انگریزی؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان دونوں کی مسافت میں کیا فرق ہے؟ سائل: محمد طیب، طبیب جنرل سٹور کالا منڈی ملتان شہر

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میل سے مراد میل شرعی ہے جو چار ہزار ذراع کا ہوتا ہے۔ انگریزی میل ایک ہزار سات سو ساٹھ گز کا ہوتا ہے اور گز چھتیس انچ کا ہوتا ہے۔ مروجہ میل شرعی انگریزی میل سے دو سو چالیس (۲۴۰) گز انگریزی بڑا ہوتا ہے اس لحاظ سے میل شرعی دو ہزار انگریزی گز ہوا۔ پانی اتنی مسافت پر دور ہو تو تیمم کر سکتے ہیں۔ من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا او مقيما في المصر ... والميل اربعة آلاف ذراع والذراع اربع وعشرون اصبعا وهي ست شعيرات ظهر لبطن وهي ست شعرات بغل اھ (درمختار علی الشامیۃ، ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ کوئٹہ)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

المسح علی الخفین والجوربین والجبائر

موزوں پر پہنی ہوئی جرابوں پر مسح کا حکم

ایک شخص چمڑے کے موزوں پر جرابیں پہن لے اور وضو کے وقت جراب اور موزہ پہنی ہوئی ہے، دا آیا صرف جراب پر مسح کرنے تو وضو ہو جائے گا یا نہیں؟

مسافر جنرل سٹور کچہری بازار سرگودھا

الجواب — اگر جرابیں نہایت باریک ہیں کہ ان پر مسح کرنے سے پانی کی تری موزوں تک پہنچ جاتی ہے تو پھر جرابوں پر مسح کافی ہوگا ورنہ جرابوں کا اتارنا ضروری ہوگا۔ یعنی دوسری صورت میں اگر جرابوں کو اتارے بغیر مسح کرے گا تو وضو نہیں ہوگا۔

كما في العالمگيرية ج ۱ ص ۳۵ — وإذا لبس الجرموقين فإن لبسهما وحدهما إلى قوله وإن لبسهما فوق الخفين فإن كانا من كرباس أو ما يشبهه لا يجوز المسح عليهما إلا أن يكونا رقيقين يصل البلل إلى ما تحتهما۔ فقط

الجواب صحیح	واللہ اعلم
بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	مورخہ ۹ / ۔ / ۱۳۹۴ھ

پلستر پر مسح کرنے کا حکم

ایک شخص کے پاؤں پر زخم تھا اس نے زخم پر پلستر لگایا۔ اس کے بعد اس نے نماز ادا کرنے کے لئے وضو کیا اور پاؤں کو اچھی طرح دھو دیا مگر پلستر نہیں اتارا گیا۔ اس کا وضو ہو گیا؟ ایسے ہی ہیں ہے کہ زخم پر پلستر لگا ہوا تھا۔ پھر اسے غسل فرض کی حاجت ہوئی تو اس نے غسل کیا مگر پلستر نہیں اتارا۔ کیا اس کا غسل صحیح

ہو گیا؟

الجواب: اگر پلستر اتار کر اردگرد کی جگہ کو دھویا جاسکتا ہو اور زخم پر مسح یعنی گیلا ہاتھ پھیرا جاسکتا ہو تو پھر پلستر پر مسح جائز نہیں بلکہ پلستر اتارنا چاہئے اور زخم کی جگہ پر مسح کیا جائے اور اردگرد کی جگہ کو دھویا جائے۔

اور اگر پلستر اتار کر زخم پر مسح نہ کیا جاسکتا ہو لیکن اردگرد کی جگہ کو دھویا جاسکتا ہو تو پلستر اتار کر اردگرد کی جگہ کو دھولیا جائے اور زخم والی جگہ پر پلستر رکھ کر اس پر مسح کرلیا جائے۔ اور اگر دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں یعنی پلستر کا اتارنا تکلیف دیتا ہو تو پورے پلستر پر مسح کرلیا جائے وضوء اور غسل صحیح ہو جائے گا۔ شامی ج ۱ ص ۲۸۵ میں ہے۔

ویمسح نحو مفتصد وجریح علی کل عصابۃ (زیلعی) ای علی کل خرقۃ
من ابتدائھا سواء کانت عصابۃ تحتھا جراحۃ وھی
بقدرھا او زائدۃ علیھا کعصابۃ المفتصد او لم یکن
تحتھا جراحۃ اصلا بل کسر او کی وھذا معنی قول
المصنف کان تحتھا جراحۃ او لا لکن اذا کانت زائدۃ
علی قدر الجراحۃ فان ضرہ الحل والغسل مسح الکل
تبعا والا فلا بل یغسل ما حول الجراحۃ ویمسح علیھا
لا علی الخرقۃ ما لم یضرہ مسحھا فیمسح علی الخرقۃ التی
علیھا ویغسل حوالیھا وما تحت الخرقۃ الزائدۃ لان
الثابت بالضرورۃ یتقدر بقدرھا کما اوضحہ فی البحر اھ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴/۲/۱۳۹۸ھ

مجلد جرابوں پر مسح جائز ہے

س: منعلین کرچی پر مسح جائز ہے ان کی تعریف کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرمایا جاوے کہ اس میں جرابیں کس قسم کی اور کہاں تک اور کیسی ہونی چاہئیں نیز منعلین میں پاؤں کی انگلیاں اور اس سے تھوڑا آگے تک چمڑے

کا ہونا ضروری ہے جیسے کہ بوٹ یا پاؤں کی ساری پشت پر چمڑا کا ہونا ضروری ہے۔ نیز مجلدین کی تعریف تسلی بخش اور اس میں بھی چمڑا کی حد بیان فرمانے کو ملاحظہ کیا جاوے اور اگر صرف جرابیں پہنی ہوئی ہوں تو کیا ان پر بھی مسح جائز ہے یا نہیں۔ شق اول کی بنا پر ان کی تعریف اور ثخینین کی تعریف کیا ہے بیان فرما دیں؟

الجواب مجلدین منعلین ثخینین پر مسح جائز ہے۔

مجلدین وہ جرابیں ہوتی ہیں جن میں پاؤں کے نیچے اور اوپر سب چمڑا ہوتا ہے۔ اور منعلین وہ ہوتی ہیں جن میں صرف نیچے کی جانب چمڑا ہو۔ اور ثخینین بھی ہوں اور ثخینین وہ جرابیں ہوتی ہیں جن پر چمڑا تو بالکل نہ ہو لیکن وہ اتنی موٹی ہوں کہ ان کے اندر سے پاؤں نظر نہ آئے اور بغیر باندھے کھڑی رہیں۔

كما في العالمگيرية ج ۱ ص ۱۹ ـ ويمسح على الجورب المجلد وهو الذي وضع الجلد على أعلاه وأسفله هكذا في الكافي والمنعل وهو الذي وضع الجلد على أسفله كالنعل للقدم هكذا في السراج الوهاج. والثخين الذي ليس مجلداً ولا منعلاً بشرط أن يستمسك على الساق بلا ربط ولا يرى ما تحته وعليه الفتوى كذا في النهر الفائق ـ فقط

واللہ اعلم
بندہ اصغر علی غفر لہ معین مفتی

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۴/۵/۱۳۹۲ھ

جوربین منعلین پر مسح کا حکم

جراب منعل پر تو بالاتفاق مسح جائز ہے۔ اگر موٹے جراب کے نیچے پاؤں کے تلوے پر چمڑا لگا ہو تو اس کا کیا حکم ہے آیا اس پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جراب منعل اس جراب کو کہتے ہیں جس کے صرف نیچے چمڑا لگا ہوا ہو۔ کبیری میں ہے: أو منعلين أي جعل الجلد على ما يلي الأرض منهما خاصة كالنعل للرجل (صفحہ [illegible])۔ اگر جرابیں ثخینین منعلین ہوں۔ یعنی ثخین بھی ہوں

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ کیا ہے اور مقیم کتنی مدت تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر اس کے اندر کیا طریقہ اختیار کریگا اور اس کے لئے کتنی مدت ہے ؟

الجواب ــــــ موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیاں موزے کے آگے کی طرف سے انگلیاں پورے موزہ پر رکھ دے اور ہتھیلی موزے سے الگ رکھے پھر ان کو کھینچ کر پنڈلی کی طرف لے جاوے اور اگر انگلیوں کے ساتھ ہتھیلی بھی رکھ دے اور ہتھیلی مع انگلیوں کو کھینچ کر لے جائے تو بھی درست ہے۔ مقیم کے لئے اس کی مدت ایک دن، ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن تین رات ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

وکیفیة المسح ان یضع اصابع یده الیمنی علی مقدم خفه الایمن ویضع اصابع یده الیسری علی مقدم خفه الایسر ویمدهما الی الساق فوق الکعبین ویفرج بین اصابعه هکذا فی فتاوی قاضیخان وهو ان یکون فی المدة وهی للمقیم یوم ولیلة وللمسافر ثلاثة ایام ولیالیها هکذا فی المحیط (ج ۱ ص ۳۳)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمود عفا اللہ عنہ

زخم کے ارد گرد جمی ہوئی دوا کو ہٹانے کا حکم

زخم کے ارد گرد بالکل قریب گندہ بدبودار میل کر تندرست جسم پر جم جاتا ہے۔ اب اگر بوقت ہر وضو۔ اس کو ہٹانا ہے تو بلا مبالغہ وہ ہٹتا نہیں۔ یعنی چاقو وغیرہ سے ہٹانے کے بغیر بعد نہیں ہوتا۔ اس طرح جلد پر کچھ خراش آجاتی ہے ورنہ دور نہیں ہوتا۔ یا پھر بوجہ قریب زخم کے زخم پر اثر پڑتا ہے۔ یا پانی کے اندر جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ اس طرح تندرست جسم سے خون یا پیپ کا ہٹانا واجب ہے یا نہ ؟

۲۔ زخم کے اوپر درہم سے زیادہ پٹی تھی۔ زخم کا خون یا پیپ پٹی کے اوپر والے حصے میں ظاہر ہو۔ اب اس پٹی کو دور کرنا واجب ہوگا یا نہ؟

حافظ نور الدین سیالکوٹ ڈالبوٹھ

الجواب ۱۔ زخم کے قریب سے پوجہ دوائی مانع نفوذ ماء جم گئی ہے اگر اس کے دور کرنے میں زخم کو نقصان نہ پہنچتا ہو تو اسے دور کرنا ضروری ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ لیکن تکلف سے بچا جائے

۲۔ اگر زخم کے دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ اور غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں پٹی اتارنا واجب نہ ہوگا۔ اور اگر زخم بالکل درست ہوگیا ہے تو پٹی اتار دینی چاہئے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ

۲۸ / ۴ / ۱۳۸۲ھ

عورتیں بھی موزوں پر مسح کرسکتی ہیں

ہماری والدہ صاحبہ کافی معمر ہیں سردیوں میں انہیں وضو کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ موزے پہن لیا کریں۔ تو کیا عورتیں بھی موزوں پر مسح کرسکتی ہیں؟

سائل۔ دلدار علی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب عورتیں بھی مردوں کی طرح موزوں پر مسح کرسکتی ہیں۔

المرأة فی المسح علی الخفین بمنزلة الرجل لاستوائهما فی المعنی المجوز للمسح هكذا فی المحیط اه (عالمگیریه ج ۱ صلى)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

معروف جرابوں پر مسح کا حکم

بازار میں جو عام جرابیں ملتی ہیں جن کو بعض لوگ موزوں سے بھی موسوم کرتے ہیں کیا ان پر مسح کرنا جائز ہے اور جب کہ اس دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے دور کے موزے مفقود ہیں۔ تو کیا اب حکم کا اطلاق ان پر نہ ہوگا؟

المستفتی: محمد افضل شیخ

الجواب: حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے چمڑے کے موزوں کا مفقود ہونا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ مدعی کے ذمہ اس کا اثبات ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ بے شمار احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزوں پر مسح کرنا موجود ہے احادیث کی کوئی کتاب "باب المسح علی الخفین" سے غالباً خالی نہ ہوگا۔ بلکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل سنت والجماعت سے ہونے کے لئے مسح علی الخفین کے قائل ہونے کی شرط لگائی ہے۔

روی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سئل عن السنۃ والجماعۃ فقال ان تحب الشیخین ولا تطعن فی الختنین وتمسح علی الخفین۔ (قاضی خان ج ۱، ص ۲۴)

حضرت امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

من انکر المسح علی الخفین یخشی علیہ الکفر۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ادرکت سبعین بدریا من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کلہم یرون المسح علی الخفین۔ (فتح الملہم ج ۱، ص ۴۳۰)

قال ابن عبد البر مسح علی الخفین سائر اہل بدر والحدیبیۃ وغیرہم من المہاجرین والانصار وسائر الصحابۃ والتابعین۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم

اور ان کے بعد تابعین رحمہم اللہ وغیرہ حضرات کا معمول مسح علی الخفین کا تھا۔ "خف" اصطلاح میں چمڑے کے موزے کو کہا جاتا ہے۔ اور جو فقہاء جرابوں پر مسح جائز قرار دیتے ہیں وہ بھی اس قسم کے جراب پر جواز مسح کے قائل ہیں جو موزوں کے حکم میں ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جیسے ہیں کہ زمین پیدل جوتے کے بغیر چلا جاسکے اور وہ پھٹیں نہ۔ بغیر ربڑ وغیرہ کے باندھے وہ پنڈلی پر کھڑے رہیں۔ اور اگر پانی اوپر گر پڑے تو اندر داخل نہ ہو، دیکھنے سے دوسری طرف نظر نہ آئے وغیرہ ذالک۔

ہماری جراب موزے کے حکم میں نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ موزوں پر بھی مسح جائز نہ ہوتا کیونکہ قرآن کریم میں غسل رجلین کا حکم ہے اور موزوں پر مسح کر لینے سے غسل رجلین حقیقتاً پایا نہیں جاتا۔ لیکن چونکہ احادیث متواترہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسح کرنا ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم جواز مسح علی الخفین کے قائل ہوتے ہیں۔ مسح علی الجوربین کے بارے میں اس درجہ کی روایات موجود نہیں اس وجہ سے حضرت امام مسلم رح فرماتے ہیں۔

لا یترک ظاہر القرآن بمثل ابی قیس وھذیل۔ (فتح الملہم)

اگر کوئی کہے کہ بعض احادیث میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جوربین پر مسح موجود ہے تو اس کے متعلق ایک بات یاد رکھنی چاہئیے کہ اہل علم نے ایک ضابطہ لکھا ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

اس ضابطہ کے پیش نظر یہ سمجھنا چاہئیے کہ ہو سکتا ہے کہ موزوں کا نام راوی نے "جرابین" رکھ دیا ہو۔ یا آپ کی جرابیں مجلد یا منعل یا موق ہوں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان پاکستان ۲۳ر۳ر۱۴۰۱ھ

مسافر مدت اقامت پوری ہونے کے بعد مقیم ہو جائے تو مسح کا حکم

زید نے مقیم ہونے کی حالت میں ظہر کے وقت موزے پہنے اور مسح کیا رات کو اچانک سفر شرعی پیش آگیا اور اگلے روز عشاء کے وقت واپس گھر لوٹا تو اب وہ موزے اتار کر پاؤں دھوئے یا انہیں پر مسح کرلے؟ بینوا توجروا۔ سائل محمد افضل، طبیب جنرل سٹور کالا منڈی ملتان شہر

الجواب: موزے پہننے کے بعد وقت حدث سے لے کر گھر پہنچنے تک مدت اقامت (چوبیس گھنٹے) پورے ہو چکنے سے سفر کی رخصت بھی ختم ہو گئی۔

والمسافر ان اقام بعد ما استکمل مدۃ الاقامۃ ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ اھ (عالمگیری قدیم ج ۱ ص ۱۲)۔

البتہ اگر وضو باقی ہو تو بھی اجازت ہے کہ موزے اتار کر صرف پاؤں دھو لے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ پورا وضوء دوبارہ کر لے۔

وبعدھما ای النزع والمضی غسل المتوضی رجلیہ لا غیر اھ وفی الشامیۃ (قولہ غسل المتوضی رجلیہ لا غیر) ینبغی ان یستحب غسل الباقی ایضاً مراعاۃ للولاء المستحب وخروجاً عن خلاف مالک رحمہ اللہ کما قالہ سیدی عبد الغنی ثم رأیتہ فی الدر المنتقی مصرحاً بان الاولی اعادتہ اھ (شامی ج ۱ ص ۲۵۵)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۱/۳/۱۴۰۰ھ

مَا يَتَعَلَّقُ بِالْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالْاِسْتِحَاضَةِ

ایامِ حیض میں ہر رنگ کا خون حیض شمار ہوگا

۱۔ ایک عورت کی اکثر عادت چھ دن حیض آنے کی ہے۔ لیکن کسی ماہ میں صرف ڈھائی دن گیرو آیا اور پھر فرج خارج میں کچھ نہیں آیا جب کہ داخل میں معمولی سا پیلا رنگ لگا یا اس سے بھی ہلکا۔ جتنا معمولی جونہ ہونے کے برابر تھا۔ غالباً چوتھے یا پانچویں دن تک پھر کچھ نہیں آیا۔ ایسی عورت حائضہ کہلائے گی یا نہیں۔

۲۔ ایک عورت کو تین دن تک صحیح حیض آیا پھر چوتھے دن بہت معمولی اور پانچویں دن یہ کیفیت تھی کہ خارج میں کچھ نہیں تھا داخل میں گویا پیلے رنگ کا۔ اور کبھی صرف تنا پانی کے سلسلے ہوتا ہے داخل میں پیلے رنگ کا بھی نقطہ۔ تو یہ پانچویں دن جس میں فرج داخل میں خون پیلے رنگ کا تھا۔ تو کیا یہ حیض شمار ہوگا یا نہیں؟ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ "بہشتی زیور" میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ حیض جب فرج داخل سے فرج خارج میں نکلے اس وقت سے حیض شمار ہوگا۔ یہ حکم اس وقت کا ہے۔

الجواب
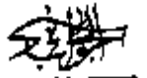
معتدہ ایام عادت میں جو اس کی پہلے عادت تھی اس میں کچھ پیلا رنگ دیکھے تو یہ حیض میں شمار ہوگا۔ اور ایام عادت سمیت دس دن تک حیض شمار کیا جا سکتا ہے۔

وما تراه المرأة من الحمرة والصفرة والكدرة حيض حتى ترى البياض خالصا۔ (هداية ج ۱ ص ۴۹)

فرج داخل میں جو کچھ ہو اس پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ جب تک وہ خارج نہ ہو جائے۔ یا کپڑے پر اس کا دھبہ نہ لگ جائے۔ دھبہ لگ جانے کی صورت میں یہ حیض ہوگا۔ پس سوال نمبر میں اگر کپڑے کو دھبہ لگا ہے تو یہ چوتھا اور پانچواں دن حیض میں شمار ہوگا۔ اسی کی روشنی میں سوال نمبر ۲ کا جواب بھی سمجھ لیا جائے بہشتی زیور کا مسئلہ صحیح ہے۔ دھبہ لگ جانے سے فرج داخل سے خارج میں آنا ثابت ہو جائے گا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

سبب ابتداء حیض

عورتوں کو حیض کس وجہ سے شروع ہوا اور کب شروع ہوا؟

عبد الحفیظ دیال سنگھ لائبریری نسبت روڈ لاہور۔

الجواب

وسببه ابتداء ابتلاء الله لحواء لاكل الشجرة (درمختار) اى وبقى فى بناتها الى يوم القيامة وما قيل انه اول ما ارسل الحيض على بنى اسرائيل فقد رده البخارى بقوله وحديث النبى صلى الله عليه وسلم اكبر وهو ما رواه عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الحيض هذا شئ كتبه الله على بنات آدم قال النووى اى انه عام فى جميع بنات آدم۔ (شامى ج ۱ ص ۔۔۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ)۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ حیض تمام عورتوں کو آتا ہے اور اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جبکہ حضرت حوا نے دانہ گندم کھایا تھا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ　　۱۲/۳/۸۶ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایام حیض کے بعد آنے والے خون کا حکم

س ۱۔ ایک عورت اپنی عادت کے موافق حیض سے پاک ہوئی۔ دو دن پاک رہنے کے بعد پھر خون جاری ہو گیا جو چار دن تک جاری رہا۔ اب یہ چھ دن حیض کے ہوں گے یا بیماری کے؟ اور نماز روزہ ادا کر سکتی ہے یا نہیں؟

۲۔ ایک حیض کے کتنے دن گزرنے کے بعد دوسرا حیض آئے تو حیض سمجھا جائے گا؟

الجواب ۱۔ اگر عادت کے مطابق حیض آچکا پھر دو دن گزرنے کے بعد چار دن خون آیا تو دیکھا جائے گا کہ سابقہ عادت اور یہ چھ دن (دو خالی دن اور چار دن خون) کل مدت دس دن سے تجاوز نہیں ہوتی تو یہ چار دن بھی حیض کے ہوں گے اور وہ دو دن خالی بھی حیض شمار ہوں گے۔ اور اگر دو دن خالی گزر کر چار دن جو حیض آیا ہے کل مدت دس دن سے تجاوز ہو جاتی ہے تو جو عادت کے دن تھے وہ حیض رہے اور یہ چار دن استحاضہ یعنی بیماری کے ہوں گے۔

ولو زاد الدم علی عشرۃ ایام ولها عادۃ معروفۃ دونها ردت الی ایام عادتها والذی زاد استحاضۃ اھ ہدایہ ج ۱ ص ۵۰ وفی الشامی اما اذا لم یتجاوز الاکثر فیهما فهو انتقال للعادۃ فیهما فیکون حیضا و نفاسا اھ (شامی ج ۱ ص ...) مطبوعہ کوئٹہ۔

۲۔ اقل مدت طہر پندرہ روز ہے اگر حیض آئے اور پندرہ دن گزر جائیں پھر خون آئے تو وہ حیض ہو سکتا ہے۔　　فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

حائضہ ادعیہ وغیرہ پڑھ سکتی ہے

ایک عورت کا معمول حزب البحر پڑھنے کا ہے۔ کیا عورت مذکورہ دعاؤں کو ایام حیض میں بھی پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ المستفتی عبد الرشید، شادمان، لاہور۔

الجواب ولا بأس لحائض وجنب بقراءة ادعية ومسها وحملها الخ وذكر الله تعالى وتسبيح وزيارة قبور۔

(درمختار مع شامی ج۱ ص ۱۷۳)

حائضہ حزب البحر وغیرہ کا ورد پڑھ سکتی ہے۔ نماز کے وقت وضوء کرنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جایا کرے اور یہ ورد پڑھ لیا کرے۔ فقہاء نے حائضہ کے لئے اوقات نماز میں اسی طرح کچھ ذکر و تسبیح کرنے کو مستحب لکھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۲/۔۔۔ ۱۳۹۳ھ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حیض میں مستعمل کپڑے کا حکم

حیض کے استعمال شدہ کپڑے کو جلا دینا کیسا ہے جبکہ اس میں جسمانی خون لگا ہوتا ہے اور اگر نہ جلایا جائے بلکہ کوڑے میں پھینک دیا جائے تو غیر مردوں کی اس پر نگاہ پڑتی ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب اگر دھونے کے بعد دوبارہ استعمال نہ ہو سکیں تو جلا دیا جائے۔ کل عضو لا یجوز النظر الیہ قبل الانفصال لا یجوز بعدہ کشعر عانتہ وشعر رأسہا وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقہا وقلامۃ ظفر رجلہا دون یدہا وان النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشہوۃ حرام۔ اھ (شامی ج۵ ص ۲۴۹)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۵/۱۴۰۳ھ

لما قال امکن جعل العشرۃ حیضا یجعل حیضا و اذا فہو استحاضۃ۔ اھ (عالمگیریہ ج ۱ ص ۳۹)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۲/۱۰/۱۳۹۱ھ

جنبی کے پکائے ہوئے کھانے کا حکم

عورت کی حالت حیض کی جنابت اور بعد الوطی قبل الاغتسال کی جنابت یکساں ہے یا کوئی فرق ہے۔ عورت بعد الوطی قبل الغسل دقت تنگ ہو ایسی صورت میں کھانا وغیرہ پکا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر پکائے تو اس کا کھانا کیسا ہے حلال ہے یا نہیں؟ اسی طرح عورت جیسے حالت حیض میں بچے کو دودھ پلا دیتی ہے بعد الوطی قبل الغسل اگر بچہ رونے لگے اور روتے تو اس کو اٹھا کر دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حالت جنابت میں کھانا پکانے اور بچے کو دودھ پلانے کی شرعاً اجازت ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ پہلے وضو کر لے[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۵/۱۴۰۲ھ

[1] ولا بأس بطبخها و بعجنها بلا مکروہ عجنہا و استعمال ما مستہ من عجین او ماء او نحو ہما۔ اھ (طحطاوی ص ۷۹)۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

حائضہ سے مباشرت کی صورت

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنا سوائے شرمگاہ کے جائز ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھ کے ساتھ اپنا ذکر پکڑ کر حرکت دینے سے منی خارج کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حالت حیض میں بلا حائل کے گھٹنے سے لے کر ناف تک کے حصے سے استمتاع حرام ہے۔ کپڑے کے اوپر سے سوائے وطی کے اجازت ہے[2]۔ مشت زنی حرام ہے

[2] شامیہ میں ہے۔ الاستمناء حرام وفیہ التعزیر۔ اھ (ج ۲ ص ۴۴۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۸/۳/۱۴۰۶ھ

(صدقہ طیباتہ مقبولہ)

ثم ويحرم بالحيض والنفاس الجماع والاستمتاع بما تحت السرة الى تحت الركبة لقوله تعالى ولا تقربوهن حتى يطهرن ولقوله صلى الله عليه وسلم لك ما فوق الازار ۔ اھ (مراقی)۔

(قوله والاستمتاع بما تحت السرة) اما السرة وما فوقها فيحل الاستمتاع به بوطء او غيره ولو بلا حائل وكذا بما بين السرة والركبة بحائل بغير الوطء ولو بشهوة ۔ اھ (طحطاوی [illegible])

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مستحاضہ کے ساتھ مباشرت کا حکم

ایک عورت کو یہ مرض لاحق ہوگیا ہے کہ اس کا خون کبھی بھی بند نہیں ہوتا۔ ہر وقت جاری رہتا ہے۔ تو اب اس کا خاوند اس سے ہمبستری کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کے جتنے دن ایام حیض بنتے ہوں ان ایام میں مباشرت حرام ہے باقی ایام میں کر سکتے ہیں۔

ودم الاستحاضة كرعاف دائم لا يمنع صلوة ولا صوما فرضا كان او نفلا ولا يحرم وطأ لانه ليس اذى ۔ اھ (مراقی الفلاح)

(قوله ولا يحرم وطأ) اى ولو فى حال نزوله لانه ليس اذى واما تأويله بانه يجامعها فى حال انقطاعه فبعيد من اطلاق عباراتهم ۔ اھ۔ وروى ابو داؤد وغيره باسناد صحيح من حديث عكرمة عن حمنة بنت جحش انها كانت مستحاضة وكان زوجها يغشاها وهو طلحة بن عبيد الله كذا فى البناية ۔ اھ (طحطاوی ص ۸۰) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۴/۳/۱۴۰۱ھ

دورانِ نفاس طہر بھی نفاس کے حکم میں ہے

بچہ پیدا ہونے کے بعد ایک عورت کو پچیس دن تک نفاس جاری رہا اس کے بعد دس یوم تک پاک رہی دس دن کے بعد دو تین قطرے خون کے تھے اس کے بعد سات دن تک پھر اب بھی یعنی مدت نفاس تک پاک رہی۔ اس کا نفاس کتنے دن شمار ہوگا؟

الجواب دو تین قطروں کے بعد اگر پھر خون نہیں آیا تو بچہ کی پیدائش سے لے کر ان قطرات کی آمد تک نفاس شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم[1]

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ نائب مفتی	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

[illegible] ھ

[1] الطہر المتخلل فی الاربعین بین الدمین نفاس عند ابی حنیفۃ وان کان خمسۃ عشر یوماً فصاعدا وعلیہ الفتویٰ عالمگیریہ قدیم ج ۱ ص ۱۹۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مبتدئہ کا حکم

مستحاضہ مبتدئہ کو استمرار دم سال یا دو سال یا اس سے زیادہ کا ہو گیا اس کے لئے حکم یہ ہے کہ ہر مہینہ میں دس دن حیض اور بیس دن طہر شمار کرے اور یا یہ دوسرے اور تیسرے مہینہ میں کرے یا اس کے لئے اکثر مدت حیض یعنی دس دن اور بیس دن طہر شمار کئے جائیں گے۔ یعنی یہی سلسلہ ہوگا؟

الجواب مبتدأ کا حکم یہ ہے کہ دس دن ہر مہینہ سے حیض شمار کئے جائیں گے اور بیس دن استحاضہ کے۔ کما فی الشامیۃ۔

والحاصل ان المبتدأۃ اذا استمر دمہا فحیضہا فی کل شہر عشرۃ وطہرہا عشرون کما فی عامۃ الکتب بل نقل نوح افندی الاتفاق علیہ خلافا لما فی الامداد من ان طہرہا خمسۃ عشر۔

ج ۱، ص ۲۰۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳؍۴؍۱۴۱۰ھ

حائضہ نماز کے اوقات میں ذکر و اذکار کا معمول رکھے

تبلیغی جماعت کی خواتین کی تبلیغی مجالس و محافل میں اہلیہ شرکت کرتی ہے ایک محفل میں ایک مسئلہ سن کر آئی تو اس کی تصدیق چاہی کہ عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ حیض کے دنوں میں بوقت نماز وضو کر کے مصلے پر اتنی دیر بیٹھ کر تسبیح و درود پاک اور ذکر و اذکار کرتی رہے جتنی دیر میں کہ وہ نماز پڑھتی ہے۔ تو کیا یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

السید سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب باسمہ تعالیٰ یہ درست ہے اس حالت میں ذکر و تسبیح وغیرہ منع نہیں۔ اور سوال میں مذکور عمل کو معمول بنا لینے میں علاوہ ثواب کے یہ فائدہ بھی ہے کہ ان اوقات میں نماز و عبادت کی عادت برقرار رہے گی۔

ویستحب لہا ان تتوضأ لوقت کل صلاۃ وتقعد علی مصلاہا وتسبح وتہلل وتکبر بقدر ادائہا کی لا تنسی عادتہا وفی روایۃ یکتب لہا ثواب احسن صلاۃ کانت تصلی۔ (الہندیۃ ج ۱، ص ۳۸) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حائضہ سے جماع کرنے کی صورت میں صدقہ کا حکم

کفایت المفتی ج ۵، ص ۳۲۶ پر ایک سوال و جواب ہے جس کے بارے میں کچھ اشکال

ہے۔ مختصر سوال وجواب یہ ہے۔

کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے بحالت حیض جماع کر لیا۔ اب اس کے لئے شرع کا کیا حکم ہے؟
جواب میں لکھا ہے کہ ایام مخصوصہ میں صحبت کرنا ناجائز ہے۔ صحبت کر لی گئی تو زید کو اور اس کی بیوی کو توبہ کرنی چاہئے اور بہتر یہ ہے کہ زید ڈھائی روپیہ صدقہ کر دے۔ بخلاف شیعہ صاحب یعنی ڈھائی روپے صدقہ کر دے تو بہتر ہے۔ اس ڈھائی روپیہ کی تعیین کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ وضاحت فرمادیں؟
بینوا توجروا۔

الجواب

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق بنصف دینار۔ وفی روایۃ اذا کان دما احمر فدینار واذا کان دما اصفر فنصف دینار رواہ الترمذی (ج ۱ ص ۲۰) وفی الحاشیۃ فدینار ای علی الجامع فیہ لانہ اتی بالمقادیر المتعلقۃ بالفروج عشرۃ دراھم وھو دینار ھکذا قالہ ابن الملک۔

ایک دینار کی مالیت دس درہم کے برابر ہے۔ اور دس درہم تقریباً ڈھائی تولہ کے برابر ہیں اور یہ ڈھائی روپے کے برابر ہوں گے۔ جب کہ چاندی کا روپیہ ایک تولے کا ہو جیسا کہ تقسیم ہندوستان کے وقت ہوتا تھا یہ ڈھائی روپے اسی وقت کے ہیں۔

الغرض اس صورت مسئولہ میں یہ ہے کہ ایک دینار (ساڑھے ۴½ ماشہ) سونا یا نصف دینار صدقہ کرے۔ ہاں کی مالیت آج کل اگر کوئی یہ صدقہ کرنا چاہے تو ۴½ ماشے یا ۲¼ ماشے سونا صدقہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲؍۲؍۱۴۰۲ھ

حیض بند ہو جانے پر غسل کو مؤخر کرنا

عورت کو حیض آیا اور اپنی عادت کے مطابق اتنے دن بعد بند ہو گیا۔ تو اس عورت کو کس وقت غسل کرنا چاہئے اسی وقت یا دوسرے دن؟ وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

الجواب
اگر ایام عادت پورے ہونے پر خون بند ہوا ہے تو جس نماز کے وقت میں خون بند ہوا ہے اس کے وقت مستحب تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔ یعنی وقت مستحب کے ختم ہونے سے پہلے غسل کر کے نماز ادا کرے۔

وإذا انقطع لدون عادتها فيما فوق الثلاث لا يقربها زوجها وإن اغتسلت حتى تمضي عادتها ولكن تصلي وتصوم احتياطاً ويجب عليها تأخير الغسل في قبيل آخر الوقت المستحب ويستحب تأخيره إليه إذا انقطع لتمام العادة في الحيض الشرح اھ (طحطاوی ص ۷۹) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۱/۲/۲۴ھ

آپریشن کے ذریعہ ولادت کی صورت میں نفاس کا حکم

بعض اوقات ولادت میں پیچیدگیوں کی وجہ سے بجائے آپریشن کے ذریعہ بچہ پیٹ سے نکالا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں نفاس کے احکام کیا ہوں گے؟

الجواب
اگر آپریشن کے بعد خون رحم سے جاری ہو جائے تو وہ نفاس کے حکم میں ہے۔ اس پر نفاس والے احکام جاری ہوں گے۔ اور اگر صرف آپریشن کی جگہ ہی سے نکلے اور رحم سے نہ نکلے تو وہ زخم کے حکم میں ہے۔ اس صورت میں نماز وغیرہ ساقط نہیں ہوں گے۔

فلو ولدته من سرتها إن سال الدم من الرحم فنفساء وإلا فذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد اھ (در مختار) وقوله من سرتها عبارة البحر من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها اھ (شامیہ ج ۱ ص ۲۰۰) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۱۰/۸/۲ھ

ما یتعلق بتطہیر الانجاس

راستہ کا کیچڑ وغیرہ کپڑوں پر لگ جائے تو کپڑے کا حکم

س: کوٹ یا چادر پر سڑک پر بارش کا گرا ہوا پانی وغیرہ کار کے گزرنے سے لگ جاتا ہے مگر قمیص اور شلوار وغیرہ پاک ہوں تو ان کو پہن کر نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ نہ ہونے کی وجہ بھی تحریر کریں۔؟

الجواب: راستے کی کیچڑ اور کیچڑ پانی اگر کپڑے کو لگ جائے اور وہ آدمی اس طرح کا ہو کہ اسے عام طور سے بازار میں آنا جانا پڑتا ہو تو وہ اگر ایسے کپڑے ہی پہنے ہوئے نماز پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی بلا ضرورت جائز نہیں۔ شامی میں ہے۔

والحاصل ان الذی ینبغی انہ حیث کان العفو للضرورۃ و عدم امکان الاحتراز ان یقال بالعفو وان غلبت النجاسۃ ما لم یر عینہا لو اصابہ بلا قصد و کان ممن یذھب و یجیئ و الا فلا ضرورۃ۔ (شامیہ ج ۱ ص [illegible])۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفر لہ
۲۴-۱۲-۱۳۹۳ھ

گوبر کے اپلے بنانا اور انہیں جلانا جائز ہے

س: گوبر سے اپلے بنانا اور انہیں جلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: گوبر وغیرہ سے اپلے بنانا، انہیں جلانا اور بیچنا جائز ہے۔ کما فی الشامیۃ (ج ۲ ص ۱۲۰) (قولہ کسرقین وبعر) والمراد

انہ یجوز بیعھما ولو خالصین ہو وفی البحر عن السراج ویجوز بیع السرقین والبعر و الانتفاع بہ والوقود بہ ۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۷ / ۲ / ۱۳۸۰ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ

مردار کی چربی سے صابن بنایا گیا تو وہ پاک ہے

یہاں کچھ لوگ ہیں جو مردار کی چربی سے صابن تیار کرتے ہیں ۔ یہ درست ہے یا نہیں ؟ اور اس صابن کا استعمال کرنا کیسا ہے ؟

الجواب مردار کی چربی کا بنا ہوا صابون پاک ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد صدیق غفرلہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۳ / ۲ / ۱۳۸۱ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

پلیدی سے نکالے ہوئے مکھن کا حکم

اگر پلیدی سے مکھن نکالا جائے تو وہ مکھن پلید ہوگا یا نہیں ؟ اگر رد المحتار کی عبارت ذیل سے حکم لگایا جائے تو یہ حکم صحیح ہوگا یا نہیں ؟

(ج ۱ ص ۳۰۴) قال فی رد المحتار تحت قول المتن ولا یکون نجسا رماد قذر الخ قولہ لانقلاب العین علۃ للکل وھذا قول محمد وذکر معہ فی الذخیرۃ والمحیط ابا حنیفۃ حلیۃ قال فی الفتح وکثیر من المشائخ اختاروہ وھو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسۃ علی تلک الحقیقۃ وتنتفی الحقیقۃ بانتفاء بعض اجزاء مفھومھا فکیف بالکل فان الملح غیر العظم و اللحم فاذا صار ملحا ترتب حکم الملح ونظیرہ فی الشرع النطفۃ نجسۃ

وتصیر علقۃ وھی نجسۃ وتصیر مضغۃ فتطھر والعصیر طاھر الخ۔

دوسرا یہ کہ انقلاب عین کا کیا معنی ہے؟

الجواب یہ انقلاب عین نہیں بلکہ بقاء عین کے باوجود تفصیل اجزاء ہے۔ یعنی مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ بعض اجزاء دھنیہ کو جو پہلے سے موجود ہیں ان کو الگ کر لیا گیا ہے۔ جیسے کہ گوبر کو نچوڑ کر اس کے اجزاء مائیہ کو الگ کر لیا جائے۔ یا ناپاک گندم کا نشاستہ نکال لیا جائے۔ صابن کے طرح بن جانے میں اور دہی سے مکھن نکالنے میں دونوں تعبیروں میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ صورت مسئولہ میں تو حقیقت تغیر ہی نہیں۔

تبدیلی ماہیت سے شئ کے خواص و آثار یکسر بدل جاتے ہیں۔ جیسے صابن، ملح، قند، رماد، اور خمر وخل میں ہے لیکن تفصیل اجزاء سے ایسا نہیں ہوتا بلکہ بنیادی خواص بھی قائم و بدستور رہتے ہیں جیسے نفس دھنیت دہی و مکھن دونوں چیزوں میں بدستور قائم ہے فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۳/۱۲/۱۳۸۵ھ

فرش پاک کرنے کا طریقہ

۱۔ اگر مسجد کے برآمدہ میں زخم یا آبلے کی پیپ کا پانی ہم کو ایک ایڑی کے برابر جگہ پر پھیل جائے تو فقط ایک بار کپڑا بھگو کر رگڑنے سے وہ جگہ پاک ہو جائے گی یا نہیں؟

۲۔ اگر اس جگہ میں اشتباہ ہو جائے تو دو تین فٹ ادھر ادھر جگہ، ایک کپڑا بھگو کر رگڑنے سے وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اگر تین چار فٹ جگہ پر کپڑا رگڑنے کے بعد بھی معلوم نہ ہو کہ وہ اصل جگہ رہ گئی ہے یا صاف ہو گئی ہے تو وہ آدمی جس سے یہ جگہ پلید ہوئی ہے گناہگار تو نہ ہو گا؟

۳۔ اگر اس جگہ ایک عدد پانی کی بالٹی سیمنٹ والے فرش پر ڈال دی جائے اور جھاڑو

پھیر دیا جائے، پانی مسجد کے صحن میں پھیل جائے اور جھاڑو سے نکال دیا جائے تو صحن نجس ہوگا یا پاک سمجھا جائے گا؟

۴ ۔ پانی ڈالنے والا آدمی اس بھیگی جگہ پر پاؤں دھوئے بغیر پھرے اور معلوم نہ ہو کہ اس کے پاؤں جو اب اس نے جوتے سے نکالے ہیں پاک ہیں یا نجس، تو وہ جگہ اس صورت میں پاک سمجھی جائے گی یا نجس؟

المستفتی محمد یونس از کوئٹہ

الجواب تین دفعہ ایسا کرنے سے فرش پاک ہو جائے گا۔ ایک دفعہ سے پاک نہ ہوگا۔

قال في الشامية ولو اريد تطهيرها عاجلا يصب عليها الماء ثلاث مرات وتجفف في كل مرة بخرقة طاهرة۔

(ج ۱ شامی)۔

خشک کرنے کے لیے ہر دفعہ پاک کپڑا ہونا چاہیے۔

۲ ۔ جس جگہ کے ناپاک ہونے کا ظن ہو اسے طریق بالا سے پاک کیا جائے۔

۳ ۔ اس طرح جھاڑو کے ساتھ پانی نکال دینے سے مسجد کی جگہ پاک ہو جائے گی۔ بشرطیکہ تین دفعہ ایسا کر لیا جائے۔

۴ ۔ جب مسجد کی اس جگہ کو پاک قرار دے دیا جائے گا تو اس کے بعد اگر کوئی شخص اس جگہ پر پاؤں رکھے تو وہ جگہ ناپاک نہ ہوگی۔ پاؤں کے بارے میں جب تک یقینا نجاست لگنے کا علم نہ ہو اسے ناپاک نہیں قرار دیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر محمد عفا اللہ عنہ	خیر المدارس ملتان ۱۳۸۸/۸/۶ھ

وضوء کا پانی لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا

ایسا کپڑا جو وضوء کے بعد منہ، ہاتھ پونچھنے میں متعدد بار استعمال ہو چکا ہو، نماز میں سر پر باندھنا یا نماز کی جگہ بچھانا درست ہے یا نہیں؟ حافظ محمد زمان ہاشمی، محلہ فضل ستگھرہ، ملتان۔

الجواب: اس کپڑے سے نماز پڑھنا درست ہے۔ پاک ہونے میں شبہ نہ کیا جائے۔ ما یصیب منه میل المتوضی وثیابه عفو اتفاقا وان کثر اھ۔ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۱۸۳)۔ ماء مستعمل علی الراجح پاک ہے۔ لہٰذا یہ کپڑا بھی پاک رہے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ملتان - ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

چھپکلی گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا

س: چھپکلی پانی میں گر گئی اور پھر نکال دی گئی۔ وہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔ اس پانی سے وضوء اور غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: یہ پانی پاک ہے۔ اس سے وضوء اور غسل جائز ہے۔ وموت ما لیس له نفس سائلة فی الماء لا ینجسه اھ (ھدایہ ج ۱ ص ۲۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۸/۱۱/۱۳۹۹ھ

شراب کے لئے استعمال کی گئی بوتل پاک کرنے کے بعد استعمال کر سکتے ہیں

مجھے دوا رکھنے کے لئے ایک سیاہ رنگ کی بوتل چاہئے۔ لیکن بازار سے جو سیاہ رنگ کی بوتل دستیاب ہوئی ہے وہ دیسی شراب کی بوتل ہے۔ کیا اسے صاف کر کے اس میں دوا رکھ سکتا ہوں اور بعد میں استعمال کر سکتا ہوں؟

الجواب: خوب صاف کرنے کے بعد وہ بوتل استعمال کر سکتے ہیں۔ روی انه علیه السلام قال نہیتکم عن النبیذ الا فی سقاء فاشربوا فی الاسقیة کلها ولا تشربوا مسکرا اھ (حاشیہ مشکوٰۃ ج ۱ ص [illegible])۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴/۱۰/۱۴۰۱ھ

آٹا ناپاک ہو جائے تو پاک کرنے کا طریقہ

زید مشین پر گندم پسانے کے لئے گیا۔ مشین میں ڈالنے والے تو آسکتے ہیں تازہ بچھا پیس کر نکلا وہ آٹا نجس ہے یا طاہر؟ یہ کس آٹا جو کہ تقریباً پانچ سیر تھا ایک ہی آٹے میں مل گیا ہے۔ کیا یہ سارا آٹا پلید ہو گیا ہے؟ اگر پلید ہے تو پاکی کی کون صورت بیان فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب — اگر ناپاک آٹا علیحدہ ہو سکتا ہے یعنی ہو چوہوں سے سرخ ہو گیا ہے۔ تو اس کو علیحدہ کر کے دفن کر دیں جانوروں کو نہ کھلائیں۔ باقی آٹا پاک ہو گا۔ اور اگر بالکل مل جل گیا ہے تو کچھ آٹا صدقہ کر دیں یا جانوروں کو کھلا دیں باقی پاک ہو جائے گا۔

حنطة [illegible] بولها تختلط على نحو حنطة تندوسها فقسم او غسل بعضه او ذهب بهبة او اكل او بيع حنطها حيث يطهر الباقي وكذا الذاهب لاحتمال وقوع النجس في كل طرف كمسألة الثوب [illegible] على اشارة [illegible] فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ اصغر علی غفرلہ معین مفتی

بندہ محمد عبداللہ عفی عنہ رئیس الافتاء ۱۳۸۰ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

کتا گوشت کو منہ لگا جائے تو تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جائیگا

ایک بھینس کو حلال کیا گیا اور اس کے چار ٹکڑے کئے گئے۔ تو ان چاروں میں سے ایک ٹکڑے کو کتے نے منہ لگا دیا۔ آیا وہ ناپاک ہے یا نہیں۔ اگر ناپاک ہے تو پاک کرنے کی کوئی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب — جو تین ٹکڑے الگ پڑے تھے ان کے پاک و حلال ہونے میں تو کسی قسم کا شک و شبہ نہیں یہ بالکل پاک و حلال ہیں۔ جس ٹکڑے کو کتے نے منہ لگایا ہے وہ بھی سارا ناپاک و حرام نہیں ہوا۔ اتنی ہی جگہ ناپاک ہے جہاں کتے نے منہ لگایا ہے اس کو کاٹ کر پھینک دیا جائے اور باقی کو رکھ لیا جائے اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۹/۱۰/۸۰ھ

یا اگر کپڑا نہ جلے تو اس جگہ کو تین مرتبہ دھو لیا جائے۔ بلکہ کاٹنے کی بجائے دھو کر استعمال کرنا بہتر ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ نائب افتاء خیر المدارس ملتان ۱۲/۵/۳۹۲ھ

عضو کا حصہ پلید یاد نہ ہو تو کتنے دھوئے

س: الف: یہ یاد ہے کہ فلاں عضو پلید ہوا ہے مگر یہ یاد نہیں کہ کون سی جگہ ناپاک ہوئی تھی تو اب وہ کیسے دھوئے۔

ب: بدن یا کپڑے میں تذبذب ہے کہ کون سے حصہ میں نجاست لگی ہے تو کیسے کرے؟

الجواب: دونوں صورتوں میں حصہ بدن دھونے کا بھی وہی حکم ہے جو کپڑے کی ایک جانب دھونے کا ہے۔ چنانچہ صورت نمبر ۱ میں اس عضو کے کسی حصہ کو دھو لے اور صورت (ب) میں ایک عضو کو دھو لے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

کتے کا لعاب نجاست رقیقہ ہے

س: کتے کا لعاب اگر بدن یا کپڑے پر لگ جائے تو پھیلاؤ میں روپیہ بھر معاف ہے یا وزن میں ۳½ ماشہ کا اعتبار ہے۔ اسی طرح منی گاڑھی اور پتلی کا کیا حکم ہے۔ الگ الگ مقدار کے اظہار سے؟

الجواب: وفی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۲۲۔ فالمراد بذی الجرم ما تشاہد بالحس ذاتہ لا اثرہ۔

نجاست کثیفہ کی مندرجہ بالا تعریف کے تحت کتے کا لعاب نجاست رقیقہ ہے اس لئے اس میں پھیلاؤ کا اعتبار ہے وزن اور مقدار کا نہیں۔

وقولہ لہ جرم تفسیر للکثیف وہو مفید فی الہدایۃ المقدم

وبعدہ فانحصر الخلاف فیما لیس له جرم و وفق فی الحلیة بحمل
الاول علی ما اذا کان غلیظا والثانی علی ما اذا کان رقیقا قال
وینبغی ان یکون المنی کذلک۔ (شامی ج ۱ ص ۲۹۲)۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ منی اگر گاڑھی ہو تو اس میں وزن و مقدار کا اعتبار ہے۔ اور اگر پتلی ہو تو پھیلاؤ کا اعتبار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ محمد اسحاق غفرلہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ھذا　۱۳۸۰ھ　نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

گلقند پلید ہو جائے تو پاک کرنے کا طریقہ

تازہ پھولوں کا گلقند بذریعہ مرتبان کا منہ بند کر کے رکھا تھا کہ اچانک منہ پر سے مکھن کا کیڑا چھاڑ و یا ان کھانے لگا۔ تقریباً ایک چھٹانک نکالا گیا۔ بعد ازاں اوپر کا شیرہ نکال دیا گیا۔ تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟
حکیم عتیق الرحمٰن بہاولپور

الجواب اگر اوپر والا شیرہ تمام نکال دیں اور اس کے نیچے سے گلقند بھی چند انگل نکال دیں تو نیچے والا گلقند جہاں لعاب کا اثر نہیں پہنچا وہ پاک ہے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

قال فی رد المحتار: ج ۱ ص ۲۹۰ فی باب الانجاس وتطهیر نحو
سمن جامد بان لا یستوی من ساعته۔ اھ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۲۰؍۲؍۸۰ھ

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا نہیں

دھوبی کے دھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وہ بال پاک ہے جس سے دھونی کی گئی ہے تو ظاہر ہے اور پھر کپڑوں کو خوب نچوڑا جائے تو یہ کپڑے پاک ہیں۔ سابقہ نجاست کا اعتبار نہیں۔ اور اگر وہ نجس ہے تو کپڑے نجس ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۱/۱۳۹۹ھ

خنزیر کے بالوں والے برش سے رنگی ہوئی دیواروں کو پاک کرنے کا طریقہ

آج کل دیواروں اور دروازے پر جو رنگ کیا جاتا ہے اس میں برش ہی زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ مدارس و مساجد میں بھی زیادہ تر اسی قسم کا استعمال ہوتا ہے۔ تحقیق کی گئی ہے کہ یہ خنزیر کے بال ہیں۔ اس برش کا کیا حکم ہے۔ پلید ہو تو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب: اگر برش واقعی ہی خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ ہو تو اس کو استعمال نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے بجائے دیسی برش جس میں گھوڑے یا خچر یا گدھے کے بال استعمال کیا جائے۔ اور اگر خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ برش استعمال کیا گیا ہو تو رنگ ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور پاک کرنے کے لئے اس کو تین مرتبہ اچھی طرح دھونا کافی ہوگا۔

کما فی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۰۳۔ وفی الخانیۃ اذا وقعت النجاسۃ فی صبغ فانہ یصبغ بہ الثوب ثم یغسل ثلثا فیطہر۔ الخ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴/۳/۱۴۰۲ھ

لہ وشعر المیتۃ غیر المنتوف علی المذہب۔ اھ (در مختار)۔ ای علی قول ابی یوسف الذی ہو ظاہر الروایۃ ان شعرہ نجس وصححہ فی البدائع ورجحہ فی الاختیار فلو صلی ومعہ منہ اکثر من قدر الدرہم لا تجوز ولو وقع فی ماء قلیل

نجسه وعند محمد لا ینجسه افاده فی البحر وذکر فی الدرر انه عند محمد طاهر لضرورة استعماله ای فی خرز الخف قال العلامة المقدسی وفی زماننا استغنوا عنه ای فلا یجوز استعماله لزوال الضرورة الباعثة للحکم بالطهارة۔ اھ

رشامی ج ۱ ص ۲۱۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

چوہا گھی سے زندہ نکل آئے تو گھی ناپاک نہیں ہوا

ایک برتن گھی کا رکھا تھا جس میں تقریباً دس سیر گھی ہوگا۔ اس میں سے ایک چوہا زندہ پھر کر نکل جائے یا خود نکالا جائے تو اس گھی کے جواز کی شرع شریف میں کیا صورت ہے۔ گھی جما ہوا نہیں تھا۔

الجواب: چوہا زندہ گھی سے نکل آئے تو گھی پاک ہے اسے پاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ فتاویٰ قاضی خان (ص ۵، ج ۱ - طبع مصر)۔

وکذلک سکان البیت کالفارة - اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر عبداللہ راشپوری

محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا ۱۳۹۲ھ — مدرس جامعہ ہذا ۲۹/۱۰/۱۳۹۲ھ

پلید پانی جانوروں کو پلانے کا حکم

ناپاک پانی یا ناپاک دودھ کسی جانور کو پلانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

محمد شفیع کالی موری حیدرآباد سندھ

اگر نجاست کی وجہ سے دودھ کا مزہ یا رنگ یا بو تبدیل نہیں ہوئی تو یہ دودھ یا پانی جانوروں کو پلایا جاسکتا ہے۔

الماء اذا وقعت فیه نجاسة فان تغیر وصفه لم یجز الانتفاع

به يصان والاجانة كثيل الطين وسقي الدواب ۔ الخ (شامی ج ا ص ۱۸۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا ۔ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۳ شوال ۱۳۸۹ھ

شہد پاک کرنے کا طریقہ

ہماری دوکان میں شہد کے بھرے ہوئے ٹین میں چوہا گر کر مر گیا جس کے بدبو پیدا ہونے پر معلوم ہوا۔ چوہے کو فوراً نکال کر اوپر سے تقریباً آدھ سیر شہد نکال دیا گیا۔ باقی ماندہ شہد استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس آدھ سیر شہد کو کیسے پاک کیا جائے؟

الجواب ۔ شہد پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شہد کے برابر یا کچھ زائد پانی ڈال کر پکایا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے۔ اسی طرح تین مرتبہ کیا جائے۔ جو شہد نیچے حصہ میں تھا اس کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ جامد ہو۔ ورنہ سارا شہد ناپاک ہوگا۔ اور مذکورہ طریقہ سے پاک کیا جائے۔

ولو تنجس العسل فتطهيره ان يصب فيه ماء بقدره فيغلي حتى يعود الى مكانه (الى قوله) هكذا ثلاث مرات الخ (شامی ج ا ص ۲۲۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ۔ بندہ محمد صدیق غفر لہ
خیر محمد عفی عنہ مہتمم جامعہ ہذا ۔ مدرس خیر المدارس ملتان
۲ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ

انسان کا جوٹھا پاک ہے

کافر کا جوٹھا پاک ہے یا حرام؟ مثلاً عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ اور مرزائی وغیرہ ان سب کے جوٹھے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ وسور الآدمي وما يؤكل لحمه طاهر ويدخل فيه الجنب والحائض والكافر (هدایہ ج ا ص ۲۳)

قال في فتح القدير قوله والكافر مثلهم يشرب خمرا ثم يشرب من ساعته اما لو مكث قدر ما يغسل فمه بلعابه ثم شرب لا ينجس ۔ (ج ١ ص ٩٢)

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کا جوٹھا پاک ہے بشرطیکہ شراب پی کر فوراً نہ پیئے لیکن کفار کے جوٹھے سے حتی الامکان بچا جائے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۳/۴/۹۰ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۔

مردار کی چربی سے بنا ہوا صابن پاک ہے

مگر ایسی چربی کی خرید و فروخت حرام ہے

جو چربی غیر ممالک سے منگوائی جاتی ہے وہ مردار کی چربی ہوتی ہے اور وہ صابن بنانے میں استعمال ہوتی ہے ۔ اور دوسرے اجزاء ملا کر صابن تیار کیا جاتا ہے ۔ صابن تیار ہونے کے بعد وہ پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ایسی چربی سے تیار کردہ صابن استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سردار محمد ملک کوثر سوپ فیکٹری ملتان

الجواب وعبارة المجتبى جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته لانه تغير والتغير يطهر عند محمد ويفتى به للبلوى ۔ اهـ ۔ وظاهره ان دهن الميتة كذلك لتعبيره بالنجس دون المتنجس الا ان يقال هو خاص بالنجس لان العادة في الصابون وضع الزيت دون بقية الادهان تأمل ثم رأيت في شرح المنية ما يؤيد الاول حيث قال وعليه يتفرع ما لو وقع انسان او كلب في قدر الصابون فصار صابونا يكون طاهرا لتبدل الحقيقة اهـ ۔ ثم اعلم ان العلة عند

محمودة هي التغير و انقلاب الحقيقة . (شامی ج ۱ ص [illegible])

قلت فعلی هذا لا فرق بين ذلك نجس العين وغيره ۔

عبارت بالا سے ظاہر ہے کہ ناپاک تیل یا مردار کی چربی سے صابن تیار کیا جائے تو بوجہ انقلاب حقیقت یہ صابن پاک سمجھا جائے گا اور یہ چربی وغیرہ بھی پاک ہو جائے گی۔ اور اس صابن کا استعمال بھی جائز ہوگا۔

لیکن واضح رہے کہ طہارت صابن الگ مسئلہ ہے اور ایسی چربی کو خرید کرنا اور اس سے صابن بنانا الگ مسئلہ ہے۔ ایسی چربی خرید کرنا اور اسے استعمال کرنا ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ مردہ کا جزء ہے۔ اور میتہ کی بیع وشراء باطل ہے۔ اور اس سے انتفاع بھی درست نہیں۔

قال في الشامية ج ۴ ص ۱۰۶ - (بخلاف الودك) اي دهن الميتة لانه جزؤها فلا يكون مالا - ابن ملك اي فلا يجوز بيعه اتفاقا وكذا الانتفاع به لحديث البخاري ان الله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام قيل يا رسول الله ارأيت شحوم الميتة فانه يطلى بها السفن ويدهن بها الجلود ويستصبح بها الناس فقال لا هو حرام الحديث ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مردار کی کھال دباغت کے بعد استعمال کر سکتے ہیں

ایک بیل حرام ہو گیا ہے کیا اس کی کھال اتار کر مسجد یا مدرسہ میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب مذکورہ کھال کو نمک لگا کر یا کسی اور طریقہ سے رنگنے کے بعد استعمال کرنا جائز ہے لقوله عليه السلام ايما اهاب دبغ فقد طهر رواه الترمذی

وصححه في الهداية ثم ما يمنع النتن والفساد فهو دباغ وان كان تشميسا او تتريبا - اھ (ج ۱ ص ۱۸۶) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء - ۱۳۹۵ھ - مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمک لگانے سے کھال بدبو سے محفوظ ہو جائے تو یہ بھی دباغت ہے

ایک گائے رات کو مر گئی۔ زید نے اس کی کھال نکال کر نمک لگا کر رکھ دی اور صبح کو اس کی کھال مبلغ [illegible] روپے میں فروخت کر دی۔ تو کیا طریقۂ مذکورہ پر کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی قیمت اپنے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی رطوبت دور ہو گئی ہو اور نہ ہی خشک ہوئی ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب جائز ہے اگر اس طرح نمک لگانے سے کھال بدبو دار ہونے سے محفوظ ہو گئی ہے تو یہ بھی دباغت ہے۔ اس کا بیچنا جائز ہے

والدباغ على ضربين حقيقي وحكمي فالحقيقي هو ان يدبغ بشيء له قيمة كالشب والقرظ والعفص وقشور الرمان ولحاء الشجر والملح الخ۔ (بحر ج ۱ ص ۱۰۵)

والحكمي أن يدبغ بالتشميس والتتريب والالقاء في الريح لا بمجرد التجفيف۔ (بحر ج ۱ ص ۱۰۵)

عالمگیری میں ہے۔

اذا دبغ بالرماد او بالملح او بالشمس او بما يمنعه من الفساد ويخرجه عن حد الاكل فهو دباغ - (ص ۲۵)۔

الدباغ ما يمنع النتن والفساد - (شامی ج ۱ ص ۱۸۶) - ومن الدباغ الحقيقي الملح وشبهه من كل ما يزيل النتن والرطوبة (مراقی ص ۸۵) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸/۱۰/۱۴۰۲ھ

بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی کا حکم

اگر بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو اس کے بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: اگر علم ہو کہ بچے کا ہاتھ یقیناً پاک تھا تو بلاشبہ وضوء درست ہے اور اگر پلید ہونے کا یقین ہو تو پھر کسی صورت درست نہیں۔ اور اگر شک ہو تو پھر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس پانی سے وضوء نہ کریں۔ بعد اگر وضوء کرلیں گے تو درست ہو جائے گا۔

وكذا الصبي اذا ادخل يده في البئر او في الاناء لا يتوضؤ منه

استحسانا ما لم يتيقن وان لم يتيقن وتوضأ جاز (خانية

ج [illegible])۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان [illegible]

کتا کپڑے کو منہ لگا دے تو کپڑا پاک ہے یا ناپاک؟

ہمارے ہاں ایک کتا رکھا ہوا ہے کبھی کبھی وہ کھیلتے ہوئے چادر یا قمیص کا کنارہ پکڑ لیتا ہے۔

اور منہ میں ڈال لیتا ہے۔ اس سے کپڑا ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر کپڑے میں لعاب کی تری ظاہر ہو جائے تو کپڑا پلید ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں۔

الكلب اذا اخذ عضو انسان او ثوبه لا يتنجس

ما لم يظهر فيه اثر البلل راضيا كان او غضبان۔ (عالمگیری ج ۱ ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے

س: مسجد کے سامنے ایک بڑی سڑک ہے جو کہ شارع عام ہے اور ہر چیز وہاں

پھرتی رہتی ہے۔ اور نالیوں اور گلیوں کا پانی بھی وہاں سے کبھی کبھی گزرتا رہتا ہے۔ بغیر صاف کئے ایسی ننگی زمین پر نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــ اگر زمین خشک ہو اور نجاست کا رنگ اور بو بھی محسوس نہ ہوتی ہو۔ تو نماز جنازہ درست ہے۔ کیونکہ زمین بھی خشک ہو جانے پر اور نجاست کا رنگ اور بو ختم ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ ویسے جو شرطیں صحت صلوٰۃ کے لئے ہیں وہ سب نماز جنازہ کے لئے بھی ضروری ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

کما فی الهدایة وان اصابت الارض نجاسة فجفت بالشمس وذهب اثرها جازت الصلوٰة علی مکانها (ج۱ ص)۔

والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جنبی کے غسل سے چھینٹیں پانی میں پڑ جائیں تو وہ پانی ناپاک نہیں ہوگا

ایک شخص جنبی ہے جب وہ استنجاء وغیرہ کر کے غسل کرنے لگا تو غسل کرتے وقت پانی کی کچھ چھینٹیں صاف پانی والے برتن میں جا پڑیں۔ وہ پانی پاک رہا یا ناپاک ہو گیا؟

الجواب ـــ وہ پانی ناپاک نہیں ہوا اس سے غسل کرنا درست ہے۔

جنب اغتسل فانتضح من غسله شیء فی انائه لم یفسد علیه الماء (عالمگیری ج۱ ص)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۴/۶/۱۴۱۰ھ

جس ٹوتھ پیسٹ میں خنزیر کا کوئی جزء شامل ہو

اس ماہ اگست نوائے وقت لاہور میں خبر شائع ہوئی تھی کہ آج کل جو ٹوتھ پیسٹ بن رہا ہے

ان میں ایک مایع جلاٹین شامل ہے جو سور کی ہڈی کے گودہ سے بنتا ہے۔ بندہ نے اس اخبار کا کٹنگ بعد استفتاء جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں بھیجا تھا ابھی تک اس کا جواب موصول نہیں ہوا۔ آج پاکستان کا ہر تیسرا آدمی ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب خنزیر بجمیع اجزائہ نجس ہے۔ اگر سوال میں ذکر کردہ بات صحیح ہے تو ایسے ٹوتھ پیسٹ استعمال نہ کئے جائیں۔
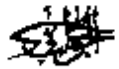
فلا جلد خنزير فلا يطهر اه (درمختار) (قوله فلا يطهر) اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حيا وميتا فليست نجاسته لما فيه من الدم كنجاسة غيره من الحيوانات فلذا لم يقبل التطهير في ظاهر الرواية عن اصحابنا (شامية ج ۱ ص ۱۵۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳؍۱۲؍۹ھ

نجس جگہ پر بہت سا پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جائیگی

۱۔ اگر کسی جگہ پیشاب کا ایک چھینٹا لگ جائے اور اس پر ایک مرتبہ پانی بہا یا جائے تو کیا وہ پاک ہو جائے گی؟ جیسے کہ چپل پر یا پاؤں وغیرہ پر۔

۲۔ ہاتھ اگرچہ ناپاک ہوں مگر خشک ہوں اور وہ کسی کپڑے کو لگ جائیں ایسا کپڑا جو کہ کچھ گیلا ہو مگر ہاتھ پہ تری محسوس نہ ہو اگرچہ ٹھنڈک محسوس ہو تو اس سے کپڑا ناپاک تو نہیں ہوتا۔

۳۔ غسل خانہ جس کا فرش بنا ہوا ہے۔ یا نلکا جس کا کھاڈا دونوں اس طرح کے ہیں کہ پانی کی ایک بوند بھی نہیں ٹھہرتی، وضوء کرتے وقت جو کہ فرش سے چھینٹے اٹھتے ہیں، کپڑوں کو لگتے ہیں۔ اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

سائل محمد سلیمان ڈیرہ غازیخان

الجواب باسم ملہم الصواب ۔۔۔۔ ۱ ۔ اگر اتنا پانی بہایا جائے کہ ظن غالب یہ ہو کہ پانی نجاست کو بہا لے گیا ہوگا تو وہ جگہ پاک ہوگئی ۔

لان الجریان بمنزلۃ التکرار والعصر ھو الصحیح ۔ (شامیہ ص ۲۲۳ ج ۱)

۲ ۔ ناپاک نہیں ہوگا ۔

۳ ۔ ماء مستعمل مفتیٰ بہ قول کے مطابق نجس نہیں ۔ لہٰذا کپڑے نجس نہیں ہوئے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ہڈی پاک ہوتی ہے اس کو لگنے سے کپڑا یا ہاتھ پلید نہیں ہوگا

دوران تعلیم ہم انسانی ہڈیوں کو مطالعہ کی غرض سے اپنے پاس رکھتے ہیں ۔ تو کیا ان ہڈیوں کو ہاتھ لگانے سے ہاتھ یا کپڑے پلید تو نہیں ہوں گے ۔

محسن محمود تبسم ، قائد اعظم میڈیکل کالج بہاولپور

الجواب باسم ملہم الصواب ۔۔۔۔ انسانی ہڈیوں کو اس غرض کے لئے استعمال کرنا درست نہیں ، اس لئے کہ انسان زندہ و مردہ ہر حالت میں قابل احترام ہے بغیر مقصد مسنون کے اعضاء سے بے ادبی پیدا ہو سکتی ہے ۔ ہڈی پر اس کی کوئی چکناہٹ وغیرہ نہ ہو تو ہڈی پاک ہے اس کو لگنے سے ہاتھ یا کپڑا پلید نہیں ہوگا ۔

وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذھب وعظمھا وعصبھا علی المشھور وحافرھا وقرنھا الخالیۃ عن الدسومۃ الیٰ قولہ وشعر الانسان وعظمہ ودم سمک طاھر ۔ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۱۹۰) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ، ۱۷ / ۲ / ۱۴۱۳ھ

نجاست سے اٹھنے والا دھواں نجس نہیں

سردیوں میں بیت الخلاء جاتے ہیں تو فضلہ سے بھاپ سی اٹھتی ہے جو جسم اور کپڑوں کو بھی لگتی ہے۔ کیا اس سے جسم اور کپڑا ناپاک تو نہیں ہوتے؟

الجواب — اس بھاپ سے کپڑے اور بدن ناپاک نہیں ہوتے۔ دخان النجاسة اذا اصاب الثوب او البدن الصحيح انه لا ينجسه هكذا في السراج الوهاج اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۶)

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۴/۱۴۱۰ھ

دمِ غیر مسفوح نجس نہیں

بندہ قصاب کا کاروبار کرتا ہے اور الحمد للہ نماز بھی باقاعدہ ادا کرتا ہے۔ ہم جب جانور ذبح کرتے ہیں تو ذبح کی جگہ اسی وقت پانی سے دھو لیتے ہیں۔ تو جو خون گوشت کے اندر رہ جاتا ہے۔ تو گوشت بناتے وقت اگر وہ کپڑوں کو لگ جائے تو اس سے کپڑا ناپاک ہوگا یا نہیں؟

الجواب — عین ذبح کے وقت جو خون نکلتا ہے وہ نجس ہوتا ہے۔ اور ذبح کے بعد جو خون گوشت وغیرہ میں رہ جاتا ہے وہ پلید نہیں ہوتا۔ اس کے لگنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ وما يبقى من الدم في عروق المذكاة بعد الذبح لا يفسد الثوب وان فحش هكذا في فتاوى قاضي خان وكذا الدم الذي يبقى في اللحم لانه ليس بمسفوح هكذا في محيط السرخسي۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۶)۔

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴/۳/۱۴۰۳ھ

جس پانی میں نجاست کی وجہ سے تغیر
آجائے وہ بالاجماع ناپاک ہے

پانی کی طہارت ونجاست کے بارے میں عام طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا، حضرت حسن بصری رح اور داؤد ظاہری رح کا مذہب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ

"پانی عام قلیل ہو یا کثیر اگر اس میں کوئی نجاست گر جائے تو وہ اس وقت تک نجس نہ ہوگا اور مطہر رہے گا جب تک کہ اس کی طبعیت یعنی رقت وسلاسیت ختم نہ ہو خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ متغیر ہو گئے ہوں"

کیا واقعۃً ان حضرات کا یہی مسلک تھا ! مکمل تحقیق سے آگاہ فرمائیں ! بینوا توجروا ؟

ظاہریہ کے مذہب کے بارے میں شاید بعض حضرات کو محلی ابن حزم کی مندرجہ ذیل عبارت سے شبہ ہو گیا کہ ان کے نزدیک تغیر اوصاف بالنجاست کے باوجود بھی اس پانی سے وضو وغسل وغیرہ جائز ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔

ان الطاهر لا يتنجس بملاقاة النجس .... والحرام حرام كما كان والطاهر طاهر كما كان والنجس نجس كما كان الخ

حالانکہ ابن حزم رح اپنے اس خیال کے باوجود بھی اجماعی مسئلے کے قائل ہیں کہ ماء متغیر الاوصاف کا وضو، غسل وغیرہ میں استعمال کرنا حرام ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف لکھتے ہیں۔

اما ان تغير لون الحلال الطاهر بما مازجه من نجس او حرام او تغير طعمه بذلك او تغير ريحه بذلك فاننا حينئذ لا نقدر على استعمال الحلال الا باستعمال الحرام و استعمال الحرام فى الاكل والشرب وفى الصلوة حرام كما قلنا و لذلك وجب الامتناع منه لا لان الحلال الطاهر حرم ولا تنجست عينه ولو قدرنا على تخليص الحلال ...

الطاهر من الحرام والنجس لكان حملا لا معصية (محلی ج ۱ ص۱۳۵)۔

جب ابن حزم رحمہ کے نزدیک بھی ایسے متغیر الاوصاف پانی کا استعمال حرام ہے اور اس سے وضو وغسل وغیرہ جائز نہ ہوا، تو ان کا اس مسئلہ میں باقی ائمہ کے ساتھ اتفاق ہوا نہ کہ اختلاف۔ ابن حزم رحمہ اور ظاہریہ کے نزدیک بھی ایسا پانی طاہر و طہور نہیں؛ اسی لئے وضو اور کھانے پینے میں اس کا استعمال حرام ہے۔ اور باقی امت بھی اسی کی قائل ہے اور یہی مطلوب ہے۔ باقی رہی ابن حزم رحمہ کی یہ خیالی بحث کہ بحالت اختلاط بالنجاست پانی اپنی حالت اصلیہ پر رہتا ہے۔ اور اگر اسے اجزائے نجاست سے صاف کر لیا جائے تو یہ طاہر ہوگا۔ یہ علامہ موصوف کی ایک فرضی و خیالی بحث ہے جس کا عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

زیر بحث مسئلہ سے یہ ایک الگ مستقل مسئلہ ہے جو اس وقت زیر بحث نہیں۔ اس وقت بحث اس میں ہے کہ ماء متغیر الاوصاف بالنجاست کے ساتھ بحالت موجودہ وضو، غسل جائز نہیں اور ایسا پانی محرم الاستعمال اور واجب الاجتناب ہے۔

اس کا مختصر عنوان یہ ہے کہ ایسا پانی نجس ہے جس پر بشمول ابن حزم رحمہ اور داؤد ظاہری رحمہ کلہم کا اجماع ہے۔ مزید اطمینان کے لئے چند حوالہ جات لکھے جاتے ہیں۔

بذل المجہود میں ہے۔

قام الاجماع على ان الماء اذا تغير احد اوصافه بالنجاسة يتنجس فلا يتنجس الماء بما لاقاه ولو كان قليلا الا اذا تغير وقد ذهب الى ذلك ابن عباس و ابو هريرة والحسن البصري وابن المسيب وداؤد الظاهري رحمه - (ج ۱ ص ۴۳)۔

علامہ شوکانی رحمہ نے نیل الاوطار میں اسی طرح نقل کیا ہے۔

قام الاجماع على ان الماء اذا تغير احد اوصافه بالنجاسة خرج عن الطهورية فلا يتنجس بما لاقاه ولو كان قليلا الا اذا تغير وقد ذهب الى ذلك ابن عباس رض والحسن البصري والثوري وداؤد الظاهري رحمه - (ج ۱ ص ۲۶)۔

اوجز المسالک میں ہے۔

اختلف العلماء في نجاسة الماء فقالت الظاهرية والامام مالك لا يتنجس بملاقاة النجاسة مالم يتغير احد اوصافه.
(بداية ج ۱ ص ۲۳)

وقال ابن حزم في المحلى: وكل شيء مائع من ماء او زيت ... اذا وقعت فيه نجاسة ... فان غيرت ذلك لونه او طعمه او ريحه فقد فسد كله ولم يجز استعماله .....
وقال ايضا فلو احدث في الماء او بال خارجا منه ثم جرى حتى وصل فيه فهو طاهر يجوز الوضوء منه والغسل له ولغيره الا ان يغير ذلك البول او الحدث شيئا من اوصاف الماء فلا يجزئ حينئذ استعماله اصلا لا له ولا لغيره اصلا
(محلى ابن حزم ج ۱ ص ۱۳۵)

علاوہ ازیں ابن حزمؒ کی اول الذکر عبارت کی بحث اس صورت میں بھی جاری ہوگی جبکہ پانی کا رقت وسیلان باقی نہ رہا ہو۔ جیسا کہ ان کے ضابطہ ان الطاہر لا یتنجس بملاقاۃ النجس، سے ظاہر ہے اور تحلیل و تغییر کے لیے صاف پانی بھی ابن حزمؒ کے نزدیک پاک ہوگا۔ پس ظاہریہ کے مذہب کے بارے میں سوال کے اندر ذکر کردہ رقت وسیلان باقی رہنے نہ رہنے کی تفریق غیر معقول ہے۔

الحاصل ماء متغیر الاوصاف بالاتفاق نجس ہے اور ظاہریہ کا بھی یہی مذہب ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس نوعیت کا جو قول ذکر کیا جاتا ہے وہ بطریق صحیح ان سے ثابت نہیں "کتاب المحلی" میں ہے۔ لم یثبت قولها باسناد صحیح یحول الیه (ج ۱ ص ۱۴۰)۔
اور اسی طرح دیگر بعض سلف سے اس نوعیت کے جو اقوال منقول ہیں وہ غیر ثابت ہیں یا مؤول ہیں اور حضرت حسن بصریؒ کا مذہب بھی کلیہ کے قول کے مطابق ہے۔ جیسا کہ مغنی اور نیل الاوطار کے حوالے سے ابھی گزرا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۲/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

کپڑے کا ناپاک حصہ معلوم نہ ہو تو کیسے پاک کریں؟

سڑک سے گزرتے ہوئے نال کی کچھ چھینٹیں کپڑوں پر پڑ گئی تھیں مگر گھر پہنچ کر یاد نہ رہا کہ کس جگہ پڑی تھیں تو کیا پورے کپڑے کو دھونا ضروری تھا یا کچھ حصہ کو؟

الجواب بہتر تو یہ ہے کہ سارے کپڑے کو دھولیں۔ اگر سارے کو نہ دھو سکیں تو بھی اگر کسی ایک حصہ کو دھولیں کپڑا پاک ہو جائے گا۔

واذا نسی محل النجاسة فغسل طرفا من الثوب بدون تحر حکم بطهارته علی المختار (مراقی الفلاح)۔ وفی الظہیریة یغسله کله قال الکمال وهو الاحتیاط وبه جزم المصنف فی حاشیة الدرر قال فی النهر وینبغی ان یکون البدن کالثوب۔ (طحطاوی مصری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۱/۱۴۱۱ھ

آٹے میں چوہے کی مینگنیاں ہوں تو کھانے کا حکم

سرکاری گوداموں میں رکھی ہوئی گندم میں اکثر چوہے مینگنیاں وغیرہ کر جاتے ہیں۔ پھر اسی طرح وہ گندم پسوالی جاتی ہے تو کیا اس آٹے کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب اگر مینگنیاں اتنی زیادہ ہوں کہ انہیں دیکھ کر طبیعت کو نفرت آتی ہو تو وہ آٹا ناپاک ہے استعمال نہ کریں۔

بعرة الفارة وقعت فی حنطة فطحنت فان [illegible] لا یؤکل قال الخصاف لا حفظ فیه قول اصحابنا وعندی لا یفسد الا ان یکون کثیرا فاحشا یتغیر منه الطعم۔

(قاضی خان، ج ۳، ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ماکول اللحم جانوروں کا جوٹھا پاک ہے

گھر میں پانی کی بالٹی بھری رکھی تھی بکری ادھر سے گزری تو اس نے اس میں سے کچھ پانی پی لیا۔ کیا اس پانی سے وضوء یا غسل کرسکتے ہیں وہ پانی رکھا ہی نہانے کے لئے تھا؟

الجواب مذکورہ پانی پاک ہے اس سے وضوء اور غسل کرسکتے ہیں۔

ومن الاسآر سؤر طاهر بلا كراهة فيه وهو سؤر ما يؤكل لحمه من الانعام والطيور وسؤر الآدمي على اي صفة كان الى قوله ثم السؤر انما هو بمنزلة الماء المطلق الخ (فتاوی قاضیخان ج ۱ ص ۹) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ناپاک مٹی کے برتنوں کا حکم

اگر مٹی کے کچے برتن پلید مٹی سے بنے ہوئے ہوں تو ان کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ المستفتی عبدالمنان، بوہڑ گیٹ ملتان۔

الجواب آگ میں پکانا بھی منجملہ اقسام تطہیر ہے لہٰذا وہ برتن پکنے کے بعد پاک ہو گئے۔

ما يطهر به النجس عشرة ...... الى قوله ومنها الاحراق ...... الطين النجس اذا جعل منه الكوز او القدر فطبخ يكون طاهرا هكذا في المحيط الخ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۴ وهكذا في البحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بلی کا جوٹھا مکروہ ہے

گھر میں بہت عرصے سے ایک بلی ہے وہ ہر فرد خانہ سے پیار کرتی ہے اور کبھی کبھی آکر پاؤں چاٹنے لگ جاتی ہے اور لپٹتی رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی کسی کھانے کی چیز میں منہ ڈال دیتی ہو تو اس کے جوٹھے کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بلی کا جوٹھا مکروہ ہے استعمال نہ کیا کریں۔ طبی طور پر بھی مضر ہے اس کا جوٹھا استعمال کرنے سے برص کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ایسے ہی جسم یا کپڑے کا کوئی بھی حصہ نہ چاٹنے دیں۔ کیونکہ اس کا لعاب مکروہ ہے۔

وإذا لحست الهرة كف رجل او موضعا آخر من بدنه يكره له ان يدعها تلحس ذلك الغسل و هو الحس لان ريقها مكروه وكذا يكره ان يأكل او يشرب ما بقى منها مما اصابه لعابها من الأكل و الماء و سائر الاشربة لانه سؤرها و سؤرها مكروه عند الاختيار ـ اه (عالمگیری ۶۰۳ج۳) فقط والله تعالی اعلم۔

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۵، رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

نجاست غلیظہ کثیفہ کس قدر معاف ہے

نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے۔ تو اگر روپے سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اور روپیہ کے برابر ہو تو دھونا واجب ہے۔ اور روپیہ سے زیادہ ہو تو دھونا فرض ہے۔ اور اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ، مرغی وغیرہ کی بیٹ۔ تو اگر وزن میں ساڑھے تین ماشہ سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے۔ اور ساڑھے تین ماشہ کے برابر ہو تو دھونا واجب اور زائد کا دھونا فرض ہے۔ پس اگر کسی نے استنجاء کئے بغیر نماز شروع کر دی تو پتلی اور گاڑھی ہر دو قسم کی نجاستوں میں پہلی صورت میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی (معاف ہے اعادہ نہ کرے)۔

دوسری صورت میں ناقص اور مکروہ تحریمی ہوگی (گو نماز و فرض اس کے ہو جائیں گے) اور قضا اس کے ذمہ فرض نہ ہوگی۔ مگر چونکہ ہر ترک واجب سے اعادہ لازم ہوتا ہے اس لئے پوری کر کے استنجاء کرے پھر کوتاہی کی تلافی کے لئے اس کا اعادہ کرے۔

اور تیسری صورت میں نماز بالکل نہ ہوگی اس لئے نماز توڑ دے اور استنجاء کر کے پھر پڑھے وضو ہی کافی ہے۔ (ماخوذ از امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۹۲)۔

مندرجہ بالا مسئلہ میں یہ اختلاف ہے کہ "بہشتی زیور حصہ دوم" میں نجاست غلیظہ گاڑھی (وزن دار) کے لئے ساڑھے تین ماشہ وزن درہم کے بجائے ساڑھے چار ماشہ (مثقال کا) وزن لکھا ہے۔ ان میں کونسا قابل ترجیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً تحریر درمختار و شامی میں ہے۔

(وعفا) الشارع (عن قدر درهم) وهو مثقال عشرون قيراطا في نجس (كثيف) هذا هو الصحيح. وقيل يعتبر في كل زمان درهمه بحر. وأفاد أن الدرهم هنا غيره في باب الزكوة فإنه هناك ما كان كل عشرة منه وزن سبعة مثاقيل (شامی ج ۱ ص ...)

اسی بحث میں صاحب بحر فرماتے ہیں۔

وأراد بالدرهم المثقال الذي وزنه عشرون قيراطا (بحر ج ۱ ص ...)

وقال في الحلبي ثم الدرهم المعتبر به هو الدرهم الكبير المثقالي هو الصحيح وقال الهندواني أبو جعفر الهندواني يعتبر بالوزن أي بالدرهم الوزني وهو ما يبلغ وزنه مثقالا الخ (ص ۱۴۰)

وهكذا في الهندية.

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ کتاب طہارت کے باب میں وہ درہم معتبر ہے جو مثقال کا ہم وزن ہے پس ساڑھے چار ماشہ کا وزن جو بہشتی زیور میں مذکور ہے درست ہے۔ کیونکہ مثقال کا مشہور وزن یہی بتلایا جاتا ہے۔ نماز القاری کی عبارت میں تسامح ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ رئیس الافتاء

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

استبراء معروف کی شرعی حیثیت

پانی کی موجودگی میں بلا عذر تیمم جائز نہیں مگر
پھر کیا وجہ ہے کہ پانی کی موجودگی میں ڈھیلے

پیشاب کرنے کے بعد بعض لوگ مٹی کے ڈھیلے سے استنجاء خشک کرتے ہیں اس کے بعد پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ مٹی کے ڈھیلے سے استبراء کرنے والے بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ پاجامہ میں ہاتھ ڈال کر مسجد کے صحن میں، سڑکوں، گلیوں، عورتوں اور غیر مسلموں کے سامنے ٹہلتے پھرتے ہیں۔ عضو کو ہاتھ میں پکڑ کر بار بار ہلاتے ہیں۔ پاؤں کی قینچی بنا کر کبھی اٹھتے بیٹھتے ہیں اور کبھی اس حالت میں رقص کرتے ہیں۔ مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی جیسے بڑے بڑے ادیبوں نے اپنے کے ذریعہ اس بیہودہ رسم کو

بند کرنے پر زور دیا ہے۔ کیونکہ یہ طریقہ زمانہ رسالت میں تو نہیں تھا۔ اور نہ ہی خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھا تو اب اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

شریعت میں اصل حکم استبراء کا ہے یعنی جسم کی قطرات سے مکمل حفاظت کی جائے اور اس سے احتیاط نہ کرنے کی صورت میں عذاب قبر کی سخت وعید سنائی گئی ہے۔ آج کل کمزوریٔ مثانہ کی وجہ سے قطرہ وغیرہ ضرور آتا ہے۔ لہٰذا اس سے بچنے کے لئے ڈھیلا استعمال کیا جاتا ہے۔ تو یہ بھی حکم شریعت کی تعمیل ہے خلاف شرع نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے لئے ایسی جگہ منتخب کی جائے جیسا کہ استنجاء یا اس کے لئے محل ہے۔ یعنی ذرا آڑ میں کرے۔

یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر ویختلف بطباع الناس اھ: درمختار۔

(قولہ یجب الاستبراء) ھو طلب البراءۃ من الخارج بشیٔ مما ذکرہ الشارح حتی یستیقن بزوال الاثر الخ (قولہ ویختلف) ھذا ھو الصحیح فمن وقع فی قلبہ انہ صار طاھرا جاز لہ ان یستنجی لانہ اعلم بحالہ (شامیہ ج ۱ ص ۳۴۹)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۲۴/۲/م ۱۴۰۴ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قضاء حاجت کے وقت استقبال واستدبار قبلہ سے حتی الوسع بچا جائے

مسجد کے طہارت خانے مشرقاً غرباً بنانے پڑے ہیں جگہ تنگ تھی مگر کسی طرح رخ صحیح کرنے کی کوشش کی جائے تو کم از کم ڈیڑھ ہزار روپیہ صرف ہوگا۔ جس کی گنجائش نہیں۔ کیا شرعاً بحالت مجبوری اس کی اجازت ہے یا قطعی حرام اور ممنوع ہے۔ جبکہ ایک روایت میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھلے میدان میں اونٹ کو آڑ بنا کر قبلہ رخ پیشاب کیا۔ تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

مسعود احمد بہاولنگر

الجواب: استقبال و استدبار قبلہ سے ممانعت کے سلسلہ میں احادیث صحیحہ مرفوعہ صریحہ موجود ہیں۔

عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ بغائط ولا ببول ولا تستدبروھا الحدیث (رواہ ترمذی، ج ۱ ص ۴)۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ملک شام جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں قبلہ رخ بیت الخلا بنے ہوئے تھے۔ فننحرف عنہا و نستغفر اللہ۔ یعنی ہم قبلہ سے پھر کر اور منحرف ہو کر انہیں استعمال کرتے تھے اور ساتھ ساتھ استغفار کرتے تھے کہ شاید کسی وقت استقبال قبلہ ہو گیا ہو۔

ایک حدیث پاک میں قبلہ کی طرف تھوکنے کے بارے میں یہ وعید وارد ہوئی ہے کہ قیامت کے دن یہ تھوک اس کے چہرے پر نمایاں نظر آئے گا۔

تھوک شرعاً پاک ہے جب اس کی اجازت نہیں تو پیشاب و پاخانہ کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے اس لئے احتراز کرنا لازم ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ عمل ثابت نہیں البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول منقول ہے۔ ابو داؤد شریف میں جس کی علماء نے بہت سی توجیہات نقل کی ہیں۔ علاوہ ازیں ایک صحابی کے عمل سے فرمان نبوی پر عمل کرنا زیادہ لائق ہے۔

مسجد کی انجمن کے لئے ہزار ڈیڑھ ہزار روپیہ معمولی چیز ہے۔ اگر فنڈ موجود نہ ہو تو قرض لے کر خرچ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اوراقِ منطق سے استنجاء کرنے کا حکم

سوال: مشہور ہے یجوز الاستنجاء باوراق المنطق۔ بظاہر یہ فقہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مطلق کاغذ سے استنجاء کرنے کی ممانعت مذکور ہے۔ نیز اوراق منطق سے استنجاء کرنے میں سوء ادب بھی ہے۔ دوسرا مقولہ یہ بھی سنا گیا ہے کہ من لم یعرف المنطق فلا ثقۃ لہ فی العلوم اصلاً

ان دونوں میں کیا تطبیق ہے؟

۲۔ آج کل بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ کاغذ سے استنجا کرتے ہیں جو کہ مخصوص ہوتے ہیں استنجاء کے لئے کیا از روئے شرع ٹھیک ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

وفی القہستانی الجواز بکتب الحکمیات عن الاسنوی من الشافعیۃ وافتیٰ۔ قلت لکن نقلوا عندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ اھ ومفادہ الحرمۃ بالمکتوب مطلقا۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۳۱۰)۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ لکھے ہوئے کاغذ سے استنجا کرنا منع ہے اگرچہ اس میں فلسفہ و حکمت ہی تحریر ہو۔ تو اردو و منطق کا بھی یہی حکم ہے۔ ان سے استنجا نہ کرے۔

معقولہ بالتعیین معلوم نہیں کس کا ہے۔ وہ درست نہیں لہٰذا ترجیح و تطبیق کی ضرورت نہیں۔

۳۔ یہ کاغذ اگر لکھنے کے قابل نہیں صرف استنجا کے لئے بنائے جاتے ہیں تو ان سے استنجا جائز ہونا چاہئے۔ کیونکہ کاغذ کا احترام آلۂ علم ہونے کی وجہ سے ہے۔

ولہ احترام ایضا لکونہ آلۃ لکتابۃ العلم۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۲۲۶)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۴؍۱۲؍۱۳۹۵ھ

صرف ڈھیلے سے استنجا کرنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی

بہشتی زیور میں ہے۔ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے لیکن اگر نجاست پھیل کے اگر یعنی روپیہ سے زیادہ پھیل جائے تو ایسے وقت میں پانی سے دھونا واجب ہے بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو فقط ڈھیلے سے پاک کرکے بھی نماز درست ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔ (ج ۱ ص ۸)۔

کیا یہ درست ہے کہ صرف ڈھیلے سے استنجا سنت کے خلاف ہے؟

الجواب: یعنی کمال سنت اور افضل کے خلاف ہے۔ اور نفس سنت ڈھیلوں کے استعمال سے بھی ادا ہو جائے گی۔

قال فی الشامیة ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیه فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیه الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة بالكل وان تفاوت الفضل كما افاده فی الامداد وغیره۔

(ج ۱ ص [illegible] مطبوعہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

صرف ڈھیلے سے استنجاء کیا ہو تو نماز کا حکم

(۱) زید نے پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجاء سکھایا لیکن پانی سے استنجاء کرنا یاد نہ رہا اور نماز پڑھ لی تو نماز ہو گئی یا نہیں؟ یا اعادہ واجب ہے؟

(۲) ناپاک زمین پر لکڑی کا تختہ بچھا کر نماز پڑھنا جب کہ تختے کے پاؤں بھی ناپاک جگہ پر ہوں، تو اس تختہ پر نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب: (۱) اگر کپڑے پر پیشاب بمقدار درہم یا اس سے کم لگا ہے تو نماز ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں، اور اگر کپڑے پر مقدار درہم سے زیادہ لگی ہوئی ہے تو نماز صحیح نہیں ہوئی، اعادہ کیا جائے۔ فان تجاوز المخرج وکان المتجاوز قدر الدرهم لا یعتبر بمسحه ویجب غسله بالماء او المائع ولا یکفی التطهیر بمسحه۔ (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۲۲)۔

(۲) تختہ پر نماز صحیح ہو جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

قیمتی چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے

مجھے پیشاب کے قطرات تقریباً کوئی دس منٹ تک آتے رہتے ہیں گھر میں تو خیر بڑی سہولت ہے لیکن سفر میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ نماز کے لئے کپڑوں کو پاک رکھنا بڑا مشکل ہے۔ الحمدللہ نماز بچپن سے قضا نہیں ہوئی۔ گھر میں ایک ٹشو پیپر کر پیشاب کرتا ہوں اس کے بعد باقاعدگی سے مسواک کرتا ہوں بعد از ٹشو اتار کر طہارت حاصل کرتا ہوں۔ پھر وضو کر کے باقاعدگی سے باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جاتا ہوں۔ قطرات آنے کے وقت کو میں مسواک کے لئے استعمال کرتا ہوں تاکہ وقت بچ جائے کیا میرا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

الجواب ٹشو پیپر استعمال کرنا چاہئے قیمتی چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ یہ بھی استنجاء کے حکم میں معلوم ہوتا ہے۔ مسواک بھی وضو کے ساتھ کرنی چاہئے کیونکہ یہ وضو کی سنتوں میں سے ہے۔ بہرحال جائز ہے۔

ويكره الاستنجاء بمطعوم لانه اسراف وشيئ محترم لتقومه كخرقة ديباج وقطن لاتلافه المالية والاستنجاء بها يورث الفقر۔ (ص ۳۴۰) فقط والله اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۴ / ۸ / ۱۳۹۶ھ

ف اگر ٹشو دھو کر بار بار استعمال کرتے رہتے ہوں یعنی ضائع نہ کرتے ہوں تو ذیل کے جزئیہ سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

بقي تقييد الكراهة فيما له قيمة بما اذا ادى الى اتلافه اما لو استنجى به من بول او من غائط وكان يغسل بعده فلا كراهة الا اذا كان شيئا ثمينا تنقص قيمته بغسله كما يفعل في زماننا بخرقة المني ليلة الجماع تأمل۔ (رد المحتار ج۱ ص۳۴۰) فقط والله تعالى اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

استنجاء کے بعد ہاتھ دھونے کا حکم

۱: استنجاء کرنے کے بعد ہاتھوں کو دوبارہ دھونا چاہیئے یا نہ۔ اگر نہ دھویا جائے تو کیا حرج ہے؟

۲: زیر ناف بالوں کی صفائی کس طرح کرے یعنی اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر یا دائیں سے بائیں وغیرہ اور کتنے دنوں کے بعد کرلینی چاہیئے؟

۳: بیت الخلاء میں جانے کے لیے مجھے سگریٹ ساتھ لے جانا پڑتا ہے۔ کیونکہ مجھے اکثر قبض رہتی ہے کیا یہ گناہ تو نہیں ہے؟

الجواب باسمہ تعالیٰ

۱: اگر استنجاء کر کے ہاتھ بھی صاف ہو گئے ہیں اور بدبو بھی ختم ہو گئی ہے تو دھونا مزید نظافت کے لئے مستحب ہے ورنہ ضروری نہیں۔

ومع طهارة المغسول تطهر اليد و يشترط ازالة الرائحة عنها و عن المخرج اهـ (در مختار علی الشامی ج ۱ ص [illegible])۔

ويغسل يده بعد الاستنجاء كما يكون يغسلها قبله ليكون انقى وانظف وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم غسل يده بعد الاستنجاء و دلك يده على الحائط كذا في التجنيس اهـ (عالمگیری ج ۱ ص ۴۹)۔

۲: اوپر سے نیچے کی طرف صفائی کرے۔ اور افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک دفعہ صفائی کرے۔ اسی طرح ناخن کاٹنے اور دوسری صفائی کا حکم ہے۔ اگر کسی وجہ سے نہ ہو سکے تو پندرہ دن میں ایک دفعہ کرے۔ اگر ایسا بھی نہ ہو سکے تو چالیس دنوں میں کر لے اس کے بعد تو گناہ گار ہوگا۔

الافضل ان يقلم اظفاره ويحفي شاربه ويحلق عانته وينظف بدنه بالاغتسال في كل اسبوع مرة فان لم يفعل ففي كل خمسة عشر يوما ولا يعذر في تركه وراء الاربعين فالاسبوع هو الافضل والخمسة عشر الاوسط والاربعون الابعد ولا عذر فيما وراء الاربعين ويستحق الوعيد كذا في القنية ويبتدأ في حلق العانة من تحت السرة اهـ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۷)۔

۳: گنجائش ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

گھاس یا درخت کے پتوں سے استنجاء کرنا

س اگر کسی کھیت میں قضاء حاجت کے لئے بیٹھیں تو گھاس یا کپاس وغیرہ کے پتے ڈھیلے کی جگہ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ صوفی محمد اکبر قوجی شاہ جمال کالونی لاہور

الجواب درختوں کے پتوں اور گھاس سے استنجاء کرنا مکروہ ہے۔ والورق قیل انه ورق الکتابة وقیل انه ورق الشجر وای ذلک کان فانه مکروہ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۵۵)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بالکل چھوٹے بچوں کیلئے استقبال واستدبار کا حکم

س کیا قضاء حاجت کے وقت چھوٹے بچوں کے لئے بھی استقبال واستدبار قبلہ کا کوئی حکم ہے؟

الجواب والدہ یا جو انہیں قضاء حاجت کرائے اسے حکم ہے کہ وہ اسے قبلہ رو یا مستدبر قبلہ نہ کرے۔ وکذا یکرہ للمرأۃ امساک صغیر لبول او غائط نحو القبلۃ (در مختار) (قولہ امساک صغیر) فهذه الکراهة تحریمیة لانه قد وجد الفعل من المرأۃ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۴۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جہاں چھ ماہ کا دن ہو وہاں نماز کیسے پڑھی جائے

عرض ہے کہ ہمارے ہاں چند روز سے اس مسئلہ پر گفتگو ہو رہی ہے کہ آیا ایسے مقامات جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے وہاں روزے فرض ہیں یا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہاں روزے فرض نہیں۔ اس کی درج ذیل وجوہ ہیں۔

1۔ قرآن مجید کا حکم ہے کہ از صبح صادق تا غروب آفتاب روزہ رکھا جائے لیکن وہاں تو ادنیٰ بچہ کا روزہ رکھ ہی نہیں سکتا۔ جب آدمی روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو قضا، یا فدیہ کی اجازت ہوتی ہے لیکن وہاں قضا بھی ممکن نہیں۔ کیونکہ وہاں دن کبھی چھ ماہ سے کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہاں فدیہ ہی لازم ہو سکتا ہے۔

۲۔ اسلامی سال قمری سال ہوتا ہے جس میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں۔ وہاں شمسی سال ہوتا ہے۔ لہٰذا جب وہاں اسلامی سال موجود ہی نہیں تو روزے بھی فرض نہیں ہو سکتے۔

۳۔ اغلب گمان یہ ہے کہ وہاں چاند نظر نہیں آتا۔ حکم یہ ہے کہ جو چاند دیکھے وہ روزہ رکھے۔ وہاں چاند کا وجود ہی نہیں لہٰذا دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا روزہ بھی فرض نہیں ہوا۔ نیز ایسے

مقامات پر چھ ماہ میں صرف پانچ نمازیں فرض ہوتی ہیں۔ براہ کرم اس بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ تعالیٰ ایسے مقامات پر جہاں چھ چھ مہینوں کے دن اور رات ہوتے ہیں اندازہ کر کے چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں پڑھی جائیں گی۔ اسی طرح روزوں کے بارے میں بھی اندازہ کر کے روزے رکھے جائیں گے۔ قریبی علاقہ جہاں طلوع و غروب ہوتا ہے اس علاقے کے دنوں اور راتوں کو معیار بنایا جائے اور جب اس علاقہ میں رمضان المبارک شروع ہو جائے تو اس مقام پر بھی رمضان المبارک کو شروع تصور کیا جائے گا۔

قال الرملی فی شرح المنہاج ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدۃ ... قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدر لجمیع الآجال کالصوم والزکوٰۃ والحج ... (شامی ج ۱ ص ۳۶۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — ۲۵/۹/۱۳۹۹ھ

خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ — محمد انور مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سایہ اصلی معلوم کرنے کا طریقہ

مثل اول و دوم نکالنے کے لیے جو سایہ اصلی شمار کیا جاتا ہے وہ "بہشتی زیور" حصہ دوم ص ۹۰ کے مطابق اگر ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ اور چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت ہے اور جب دو ہاتھ چار انگل ہو گیا تو عصر کا وقت آ گیا۔ اسی حساب سے ہمارے بزرگ میاں منظور محمد صاحب سابق ہیڈ ماسٹر ایم بی ہائی سکول کو جرہ نے عرصے سے کوجرہ کے لئے ایک نقشہ بنایا ہوا ہے۔ لیکن جامع مسجد مرکزیہ کے خطیب قدوری شریف کا حوالہ دیتے ہوئے مثل اول و دوم نکالنے کا یہ طریقہ غلط ثابت کرتے ہیں اور حساب بتانے کے مطابق بجنے سے پہلے وقت سے پہلے ہی اذان عصر دے دیتے ہیں۔ آپ سایہ اصلی کی تعریف فرمائیں؟

الجواب باسمہ تعالیٰ زمین بالکل ہموار کر لی جائے کہ قطعاً اونچ نیچ نہ رہے پھر اس پر ایک دائرہ کھینچ لیا جائے اور اس کے مرکز میں لوہے کی لمبی کیل یا عمودی شکل کی لکڑی کھڑی کر دی جائے

یہ کیل قطر دائرہ کی ایک چوتھائی کے برابر ہونی چاہئے۔ صبح کے وقت سایہ دائرہ سے باہر ہوگا اور آہستہ آہستہ کم ہوتے ہوتے دائرہ کے اندر داخل ہو جائے گا۔ جس نقطہ سے سایہ داخل ہوگا دائرہ کے اس نقطہ پر نشان لگا دیا جائے۔ سایہ کم ہو چکنے کے بعد اب بڑھنا شروع ہوگا اور بڑھتے بڑھتے دائرہ سے باہر نکل جائے گا۔ محیط دائرہ کے اس نقطہ پر بھی نشان لگا دیا جائے اب اس نقطہ اور پہلے نقطہ کو جن سے سایہ دائرہ میں داخل ہوا تھا ایک خط مستقیم کے ذریعہ ملا دیا جائے تو ایک قوس بن جائے گی۔ اس کے بیچ نصف سے ایک خط کھینچ کر مرکز دائرہ سے ملا دیا جائے۔ یہ خط نصف النہار ہے۔ کیل کا سایہ جب اس خط پر پہنچے گا اس وقت کیل کا جتنا سایہ ہوگا اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مہتمم الجامعہ	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ضحوۂ کبریٰ سے لے کر زوال تک نماز نہ پڑھی جائے

مورخہ ۱۰ اکتوبر کو دائمی جنتری پر گیارہ بج کر ۱۰ منٹ پر ضحوۂ کبریٰ اور گیارہ بج کر ۱۵ منٹ پر زوال تھا۔ تحقیق کے لئے عرض ہے کہ اس میں مکروہ وقت کہاں سے کہاں تک ہے۔ مثلاً کوئی جنازہ پڑھے یا کوئی نفل وغیرہ مذکورہ وقت میں پڑھے تو احتیاطاً کس وقت سے مکروہ وقت شروع ہوگا۔ اور ضحوۂ کبریٰ سے کیا مراد ہے۔ اگر کوئی جنازہ گیارہ بج کر ۱۰ منٹ کے بعد بیس یا پچیس منٹ پر پڑھا گیا تو کیا یہ مکروہ وقت میں ہے یا بلا کراہت جائز ہے؟

الجواب: اس کے بارے میں احتیاط یہ ہے کہ ضحوۂ کبریٰ سے لے کر زوال تک نماز نہ پڑھے۔ للاختلاف[1]۔ چاشت کی نماز ضحوۂ کبریٰ سے پہلے پہلے پڑھ لے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۶ / ۱۰ / ۱۴۰۱ھ

[1] واختلف في وقت الكراهة عند الزوال فقيل من نصف النهار إلى الزوال

لرواية أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن الصلوة نصف النهار حتى تزول الشمس فإذا لم يكن نهي الصلوة في ما خص هذا ذلك النهي عن الصلوة فيه بجمعة خصوص عبارته وهذا في الهداية لكن قول بانه المراد انتصاف النهار العرفي إلى أثبتة ما روي أنه النهي وبانه المراد انتصاف النهار الشرعي وهو الضحوة الكبرى إلى الزوال لا إلى أثبتة هو الزوال ... (شامية ج ۱ ص ۱۴۲)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، مرتب خیر الفتاوی

ساڑھے بارہ بجے ظہر پڑھنے کا حکم

س: کیا آج کل ساڑھے بارہ بجے ظہر پڑھی جاسکتی ہے کیونکہ ہم کو جنتری دو بجے کر کچھ منٹ پر ملتی ہے اور اس وقت جماعت نہیں ملتی؟ جواب عنایت ہو۔ رانا محمد عارف لاہور ـ ... روڈ لاہور

الجواب: ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوتا ہے اور آج کل راولپنڈی میں زوال بارہ بج کر ۱۲ منٹ پر ہوتا ہے اور آئندہ گھٹ جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ آپ ہر موسم میں ساڑھے بارہ بجے نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن ایک خیال ضرور رہے کہ زوال وقت کے اندر یعنی زوال کے بعد اذان ہو پہلے نہ ہو۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نصف النہار سے کیا مراد ہے

س: اوقات مکروہ ثلاثہ غروب، طلوع اور استواء کا ذکر کتب قرآن اور حدیث میں مذکور ہیں۔ غروب و طلوع تو معلوم ہیں لیکن استواء کے متعلق مختلف الفاظ ہیں۔ مسلم شریف میں ہے۔

حین یقوم قائم الظہیرۃ۔

ابوداؤد شریف میں ہے۔ نصف النہار حتی تزول الشمس۔

منیۃ المصلی میں ہے۔ وقت الزوال۔ نورالایضاح میں ہے استوائہا۔ بہشتی زیور میں ہے۔ ٹھیک دوپہر۔ اور اکثر کتب میں ضحوۂ کبریٰ ہے۔ یہ سب ایک چیز ہیں یا علیحدہ علیحدہ ؟ صحیح وقت نصف النہار کب شروع ہوتا ہے اور اس کی شناخت کیا ہے ؟ کراہت نماز کے لئے نصف النہار شرعی مراد ہے یا حقیقی ؟ مولوی شاہ محمد میلسوی

الجواب ــــــ طحطاوی ص ۱۰۱ میں ہے۔

(قولہ والثالث عند استوائہا) وعلامتہ ان یمتنع الظل عن القصر ولا یأخذ فی الطول فاذا صادف انہ شرع فی ذالک الوقت بفرض قضاء وقبلہ وقارن ھذا الجزء تلطیت شیئاً من الصلوۃ قبل القعود قدر التشہد فسدت۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ نصف النہار سے مراد نصف النہار حقیقی ہے اور یہی اصل ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ سایہ کم ہو جانا بند ہو جائے اور ابھی تک بڑھنا شروع نہ ہوا ہو۔ البتہ القہستانی اور النہر کے ہاں اس سے مراد نصف النہار عرفی ہے۔

وعزا فی القہستانی القول بان المراد انتصاف النہار العرفی الی أئمۃ ما وراء النہر اھ (شامی ج ۱ ص ۲۴۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

از دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ رئیس الجامعہ۔

سورج کے صرف پہاڑ کی اوٹ میں چلے جانے سے غروب متحقق نہیں ہوگا

اس علاقہ میں آبادی سے سات آٹھ میل دور مغرب میں ایک پہاڑ ہے۔ سورج جب اس پہاڑ کے پیچھے چھپ جاتا ہے تو پندرہ بیس منٹ بعد مشرق میں رات ظاہر ہوتی ہے۔ آیا جب رات ہوتی ہے تو اس وقت صحیح وقت ہوتا ہے یا غروب کا وقت پہاڑ کے پیچھے سورج چھپ جانے سے شروع ہو جاتا ہے ؟

الجواب: صورت مسئولہ میں صرف سورج کے ٹکیہ کی اوٹ میں آجانے سے نماز مغرب یا افطار کا وقت شروع نہیں ہوگا بلکہ اس کے بعد جب مشرق کی طرف سے سیاہی اور اندھیرا پھیلنا شروع ہو جائے اس وقت غروب شمس کا تحقق ہوگا اور اسی وقت سے نماز مغرب کے وقت کی ابتداء بھی ہو جائے گی۔ لہٰذا اگر مذکورہ وقت سے قبل مغرب کی نماز پڑھ لی گئی تو وہ ادا نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

كما يظهر من الشامي ج ۲ ص ۱۰: والمراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق قال عليه السلام اذا اقبل الليل من ههنا الخ اى اذا وجدت الظلمة حسًا في جهة المشرق. اهـ

وايضا هكذا يظهر من كلام صاحب فتاوى حرم قوله عليه الصلوة والسلام اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغابت الشمس فقد افطر الصائم. فقط والله اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب الافتاء — ۳۸۹ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تغیر موسم سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے

نماز مغرب کا کتنا وقت ہوتا ہے اور کس وقت تک نماز کا صحیح وقت رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۱½ گھنٹہ ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ جب اندھیرا چھا جائے اس وقت تک نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب: مغرب کی نماز کا وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سورج کے غروب ہونے سے لے کر شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک کا درمیانی فاصلہ موسم کے تغیر سے کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ جو کہ طلوع و غروب بتانے والی جنتریوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ فاصلہ کسی بھی موسم میں سوا گھنٹہ سے کم نہیں ہوتا۔ اور بعض موسموں میں ڈیڑھ گھنٹہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

ووقت المغرب منه الى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب اھ (در مختار)۔ قوله واليه رجع الامام اى الى قولهما الذي هو رواية عنه ايضا وصرح في المجمع بان عليها الفتوى ورده المحقق في الفتح بانه لا يساعده رواية ولا دراية الخ وقال تلميذه العلامة قاسم في تصحيح القدوري ان رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الائمة الثلاثة الى اليوم من حكاية القولين ودعوى عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال في الاختيار الشفق البياض وهو مذهب الصديق ومعاذ بن جبل وعائشة رضي الله تعالى عنهم قلت ورواه عبد الرزاق عن ابي هريرة وعن عمر بن عبد العزيز ولم يرو البيهقي الشفق الاحمر الا عن ابن عمر رضي الله عنهما وتمامه فيه واذا تعارضت الاخبار والآثار فلا يخرج وقت المغرب بالشك كما في الهداية وغيرها قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح

(شامی ج ۱ ص ۲۶۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان — ۱۳۹۸ھ — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

جہاں سورج کے طلوع و غروب کا پتہ نہ چلے وہاں نماز کیسے ادا کریں

میں برمنگھم انگلینڈ میں مقیم ہوں۔ اوقات نماز اور سورج کا ہمیں یہاں کوئی علم نہیں کہ کب طلوع اور کب غروب ہوتا ہے۔ کیونکہ موسم ایسا رہتا ہے کہ ہر وقت ابر رہتا ہے۔ گرمیوں میں یہاں کے دن پاکستان کے دنوں سے ڈیڑھ گنا زیادہ لمبے ہوتے ہیں اور ایسے ہی سردیوں کی راتیں۔ اس سے ہم اوقات نماز صحیح معلوم نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں؟

۲۔ ہمیں صبح ساڑھے چھ بجے گھر سے روانہ ہونا پڑتا ہے اور شام ساڑھے پانچ بجے واپسی ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ظہر کی نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ اگر شام کو عصر کے ساتھ ادا کی جائے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب

اوقات نماز معلوم کرنے کے لئے اگر سورج دکھائی نہیں دیتا تو ہمیں دائمی جنتری خرید لینا چاہئے جس میں انگلینڈ کے طلوع و غروب اور زوال شمس کے اوقات بتلائے گئے ہوں۔ اگر زوال شمس کا وقت معلوم ہو سکے تو طلوع و غروب کے درمیانی وقت کے بعد نماز ظہر ادا کر لیا کریں اور صبح صادق سے لے کر طلوع شمس سے قبل نماز فجر ادا کر لیا کریں۔ اور زوال کے بعد ظہر اور غروب شمس سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قبل نماز عصر اور غروب کے بعد مغرب، جب کہ عشاء کا وقت تو بعد میں ہے البتہ لمبائی رات سے قبل ادا کر لیا کریں۔

۲۔ نماز ظہر کو قضاء کرنا درست نہیں۔ جس فرم میں آپ کام کرتے ہیں اس کے منتظمین سے نماز ظہر کے لئے باقاعدہ اجازت حاصل کر لیں۔ صبح چھ بجے سے شام پانچ بجے تک مسلسل کام تو نہیں ہوتا ہوگا درمیان میں کچھ وقفہ کھانے یا آرام کرنے کے لئے بھی ملتا ہوگا۔ اگر اس وقت زوال ہو چکا ہو تو نماز ظہر ادا کر لیا کریں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳۹۰ھ — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

آخر وقت مغرب کے بارے میں مفتیٰ بہ قول

ہمارے علاقہ میں عشاء کے وقت میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ کے بعد نماز عشاء پڑھتے ہیں اور دلیل میں "احسن الفتاوی ج ۲ ص ۱۲۹" کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ "قول مفتیٰ بہ کے مطابق غروب شفق احمر کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے"۔

اور بعض علماء غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد نماز عشاء پڑھتے ہیں۔ جو کہ دلیل میں "امداد الفتاوی جلد ا ص ۹۵" کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ "غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشاء کا وقت

آجاتا ہے؟ ۔ المستفتی: محمد حفیظ، ضلع لورالائی، بلوچستان

الجواب

مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے۔ شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں صاحبین کا مذہب اور امام صاحب کی ایک روایت شفق احمر کی ہے امام صاحب کا مذہب شفق ابیض کا ہے۔ اگرچہ بعض فقہاء نے امام صاحبؒ کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف نقل کیا ہے۔ اور صاحبین کے قول کو راجح اور مفتی بہ قرار دیا ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ کے طرز بیان سے امام صاحب کے قول کا راجح ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ امام صاحبؒ کی دلیل کو مؤخر کر کے صاحبینؒ کی دلیل کا جواب دیا ہے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۶۹)۔

علامہ ابن ہمام نے ان حضرات کی تردید کی ہے جنہوں نے صاحبین کے قول کو مفتی بہ قرار دیا تھا

ورده المحقق فی الفتح بانه لا يساعده رواية ولا دراية ۔ (شامی ج ۱ ص)

علامہ قاسم بن قطلوبغا نے رجوع کے دعویٰ کو غلط اور غیر ثابت قرار دیا ہے

ان رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الائمة الثلاثة الى اليوم من حكاية القولين الخ قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح ومشى عليه فى البحر ۔ (شامیہ ج ۱ ص ۲۴۲)

الغرض شفق ابیض کے غروب ہونے سے قبل عشاء کی نماز نہ پڑھی جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبدالشکور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سفر کی وجہ سے عصر کو مثل ثانی میں پڑھنا

۱۔ ایک آدمی سفر پر جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور ظہر کی نماز کے بعد تیاری وغیرہ میں مصروف رہ کر مثل ثانی شروع ہو گئی اور اس نے عصر کی نماز اس خیال سے ادا کر لی کہ راستہ میں شاید نہ پڑھ سکوں اور قضاء ہو جائے گی۔ تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

۲۔ سفر پر جانے والا عصر کی نماز سفر میں اس وقت ادا کرتا ہے جب کہ سورج غروب ہونے والا

ہے یا کچھ غروب ہو گیا ہے اور کچھ نظر آ رہا ہے۔ یعنی آدھا سورج نظر سے اوجھل ہے۔ کیا اس صورت میں اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟ محمد لطف اللہ خالد لاہوری

الجواب: دونوں صورتوں میں نماز ادا ہو جائے گی۔

وفی العالمگیریۃ ج۱ ص۵۲ و فتاوی رحیمیہ ج۲ ص۱۱۴۔ وعند احمرارها الى ان تغيب لا عصر يومه ذلك فانه يجوز اداؤه عند الغروب هكذا في فتاوى قاضي خان۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	جامعہ خیر المدارس ملتان

عشاء کا وقت سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے

بہشتی زیور میں ہے کہ جب سورج ڈوب گیا تو مغرب کا وقت آ گیا۔ پھر جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن مغرب کی نماز میں اتنی دیر کرنا کہ ستارے خوب چھٹک جائیں کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے۔ پھر جب وہ سرخی جاتی رہے تو عشاء کا وقت شروع ہو گیا اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے۔ لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور ثواب کم ملتا ہے اس لئے اتنی دیر کر کے نماز نہ پڑھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانے سے پہلے ہی پڑھ لیوے۔ تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب: احتیاط یہ ہے کہ جب سرخی کے بعد والی سفیدی کا بھی خاتمہ ہو جائے تب عشاء کی نماز ادا کی جائے۔ اور مساجد میں عموماً اسی سفیدی کے غروب پر ہی اذان کہیں۔ حاصل یہ ہے کہ احتیاط امام ابو حنیفہؒ کے قول میں ہے۔

قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح اھ وقوله لم يرجع عنه الى الشافعية مختصراً ج۱۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

ﻟﻪ ووقت المغرب منه الى غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه

قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فى شروح المجمع وغيرها
فكان هو المذهب . اهـ (در مختار)

(قوله واليه رجع الامام) اى الى قولهما الذى هو رواية عنه ايضاً و
صرح فى المجمع بان عليها الفتوى ورده المحقق فى الفتح بانه
لا يساعده رواية ولا دراية الخ وقال تلميذه العلامة قاسم فى
تصحيح القدورى ان رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن
الائمة الثلاثة الى اليوم من حكاية القولين ودعوى عمل
عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول قال فى الاختيار الشفق
البياض وهو مذهب الصديق ومعاذ بن جبل وعائشة رضى الله
عنهم قلت ورواه عبد الرزاق عن ابى هريرة و عن عمر
ابن عبد العزيز ولم يرو البيهقى الشفق الاحمر الا عن ابن
عمر رضى الله عنهما وتمامه فيه واذا تعارضت الاخبار والآثار
فلا يخرج وقت المغرب بالشك كما فى الهداية وغيرها
قال العلامة قاسم فثبت ان قول الامام هو الاصح ومشى
عليه فى البحر مؤيدا له بما قدمناه عنه من انه لا يعدل عن
قول الامام الا لضرورة من ضعف دليل او تعامل بخلافه كالمزارعة
لكن تعامل الناس اليوم فى عامة البلاد على قولهما وقد
ايده فى النهر تبعا للنقاية والوقاية والدرر والاصلاح و
درر البحار والامداد والمواهب وشرحه البرهان وغيرهم
مصرحين بان عليه الفتوى وفى السراج قولهما اوسع وقوله
احوط والله اعلم . (شامية ج ١ ص ٢٦٥) .

احقر الورٰى عفا الله عنه

مرتب خير الفتاوى ، خير المدارس ملتان

جمع بین الصلوتین کی تمام روایتیں جمع صوری پر محمول ہیں

یہاں سعودی عرب میں اکثر بارش کے وقت مغرب کی نماز کے ساتھ عشاء کی نماز بھی اکثر حضرات پڑھا دیتے ہیں۔ کیا ہم پاکستانی حنفی المذہب لوگوں کی نماز عشاء مغرب کے وقت جائز ہے یا نہیں یعنی جمع بین الصلوتین جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جمع بین الصلوتین کی دو قسمیں ہیں (۱) جمع حقیقی کہ مغرب کے وقت میں عشاء پڑھ لی جائے۔ (۲) جمع صوری کہ مغرب آخری وقت اور عشاء اول وقت میں پڑھی جائے۔ حنفیہ کے نزدیک بوقت عذر جمع صوری کی اجازت ہے۔ جمع حقیقی درست نہیں ہے۔ حنفیہ کا استدلال قرآن پاک سے بھی ہے اور احادیث سے بھی۔ چنانچہ اوجز میں بذل سے نقل کیا ہے۔

۔ واستدل الحنفية على عدم جواز الجمع في غير عرفات والمزدلفة بقوله تعالى حافظوا على الصلوات أي أدوها في أوقاتها ۔

محافظت علی الصلوۃ یہ ہے کہ ہر نماز کو اس کے وقت مقررہ میں ادا کیا جائے۔

۔ وبقوله تعالى إن الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا أي لها وقت معين له ابتداء لا يجوز التقديم عليه وانتهاء لا يجوز التأخير عنه (اوجز ج ۱ ص ۱۳۰)

پس ہر نماز کے لئے وقت معین ہے۔ لہذا اس پر تقدم یا اس سے تاخیر درست نہیں۔

اس باب میں بہت سی احادیث موجود ہیں جن سے جمع بین الصلوتین حقیقتاً کی نفی معلوم ہوتی ہے۔

(۱) عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال والذي لا إله غيره ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة قط إلا لوقتها إلا صلوتين جمع بين الظهر والعصر بعرفة وبين المغرب والعشاء بجمع الحديث (اوجز ج ۱ ص ۱۳۱)

(۲) عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه انه كتب في الآفاق ينهاهم أن يجمعوا بين الصلوتين ويخبرهم أن الجمع بين الصلوتين في وقت واحد كبيرة من الكبائر ۔ أخرجه محمد في الموطا

ويصليهما في سفره ۔

۳ ۔ عن ابي موسى انه قال الجمع بين الصلوتين من غير عذر من الكبائر ۔

اخرجه ابن ابي شيبه ۔

۱ ۔ مطلب حدیث :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ، فرماتے ہیں کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں پڑھی مگر اس کے وقت مقررہ پر سوائے دو نمازوں کے ۔ ظہر اور عصر کو عرفہ میں جمع کیا مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں ۔

۲ : مطلب حدیث :۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اطراف والوں کی طرف یہ لکھ بھیجا کہ انہیں اس بات سے منع کیا کہ دو نمازیں ایک وقت میں پڑھیں ۔ اور انہیں خبر دی کہ دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں جمع کرنا کبیرہ گناہوں سے ہے ۔

۳ : مطلب حدیث :۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ دو نمازوں کو بلا عذر جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے ۔

۴ ۔ عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من جمع بين الصلوتين في وقت واحد فقد اتى بابا من الكبائر ۔ (بدائع) ۔

ترجمہ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کیا اس نے کبیرہ گناہ کیا ۔

مذکورہ روایات واحادیث سے جمع بین الصلوتین کی نفی اور عدم جواز معلوم ہوتا ہے ۔ جبکہ بعض روایات میں آپ علیہ السلام اور بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کا جمع بین الصلوتین کرنا بھی منقول ہے ۔ پھر جمع والی روایات دو طرح کی ہیں بعض روایات میں صرف جمع کا تذکرہ ہے اور کیفیت جمع سے ساکت ہیں اور بعض میں کیفیت جمع بھی بیان کی گئی ہے ۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں ۔

عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في السفر يؤخر الظهر ويقدم العصر ويؤخر المغرب ويقدم العشاء اخرجه الطحاوي واحمد والحاكم واسناده حسن قاله نيموي

ترجمہ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں نماز ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم، اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم فرماتے تھے۔

عن علي رضي الله تعالى عنه كان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتى تكاد ان تظلم ثم ينزل فيصلي المغرب ثم يدعو بعشائه فيتعشى ثم يصلي العشاء ثم يرتحل ويقول هكذا كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع۔ رواه ابو داؤد واسناده صحيح

ترجمہ :۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سفر فرماتے تو غروب شمس کے بعد بھی چلتے رہتے۔ جب کچھ اندھیرا ہو جاتا تو مغرب پڑھتے۔ پھر کھانا طلب فرماتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر عشاء پڑھتے۔ پھر سفر شروع کر لیتے اور فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمع بین الصلوتین کا جمع صوری تھا جمع حقیقی نہ تھا۔ حنفیہ نے ان روایات کو جن میں کیفیت جمع مذکور نہیں مفصل روایات پر محمول کیا کہ جمع صوری تھی جمع حقیقی نہ تھی۔ ورنہ کتاب اللہ اور احادیث میں تعارض و اختلاف لازم آئے گا۔ قیاس اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جمع حقیقی درست نہ ہو۔ شافعیہ اور حنابلہ عذر سفر و مطر کی بناء پر جمع حقیقی کے قائل ہیں۔

اگر مذکورہ اعراض موثر ہیں تو فجر و ظہر کے درمیان جمع کے کیوں قائل نہیں ہیں۔ جب یہ عذر فجر و ظہر میں موثر نہیں تو باقی نمازوں میں بھی موثر نہیں ہونا چاہیئے۔ فالحاصل جمع حقیقی درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان — ۱۴۰۰ھ

عصر کا مکروہ وقت کب شروع ہوتا ہے

نماز عصر کا مکروہ وقت آج کل غروب آفتاب سے تقریباً بیس منٹ پہلے شروع ہو جاتا ہے۔ دھوپ کی زردی اور تغیر آفتاب کے مسئلہ کو تو جانتے ہیں لیکن بعض صاحب کہتے ہیں کہ غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے دھوپ کا رنگ بدل جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی وقت تک مکروہ وقت

شروع نہیں ہوتا جب تک سورج کی ٹکیہ پر نگاہیں ٹکنے لگیں۔ ان میں صحیح کون سا قول ہے؟

الجواب صحیح یہ ہے کہ عصر کا مکروہ وقت آفتاب کے متغیر ہونے سے شروع ہوتا ہے اور آفتاب کا تغیر تقریباً آدھ یا پون گھنٹہ غروب سے قبل ہوتا ہے اور آفتاب کا تغیر یہ ہے کہ آنکھ اس پر ٹک سکے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق عفی اللہ لہ

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۳۸۰ھ مدرسہ خیر المدارس ملتان

لہ والمستحب الخ تاخیر عصر صیفا وشتاء توسعة للنوافل ما لم یتغیر ذکاء بأن لا تحار العین فیها فی الاصح درمختار۔ (قوله فی الاصح) صححه فی الهدایة وغیرها وفی الظهیریة ان امکنه اطالة النظر فقد تغیرت وعلیه الفتوی کذا فی النصاب وغیره وبه نأخذ وهو قول ائمتنا الثلاثة ومشایخ بلخ وغیرهم کذا فی فتاوی صوفیة وفیها وینبغی انه لا یؤخر تاخیرا لا یمکن المسبوق قضاء ما فاته منه وقیل حد التغیر ان یبقی للغروب اقل من رمح وقیل ان یتغیر الشعاع علی الحیطان الخ شامی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

عشاء کو نصف رات کے بعد پڑھنا مکروہ ہے

میں ایک کارخانہ میں رہتا ہوں۔ وہاں کوئی جماعت کا انتظام نہیں ہے، اور نہ ہی قریب کوئی مسجد ہے۔ اس لئے میں عشاء کی نماز تہجد کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں کیا یہ جائز ہے؟

الجواب عشاء کو نصف لیل تک مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ تہائی رات گزرنے سے پہلے پہلے عشاء کا وقت مستحب ہے اسی میں ادا کر لیا کریں۔ تہائی رات کے بعد نصف لیل ہونے سے پہلے پہلے وقت جواز ہے اس کے بعد کراہت آجاتی ہے۔ کارخانہ میں کچھ ساتھی لیے جائیں کہ جن

العصر حين صار ظل كل شيء مثليه قدر ما يسير الراكب الى ذي الحليفة العنق (رواه ابن ابي شيبة)۔

۲۔ عن ام سلمة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اشد تعجيلا للظهر منكم وانتم اشد تعجيلا للعصر منه، اخرجه الترمذي ج ۱ ص ۲۲۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب اوقات صلوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔
انا اخبرك صل الظهر اذا كان ظلك مثلك والعصر اذا كان ظلك مثليك الخ (اخرجه مالك في الموطا ص ۸)۔

۴۔ قال علي بن شيبان قدمنا على رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فكان يؤخر العصر ما دامت الشمس بيضاء نقية۔ اخرجه ابو داؤد ج ۱ ص ۵۹۔

۵۔ عن ابراهيم النخعي قال ادركت اصحاب عبد الله ابن مسعود وهم يصلون العصر في آخر وقتها۔ رواه محمد في كتاب الآثار۔

طوالت کے اندیشے سے ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ بہرحال بعض احادیث سے صراحۃً دو مثلوں کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام اور تابعین کا نماز عصر پڑھنا ثابت ہے۔ دو مثلوں سے دلالۃً ثابت ہوتا ہے۔ لیکن دو مثلوں کے بعد تغیر شمس سے پہلے پہلے وقت عصر کی نفی کسی حدیث سے معلوم نہیں ہوتی۔ اور دو مثل سے قبل وقت عصر کی نفی بعض احادیث سے دلالۃً ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا دو مثل سے پہلے عصر کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — مہر — الجواب صحیح
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان — ۲/۱۰/۱۴۰۰ھ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

عصر میں دوران نماز سورج غروب ہو جائے تو نماز کا حکم

اگر کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے عصر کی نماز پڑھنا شروع کر دے اور ایک رکعت کے بعد آفتاب غروب ہو جائے اور باقی نماز بعد میں پوری کرے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی تو [illegible]

اگر ہو گئی تو سوال یہ ہے کہ وقت نماز کے لئے ظرف بنتا ہے۔ وقت گزرنے کے بعد نماز کیسے ادا ہو گئی ؟ کیا ظہر کی نماز بھی عصر کے وقت میں داخل ہونے سے صحیح ہو جائے گی ؟ اگر کہا جائے کہ حدیث میں آتا ہے کہ من ادرك ركعة من العصر الخ تو پھر سوال یہ ہے کہ طلوع کے بعد فجر کیوں نہیں ہوتی۔ حدیث میں تو فجر کا ذکر بھی ہے لہذا اگر کہا جائے کہ فجر کا وقت کامل ہونے کی وجہ سے کامل واجب ہوئی ناقص ادا نہیں ہوگی اور عصر کا وقت ناقص ہونے کی وجہ سے ناقص واجب ہوئی ناقص ادا ہو گی۔ کیونکہ سبب وجوب ادا سے متصل جزء ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ ناقص وقت تو غروب تک ہوتا ہے۔ اس میں تو نماز ختم نہ ہوئی اور غروب کے بعد عصر کا وقت ہی ختم ہو گیا۔ نہ ناقص رہا نہ کامل۔ اب ناقص ادا ہونے کا کیا معنی ؟

الجواب: عصر کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اس پر ادا کی تعریف صادق ہے۔ صاحب بحر نے ادا کی تعریف یوں فرمائی ہے۔ فالاداء ابتداء فعل الواجب فی وقته
اس سے معلوم ہوا کہ ادا میں صرف تحریمہ یا ابتداء فی الوقت کافی ہے۔ جیسا کہ آگے نقل کر فرماتے ہیں۔

لانه لا يشترط فعل كله فى وقته ليكون اداء بل وجود التحريمة فى الوقت كاف لتكون الفعل اداء - البحر ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ [illegible]

اور شامی میں ہے۔ معلوم انه لا يشترط لكونه اداء وجود جميعه فيه الخ۔

ان تصریحات کی روشنی میں عصر کی نماز ہو جائے گی۔ اگر کہا جائے کہ پھر تو فجر بھی صحیح ہو جانی چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ طلوع شمس سے نماز فجر باطل ہے۔ کیونکہ یہ وقت نماز کے لئے ظرف نہیں بن سکتا۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہاں ادائیگی کا وجوب بھی نہیں ہو رہی۔ اگر یہ نماز صحیح ہو جاتی تو ادا کا حکم یہاں بھی لاگو ہو جاتا۔ وقت صحت صلوٰۃ کے لئے ظرف ہے صحت کے لئے شرط نہیں۔ اسی وجہ سے اگر ظہر کے وقت میں شروع کی جائے اور وقت میں ختم کر دی جائے یا وقت کے بعد ختم کی جائے۔ یا ابتداء اور اختتام دونوں وقت کے بعد ہوں۔ سب صورتوں میں نماز درست ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلی اور دوسری صورت میں ادا کہلائے گی اور تیسری صورت میں قضاء۔ وقت سے تقدیم اس لئے جائز نہیں کہ تقدم علی السبب لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲۴/۳/۱۴۰۳ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

ما یتعلق بالاذان والاقامۃ

اذان سے پہلے یا بعد میں گھنٹی بجانے کا حکم

اگر محلہ کی مسجد کی اذان بعض محلہ نہیں سن سکتے جس کی وجہ سے نمازیوں کو بہت دقت ہوتی ہے تو اگر اذان سے قبل یا بعد کوئی گھنٹی وغیرہ بجادی جائے تو یہ گھنٹی بجانا از روئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب اعلام بعد الاذان کو جسے تثویب بھی کہتے ہیں علماء متقدمین نے مکروہ و بدعت کہا ہے اور علماء متاخرین نے بوجہ تساہل اسے جائز رکھا ہے۔ پس بر بناء مذہب متاخرین اگر کوئی صورت جماعت کے انتظام کی نہ ہو تو گھنٹی یا نقارہ کے ساتھ اعلام جائز ہے۔

كما في الدر المختار و الشامية ويثوب بين الاذان والاقامة في الكل للكل بما تعارفوه كتنحنح او قامت قامت او الصلوٰة الصلوٰة ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلك جاز نهر عن المجتبى۔

(ج ۱ : ص ۲۹۱)۔

لیکن اگر اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے تو بلا ضرورت نقارہ بجانے سے بچنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۹ر۳ر۱۳۸۶ھ

ہیضہ کی حالت میں اذانیں دینا بدعت ہے

آج کل یہ اذانیں جو موجودہ وبائی امراض ہیضہ وغیرہ کے پھیلنے سے دی جاتی ہیں کیا فقہ حنفی کی رو سے یہ جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب: بدعت ہے کیونکہ عموم امراض کے وقت اذان دینا شارع علیہ السلام سے اور اقوال و افعال سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ کما فی فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۱۹۲، و فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۱۳۰۔ لہٰذا ان حالات میں اذان نہیں کہنی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ — بندہ محمد اسحاق غفر لہ ۱۵؍۱؍۱۴۰۰ھ

ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے

ہماری مسجد کا امام صاحب دوسری مسجد میں جاکر اذان دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ سنتیں بھی وہیں پڑھ لیتا ہے۔ پھر اپنی مسجد میں آکر اذان دیتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

۲: دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اذان کے بعد جاکر لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتا ہے۔ یا آواز دے کر لوگوں کو بلاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: ۱- فی الدر المختار: ویکرہ له ان یؤذن فی مسجدین اھ (شامی ص ۳۹۳ ج ۱)

اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شخص مذکور کا ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے پرہیز چاہئے۔

۲: مؤذن کا کسی اہل علم یا قاضی یا ایسے شخص کو جو دینی مصروفیت میں مشغول ہو، جاکر الصلوٰۃ یرحمک اللہ کہنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی پختہ نمازی کو جو نماز کی باقاعدہ پابندی کرتا ہے اور کسی وجہ سے سو گیا ہے یا غافل ہو گیا ہے، یاد دہانی کرانا جائز ہے۔ اس کے علاوہ عام طور پر لوگوں کے دروازوں پر جاکر کنڈا کھٹکھٹانا ثابت نہیں اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ کذا فی الدر المختار وشرحہ۔ (ج ۱ ص ۲۶۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۸؍۴؍۱۳۹۶ھ

ننگے سر اذان دینے کا حکم

اگر کسی نے ننگے سر اذان دی تو یہ اذان صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے آدمی کو شریعت میں کیا کہا جائے گا؟

الجواب: اذان تو ہو جائے گی لیکن بہتر یہ ہے کہ سر پر پگڑی یا ٹوپی پہن کر اذان دی جائے۔ آئندہ فعل مذکور سے احتراز کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم ۔
بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۲۵ / ۲ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۔

فاسق کی اذان کا اعادہ کیا جائے

ایک شخص ہر وقت بزرگان کرام بالخصوص ائمہ مجتہدین کو برا کہتا رہتا ہے اور ان کو کافر کہتا ہے ۔ ایسے ہی تنخواہ لے کر قرآن پاک پڑھانے والوں کو بھی برا کہتا ہے ۔ مگر نماز روزہ کا پابند ہے اور اذان دیتا ہے ۔ لوگ مسجد کو اذان سے منع بھی کرتے ہیں مگر زبردستی اذان پڑھ کر اپنی اکیلے نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے اگر وہ اذان دے کر چلا جائے تو وہ اذان دوبارہ کہی جائے یا نہیں ؟

الجواب شخص مذکور فاسق و فاجر ہے ۔ اس کا اذان دینا مکروہ تحریمی ہے ۔ اس اذان کا اعادہ کیا جائے ۔ لما فی الدر المختار مع الشامیۃ ج ۱ ص ۳۹۲ ۔

ویکرہ اذان جنب واقامتہ واقامۃ محدث لا اذانہ علی المذہب واذان امرأۃ وخنثی وفاسق اھ وفی الشامیۃ علی قول الدر ویعاد اذان جنب زاد القہستانی والفاسق والراکب والقاعد والماشی والمنحرف عن القبلۃ وعلل الوجوب فی الکل بانہ غیر معتد بہ اھ (ج ۱ ص ۳۹۲) ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ معین مفتی
۲ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

اذان کے لیے مخصوص جگہ کا ثبوت

مسجد کے دائیں یا بائیں اذان کے لیے جگہ بنانے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں ؟ اگر ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں ؟

الجواب اذان کے لیے مخصوص جگہ بنانا جائز ہے ۔ "

والمئذنۃ بکسر المیم وسکون الہمزۃ وہی محل الاذین ویقال لہا منارۃ ونقل ان اول من احدثہا بالمسجد مسلمۃ بن مخلد الصحابی رضی اللہ عنہ وکان امیرا علی مصر فی زمن معاویۃ رضی اللہ عنہ وکان بلال یأتی بسحر فیؤذن علی بیت حول المسجد لامرأۃ من بنی نجار ... (طحطاوی)

اور اہلِ مسجد کو اختیار ہے کہ بائیں یا جس طرف چاہیں بنائیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: عبدہٗ محمد عبداللہ عفرلہٗ — بندہ محمد اسحاق عفرلہٗ ۲-۵-۱۳۹۳ھ

راستہ میں نماز کی دعوت دیتے ہوئے آنے کا حکم

کچھ عرصہ سے مجھے شوق پیدا ہوا ہے کہ جس وقت میں اپنے مکان سے نماز کے لئے روانہ ہوتا ہوں تو اپنے ہمسایہ والوں اور چلنے والوں کو نماز کی دعوت دیتا ہوا مسجد پہنچتا ہوں راستہ میں اکثر "نماز، نماز" کی آواز بھی لگاتا ہوں۔ میرے اس فعل کو کچھ لوگ بدعت کہتے ہیں اور حدیث یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں ایک شخص نے تثویب شروع کر دی۔ ابن ابی شیبہ مجاہد کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مؤذن نے اذان کے بعد "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے لفظ سے تثویب کی اور لوگوں کو نماز کی دعوت دی۔ تو حضرت ابن عمرؓ نے مجاہدؒ سے فرمایا کہ یہ بدعت ہے مجھے یہاں سے لے چل۔

(کتاب کا نام ہے "راہِ سنت" ص ۱۳۲، مصنف مولوی محمد سرفراز خان صفدر، فاضل دیوبند، خطیب جامع مسجد گکھڑ منڈی۔ صدر مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)

مولوی عبدالحنان صاحب گجر کھنڈہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حدیث مؤذن کے لئے ہے کہ مسجد کی طرف سے مؤذن دوبارہ نماز کا اعلان نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص مسجد کے باہر لوگوں کو "نماز، نماز" پکار کر بلاتا ہے تو یہ بدعت نہیں، اس لئے جائز ہے۔

میرے مکان سے مسجد تک کچھ فاصلہ ہے۔ راستہ میں کئی مکان پڑتے ہیں جن کے قریب سے گزرتے ہوئے میں "نماز، نماز" کی آواز لگاتا ہوا مسجد کو پہنچتا ہوں۔ اب آپ یہ فرمائیں کہ میرا یہ فعل جائز ہے یا بدعت؟ عبدالحنان صاحب نے یہ بھی کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ صبح کے وقت لوگوں کو نماز کے لئے جگایا کرتے تھے۔

بہرحال آپ کا جواب آنے پر میں قطعی فیصلہ کروں گا کہ مجھے یہ کام بند کرنا چاہئے یا جاری رکھنا چاہئے؟

الجواب ـــــ ایک تو تثویب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ نماز کے عادی ہیں لیکن اپنے مشاغل میں مشغول ہیں اور احتمال ہے کہ غفلت و مشغولی کے سبب نماز سے نہ رہ جائیں ایسے لوگوں کو دوبارہ نماز کی اطلاع دینا۔

لان معنی التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام (شامی ج۱ ص۲۶۰)

متقدمین نے اسے ناجائز کہا ہے اور متاخرین کے نزدیک اس کی گنجائش ہے۔ مگر عملاً آج کل متروک ہے، اور اس کا محل مسجد ہے۔

اور دوسرے دعوت و تبلیغ ہے۔ کہ جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کو بذریعہ ترغیب و ترہیب نماز کا عادی بنایا جائے۔ یہ بھی جائز ہے۔ خواہ اذان کے بعد ہو یا اذان سے پہلے۔ لیکن اذان کے بعد مسجد کو جاتے ہوئے "نماز، نماز" کا نعرہ لگاتے ہوئے جانا نہ تثویب ہے نہ تبلیغ اس لئے اس کا کوئی خاص فائدہ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور نہ سلف سے کہیں منقول لکھا ہے۔

جو لوگ نماز پڑھتے ہیں اور وہ سوئے ہوتے ہیں ان کو "الصلوٰۃ" کہہ کر جگانا امر آخر ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل سے استدلال کرنا بظاہر صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ | بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اذانِ تہجد کا حکم

س ـــــ اذانِ تہجد جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــ اذانِ تہجد کی رمضان المبارک میں فی الجملہ گنجائش ہے۔ لیکن مسائل سے بے خبر لوگ واقف نہیں۔ لہٰذا صرف اذانِ فجر پر اکتفا کیا جائے۔ اور اذانِ تہجد موقوف کر دیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۹؍۱۲؍۱۳۹۰ھ

لاؤڈ سپیکر پر اذان کی تحقیق

س ـــــ کیا ایک مسجد میں لاؤڈ سپیکر کے ساتھ اذان کا ہونا دوسری مساجد کے لئے بھی کافی ہے؟ جب کہ مقصدِ اذان اعلامِ عام پورا ہو جاتا ہے۔ بالخصوص وہ مساجد جو قریب قریب دوسرے محلہ میں واقع ہوں لیکن

میں صرف بازار ہے اور چند مکانوں کا فاصلہ ہو۔

۲: مشکوۃ شریف ج ص ۹۵ پر ہے کہ ایک نابینا صحابی جب اس نے نماز میں حاضر ہو سکنے کی وجہ بیان کر کے رخصت طلب کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا۔

هل تسمع النداء بالصلوة قال نعم قال فاجب۔ الحديث

———— ایک واقعی معذور شرعی جو اپنے محلہ کی مسجد کی اذان نہ سننے پر گھر پر رخصت پر عمل کر لیتا ہے اور نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن لاؤڈ سپیکر کی تیز دار آواز لازمی اس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے تو کیا وہ پھر بھی (اس محلہ کا ہو یا دوسرے کا) اس رخصت پر عمل کر سکتا ہے یا مسجد میں حاضری واجب ہے۔ اور پھر حاضری اپنے محلہ والی مسجد میں یا جہاں سے آواز سنی ہے۔ اور عدم حاضری سے گنہگار ہوگا یا نہیں؟

۳: لاؤڈ سپیکر پر اذان کہنا ضروری ہے، مستحب ہے، مستحسن ہے، کیا ہے؟

۴: عین وقت اذان پر بجلی بند تھی تو اذان بغیر اس کے کہہ دی گئی۔ پھر چند منٹ کے بعد بجلی سپیکر کی آ گئی تو دوبارہ سپیکر پر کہنے کی تاکید کی جائے تو کس اذان کا اعتبار ہوگا۔ جس کا نہیں ہوگا اس میں کیا نقص ہے۔ عمداً تکرار اذان کیا حکم رکھتا ہے اور جب کہ امام ہی اس بات پر مصر ہو اور متفق ہو۔

۵: نمازوں میں کثرت مقتدیوں کے باعث سپیکر کو اس طرح نصب کیا جاتا ہے کہ مائیکروفون بالکل امام کے منہ کے محاذی ہوتا ہے جس سے تمام مقتدی امام کی قرأت اور تکبیرات انتقالیہ بخوبی سن سکتے ہیں مزید مکبروں کی ضرورت نہیں۔ یہ شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

بینوا توجروا۔

الجواب وإذا قسم أهل المحلة المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم إمام على حدة ومؤذنهم واحد لا بأس به والأولى أن يكون لكل طائفة مؤذن۔

(بحر، ج ۲، ص [illegible])

عبارت بالا کے الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسجد کے لئے الگ مؤذن ہونا چاہئے اگرچہ ایک کی اذان ہی کافی ہو جاتی ہے۔ پس صورت مسئولہ میں اگرچہ آلہ مکبر الصوت کی آواز

دور دور تک پہنچ جاتی ہے۔ لیکن ہر مسجد میں اذان الگ ہونی چاہئے۔ تعامل بھی اسی پر ہے۔ ہر مسجد میں نماز کے اوقات کا متحد ہونا بھی ضروری نہیں۔ پس متعدد مساجد کے لئے اذان واحد کافی نہیں ہو سکتی۔

۲: فأجب ای فأت الجماعة قال الطیبی فیه دلیل علی وجوب الجماعة وقیل حث مبالغة فی الافضل الالیق او کذا فی المرقاة کذا فی الحواشی۔

حدیث مذکور بروایت ابو داؤد وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں۔

قال تسمع النداء قال نعم قال ما اجد لک رخصة۔

تو آخری الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے شیخ ابراہیم حلبیؒ فرماتے ہیں۔

معناه لا اجد لک رخصة تحصل لک فضیلة الجماعة من غیر حضورها لا الایجاب علی الاعمی فانه علیه الصلوٰة والسلام رخص لعتبان بن مالک علی ما فی الصحیحین الخ

(کبیری ص [illegible])

شارح حدیث کی تشریح بالا سے معلوم ہوا کہ فأجب کا امر ایجاب کے لئے نہیں تھا بلکہ فضیلت کا تھا اعمی پر اذان سننے کے باوجود بھی مسجد میں آنا واجب نہیں ہے۔ اعمی کے لئے مطلقاً رخصت ثابت ہے کما فی الصحیحین اور بلاشبہ فضیلت حاضری میں ہی ہے جب کہ بلا تکلیف ہو سکے۔

۳: زیادہ سے زیادہ مستحسن ہے۔

۴: تکرار اذان مذکورہ درست نہیں۔ پس پہلی اذان جو کہ بجلی نہ ہونے کی حالت میں کہی گئی تھی کافی ہے دوبارہ اذان نہ دی جائے۔

۵: جائز ہے خلاف احتیاط ہے مکبرین کے ذریعہ تکبیرات معلوم کرانے کا انتظام ہونا چاہئے آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں شرعاً پسندیدہ نہیں بلکہ قریب بکراہت ہے۔ تکبیرات انتقال کی اطلاع کرنے کا انتظام مکبروں کے ذریعہ ہونا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح۔ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی [illegible]　　بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

تہجد کیلئے اذان خلاف سنت ہے

سوال: نماز تہجد کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیتے تھے یا نہیں ؟

الجواب: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح صادق سے کچھ پہلے اذان دیا کرتے تھے تاکہ تہجد میں مشغول حضرات ذرا آرام کرلیں اور سونے ہوئے لوگ اٹھ کر فجر کی نماز کی تیاری کرلیں مگر بعد میں یہ اذان منسوخ ہوگئی تھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اسے معمول نہیں بنایا۔

قال العلام ابو جعفر الطحاوی ان التأذین قبل طلوع الفجر خلاف لسنة اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۶) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بالغ کا اذان دینا افضل ہے

سوال: نابالغ لڑکا اذان دے سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب: عاقل بچہ اذان دے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ بالغ اذان دے۔

واذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراهة فی ظاهر الروایة ولكن اذان البالغ افضل اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۴)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا	۱۳ — ۲ — ۱۳۹۶ ھ

داڑھی منڈے کا اذان کہنا مکروہ ہے

سوال: ایک شخص داڑھی منڈاتا ہے۔ کیا وہ اذان اور اقامت کہہ سکتا ہے ؟ بعض کا خیال ہے کہ داڑھی والے کی موجودگی میں بغیر داڑھی والا اذان و اقامت نہ کہے۔ ؟

الجواب داڑھی منڈانے والا فاسق ہے اور فاسق کا اذان کہنا مکروہ ہے۔ مؤذن و مکبر ایسا شخص ہونا چاہیئے جو پابند شریعت ہو۔

ویستحب ان یکون المؤذن عالما بالسنة تقیا فیکرہ اذان الجاہل والفاسق اھ (غنیة المستملی ص۳۵۲)۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳۹۹/۱۲/۱۴ھ

کثرت بارش کے وقت اذان دینا

جب بارش بہت زیادہ ہو جائے تو لوگ اذانیں دیتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

الجواب کثرت بارش کے وقت اذان دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت نہیں تو مکروہ ہے۔

وھو مسنة للرجال مؤکدة للفرائض لا یسن لغیرھا اھ (شامی ج۱ ص۳۸۴)۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۴/۹/۱۳۹۹ھ

اذان دے کر مسجد سے نکلنے کا حکم

ایک آدمی امام مسجد بھی ہے اور دوکان پر ملازم بھی ہے جماعت کا وظیفہ کافی نہیں۔ وہ اذان دے کر سنتیں پڑھ کر دوکان پر چلا جاتا ہے اور پیچھے سنت پڑھ کر امامت کراتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب بہتر تو یہ ہے کہ اتنے مختصر وقت کے لئے نہ نکلا جائے۔ لیکن اگر چلا بھی جائے تو چنداں کراہت نہ ہوگی۔ کیونکہ اسے واپس آنا ہے۔

لحدیث ابن ماجة من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وھو لا یرید الرجوع فھو منافق اھ (شامی ج۱ ص۶۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ ۵/۱۱/۱۴۰۰ھ

جنبی کا اذان دینا مکروہ ہے

سوال: ایک شخص نے جنبی ہونے کی حالت میں مسجد میں اذان دی۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جنبی کا اذان دینا مکروہ تحریمی ہے نیز ایسے ہی اس حالت میں مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں۔ اب توبہ و استغفار کیا جائے۔ اگر وقت کے اندر پتہ چل جائے تو اعادہ کیا جائے۔

ویعاد اذان جنب ندبا وقیل وجوبا اھ (درمختار علی الشامیہ ج ۱ صفحہ ۲۶۵)

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ولد الزنا اذان دے سکتا ہے

سوال: کیا ولد الزنا مسلم اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: دے سکتا ہے۔ ویجوز اذان العبد والقروی واعمی المفانۃ وولد الزنا اھ (عالمگیری ج ۱ صفحہ ۵۴)

ویجوز بلا کراھۃ اذان صبی مراھق وعبد ولا یحل الا باذن حاکم خاص واعمی وولد الزنا واعرابی اھ (درمختار علی الشامیہ ج ۱ صفحہ ۳۹۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۳ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

تکبیر کے ہر کلمے کے آخر میں جزم پڑھی جائے

سوال: تکبیر میں وصل ہے یا فصل؟ یعنی کلمہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے آخری حرف پر ضمہ پڑھیں گے یا نہیں؟ جبکہ بغیر سانس توڑے دوسرا کلمہ ساتھ ملایا جائے؟

الجواب: دوسرا کلمہ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ بغیر سانس توڑے پڑھا جائے تو بھی پہلے کے آخر میں کوئی حرکت نہ پڑھی جائے۔

بلکہ تکبیر و اذان کے تمام کلمات کے آخر میں اعراب نہ پڑھا جائے۔

روی ذالک عن النخعی موقوفا علیہ ومرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الاذان جزم والاقامۃ جزم والتکبیر جزم اھ (شامی ج ۱ ص ۲۵۸)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ○ محمد انور عفا اللہ عنہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مؤذن کی اجازت کے بغیر اقامت کہنے کا حکم

ایک مسجد میں مؤذن نے اذان دی۔ اس کی اجازت کے بغیر تکبیر کہنا درست ہے یا نہیں؟ نیز مؤذن مستقل ہو یا غیر مستقل ہو ایک ہی حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

الجواب اگر مؤذن موجود ہے اور دوسرے کے تکبیر کہنے سے اسے وحشت ہوتی ہے تو اس کی اجازت کے بغیر تکبیر نہ کہی جائے۔

اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقا وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۲۶۶) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان | حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیرالمدارس ملتان ۸ / ۱ / ۱۳۹۹ھ

چودہ سالہ لڑکے کی اذان کا حکم

ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً چودہ سال سے زیادہ ہے۔ اذان دیتا ہے اور نماز بھی پابندی سے پڑھتا ہے کیا اس کی اذان درست ہے؟

الجواب مذکورہ لڑکا اگر اذان صحیح دیتا ہے تو بلا کراہت درست ہے اسے منع نہ کیا جائے۔ ویجوز بلا کراہۃ اذان صبی مراھق و وقار

وفی الشامیۃ قولہ صبی مراھق المراد بہ العاقل وان لم یراھق کما ھو ظاھر البحر۔ (ج ۱ ص ۲۶۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۹ - ۱۱ - ۱۳۹۸ھ

فاسق کی اذان مکروہ تحریمی ہے

فاسق کی اذان میں کونسی کراہت ہے؟ تحریمیہ یا تنزیہیہ؟

الجواب: درمختار میں لکھا ہے کہ جنبی، معتوہ اور فاسق کی اذان مکروہ ہے۔ شامی میں اس کے تحت تحریر ہے کہ بظاہر اس سے کراہت تحریمیہ مراد ہے۔

وظاهره ان الكراهة تحريمية اھ (ج ۱ ص [illegible])۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۵/۱/۱۴۰۰ھ

قبل از وقت کہی گئی اذان دوبارہ کہی جائے

پنجاب کی اکثر مساجد میں یہ عادت بن گئی ہے کہ اذان نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی دی جاتی ہے یعنی ابھی نماز کا وقت نہیں ہوا ہوتا کہ اذان ہو جاتی ہے۔ تو کیا حکم ہے کہ وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے یا اسی پر اکتفا کیا جائے؟

الجواب: اذان کی غرض نماز کا وقت شروع ہونے کی اطلاع دینا ہے۔ اور یہ غرض جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ اذان وقت شروع ہونے پر دی جائے۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اذان وقت سے پہلے دی جائے تو وقت شروع ہونے کے بعد اس کا اعادہ کیا جائے۔ چاہے کوئی اذان ہو۔

فیعاد اذان وقع بعضه قبله كالاقامة اھ (درمختار)۔

(قوله وقع بعضه) وكذا كله بالاولى اھ (شامی ج ۱ ص [illegible] باب الاذان)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۷/۱۲/۱۳۹۹ھ

اللہ اکبر کی راء کو لام کے ساتھ ملانا

اذان و اقامت میں اللہ اکبر کی راء کو لام کے ساتھ ملا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب ـــــ اذان و اقامت میں راء پر جزم پڑھی جائے لام کے ساتھ نہ ملائی جائے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۰ / ۸ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے اندر بھی اذان دینا درست ہے

اذان مسجد کے اندر یا باہر دینا چاہئے ؟ بعض حضرات کا اصرار ہے کہ مسجد کے باہر اذان دینا چاہئے ۔

الجواب ـــــ مسجد کے اندر بھی بلا کراہت جائز ہے ۔ (امداد المفتین ، ج ۲ ص ۸۰) ۔ فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۹ / ۱ / ۱۴۰۸ھ

جمعہ کی دوسری اذان معمول و متوارث ہے

اذان خطبہ یعنی دوسری اذان جمعہ جائز ہے یا نہیں ؟ مہربانی فرما کر ہماری تسلی فرمائیں کہ جائز ہے یا ناجائز ؟ زید نے اذان بند کر رکھی ہے ۔

الجواب ـــــ دوسری اذان جمعہ بالکل جائز ہے ۔ عہد خلافت راشدہ سے کر آج چودہ سو سال تک شریعت اور امت میں یہ اذان معمول و متوارث چلی آرہی ہے ۔ پس اسے ناجائز کہنا غلط اور ابتداع ہے ۔ فقط واللہ اعلم

محمد اقبال عفا اللہ عنہ
۱۲ / ۱ / ۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

اقامت میں بھی "حیعلتین" کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرا جائے

اقامت میں "حیعلتین" کے وقت دائیں بائیں

طرف منہ پھیرنا سنت ہے یا نہ ، اگر سنت ہے تو نہ کہنے والے کی تکبیر ہو جائے گی یا نہ ؟

الجواب وفی الدر علی الشامیۃ ج ۱ ص ۳۶۰ - ویلتفت فیہ وکذا فیھا مطلقا - روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اقامت میں بھی حیعلتین کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا مسنون و درست ہے لیکن اگر کسی مکبر نے منہ نہیں پھیرا تو تب بھی اقامت ہو جائے گی ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲ / ۹ / ۱۳۹۱ھ

دوران وعظ اذان شروع ہو جائے تو وعظ بند کر کے اذان کا جواب دینا چاہیے

ایک شخص دین کی باتیں کر رہا ہے ۔ اذان شروع ہو گئی تو کیا اس کو وہ دین کا وعظ اور تکرار بند کر کے اذان کا جواب دینا واجب ہے یا نہیں ؟ اور مسجد کے اندر یا باہر کا بھی کوئی فرق ہے کہ مسجد میں جواب واجب نہیں اور باہر واجب ہے ؟

الجواب اگر وعظ و تکرار کو بند کر کے جواب دے تو اچھا ہے ۔ اور اگر وعظ و تکرار کو جاری رکھے اور جواب نہ دے تو بھی کوئی حرج نہیں ۔ اس لئے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے ۔ در مختار میں ہے ۔

ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم من سمع الاذان ولو جنبا لا حائضا ونفساء وسامع خطبۃ الخ ۔ (درمختار مع الشامیۃ ج ۱ ص ۳۹۶) ۔

اور رد المحتار میں ہے ۔

لانہ لا یفوت بعادۃ لانہ تکرار التلاوۃ انما ھو للاجر فلا یفوت بالاجابۃ بخلاف التعلم فعلی ھذا لو یسمع تسبیحا او تعلما لا یقطع سامعا اقول ۔ (ج ۱ ص ۳۹۶) ۔

(قولہ وقال الحلوانی ندبا) ای قال الحلوانی ان الاجابۃ باللسان مندوبۃ والواجبۃ ھی الاجابۃ بالقدم ۔

(شامی ج ۱ ص ...)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد و خارج کی تفریق حلوانی رح کے قول پر مبنی ہے۔ واما عندنا فیقطع و یجیب بلسانہ مطلقا۔ (کذا فی الدر المختار ج ۱ ص ۲۰۰)۔

والجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

تکبیر کس وقت کہی جائے

امام صاحب کے مصلے پر پہنچنے پر تکبیر کہنا بہتر ہے یا امام کے آنے سے پہلے ہی کہہ دینا، تکبیر کے لئے امام کی اجازت لی جاوے یا نہیں ؟

الجواب بہتر یہی ہے کہ امام کے مصلے پر آنے کے بعد تکبیر کہی جاوے۔ لیکن اگر ایک گھڑی پہلے بھی کہدی جاوے تو جائز ہے۔

حضر الامام بعد اقامۃ المؤذن بساعۃ او صلی سنۃ الفجر بعدھا لا یجب اعادتھا کذا فی القنیۃ۔ (عالمگیری ج ۱ ص ...)۔ اور قرین قیاس یہی ہے کہ امام سے اجازت لینا مستحسن ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ زبان سے تصریح کرائی جائے۔ بلکہ امام کا مصلے پر کھڑا ہونا ہی اجازت ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ اصغر علی عفر لہ معین مفتی
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	۴ رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ

ترک واجب کی وجہ سے اعادہ کی جانے والی نماز کیلئے تکبیر کی حاجت نہیں

اگر امام کسی واجب کے ترک سے سجدۂ سہو بھول جائے اور سلام پھیرے تو جب اس نماز کا اعادہ کیا جائے تو کیا اس نماز کے لئے تکبیر کہنی پڑے گی یا نہیں ؟ اگر کہنی پڑتی ہو اور نہ کہی گئی ہو تو کیا دوسری نماز ہو جائے گی یا نہیں ؟ اگر نہیں ہوئی تو تیسری دفعہ نماز مع تکبیر ادا

کی جائے ؟

۲ ۔ اگر کسی کو سجدہ سہو بھول گیا تو سلام کے بعد کتنی دیر تک سجدہ سہو کر سکتا ہے ؟

الجواب ترک واجب کی وجہ سے اگر نماز دوبارہ پڑھی جائے تو اعادہ تکبیر کی حاجت نہیں ۔ وہیں کھڑے ہو کر بدون اعادہ تکبیر نماز دہرائی جائے ۔ اعادہ وقت کے اندر طویل فصل کے بغیر ہو تو اقامت نہ کہی جائے ورنہ کہی جائے ۔

قوم ذکروا فوت صلوٰۃ صلوها في المسجد في الوقت قضوها بجماعة فيه ولا يعيدون الاذان والاقامة ۔ (شامی ج۱ ص[illegible]) ۔

۲ ۔ جب تک دنیوی بات نہیں کی ، سینہ قبلہ سے منحرف نہیں ہوا ، وضو نہیں ٹوٹا تو سلام پھیرنے کے بعد وہیں بیٹھے بیٹھے سجدہ سہو کر سکتا ہے ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

معذور بیٹھ کر اذان دے سکتا ہے

زید ٹانگوں سے معذور ہے کھڑا نہیں ہو سکتا ۔ آیا زید کے لئے بیٹھ کر اذان دینا اور تکبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب غیر معذور کے لئے بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے ۔ ویکره الاذان قاعدًا ۔ (هندیه ۔ ج۱ ۔ ص۵۳) ۔ معذور کے لئے گنجائش ہے ۔ کالاذان للمسافر راکبا وان کره في الحضر ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۴ / ۱۰ / ۱۳۷۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اذان کے بعد رفع ایدی کیساتھ دعا کرنے کا حکم

۱ ۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے ؟ حدیث و قرآن کی روشنی میں وضاحت کی جائے ۔

۲ ۔ اذان کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے ؟ مثلاً وقت غروب آفتاب اذان کے بعد کسی

نمازی اور امام مسجد کو ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگتے نہیں دیکھا۔

۳: ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے جو خود ہاتھ اٹھا کر دعاء نہ مانگتا ہو اذان کے بعد؟

الجواب: رفع الیدین عند الدعاء فی الجملہ ثابت ہے۔ لیکن ہر دعاء میں رفع یدین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ جیسے مسجد میں دخول وخروج کے وقت، بیت الخلاء میں دخول وخروج کے وقت، جماع و انزال وغیرہ ذالک جگہ ان مواقع میں کوئی بھی رفع یدین کا قائل نہیں۔ لہذا جن مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین نہیں کیا امت کو بھی چاہئے کہ وہ بھی ترک کرے۔ اذان کے بعد دعاء میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے کذا فی احسن الفتاوی ج ۳ ص ۲۴ ۔ لہذا جس امام کا عمل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مشابہ ہو اس کی امامت یقیناً صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی | الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈانے والا مستقل مؤذن نہ رکھا جائے

داڑھی منڈانے والے کو مستقل طور پر مسجد کا مؤذن بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: مؤذن متقی پرہیزگار عالم ہونا چاہئے۔ ہندیہ میں ہے۔ وینبغی ان یکون المؤذن رجلا عاقلا صالحا تقیا عالما بالسنة هكذا فى النهاية (ج ۱ ص ۵۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۰-۹-۱۴۰۰ھ

مکبر کا امام کے پیچھے ہونا ضروری نہیں

مکبر کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہونا ضروری ہے یا نہ نیز مکبر کا صف اوّل ہی میں ہونا ضروری ہے یا دوسری تیسری صف میں بھی تکبیر کہہ سکتا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب: بالکل پیچھے کھڑا ہونا ضروری نہیں جہاں جگہ ہو کھڑے ہوسکتے ہیں۔ ایسے ہی پہلی صف میں ہونا بھی ضروری نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ ۶-۹-۱۴۰۰ھ | الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

صبح صادق کے بعد پانچ سات منٹ کی تاخیر

سحری کے اختتام کے کتنی دیر بعد اذان فجر ہونی چاہئے ۔ اگر کچھ دیر بعد اذان ہونی چاہئے تو اس کی دلیل یا ثبوت پیش فرمائیے ؟

الجواب ــــ اذان کا وقت صبح صادق کے ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے پانچ سات منٹ کی تاخیر احتیاطاً کی جاتی ہے تاکہ فجر خوب واضح ہوجائے ۔ کما قال علیہ السلام لا تؤذن حتی یتبین لک الفجر ۔ الحدیث ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	۱۳ / ۱۰ / ۱۴۰۸ھ

تثویب کے بارے میں ایک روایت کی تحقیق

ہم بمقام باقر شاہ ، از مضافات علی پور ، آپ (جناب مہتمم صاحب) کے ارشادات عالیہ میں موجود تھے ۔ وہاں دوران بیان ایک روایت آپ سے یوں سنی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دوران سفر اپنے ساتھی کو فرمایا کہ ہم اپنے فلاں صاحب کے پاس رہائش پذیر ہوں گے جب وہاں پہنچے تو مسجد میں ان کو جاکر السلام علیکم کہا ۔ تو انہوں نے جواباً کہا وعلیکم السلام وَدَل رسلم ۔ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ تم بدعتی ہو ۔ پھر واپس چلے گئے ۔

اب عرض ہے کہ اس کا حوالہ باسند تحریر فرمادیں اور محدثین کی سند کو بھی تحریر فرمائیں ۔ ؟

الجواب ــــ سوال میں جیسے ذکر ہے ویسے تو کوئی واقعہ نہیں ملا ۔ البتہ یوں آتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے داخل ہوئے اذان ہوچکی تھی ایک شخص نے تثویب شروع کردی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ۔

اخرج بنا فان ہذہ بدعۃ اھ (ابوداؤد شریف ج ۱ صلا)

یا ایک حدیث یوں آتی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینک لی ۔ تو یوں کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کا میں بھی قائل ہوں مگر اس موقع پر

ہمیں سلام کی تعلیم نہیں دی گئی۔ (ترمذی شریف: ج ۲: ص ۹۸)۔

الجواب صحیح | فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان | ۲۳ / ۳ / ۱۴۰۶ھ

دعاء بعد الاذان میں "والدرجۃ الرفیعۃ" کے الفاظ احادیث میں منقول نہیں

اذان کے بعد جو دعا معروف ہے اس کے بارے میں تحقیق مطلوب ہے کہ اس کے صحیح الفاظ کیا ہیں؟ بالخصوص "والدرجة الرفيعة" "وارزقنا شفاعته يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد" کے بارے میں وضاحت فرمائیں کہ یہ الفاظ درست ہیں یا نہیں اور انہیں پڑھنے سے ثواب ہوگا یا نہیں؟

الجواب تمام معتبر و مستند کتب حدیث میں یہ دعا ان الفاظ منقول ہے۔

اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدن الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته۔ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے آخر میں انك لا تخلف الميعاد کی زیادتی بھی کی ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس دعا میں والدرجة الرفيعة کا لفظ اور ایسے ہی اس کے اختتام پر یا ارحم الراحمين کا لفظ بے اصل ہے۔ ولفظہ "روى البخاري وغيره من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدا الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودا الذي وعدته حلت له شفاعتي يوم القيامة وزاد البيهقي انك لا تخلف الميعاد وتمامه في الامداد والفتح وقال ابن حجر في شرح المنهاج وزيادة والدرجة الرفيعة وختمه بيا ارحم

الراحمين لا اصل لهما اهـ (شامی ج ۱ ص ۳۵۰)۔

علامہ سخاوی سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

واما زيادة والدرجة الرفيعة المشتهرة على الألسنة فقال السخاوي لم اره في شيء من الروايات وزاد البيهقي في رواية انك لا تخلف الميعاد واما زيادة يا ارحم الراحمين فلا وجود لها في كتب الحديث۔ (بذل المجهود۔ ج ۱ ص ۳۰۲)۔

مسنون الفاظ پر اضافہ کر کے پڑھنے سے دعائے مسنون کی برکت حاصل نہ ہوگی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۵ ارم ۱۴۰۲ھ

اذان میں ”شہادتین“ اور ”حیعلتین“ کو کھینچ کر پڑھنے کا حکم

آج کل ہمارے علاقہ میں مؤذن اذان ٹھیک طرح سے پڑھتے ہیں۔ گو یہ جائز ہے۔ مگر جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو ا ا ا زیادتی کرتے ہیں ا ا کبھی زیادہ طرز پر اور کبھی مدہم کر کے۔ اسی طرح حی علی الصلاۃ پر ا ا ا کرتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب چونکہ ا ا وغیرہ ”شہادتین“ کے آخر میں لحن ہے لہذا یہ ناجائز ہے۔

لما في الدر المختار: ولا لحن فيه اى تغنى بغير كلماته فانه لا يحل فعله وسماعه كالتغنى بالقرآن اهـ
وفي الرد تحت قوله بغير كلماته اى بزيادة حركة او حرف او مد او غيرها في الاوائل والاواخر۔
(شامی ج ۱ ص ۳۵۹)۔

معلوم ہوا کہ زیادۃ حرکت، حرف یا مد آخر یا اول میں لحن ہے وہو لایجوز۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

—— رشید احمد صدیقی ——

دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ ، اکوڑہ خٹک ضلع پشاور مغربی پاکستان

اللہ کے لام کو ایک الف کی مقدار سے زیادہ کھینچنا غلط ہے۔ علامہ شامی رح لکھتے ہیں

اعلم ان المد ان کان فی اللہ فاما فی اولہ او اوسطہ

او آخرہ ..... (الی قولہ) وان کان فی وسطہ فان بالغ

حتی حدث الف ثانیۃ بین اللام والھاء کرہ اھ (شامیہ ج ۱ ص۳۵۹)

حاصل یہ ہے کہ اللہ کے لام کو ایک الف سے زیادہ کھینچنا مکروہ ہے لیکن حیعلتین

کو بھی زیادہ نہ کھینچا جائے۔ قال الحلوانی لا بأس بادخال المد فی

الحیعلتین لانھما غیر ذکر وتعبیرہ بلا بأس یدل علی ان

الاولی عدمہ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۵۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ، ۱۰/۹/ ۱۳۸۱ھ

اذان کے بعد جماعت سے پہلے سپیکر پر بلند آواز سے سبحان اللہ، الحمد للہ کہنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

کہ اذان کے بعد جماعت سے کچھ منٹ پہلے ایک صاحب یہ کلمات لاؤڈ سپیکر

میں کہتا ہے۔ مثلاً سُبْحَانَ اللہ سُبْحَانَ اللہ الحمد للہ نماز کا

وقت ہو گیا ہے، جلدی مسجد میں آؤ نماز کا وقت قریب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز کیا ان کلمات سے اذان کی اہمیت میں تو کوئی فرق

نہیں آتا؟

الجواب: اذان و اقامت کے درمیان مذکورہ کلمات کہنا اصطلاح شرع

میں تثویب کہلاتا ہے۔ فتاویٰ امداد الاحکام میں اسے مکروہ لکھا ہے

(ج ۱ - ص ۴۴۱)۔

فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۳/۱/۱۴۰۳ھ

بوقتِ اذان کانوں میں انگلیاں دینا

اذان دیتے وقت انگلیاں کانوں پہ رکھ لینا کافی ہے یا کانوں کے سوراخ میں دینی چاہئیں؟ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ انگلیاں صرف کانوں پہ رکھ دیتے ہیں اور بعض سوراخوں میں دے لیتے ہیں۔ صحیح مسئلہ سے مطلع فرمائیں؟

المستفتی: محمد صفدر الحق

مرکزی جامع مسجد غلہ منڈی کوٹ ، ڈیرہ تحصیل تونسہ شریف

الجواب زیادہ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں سوراخوں میں ڈال جائیں کیونکہ رفع صوت اسی سے زیادہ ہوتا ہے۔ وھو المطلوب من ھذا العمل

ویجعل ندبا اصبعیہ فی صماخ اذنیہ فاذانہ بدونہ حسن وبہ احسن اھ (درمختار) (قولہ ویجعل اصبعیہ) لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اجعل اصبعیک فی اذنیک فانہ ارفع لصوتک۔ اھ۔ (شامی ج ۱ ص ۳۸۸)۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

بلالیؓ اذان یا بدعتی اذان

حضرت مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

ا ۔ فرشتے نے آسمان سے نازل ہو کر جو اذان سکھلائی۔

ب ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اذان کی امت کو تعلیم دی۔

ج ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدۃ العمر حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو اذان دیتے رہے۔

د ۔ حضرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کے مبارک زمانوں میں سات صدیوں تک پورے عالم اسلام میں جو اذان دی جاتی رہی — وہ یہی اذان تھی جو "اللہ اکبر اللہ اکبر" سے شروع ہو کر "لا الٰہ الا اللہ" پر ختم ہو جاتی ہے۔ نہ اس سے پہلے کوئی ذکر و درود شریف ہے نہ بعد میں۔

آٹھویں صدی کے آخر میں اذان سے پہلے اضافۂ درود کی بدعت ایجاد کر کے فرقہ بندی کی بنیاد ایک عیش پرست بادشاہ نے رکھی — سپیکروں کی کثرت نے اسے شہرت دی — فرقہ واریت کو ہوا دینے والوں نے اس کے ذریعہ امت میں خوب خوب افتراق وانتشار پیدا کیا — وحدت ملی کا تقاضا ہے کہ آسمانی، امت کی وہ بلالی مسنون اذان کے مقابلہ میں بدعتی شاہی اذان کو ترک کر دیا جائے — ذکر و درود شریف کے لئے سارا دن ہے جتنا کوئی پڑھے کون روکتا ہے، لیکن سنت مستمرہ کی شکل وصورت کو تبدیل کر دینا اور انوار سنت کو بدعت کے غلافوں میں چھپا دینا کسی طرح روا نہیں — ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اس بدعت کو اتنا رواج دیا گیا کہ سنت حبیب ﷺ جرم بن کر رہ گئی — کوئی مسلمان اہل بدعات کی مسجد میں اصلی اذان بلالی ہی نہیں دے سکتا ورنہ اس کی جان کا خطرہ ہے۔

— اس سے بڑھ کر ستم ظریفی کیا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مساجد میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان جرم بن جائے — بہرحال رابطہ عالم اسلامی یا حکومت پاکستان نے سنت اذان کی حمایت میں جو سرکلر جاری کیا ہے وہ شریعت مطہرہ کے عین

مطابق ہے ——— اللہ تعالیٰ سب اہل سنت کو بحال جو اذان پر عمل کی توفیق دے آمین

رسمِ اذان رہ گئی روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

علامہ اقبال مرحوم

اذان پر اجرت لے سکتے یا نہیں

مؤذن کے لئے اذان پر اجرت لینا مقرر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: مولانا محمد غوث بنال مسجد گل گشت کالونی ملتان

الجواب ——— اگر ضرورت نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ مؤذن اذان کی اجرت نہ لے اور اگر اپنے اور اہل و عیال کے لئے نان نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو تو اجرت لے سکتا ہے۔ اجرت لینے کے باوجود اسے اذان دینے کا ثواب بھی ملے گا بشرطیکہ اذان ثواب کی نیت سے دیتا ہو۔

وانما يستحق ثواب المؤذنين الا كان عالما بالسنة والاوقات ولو غير محتسب اهـ درمختار

(قوله غير محتسب) اى وان كان قصده وجه الله تعالى لكنه بمراعاته الاوقات والاشتغال به يقل اكتسابه عما يكفيه لنفسه وعياله فياخذ الاجرة لئلا يمنعه الاكتساب عن اقامة هذه الوظيفة الشريفة ولولا ذلك لم ياخذ اجرا فله الثواب المذكور بل يكون جمع بين عبادتين وهما الاذان والسعي على العيال وانما الاعمال بالنيات . (شامية ج ۱ ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲ / ۱۱ / ۱۴۰۰ھ

اذان کا جواب مؤذن کے ساتھ ساتھ دے یا بعد میں

اذان کا جواب مؤذن کے ساتھ ساتھ دینا یا اس کے بعد دینا۔ مثلاً جب مؤذن اشہد ان لا الٰہ الا اللہ شروع کرے تو جواب دینے والا بھی ساتھ ہی شروع ہو جائے یا مؤذن کے الا اللہ پر پہنچنے کے بعد جواب دینا شروع کیا جائے؟

السائل: بشیر احمد صاحب الجرود سے قطر فروش۔ میاں چنوں۔

الجواب: مؤذن کے ختم کرلینے کے بعد جواب شروع کرے۔ مرجح طریقہ یہی ہے۔

واستفيد من هذا ان المجيب لا يسبق المؤذن بل يعقب كل جملة منه بجملة منه قال في الفتح وفي حديث عمر الى تامة التنصيص على ذلك اه قلت وظاهره انه لا يكفي المقارنة في الجواب بعقب الكلام بخلاف متابعة المقتدي للامام اه (شامیہ ج۱ ص۲۹۷) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۳ / ۷ / ۱۴۰۳ھ

نومولود کے کان میں اذان دینے کا طریقہ اور اس کا فائدہ

عام طور پر رواج ہے کہ نومولود کے کان میں اذان دیتے ہیں۔ اس کا طریقہ کیا ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے؟

الجواب: نومولود کو ہاتھوں پر اٹھا کر قبلہ رو کھڑے ہوں، دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت حسب معمول دائیں بائیں منہ بھی پھیریں۔ اس اذان میں اتباع سنت کے ساتھ ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بچوں کی مشہور مرض "ام الصبیان" کے لئے نافع ہے۔

قال السندي فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل

القبلة و يؤذن فيه اذنه اليمنى و يقيم فى اليسرى و يلتفت فيهما بالصلوة لجهة اليمين و بالفلاح لجهة اليسار و فائدة الاذان فى اذنه انه يدفع ام الصبيان عنه . اهـ (تقرير رافعى على حاشية ابن عابدين ج ۱ ص ۴۸) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — محمد عبداللہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

"قد قامت الصلوٰۃ" کے وقت "اقامہا اللہ وادامہا" کہنے کا ثبوت

تکبیر کا جواب دیتے وقت "قد قامت الصلوٰۃ" کا جواب "اقامہا اللہ وادامہا" سے دینے کا شرعاً کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

سائل مولوی محمد اقبال گوجرانوالہ

الجواب: طحاوی علی مراقی وغیرہ سے منقول ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام "قد قامت الصلوٰۃ" کے وقت "اقامہا اللہ وادامہا" کہتے تھے۔

قال بعض الفضلاء و يقول عند قد قامت الصلوة اقامها الله وادامها وهكذا روى عن النبى صلى الله عليه وسلم ذكره الحلبى وغيره ومعنى اقامها الله اثبتها وادامها اهـ (طحطاوى ص ۱۱۱)۔

ويقول عند قد قامت الصلوة اقامها الله وادامها اهـ (در مختار) (قوله ويقول) اى كما رواه ابو داؤد بزيادة ما دامت السموات والارض وجعلنى من صالحى اهلها اهـ (شامى ج ۱ ص ۲۹۹)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۹ / ۷ / ۱۴۰۳ھ

مسجد سے باہر اکیلے نماز پڑھنے والا اذان کہے یا نہ؟

اگر کسی نے اکیلے ہی نماز پڑھنی ہو مسجد سے باہر تو کیا اذان دے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

عتیق الرحمن ساہیوال

الجواب آبادی میں اذان کا ترک جائز ہے بشرطیکہ محلہ میں اذان ہو چکی ہو۔

ولا یکرہ ترکہما لمن یصلی فی المصر اذا وجد فی المحلۃ۔ اھ عالمگیری [illegible]

فقط واللہ اعلم۔ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا۔

ٹیپ سے نشر کی ہوئی اذان معتبر نہیں ہے

اگر اذان کے وقت بجائے تازہ اذان دینے کے حرم مکہ کی ریکارڈ کی ہوئی اذان لگا دی جائے تو کیا وہ اذان کے قائم مقام ہو جائے گی یا نہیں؟

محمد الیاس ۲۴۴ نقشبند کالونی خانیوال روڈ ملتان

الجواب ٹیپ سے نشر ہونے والی اذان شرعاً اذان مشروع کے حکم میں نہیں اس لئے سنت اذان ادا نہ ہوگی حسب معمول مؤذن سے اذان کہلوائی جائے۔

وذکر فی البدائع ایضا ان اذان الصبی الذی لا یعقل لا یجزی ویعاد لان ما یصدر لا عن عقل لا یعتد بہ کصوت الطیور۔ اھ

(شامی ج ۱ ص ۳۹۰) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — [illegible] — مفتی خیر المدارس ملتان

چلتے ہوئے اذان سنائی دے تو کیسے جواب دے

بسا اوقات راستے میں چل رہے ہوتے ہیں کہ اذان کی آواز سنائی دیتی ہے ایسی صورت میں چلتے چلتے جواب دیتے رہیں یا رک کر جواب دیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بہتر ہے کہ رک جائیں اور اذان کا جواب دیتے رہیں فارغ ہونے پر چلنا شروع کر دیں۔ سمع الاذان وهو يمشي فالاولى ان يقف ساعة ويجيب كذا في القنية اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

تثویب کی عادت ڈال لینا مکروہ ہے

اذان دینے کے بعد جماعت کی نماز کے لئے "اللہ اکبر" کے الفاظ کے ساتھ یا "صلوٰۃ وسلام" کے ساتھ نمازیوں کو یا امام صاحب مثلاً مسجد میں نہیں ہیں حجرے میں ہیں ان کو بلانا صرف "اللہ اکبر" کے ساتھ کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں۔ اور کس طرح بلانا چاہئے۔ حوالہ کے ساتھ بیان فرمائیں۔

بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں نماز کی اطلاع کے لئے اذان و اقامت ہی کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ ان کے درمیان مزید کسی قسم کی اطلاع نہیں دی جاتی تھی۔ غائبین کے لئے اذان کافی ہے اور حاضرین کے لئے جماعت کی اطلاع دینے کو اقامت کافی ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان اطلاع دینے کی عادت ڈال لینے کو علماء نے مکروہ کہا ہے۔ (امداد المفتیین ج ۱ ص ۲۳۴)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۲/۲/۱۴۰۰ھ مفتی خیر المدارس ملتان

عورت بچے کے کان میں اذان دے سکتی ہے یا نہیں

۱۔ نومولود بچے کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے یا نہیں، جبکہ عام اذان عورت کی مکروہ ہے۔

۲۔ بچے کی ولادت کے بعد کتنی دیر تک اذان دے سکتے ہیں۔

محمد انور نقشبند کالونی ملتان

الجواب ۱۔ اصل یہ ہے کہ نومولود کے کان میں کوئی مرد صالح اذان دے تاکہ صوتاً بھی کراہت نہ ہو۔ مراقی میں ہے۔

ویکرهان لامرأة لانفراده ...... ولا نفراده لتنا ولنما روی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما من كراهتهما لهن (مرقف)۔ اس کی تعلیل علامہ طحاوی یہ بیان کرتے ہیں۔ لان مبنی حالهن علی الستر ورفع صوتهن حرام انتہ۔

اس تعلیل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نومولود کے کان میں عورت اذان دے سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں نہ رفع صوت ہے اور نہ ہی یہ خلاف ستر ہے۔

۲۔ جب ولادت کے بعد غسل سے فراغت ہو جائے تو اسی وقت کان میں اذان دی جائے۔ اگر کسی عذر سے یا بھول جانے کے سبب تاخیر ہو جائے تو جب بھی یاد آ جائے کان میں اذان دے دی جائے۔ اصل کسی وقت کے فوت ہو جانے سے اذان ساقط نہیں ہوتی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۹/۱۲/۱۴۰۱ھ

عورت کے لئے تکبیر کہنا مکروہ ہے

عورت تکبیر کہہ سکتی ہے یا نہیں؟

سائل محمد ادریس ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب عورت کے لئے تکبیر کہنا مکروہ ہے۔ اما لنساء فیکره لهن الاذان۔ وکذا الاقامة لما روی عن النبی ولابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہم، ص ملک العلماء مولانا عبد الرشید شامی ج ۱، ص ۲۵۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس مفتی — ۱۴۰۲/۴/۱۶ — مفتی خیر المدارس ملتان

اہل تشیع کی اذان کا جواب نہ دیا جائے

شیعہ کی اذان کا جواب دیا جائے یا نہ؟ سائل عبد الغفور میانوالی۔

الجواب نہ دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴۰۰/۱/۲۲ھ۔

اذان فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ ارشاد نبوی سے ہوا ہے

"الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ فجر کی اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ شیعہ حضرات کہتے ہیں یہ اضافہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

سائل میاں فیض بخش بستی شاہ مستانہ تحصیل ...

الجواب اذان فجر میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے ہوا ہے۔ اسکو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرنا حسب معمول اہل تشیع کا افتراء ہے۔

ویزید فی اذان الفجر بعد الفلاح الصلوٰۃ خیر من النوم مرتین

لما روی ابن ماجۃ عن سعید بن المسیب عن بلال رضی اللہ

تعالیٰ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤذنہ بصلوٰۃ

الفجر فقيل هو نائم فقال الصلوة خير من النوم مرتين فاقرت في اذان الفجر وروى الطبراني في الكبير ثنا محمد بن علي الصائغ المكي ثنا يعقوب بن حميد ثنا عبد الله بن وهب عن يونس بن يزيد عن الزهري عن حفص بن عمر عن بلال انه اتى النبي صلى الله عليه وسلم يؤذنه بالصبح فوجده راقدا فقال الصلوة خير من النوم مرتين فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا بلال اجعله في اذانك ـ

(کبیری ، صفحہ [illegible]) فقط واللہ اعلم

العبد محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۹ ذیقعدہ [illegible]ھ

اذان کے ساتھ "صلوۃ وسلام" پڑھنے کا رواج کب سے ہے

آج کل بعض لوگ اپنے آپ کو اہل السنت والجماعت حنفی بھی کہتے ہیں اور اذان سے پہلے "صلوۃ وسلام" بھی پڑھتے ہیں۔ کیا حنفی مذہب میں اس کی گنجائش ہے؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ یہ رسم کسی اہل سنت عالم نے جاری کی یا شیعہ حضرات نے؟

سائل سعید احمد قاسمی

متعلم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام، صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں مروجہ صلوۃ وسلام نہ اذان سے پہلے ہوتا تھا اور نہ بعد میں۔ بلکہ اذان "اللہ اکبر" سے شروع ہو کر "لا الہ الا اللہ" پر ختم ہوتی تھی۔ [illegible] میں کچھ سرکاری لوگوں نے اسے اذان کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ پھر مختلف ادوار میں کسی نہ کسی شکل میں اسے اذان کے ساتھ پڑھتے رہے۔ اب اذان سے پہلے پڑھنے کا رواج ہو گیا ہے۔ اس کے بدعت ہونے میں

اذان سنت نہیں ہے۔ والزیادۃ فی الاذان مکروھۃ (البحرالرائق ج ۱ صفحہ ۲۷۰)
التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ سبعمائۃ
واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الاثنین ثم یوم الجمعۃ ثم
بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین
(درمختار) (قولہ سنۃ ۷۸۱) کذا فی النہر عن حسن المحاضرۃ
للسیوطی ثم نقل عن القول البدیع للسخاوی انہ فی سنۃ
وان ابتداءہ کان فی ایام سلطان الناصر صلاح الدین بن
بامرہ۔ اھ (شامیہ ج ۱ صفحہ ۲۶۲)

فقط واللہ اعلم

العبد محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان : ۲ . ۴ . ۱۴۱۰ھ

قرآن کا درس پڑھنے کے دوران اذان ہو جائے تو جواب کا حکم

تلاوت قرآن پاک کرتے ہوئے اگر اذان شروع ہو جائے تو جواب دینا ضروری ہے یا تلاوت جاری رکھے۔ سائل مولوی حبیب اللہ کبیروالا۔

الجواب: اگر تعلیم و تعلم کے لئے پڑھ رہے ہوں تو قرأت جاری رکھیں اور اگر صرف تلاوت کر رہے ہیں تو تلاوت روک کر پہلے اذان کا جواب دیں۔ فارغ ہونے کے بعد پھر تلاوت شروع کر دیں۔

ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والواجب الاجابۃ بالقدم
من سمع الاذان ولو جنبا لاحائضا ونفساء وسامع خطبۃ
وفی صلوۃ جنازۃ وجماع ومستراح واکل وتعلیم علم
وتعلمہ بخلاف قرآن اھ (درمختار)۔
(قولہ بخلاف قرآن) لانہ لا یفوت جوھرۃ ولعلہ لانہ

تکرار القراءۃ انما هو للاجر فلا یفوت بالاجابۃ بخلاف التعلم فعلی هذا لو یقرأ تعلیما او تعلما لا یقطع سائحانی اھ (شامی ج۱ ص ۲۹۲) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۴؍۳؍۱۴۰۱ھ

اذان کے بعد کی دعا مانگنے کا فائدہ

س اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں ہے وابعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ جب یہ بات یقینی ہے کہ مقام محمود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو ملنا ہے تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے۔

سائل مولوی محمد طیب شجاع آبادی

متعلم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

ج ہمارے دعا مانگنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس دعا پر جس ثواب کا وعدہ ہے وہ ہمیں حاصل ہو جائے گا۔

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال حین یسمع النداء اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ آت محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودن الذی وعدتہ حلت لہ شفاعتی یوم القیمۃ (مرقاۃ)۔ وفائدۃ ھذا الدعاء مع تحقق حصولہ لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الامتثال او ترتب الثواب الموعود لقائلہ۔ اھ (طحطاوی ص ۱۱۹)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۶؍۷؍۱۴۰۳ھ

بے وضو اذان کہنے کا حکم

بغیر وضو کے اذان پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض دفعہ مجبوری ہوتی ہے کہ جماعت کا ٹائم قریب ہوتا ہے اور اذان نہیں ہوئی ہوتی۔ بینوا توجروا۔

سائل مولوی عبد الغفار لغاری بستی ملوک ملتان

الجواب باسم ملہم الصواب ایسے وقت میں بے وضو بھی کہہ سکتے ہیں مگر معمول نہ بنائیں۔ ولا یکرہ اذان المحدث فی ظاہر الروایۃ ہکذا فی الکافی۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳-۳-۱۴۰۰ھ

جمعہ کی اذان ثانی کا جواب

جمعہ میں جو دوسری اذان ہوتی ہے اس کا جواب دینا جائز ہے یا خاموشی بہتر ہے؟

سائل: محمد نسیم ۔ شادمان کالونی ۔ لاہور

الجواب باسم ملہم الصواب جمعہ کی اذان ثانی کا جواب دل میں دے زبان سے نہ دے۔

وینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۲۹۴)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳/۳/۱۴۰۰ھ

مغموم کے لئے کان میں اذان کہلوانے کا حکم

ایک آدمی بہت بیمار رہتا ہے تو اس کو ایک عامل نے کہا کہ جب آپ کی طبیعت زیادہ مغموم ہو تو اپنے کان میں کسی سے اذان کہلایا کرو۔ ان شاء اللہ پریشانی جو بیماری کی وجہ سے ہے وہ سب دور ہو جائے گی۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مغموم کیلئے کان میں اذان کہلوانا مسنون کہا ہے اہل تجربہ سے منقول ہے کہ یہ عمل دفع غم کیلئے مجرب ہے۔ ونقل الملا علی القاری فی شرح المشکوٰۃ قالوا یسن للمهموم ان یأمر غیره ان یؤذن فی اذنه فانه یزیل الهم کذا عن علی رضی الله تعالیٰ عنه ونقل الاحادیث الواردة فی ذلك فراجعه۔ اھ

شامی ج ۱ ص ۳۸۵۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۹/۴/۱۴۰۲ھ

"لا الہ الا اللہ" کے جواب میں "محمد رسول اللہ" کہنے کا حکم

اختتام اذان پر مؤذن کے آخری جملے کے جواب میں "لا الہ الا اللہ" کے ساتھ "محمد رسول اللہ" کہنا بدعت فی الدین ہے یا نہیں؟

السائل عبد الرحیم ...

الجواب: حدیث میں ہے کہ جواب دینے والا وہی کلمہ کہے جو مؤذن کہتا ہے "لا الہ الا اللہ" کے جواب میں ساتھ "محمد رسول اللہ" کا اضافہ کرکے جواب دینا خلاف سنت ہے۔ بلکہ بدعت فی الدین ہے۔ ویجیب وجوبا وقال الحلوانی ندبا والفتویٰ بان یقول بلسانه کمقالته اھ (درمختار) (قوله کمقالته) ای مثلها فی الالفاظ لا فی الصفة من رفع صوت ونحوه اھ

(شامی ج ۱ ص ۲۹۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۱۰/۱۴۰۲ھ

جنبی کو اذان کا جواب دینا چاہئے

جنبی اور محلہ کی اذان کا جواب دے سکتا ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں یہ مسئلہ ہے کہ اذان میں پڑھے

سکتا ہے کہ جواب اذان بھی نہیں دے سکتا؟

محمد ادریس ٹوبہ ٹیک سنگھ

الجواب باسم ملہم الصواب جنبی کو اذان کا جواب دینا چاہیے۔ ومن سمع الاذان فعلیہ ان یجیب وان کان جنبا لان اجابۃ الاذان لیس باذان۔ اھ : خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۵۔ وکذا فی التاتارخانیۃ ج ۱ ص ۲۹۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۹ / ۲ / ۱۴۰۲ھ

تکبیر میں "قد قامت الصلوٰۃ" کے دونوں کلمے ایک سانس سے کہے

ا : تکبیر کس طرح پڑھنی چاہیئے۔ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہر دو کلمے اکٹھے پڑھے جائیں "قد قامت الصلوٰۃ" کے کہ ان کے درمیان سانس توڑے۔ بحوالہ مشکوٰۃ شریف۔

ب : اور نیز تکبیر میں "اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر" پڑھتا ہے یعنی پہلے اکبر پر پیش اور دوسرے پر جزم۔ اس طرح دوسرے کلمے بھی ملا کر پڑھے جاتے ہیں۔ یا کلمات کو جدا کرکے آخری حرف پر پیش دوسرے پر جزم پڑھتا ہوں۔ تو وہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں۔

ج : اور تکبیر میں دائیں بائیں منہ پھیرنا امداد الفتاوی جلد اول میں لکھا ہے وہ کہیں بھی شائع نہیں ہوا کیا وجہ ہے کوئی اختلاف ہے۔

سائل محمد یوسف عطار فروش

مین بازار میاں چنوں ضلع ملتان

الجواب باسم ملہم الصواب ا : قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ ایک ہی سانس میں ہے۔ کیونکہ تکبیر اقامت میں سرعۃ مطلوب ہے۔ رد المحتار میں ہے۔

ھی ای الاقامۃ افضل منہ فتح ولا یضع المقیم اصبعیہ فی اذنیہ لانہا اخفض و یحدر بضم الدال ای یسرع فیہا فلو

ثم يتسل ثم يعد هاتى الاصح . (شامی ج ۱ ص ۳۸۶) ۔

حدر اور ترسل متقابل ہیں ۔ اذان میں ترسل مطلوب ہے اور اقامت میں حدر ۔ چونکہ قد قامت الصلوٰۃ کا استثناء نہیں کیا اس لئے پوری اقامت میں حدر ہوگا اور مشکوٰۃ شریف والی حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے ۔

ب : پہلے اللہ اکبر کی راء کو ساکن پڑھے باقی کلمات میں بھی پہلے کلمہ کے اخیر کو ساکن پڑھے ۔

وفی الامداد يجزم الراء ای يسكنها فی التكبير وفی موضع آخر

ثم حاصلها ان السنة ان يسكن الراء من الله اكبر الاول او

يصلها بالله اكبر الثانية فان سكنها كفى وان وصلها

نوى السكون فحرك الراء بالفتحة ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۲۸۴) ۔

ج : بہتر ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰ / ۵ / ۱۳۹۵ھ

اذان میں " حی علی خیر العمل " کا اضافہ اہل تشیع کی بدعت ہے

ہمارے گاؤں میں مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ نے تقریر کی اور دوران تقریر کہا کہ شیعوں کی اذان کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ۔ تو اس پر اگلے دن شیعہ نے جواب دیا کہ دیکھو تمہاری کتاب موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی اذان میں " حی علی خیر العمل " کہتے تھے ۔ اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ درست ہے ؟

امیر الدین ، باقر شاہ ، تحصیل علی پور

الجواب

شیعہ مذکور کی بات درست نہیں ۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو اذان منقول ہے اس میں کسی صحیح روایت میں " حی علی خیر العمل " کا اضافہ مذکور نہیں ۔

قال البیہقی لم يثبت هذا اللفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

فی ما علم بلالاً و ابا محذورۃ ونحن نکرہ الزیادۃ فیہ۔ اھ

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال اور حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جو اذان سکھلائی اس میں کہیں یہ لفظ ثابت نہیں اور ہم بھی اسے ناپسند سمجھتے ہیں۔

قال النووی ؒ فی شرح المھذب یکرہ ان یقال فی الاذان حی علیٰ خیر العمل لانہ لم یثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والزیادۃ فی الاذان مکروھۃ عندنا۔

علامہ نوویؒ شرح مہذب میں فرماتے ہیں کہ اذان میں "حی علیٰ خیر العمل" کا لفظ مکروہ ہے اس لئے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں۔ اور اذان میں کوئی کلمہ زیادہ کرنا مکروہ ہے۔

وفی منہاج السنۃ لاحمد بن عبد الحلیم الشہیر بابن تیمیۃ ؒ ھم ای الروافض زادوا فی الاذان شعاراً لم یکن یعرف علیٰ عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو حی علیٰ خیر العمل۔

علامہ ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ میں فرماتے ہیں کہ اہل تشیع نے "حی علیٰ خیر العمل" کے کلمہ کو اپنی طرف سے اذان میں اپنا شعار بنا لیا ہے یہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کہیں نہ تھا۔

اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں یہ روایت ثابت بھی ہو جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ یہ کلمہ بطور تثویب کہتے تھے۔ تثویب کا معنی ہے اذان و اقامت کے درمیانی وقفہ میں کسی لفظ یا عمل سے جماعت کی دوبارہ اطلاع دینا۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بھی جائز ہے یا نہیں۔ لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کلمہ کو اذان کے جزو کے طور پر ہرگز نہ کہتے تھے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مؤذن جنہوں نے براہ راست آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اذان سیکھی اور آپ کی خدمت اقدس میں ایک عرصہ تک اذان دیتے رہے ان کی اذان میں کہیں یہ لفظ منقول نہیں۔ اگر یہ اضافہ ہوتا تو ضرور کہیں نہ کہیں منقول ہوتا۔

ونحن نعلم بالاضطرار ان الاذان الذی کان یؤذنه بلال وابن ام مکتوم فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة وابو محذورة بمکة وسعد القرظ فی قباء لم یکن فی اذانهم هذا الشعار الرافضی ولو کان فیه لنقله المسلمون ولم یهملوه کما نقلوا ما هو ایسر منه فلما لم یکن فی الذین نقلوا الاذان من ذکر هذه الزیادة علم انها بدعة باطلة وهؤلاء الاربعة کانوا یؤذنون بامر النبی صلی الله علیه وسلم ومنه تعلموا الاذان وکانوا یؤذنون فی افضل المساجد مسجد مکة والمدینة ومسجد قباء واذانهم متواتر عند العامة والخاصة ۔ اھ (وکذا فی التعلیق الممجد علی موطا محمد ص ۸۰) -

بحرالرائق میں ہے -

یکره ان یقال فی الاذان حی علی خیر العمل لانه لم یثبت عن النبی صلی الله علیه وسلم والزیادة فی الاذان مکروهة وقد سمعناه الآن عن الزیدیة ببعض البلاد ۔ اھ (ج ۱ - ص ۲۷۵) فقط والله تعالی اعلم

احقر محمد انور عفا الله عنه

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۴ - ۳ - ۱۴۱۰ھ

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کب اٹھانے چاہئیں ۔ پہلے یا بعد میں یا ساتھ ساتھ ؟

الجواب: تینوں قول منقول ہیں ۔ پہلے کا بھی ، بعد کا بھی ، ساتھ ساتھ کا بھی ۔ لیکن راجح یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھائے پھر تکبیر کہے ۔ ورفع یدیہ قبل التکبیر وقیل معہ ۔ اھ درمختار :-

(قولہ قبل التکبیر وقیل معہ) الاول نسبہ فی المجمع الی ابی حنیفۃ ؒ ومحمد ؒ وفی غایۃ البیان الی عامۃ علمائنا وفی المبسوط الی اکثر مشائخنا وصححہ فی الھدایۃ والثانی اختارہ فی الخانیۃ والخلاصۃ والتحفۃ والبدائع والمحیط بان یبدأ بالرفع عند بداءتہ التکبیر ویختم بہ عند ختمہ وعزاہ البقالی الی اصحابنا جمیعا ورجحہ فی الحلیۃ وثمۃ قول ثالث وھو انہ بعد التکبیر والکل مروی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام ، وما فی الھدایۃ اولی کما فی البحر والنھر ولذا اعتمدہ الشارح فافھم ۔ اھ شامیۃ : ج ۔ ص

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

صلوات خمسہ کا ثبوت قرآن مجید سے

پانچ وقت کی نمازیں قرآن شریف سے ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو کس کس جگہ سے ثابت ہیں۔ سائل: عتیق الرحمٰن، دروبہ، ساہیوال۔

الجواب: پانچ نمازیں تواتر معنوی اور احادیث مشہورہ سے بطور قطعی ثابت ہیں حتی کہ ان کا منکر کافر ہے اور قرآن مجید سے بھی اشارۃً ثابت ہوتی ہیں۔

۱: فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن آناء الليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضىٰ۔

([illegible] سورۃ طٰہٰ)۔

قبل طلوع الشمس سے فجر، قبل غروبها سے عصر، ومن آناء الليل سے مغرب وعشاء اور اطراف النهار سے ظہر کی نماز ثابت ہے۔ کیونکہ اس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کی حدیں ملتی ہیں۔

۲: فاصبر علی ما یقولون وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب ومن الليل فسبحه وادبار السجود۔ (سورۃ قٓ)

"قبل طلوع" سے مراد فجر "قبل الغروب" سے ظہر اور عصر "من الليل" سے مغرب اور عشاء مراد ہیں۔

۳: أقم الصلوٰة لدلوك الشمس الى غسق الليل وقرآن الفجر إن قرآن الفجر كان مشهودا۔ (سورۃ بنی اسرائیل)۔

لدلوك الشمس الى غسق الليل میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور قرآن الفجر میں صبح کی نماز آگئی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں بطور اشارہ صلوات خمسہ کا ثبوت ملتا ہے۔ احادیث نبویہ جو قرآن کریم کی شرح ہیں وہ بطور وضاحت دال ہیں اسی طرح تواتر معنوی اور امت کا اجماع پانچ نمازوں کی فرضیت پر منعقد ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

۱۲ صفر ۱۳۶۹ھ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

مروجہ طریق پر نیت کرنے کا حکم تکبیر تحریمہ سے قبل نماز کی نیت باندھنا۔ بایں الفاظ کہ دو رکعت یا چار رکعت فرض وقت ظہر یا عصر وغیرہ پیچھے اس امام کے اللہ اکبر۔ کیا رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح نیت باندھنے کا صحابہؓ کو حکم دیا ہے۔ اور کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے اس طرح نیت باندھا کرتے تھے؟

الجواب باسمہ تعالیٰ دل سے نیت کرنا فرض ہے۔ زبان سے مروجہ طریق کے مطابق نیت کرنا نہ فرض ہے اور نہ ہی واجب۔ البتہ متأخرین نے دونوں کو حاضر کرنے اور جمع کرنے کی بناء پر مستحب[1] قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بحث و مناظرہ کرنا غیر مناسب ہے جو زبان سے نیت کرے اس پر بھی نکیر نہ کی جائے اور جو دل سے نیت کرے وہ بھی سنت کا عامل ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰ / ۴ / ۱۳۹۰ھ

[1] درمختار میں شروط الصلوٰۃ میں ہے۔

(والخامس النية) (الى قوله) (والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة) فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لا نية الا اذا عجز عن احضاره لهموم اصابته فيكفيه اللسان مجتبى (وهو) اى عمل القلب (ان يعلم) عند الارادة (بداهة) بلا تأمل (اى صلوة يصلى) فلو لم يعلم الا بتأمل لم يجز (والتلفظ) عند الارادة (بها مستحب) هو المختار وتكون بلفظ الماضى ولو فارسيا لانه الاغلب فى الانشاءات وتصح بالحال قهستانى (وقيل سنة) يعنى احبه السلف او سنه علماؤنا اذ لم ينقل عن المصطفىؐ ولا الصحابة ولا التابعينؒ بل قيل بدعة. (درمختار على الشامى ج ۱ ص ۳۰۵)۔

(قوله بل قيل بدعة) نقله فى الفتح وقال فى الحلية و

لکن الاشبہ انہ بدعۃ حسنۃ عند قصد جمع العزیمۃ لان الانسان قد یغلب علیہ تفرق خاطرہ وقد استفاض ظہور العمل بہ فی کثیر من الاعصار فی عامۃ الامصار فلا جرم انہ ذہب فی المبسوط والہدایۃ والکافی الی انہ ان فعلہ لیجمع عزیمۃ قلبہ فحسن فیندفع ما قیل انہ یکرہ -

(شامی ج ۱ ص ۳۰۹)

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

ریل گاڑی میں بوجہ کثرت ہجوم کے فرض نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ریل گاڑی میں بھی قیام فرض ہے

الجواب ریل گاڑی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے اگر باوجود کوشش کے جگہ نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے لیکن اس کا اعادہ لازم ہوگا۔

کما یفہم من فتاوی قاضیخان والخلاصۃ الاسیر فی ید العدو اذا منعہ الکافر عن الوضوء والصلوۃ یتیمم ویصلی بالایماء ثم یعید اذا خرج نظیرہ المحبوس لان الطہارۃ لم تظہر فی منع وجوب الاعادۃ ثم قال فعلم منہ ان العذر ان کان من قبل اللہ تعالی لا تجب الاعادۃ وان کان من قبل العبد وجب الاعادۃ - (بحر الرائق ص ۱۴۹ ج ۱)

حاصل یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں سے جگہ کی درخواست کی جائے۔ اگر وہ جگہ نہ دیں تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے بعد میں اس کا اعادہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۹ / ۱ / ۱۳۷۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

فرمان نبوی "لا خیر فی دین لیس فیہ رکوع" کا حوالہ

گزارش ہے کہ اس مضمون کی حدیث میری یاد میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک گروہ آیا انھوں نے کہا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھیں گے تو آپ نے ان کو مسترد کر دیا۔ پھر ایک گروہ آیا انھوں نے کہا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے تو آپ نے ان کا اسلام قبول کر لیا جب لوگ واپس چلے گئے تو آپ نے ان کے پیچھے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو زکوٰۃ بھی دیں گے۔

اس مضمون کی حدیث یاد آتی ہے مگر چند کتب احادیث میں تلاش کرنے پر نہیں ملی آپ اس کا حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب: عن وهب قال سألت جابرا عن شأن ثقيف اذ بايعت قال اشترطت على النبي صلى الله عليه وسلم ان لا صدقة عليها ولا جهاد وانه سمع النبي صلى الله عليه وسلم بعد ذلك يقول سيتصدقون ويجاهدون اذا اسلموا وفي رواية فاشترطوا عليه ان لا يحشروا ولا يعشروا ولا يجبوا (اي لا يصلوا) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكم ان لا تحشروا ولا تعشروا ولا خير في دين ليس فيه ركوع۔ (ابوداؤد شریف باب ما جاء في خبر الطائف ج ۲ ، ص [illegible])۔

قال الخطابي يشبه ان يكون النبي صلى الله عليه وسلم سمح لهم بالجهاد والصدقة لانهما لم يكونا واجبين في العاجل لانه (حاشیہ ص [illegible] ج ۲)۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵/۳/۱۴۰۱ھ

ترجمہ حدیث: وہب فرماتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثقیف کی بیعت کا واقعہ

پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ثقیف نے یہ شرط لگائی تھی کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیں گے اور جہاد نہیں کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ جب یہ مسلمان ہوگئے تو خود بخود زکوٰۃ بھی دینے لگ جائیں گے اور جہاد بھی کرنے لگیں گے۔

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ انھوں نے شرط لگائی کہ وہ جہاد میں نہیں جائیں گے اور صدقہ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے۔ تو آپ نے فرمایا چلو جہاد میں نہ جانا، صدقہ نہ دینا لیکن جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی خیر نہیں۔

علامہ خطابی رح فرماتے ہیں کہ آپ نے جہاد اور صدقہ کے بارے میں جو رخصت فرمائی کیونکہ یہ فوری واجب نہیں ہوتے بخلاف نماز کے۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰ / ر / ۱۴۰۰ھ

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا رکوع کے لئے کتنا جھکے

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا سر کو کس قدر جھکائے تاکہ رکوع ادا ہو جائے۔

الجواب: استحباب تو یہ ہے کہ سر اتنا جھکائے کہ گھٹنوں کے برابر ہو جائے ویسے اس سے کم ہو تو بھی رکوع ادا ہو جائے گا۔

ولو كان يصلي قاعدا ينبغي ان يحاذي جبهته قدام ركبتيه ليحصل الركوع اهـ قلت ولعله محمول على تمام الركوع و الا فقد علمت حصوله بأصل طأطأة الرأس اى مع انحناء الظهر اهـ (شامی ج۱، ص۴۹۶) ـ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۲ ، ۱۲ ، ۱۳۹۸ھ

منقش جانماز پر نماز ادا کرنا

خدام الدین رسالہ میں پڑھا ہے کہ آج کل جو جانماز مساجد میں بچھائے جاتے ہیں ان میں سے ایک پر بیت اللہ شریف اور دوسرے پر مسجد نبوی کی تصویر ہوتی ہے۔ کیا ایسی جانماز پر نماز پڑھنا

درست ہے؟ —— سائل محمد صدیق چک ۵۰۰، کبیر والہ۔

الجواب اصل تو یہ ہے کہ جا نماز بالکل سادہ ہو اس پر کسی طرح کے بھی نقش و نگار نہ ہوں تاکہ دل ان کی طرف مائل نہ ہو۔ (امداد المفتیین ص ۳۴۴ ج ۱)۔ اگر ان جا نمازوں پر دوسری تصویر گرجے کی ہوئی ہے تو انہیں ہرگز استعمال نہ کریں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۱ر۱۱ر۱۴۱۱ھ

کوزہ پشت رکوع کیسے کرے

ایک آدمی کبڑا ہے۔ اور کبڑے پن کی وجہ سے ہر وقت ایسے رہتا ہے جیسے رکوع میں ہو۔ تو جب یہ نماز پڑھے تو رکوع کیسے کرے؟

الجواب اگر پہلے ہی اتنا جھکا ہوا ہو جتنا رکوع میں جھکتے ہیں تو ایسا شخص سر کے اشارے سے رکوع کرے یعنی رکوع کے لئے سر کو نیچے جھکا لے۔ والاحدب اذا بلغت حدوبته الركوع يشير برأسه للركوع اھ كذا في الخلاصة۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۳۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۲۰ر۲ر۱۴۰۸ھ

امام مالکؒ کا مذہب ارسال ہی کا ہے

آج سے کئی سال قبل آپ نے فرمایا تھا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ہاتھ چھوڑ کر نماز نہیں پڑھی بلکہ ان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے گئے تھے تو باندھنے سے معذور تھے۔ لیکن بیت اللہ شریف میں بعضوں کو ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ مالکی ہیں۔ تو پیشوا اور پیروکاروں میں یہ تضاد کیوں ہے؟

الحاج محمد رفیق عفا اللہ میاں چنوں

الجواب امام مالک رحمہ اللہ کا مذہب ارسال ہی کا ہے۔ اگر کہیں کسی نے ایسا لکھا ہے تو اس تحریر کی نقل بھیج دیں تاکہ اس پر غور کیا جا سکے۔ وقال مالک: السنة هي الارسال ..... بدائع ج ۱ ص ۲۰۱۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰ر۲ر۱۴۰۰ھ

امام بھی آہستہ آمین کہے

امام کو الحمد للہ کے بعد آمین پڑھنی چاہیے یا نہ۔ یہ ثابت ہے یا کہ نہیں؟ اس میں کوئی اختلاف ہو تو وہ بھی لکھیں۔

الجواب امام بھی آہستہ آمین کہے۔

وأمّن الامام سرًّا كمأموم ومنفرد (الدر المختار)

(قوله الامام سرا) أشار بالأول إلى خلاف مالك في تخصيص المؤتم بالتأمين دون الامام في مشهور رواية المصريين عن الامام وبالثاني إلى خلاف الشافعي انه يأتي بها الكل جهرا فيما يجهر وقوله كمأموم ومنفرد يعني بالاتفاق فيهما (رد المحتار ج ۱ ص ...)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰ر۲ر۱۴۰۰ھ

بیمار کو نماز کیلئے کس طرح لٹایا جائے

ایک شخص بیمار ہے وہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس کو نماز پڑھنے کے لئے کس حیثیت پر لٹایا جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب اس کو چت لٹا دیا جائے پاؤں قبلہ کی طرف کر دیئے جائیں۔ سر کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ دیا جائے۔

وان تعذر القعود اومأ بالركوع والسجود مستلقيا على ظهره

وجعل رجليه الى القبلة الخ ان قال وان اضطجع على جنبه ووجهه الى القبلة واومأ جاز والاول اولى اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۷)۔
فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳۹۹ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم

س کیا جوتوں کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ کھڑے بھی ایسی جگہ ہوں جس کے پاک ہونے کا کوئی یقین نہ ہو۔ با حوالہ جواب سے مستفید فرمائیں۔
سائل بلال احمد ملک چیچہ وطنی

الجواب باسمہٖ تعالیٰ جوتے کا قدم کو لگنے والا حصہ پاک ہو تو اس کے اوپر کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں خواہ نجاست پر ہی کھڑے ہوں۔

ولو قام على النجاسة وفى رجليه نعلان او جوربان لم يجز صلوته كذا فى محيط السرخسى ولو خلع نعليه وقام عليهما جازت سواء كان مايلى الارض منه نجسا او طاهرا اذا كان مايلى القدم طاهرا۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۶۲)۔
فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۲۳/۳/۱۴۰۴ھ

درود پاک میں "سیدنا" کے اضافے کا حکم

س آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک محمد سے پہلے سیدنا پڑھنے کی مجھے عادت ہو چکی ہے چنانچہ میں نماز میں بھی لیعنی پڑھتا ہوں ایک دو نمازی اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ نماز کی کتاب میں نہیں ہے لہٰذا تم نہ پڑھو۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں پڑھا کروں یا

چھوڑ دوں ۔ جیسا ترجمہ ہوا ۔

الجواب: لفظ سیدنا کے اضافہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن تشہد میں جیسے وارد ہے ویسے ہی بلا لفظ سیدنا پڑھنا بہتر ہے۔ (فتاوی دار العلوم ج [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا　　　بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی
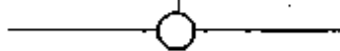
طلہ ۔ ویندب السیادۃ لأن زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک الادب فھو افضل من ترکہ ذکرہ الرملی الشافعی وغیرہ ۔

(در مختار) ۔

(قولہ ذکرہ الرملی الشافعی) ای فی شرحہ علی منہاج النووی ونصہ والافضل الاتیان بلفظ السیادۃ کما قالہ ابن ظہیرۃ وصرح بہ جمع وبہ افتی الشارح لان فیہ الاتیان بما امرنا بہ وزیادۃ الاخبار بالواقع الذی ھو ادب فھو افضل من ترکہ وان تردد فی افضلیتہ الاسنوی واما حدیث لا تسیدونی فی الصلوۃ فباطل لا اصل لہ کما قالہ بعض متأخری الحفاظ وقول الطوسی انہا مبطلۃ غلط ۔اھ واعترض بان ھذا مخالف لمذھبنا لما مر من قول الامام من انہ لو زاد فی تشہدہ او نقص فیہ کان مکروھا قلت فیہ نظر فان الصلوۃ زائدۃ علی التشہد لیست منہ نعم ینبغی علی ھذا عدم ذکرھا فی " واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ " وانہ یأتی بہا مع ابراھیم علیہ السلام ۔

(شامی ج ۱ ص [illegible]) ۔　　فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۳ / [illegible] / ۱۴۰۱ھ

جو کھڑا ہو سکتا ہو مگر رکوع و سجود نہ کر سکتا ہو تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز ادا کرے

ایک عورت کمزور و ناتواں ہے وہ کھڑی ہو جائے تو بیٹھ نہیں سکتی۔ اگر بیٹھے تو کھڑی نہیں ہو سکتی۔ اگر بیٹھے تو سجدہ نہیں کر سکتی۔ سجدہ کرے تو اٹھ نہیں سکتی۔ وہ کس طرح نماز ادا کرے؟

غلام احمد ہیڈ ماسٹر جناح ہائی سکول ملتان

الجواب باسم ملہم الصواب

مذکورہ عورت بیٹھ کر نماز پڑھے رکوع و سجود اشارہ سے ادا کرے۔ سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ پست ہو۔

وان قدر على القيام ولم يقدر على الركوع والسجود لم يلزمه القيام ويصلي قاعدا يومي ايماء الى ان قال والافضل هو الايماء قاعدا لانه اشبه بالسجود (رد مختار ج ۱ ص [illegible])۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۱۷ شوال ۱۳۹۹ھ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

ایام علالت میں آنحضرت علیہ السلام نے آخری نماز ٹوپی سے ادا کی یا عمامہ سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایام بیماری میں جب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پر عمامہ تھا یا ٹوپی؟

الجواب باسم ملہم الصواب

سیرت حلبیہ میں ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

وروى الطبراني والبيهقي عن الفضل ابن عباس رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شدوا رأسي لعلي اخرج الى المسجد فشد رأسه بعصابة ثم خرج الحدیث (ص ۵۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

امام سے پہلے نماز شروع کر دی پھر امام کی تکبیر کے بعد دوبارہ تحریمہ کہی تو نماز کا حکم

ایک آدمی نے امام سے پہلے نماز کی نیت باندھ لی۔ یہ شخص قیام میں کھڑا ہو گیا۔ مگر امام نے تکبیر کہا تو اس نے فوراً سوچا کہ میں نے امام سے پہلے نیت کر لی ہے اب اس نے ہاتھ باندھے ہوئے صرف ایک بار اللہ اکبر کہہ دیا اور نماز امام کے ساتھ پڑھ لی تو کیا اس شخص کی شرعاً نماز درست ہو گئی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب بنیت اقتداء تکبیر تحریمہ کہنے سے اقتداء صحیح ہو گئی اور پہلی نماز ختم ہو گئی پس شخص مذکور کی نماز درست ہے۔

ففی الدر ویفسدها انتقاله من صلوة الى مغايرتها ولو من وجه حتى لو كان منفردا فكبر ينوي الاقتداء او عكسه صار مستأنفا۔ الدر المختار ج ۱ ص ۴۱۴۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۱۸ محرم ۱۴۰۲ھ

جعلت قرة عيني في الصلوة کا حوالہ

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ ترجمہ حدیث کا کس طرح ہے۔ اس کا ماخذ مطلوب ہے۔

الجواب یہ بھی صحیح ہے اصل الفاظ جعلت قرة عيني في الصلوة ہیں۔ کما في المبهمات لابن حجر عسقلانی ۔ عنک۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

نماز کا مومن کے لئے معراج ہونا حدیث سے ثابت نہیں

۱۔ ہم نے اکثر سنا ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے لیکن ہمارے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث نہیں ہے۔

۲۔ پل صراط بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز اور گھن سے زیادہ ملائم ہے۔ یہ بھی وہ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ بھی ٹھیک نہیں۔

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

۱۔ نماز کا مومن کے لئے معراج ہونا بالفاظ صریحہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن یہ مضمون بعض صحیح روایات سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس طرح کہ معراج قرب خداوندی کا نام ہے۔ اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بندہ کو سب سے زیادہ قرب خداوندی سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔

۲۔ پل صراط کا بال سے زیادہ باریک ہونا اور تلوار سے زیادہ تیز ہونا حضرت انس و حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں وارد ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مسلم شریف میں ہے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیہقی میں ہے۔ البتہ حدیث انس رضہ کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

قال ابو سعید خدری رضی اللّٰہ عنہ بلغنی ان الجسر ادق من الشعر واحد من السیف۔ (مسلم)۔

علامہ عثمانی رحمہ اللہ اس پر "فتح الملہم" میں لکھتے ہیں۔

ووصلہ البیہقی عن انس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مجزوما بہ وفی سندہ لین۔ (ج ۱ ص ۳۳۵)۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ اور دیگر سلف سے بھی پل صراط کی یہی کیفیت منقول ہے۔ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔ "والمتکلمون من اصحابنا والسلف یقولون انہ ادق من الشعر واحد من السیف وھکذا جاء فی روایۃ ابی سعید (مرقات ج ۱۰ ص ۲۱۱) فقط واللّٰہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳۔۲۔۱۴۰۹ھ

نماز میں بار بار شک ہو تو کیا کرے

جس کو عادتاً شک ہوتا ہو اسے اقل رکعات پر عمل کرنے کا حکم ہے پر شک و شبہات سے کیسے بچ سکتا ہے ظاہر ہے کہ پھر تو اس اقل رکعت ہی کو اختیار کرے گا اور اسی طریقے سے اس کو وہم ہوتا ہی رہے گا اب ایسی کیا صورت ہو کہ وہم بھی ختم ہو جائے اور نماز کا حکم بھی پورا ہو جائے۔

سائل غلام مصطفیٰ

مدرسہ عربی رائے ونڈ ضلع لاہور

الجواب اگر نماز میں ایک دو بار شک ہو اور غلبۂ ظن نہ ہو سکے تو اقل رکعات پر بنا کرے اور اس سے بھی زائد ہو تو اسے وہم محض پر عمل کرنے اور اس کی طرف التفات نہ کرے کہ یہ وسوسہ شیطانی ہوتا ہے۔

عن القاسم بن محمد ان رجلا سأله فقال انی اھم فی صلوتی فیکثر ذلک علی فقال له امض فی صلوتک فانه لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول ما اتممت صلوتی اھ رواہ مالک (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۰) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

اگر مقتدیوں نے عمامہ باندھا ہو اور امام نے صرف ٹوپی پہنی ہو تو نماز کا حکم

کیا امام کو صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا اور پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز کے ثواب میں کمی تو نہیں آتی؟ اور نماز مکروہ تو نہیں ہوتی۔ بعض مقتدی امام صاحب سے جھگڑا کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہوتے ہیں تو ٹوپی پر صافہ یا رومال باندھنا افضل ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب صرف ٹوپی سے نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے اس میں کچھ کراہت نہیں۔

قال فی شرح التنویر فی مکروھات الصلوٰۃ وصلوتہ

ما سنوا إلى هو نشفنا رأسه للتكاسل ولا بأس به للتذلل وأما
للإهانة بها فكفر ولو سقطت قلنسوته فإعادتها أفضل (درمختار)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تذللاً برہنہ سر نماز پڑھنے میں بھی کراہت نہیں تو ٹوپی سے پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا۔ نیز ولو سقطت قلنسوتہ الخ پر شارح کا ٹوپی سے نماز پڑھنے پر کراہت کا حکم نہ لگانا بھی عدم کراہت کی دلیل ہے۔ ہاں جو شخص مجلس میں آتے ہوئے شرماتا ہو ایسے شخص کے لئے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔

مختلف روایات سے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اسلاف امت کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ

ووضع ابو اسحاق قلنسوته في الصلوة ورفعها (ج ۱ ص ۱۵۸)۔

اگرچہ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود کچھ اور ہے لیکن ضمناً یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ بخاری شریف کے دوسرے مقام پر ہے۔

قال الحسن كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۶)

"عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ" میں ہے۔

وكذا ذكروا انه يستحب ان يصلي في قميص وازار وعمامة و
لا يكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام
من كراهة ذلك وكذا ما اشتهر ان المؤتم لو كان معتماً
بعمامة والامام مكتفياً على قلنسوة يكره (ج ۱ ص [illegible])۔

اگرچہ مسنون و مستحب ہونے کی وجہ سے افضل یہی ہے کہ پگڑی باندھنی چاہئے خواہ امام ہو یا مقتدی اور نماز ہو یا غیر نماز دونوں حالتوں میں۔ تاہم پگڑی کے بغیر صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا بلا کراہت صحیح ہے۔

اگر مقتدیوں نے پگڑی باندھی ہو اور امام نے صرف ٹوپی پہنی ہو تو کچھ کراہت نہیں۔ جیسا کہ عمدۃ الرعایہ کے جزئیہ سے معلوم ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

آپریشن کی وجہ سے اشارے سے نماز پڑھنے کا حکم

میں نے آنکھ کا آپریشن کروانا ہے سنا ہے کہ ڈاکٹر صاحب آپریشن کے بعد حرکت کرنے سے اور نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں تو اس دوران میں نماز نہ پڑھوں یا پڑھنا ہوں جیسے ارشاد ہو عمل کیا جائے گا۔

سائل محمد حسن ریلیا نالہ جھنگ

الجواب باسمہ تعالیٰ اگر رکوع و سجدہ کی وجہ سے آپریشن والی آنکھ کو نقصان کا خطرہ یقینی ہو۔ تو اشارے سے نماز پڑھ لیں۔

أمره الطبيب بالاستلقاء لبزغ الماء من عينه صلى بالإيماء لأن حرمة الأعضاء كحرمة النفس اھ (درمختار) (قوله أمره الطبيب) أي المسلم الحاذق كما ذكروه في الصوم اھ (شامية ج ۱ ص ۵۱۵) فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۱۰/۱۴۱۱ھ

سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے آیت کو دہرانے کا حکم

بعض اوقات دوران قرأت امام صاحب کا سانس ٹوٹ جاتا ہے اور وہ پہلے پڑھی ہوئی آیت کو دوبارہ دہراتے ہیں۔ کیا اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی؟ بینوا توجروا۔

نفیس الرحمن، ہڑپہ، ساہیوال

الجواب باسمہ تعالیٰ درمیان میں سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے دہرانے کی صورت میں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ دہرانا عذر کی وجہ سے ہے۔

وإذا حكى آية وحدة مرارا فإن كان في التطوع الذي يصلي وحده فذلك غير مكروه وإن كان في الصلوة المفروضة فهو

ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ ایک بزرگ نے اعتراض کیا کہ آپ کتاب کچھ دیر کے بعد پڑھا کریں کیونکہ کچھ نمازی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ میں نے بزرگ کو جواب دیا کہ جہاں اجتماعی کام شروع ہو جائے وہاں انفرادی کام کو چھوڑ کر اجتماعی کام میں شامل ہو جانا چاہئے لیکن اس بزرگ نے میری بات نہ مانی۔ اب آپ مہربانی فرما کر یہ مسئلہ بتائیں کہ میں ایک دو نمازی کا انتظار کر کے کتاب پڑھوں یا پھر جو نمازی نماز پڑھ کر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں ان کو کتاب پڑھ کر سناؤں۔

بعد میں آنے والے نمازیوں سے گزارش کریں کہ آپ نماز ذرا فاصلے پر پڑھیں تاکہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور ان کی نماز میں بھی خلل نہ آئے۔ نمازیوں کا خیال بھی بہت ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷ر۱۰ر۱۴۰۹ھ

اشارہ بالسبابہ مشہور احادیث سے ثابت ہے اور یہی احناف کا مفتیٰ بہ قول ہے

1. اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پر اشارہ کرنا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟
2. فقہ حنفی میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟
3. فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب عالمگیری قدیم ج ۱ ص ۳۹ پر لکھا ہے۔

والمختار أنه لا يشير كذا في الخلاصة وعليه الفتوى كذا في المضمرات ناقلاً عن الكبرى وكثير من المشائخ لا يرون الإشارة وكرهها في منية المفتي كذا في التبيين۔

4. اگر فقہ حنفی میں اس کا جواز یا استحباب لکھا ہے تو عالمگیری جس کو پانچ سو علماء نے مرتب کیا ہے اس میں مختار قول نہ کرنے کو کیوں کہا گیا ہے
5. نقشبندی حضرات بھی اس کا انکار کرتے ہیں کیونکہ مجدد صاحب نے بدعت لکھا ہے۔ اس مسئلہ کو وضاحت سے لکھیں۔

سائل ممتاز احمد قاسمی متعلم الافتاء خیر المدارس ملتان
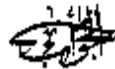
الجواب: تشہد میں اشارہ بالسبابہ بہت سی احادیث میں منقول ہے اور یہ احادیث حدِ شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں جن میں سے چند یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشہد وضع یدہ الیسریٰ علیٰ رکبتہ الیسریٰ ووضع یدہ الیمنیٰ علیٰ رکبتہ الیمنیٰ وعقد ثلاثۃ وخمسین واشار بالسبابۃ وفی روایۃ کان اذا جلس فی الصلوٰۃ وضع یدیہ علیٰ رکبتیہ ورفع اصبعہ الیمنیٰ التی تلی الابہام یدعو بہا ویدہ الیسریٰ علیٰ رکبتہ باسطہا علیہا (رواہ مسلم)

۲۔ عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد یدعو ووضع یدہ الیمنیٰ علیٰ فخذہ الیمنیٰ ویدہ الیسریٰ علیٰ فخذہ الیسریٰ واشار باصبعہ السبابۃ ووضع ابہامہ علیٰ اصبعہ الوسطیٰ ویلقم کفہ الیسریٰ رکبتہ (رواہ مسلم مشکوٰۃ)

۳۔ عن وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم جلس فافترش رجلہ الیسریٰ ووضع یدہ الیسریٰ علیٰ فخذہ الیسریٰ وحد مرفقہ الیمنیٰ علیٰ فخذہ الیمنیٰ وقبض ثنتین وحلق حلقۃ ثم رفع اصبعہ فرأیتہ یحرکہا یدعو بہا۔ (رواہ ابو داؤد والدارمی)۔

۴۔ عن عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکہا۔ (رواہ ابو داؤد والنسائی)۔

۵۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رجلا کان یدعو باصبعیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد احد۔ (رواہ الترمذی والنسائی والبیہقی)۔

١- عن نافع قال كان عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما اذا جلس في الصلوة وضع يديه على ركبتيه واشار باصبعه واتبعها بصره ثم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لهي اشد على الشيطان من الحديد يعني السبابة (رواه احمد مشكوة ج ١ ص [illegible])۔

اس کے علاوہ اشارہ بالسبابہ کی روایات حضرت سعد، حضرت نمیر خزاعی اور حضرت اسامہ بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ سے بھی منقول ہیں۔

امام محمد رحمہ اللہ مؤطا میں اشارہ بالسبابہ کی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

٢- وبصنيع رسول الله صلى الله عليه وسلم نأخذ وهو قول ابي حنيفة رح (ص [illegible])

علامہ ابن عابدین رد المحتار میں محیط سے نقل فرماتے ہیں۔

في المحيط انها سنة يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات وهو قول ابي حنيفة ومحمد وكثرت به الآثار والاخبار فالعمل به اولى اه فهو صريح في ان المفتى به هو الاشارة بالمسبحة (ج ١ ص [illegible])۔

آگے چل کر شرح کبیر کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ مانعین اشارہ کا قول درایت وروایت کے خلاف ہے۔

وقال في شرح الكبير قعقد الاصابع عند الاشارة هو المروي عن محمد في كيفية الاشارة وكذا عن ابي يوسف في الامالي وهذا فرع تصحيح الاشارة وعن كثير من المشائخ لا يشير اصلا وهو خلاف الدراية والرواية اه (ج ١ ص [illegible])۔

اور اس بحث کے آخر میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وعلمت ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبي صلى الله عليه وسلم بالاحاديث الصحيحة ولصحة نقله عن ائمتنا الثلاثة رحمهم الله۔

صاحب درمختار مانعین اشارہ کا قول نقل کرنے کے بعد اس کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لکن المعتمد ما صححه الشراح ولا سيما المتأخرون كالكمال والحلبي والبهنسي والباقاني وشيخ الاسلام الجد وغيرهم انه يشير لفعله عليه السلام ونسبوه لمحمد و الامام بل في متن درر البحار وشرحه غرر الافكار المفتى به عندنا انه يشير الخ (شامی ج ۱ ص ۵۰۸)

خلاصہ یہ ہے کہ بعض مشہور احادیث سے اشارہ بالسبابہ ثابت ہے اور امام ابو حنیفہ رح امام ابو یوسف رح اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اس کا مسنون ہونا منقول ہے۔ فقہاء نے عام کتب و شروح میں اسی کو مفتیٰ بہ قرار دیا گیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں اشارہ نہ کرنے کو مختار و مفتیٰ بہ کہنا مرجوح ہے بلکہ غلط ہے۔ جیسے کہ اوپر کی تصریحات میں وضاحت سے نقل کیا جا چکا ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۲/۱۴۰۲ھ
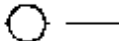
کسی وجہ سے انگشتِ شہادت سے اشارہ ممکن نہ ہو تو کسی اور انگلی سے نہ کریں

میری شہادت کی انگلی میں کافی دنوں سے پھوڑا نکلا ہوا ہے انگلی کو حرکت دینے سے بہت تکلیف ہوتی ہے تو بوقت تشہد اس انگلی کی بجائے دوسری انگلی سے اشارہ کر سکتا ہوں یا نہیں؟

فرید دین مکتبہ رحمانیہ نزد خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

اگر تکلیف کی وجہ سے انگشت شہادت سے اشارہ مشکل ہو تو اشارہ ترک کر دیں کسی اور انگلی سے نہ کریں کیونکہ اشارہ اسی انگلی سے مسنون ہے۔

لا يشير بغير المسبحة حتى لو كانت مقطوعة او عليلة لا يشير بغيرها من اصابع اليمنى واليسرى كما في شرح على مسلم۔

(طحطاوی مصری)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۷/۲/۱۴۰۲ھ

تشہد میں انگلی کب اٹھائے اور کب رکھے

نماز میں التحیات کے تشہد میں کس حرف پر انگلی اٹھانی ہے اور کس پر پست کرنی ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ "اشہد" پر اٹھانی ہے اور "اللہ" پر نیچے کرنی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ "اشہد" پر اٹھانی ہے اور سلام تک اٹھائے رکھنی ہے۔ کون سا عمل صحیح ہے۔ اور دوسرے بعض فتاویٰ رشیدیہ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

الجواب "لا الٰہ" پر انگشت اٹھائے اور "الا اللہ" پر پست کرے لیکن بالکل ہاتھ پر نہ رکھے بلکہ پست کرنے کے بعد بھی انگشت ذرا سے قدرے اٹھی ہوئی رہنی چاہئے فتاویٰ رشیدیہ میں جو کچھ ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ تفصیل تذکرۃ الرشید میں ملاحظہ ہو۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہی تحقیق ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۶/۹۰ھ

اشارہ کرنے کے لئے حلقہ کب بنائے

تشہد میں بیٹھتے ہی انگلیوں کا حلقہ بنا لینا چاہئے یا جب اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پڑھیں تب شہادت کی انگلی اٹھائیں اور باقی انگلیوں کا حلقہ بنائیں۔ فقہ حنفی کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

سائل مستان احمد قاسمی

الجواب جب تشہد پر پہنچے تب حلقہ بنائے۔

والعقد وقت التشهد فقط فلا يعقد قبل ولا بعد وعليه الفتوى كما هي بجعل المعقودة الى جهة الركبة الخ (طحطاوي ص ۱۴۶)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۲/۱۴۰۹ھ

نمازی کے آگے بیٹھا ہوا اٹھ کر جا سکتا ہے

ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور ایک شخص نماز ختم کر کے اس نمازی کے آگے بیٹھا ہے جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اب اگر یہ شخص جو آگے بیٹھا ہے اٹھ کر چلا جائے تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں یہ گزرنے میں داخل نہیں۔ لہٰذا اس پر کوئی گناہ نہیں؟

محمد لطف اللہ خالد رشا بجال ٹاؤن لاہور

الجواب باسمہ تعالیٰ بعض روایات سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ حتی الوسع اس عمل کو اختیار نہ کیا جائے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ البتہ عمل کرنے والے پر ملامت بھی نہ کی جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفی اللہ عنہ مفتی جامعہ ہٰذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی ۲۳ / ۱ / ۱۴۰۶ھ

بائیسکل، سکوٹر، موٹر کار پر نماز کا حکم

کتب فقہ میں صلوٰۃ علی الدابۃ کا جواز لکھا ہے کہ یتوجہ المصلی الی ما توجہت الیہ راحلتہ۔ اور چلتے چلتے پیدل نماز درست نہیں ہے تو کیا سائیکل سوار کا حکم گھوڑ سوار وغیرہ کا حکم ہے یا پیدل کا حکم ہے؟ نیز سکوٹر اور موٹر کار کا کیا حکم ہے۔ نیز ریل گاڑی چلتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب باسمہ تعالیٰ بائیسکل پر دابہ پر قیاس کرتے ہوئے نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور اس پر قیاس، قیاس مع الفارق ہے۔ اسی طرح سکوٹر سوار اور موٹر گاڑی کے ڈرائیور کے لئے بھی نوافل پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ریل میں متوجہاً الی القبلہ اور نہ کہ حیث ما توجہت [illegible]

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۶ / ۱۲ / ۱۳۸۸ھ

نماز میں نیت کے ضروری ہونے پر حدیث انما الاعمال بالنیات سے استدلال

غیر مقلد لوگوں نے ہمیں تنگ کیا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ نماز کی نیت کرنا کہاں فرض ہے۔ یہ فرائض، واجبات اور سنن وغیرہ بدعت ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

عتیق الرحمن محلہ بوڑا ساہیوال

الجواب حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی بناء پر تمام عبادات میں نیت ضروری ہے اور نیت دل کا فعل ہے۔ جب دل میں یہ استحضار ہو جائے کہ فلاں نماز اتنی رکعات اللہ کے لئے اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں تو یہ کافی ہے۔ زبان سے کہنا ضروری نہیں اگر غیر مقلد نیت قلبی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے تو یہ حدیث صریح کے خلاف ہے۔ اور اگر زبانی نیت کا انکار کرتے ہیں تو یہ ہمارے نزدیک بھی ضروری نہیں ہے۔ غیر مقلدین نے سادہ لوح لوگوں کو واقعی تنگ کر رکھا ہے۔ ہمیں مسلسل ایسی شکایات موصول ہوتی رہتی ہیں۔ جو شبہ ہو لکھ کر صاف کر لیا کریں۔

فرائض و واجبات و سنن والا سوال واضح نہیں کہ وہ کس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ تفصیلاً لکھیں یا بہتر یہ ہے کہ کسی وقت دارالافتاء میں تشریف لا کر حل کر لیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۷/۱۳۹۶ھ

حرکت پر مجبور معذور سمجھا جائے گا

ایک شخص نے کسی غرض کے لئے چلہ کشی کی لیکن وہ الٹا ہو گیا۔ عرصہ سے اس کا علاج جاری ہے۔ وہ شخص نماز بھی پڑھتا ہے۔ چلہ کے اثرات کی وجہ سے رکوع میں انگلی کی حرکت مسلسل جاری رہتی ہے۔ بقول سائل گلے کی رکاوٹ کی وجہ سے کچھ پڑھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ جسم کے پورے حصے پر اثرات ہیں سجدہ میں بھی حرکت رہتی ہے اثرات کی وجہ سے۔ کیا ایسی حالت میں نماز ہو جائے گی۔ یا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے کہ نماز ہو جائے۔ یہ حالت مجبوری ہے کوشش کی گئی ہے لیکن رک نہیں سکتا۔

نوٹ! سائل اس بات کی کوشش اس حد تک کرتا ہے کہ نماز میں خلل نہ ہو لیکن بیان

کی وجہ سے حرکت ضرور ہوتی ہے۔ اس بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔ یہ حرکت عمل کثیر میں داخل تو نہیں ہو جاتی۔ کیا کیا جائے۔ نماز فرض ہے سائل مریض ہے۔

سائل خالد عثمان حسین آگاہی ملتان

الجواب باسمہٖ تعالیٰ صورت مسئولہ میں بوجہ عذر نماز جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۹/۳/۱۴۰۰ھ

کسی نماز کے بعد ختم خواجگان کو معمول بنا لینا

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ کی "ضیاء القلوب" میں ختم خواجگان چشت اور ختم خواجگان قادریہ کے طریقے موجود ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اور ان کے بعض خلفاء کا یہاں رمضان مبارک کے اعتکاف میں بعد نماز ظہر ختم خواجگان چشت کا معمول ہے۔ خیر المدارس ملتان میں بعد از نماز عصر اس کا معمول ہے۔ عرصہ دراز سے ایک مسجد میں ختم خواجگان کا معمول تھا۔ بعض لوگ جو اپنے کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرتے تھے انہوں نے اس ختم شریف کو یہ کہہ کر بند کرا دیا کہ یہ بدعت ہے۔ کیا ختم خواجگان بدعت ہے؟

۲۔ مذکورہ بالا مسجد کی طرح جہاں اس کا معمول ہو گیا اسے ختم کرا دینا چاہئے اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہٖ تعالیٰ ختم خواجگان سب بزرگوں کا معمول ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز کے یہاں بھی معمول تھا۔ اس لئے اس کو بدعت کہنا بدعت ہے۔

المفتی ولی حسن ٹونکی نیو ٹاؤن کراچی

الجواب ختم خواجگان بدعت نہیں اسے بدعت قرار دینا بدعت کی حقیقت سے بے خبری کی دلیل ہے۔ اس کا پڑھنا ہر شخص پر لازم سمجھا جاتا ہے اور نہ اس کے تارک پر نکیر کی جاتی ہے بلکہ ایک بابرکت وظیفے کی حیثیت سے پڑھا جاتا ہے اس لئے بدعت کہنا صحیح نہیں۔ یہ وظیفہ بند کرنا غیر ضروری و نامناسب فعل ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰ر۱۰ر۱۴۰۱ھ

شلوار ٹخنوں سے نیچے ہونے کی حالت میں پڑھی جانیوالی نماز واجب الاعادہ ہے

ایک شخص نے نماز اس حالت میں پڑھی کہ اس کی شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے تھی. کیا نماز ہو گئی یا اس کا اعادہ واجب ہے۔ جواب بحوالہ درکار ہے۔

الجواب باسم ملہم الصواب اگر تکبر کی وجہ سے چادر وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھی تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما رجل یصلی مسبلا ازارہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء فقال اذھب فتوضأ فقال لہ رجل یا رسول اللہ امرتہ ان یتوضأ ثم سکت عنہ قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ وان اللہ تعالیٰ لا یقبل صلوٰۃ رجل مسبل. اھ رابوداؤد والمنھل العذب المورود ج ۵ ص ۹۵) وفی المنھل تحت قولہ رجل مسبل لازارہ من الخیلاء و العجب اھ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲/۱۴۱۱ھ

فوجی وردی اور بوٹوں میں نماز کا حکم

فوج میں وردی ایسی دی جاتی ہے جس میں قمیص اور پتلون ایک کپڑا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی دن اتارنے کا موقعہ نہیں ملتا۔ خصوصاً جنگی حالات میں۔ پھر اس وردی کو پیشاب کی

چھینٹوں سے پاک رکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے تو اس وردی کے اندر نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ پاک کپڑا پہننے کا موقعہ نہ ملے۔ جس طرح فوج میں بوٹ بھی ایسے ملتے ہیں۔ جن کو اتارنے کا کئی کئی دن موقعہ نہیں ملتا۔ اور نہ اتنی فرصت ملتی ہے اور بوٹ نجس بھی ضرور ہوتے ہیں تو جب نماز کا وقت آ جائے تو کیا ان بوٹوں کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں؟ بعض دفعہ عین نماز کا وقت ہوتا ہے اور فوج کو فوراً تیاری کا حکم ہو جاتا ہے۔ یا عین نماز کے وقت چل رہے ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں نماز کی ادائیگی کی کیا صورت ہو؟ چلتے چلتے گاڑی میں پڑھیں تو قبلہ معلوم نہیں ہوتا۔ تو اس صورت میں کیا کیا جائے۔

۴۔ بعض اوقات ہنگامی حالات میں ٹینک یا گاڑی کے اندر بیٹھنا پڑتا ہے۔ کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہوتی تو کیا قعوداً نماز پڑھ سکتے ہیں۔

۵۔ فوجیوں کے پاس پانی وضو کی مقدار موجود ہو اور فوراً کوئی ایسا حکم افسر کی طرف سے آ جاتا ہے کہ وضو کرنے کا وقت نہیں ملتا۔ اتنا وقت نہ ہو تو کیا فوراً تیمم کر سکتا ہے؟

الجواب

وردی کو پاک رکھنا کچھ مشکل نہیں۔ اہتمام اور فکر کی ضرورت ہے اور اگر بالفرض وردی کا کچھ حصہ ناپاک ہو گیا ہے اور وردی اتارنے یا پاک کرنے میں دشمن کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں اسی وردی کے ساتھ نماز پڑھ لے نماز ہو جائے گی۔

کما فی الدر واذا لم یجد ما یزیل به نجاسته او یقللها صلی معها ولا اعادة علیه وفی الشامیة ومثل خوف العدو وعدم وجود ثمنه ونحو ذلک اھ (شامی ج ۱ ص ۲۳۴)۔

۲۔ تفصیل: اگر طور ارکھتے ہوئے ایسے بوٹوں میں نماز جائز ہوگی۔ احتیاط کرے تو جنگلات میں ایسے بوٹ کے ناپاک ہونے کا احتمال کم ہوتا ہے۔

۳۔ کوشش ہونی چاہئے کہ نماز کو اول وقت میں پڑھ لیا جائے جب کہ ایسا ممکن ہو۔ ورنہ نماز کے آخری وقت تک انتظار کیا جائے ان شاء اللہ وقت مل جائے گا۔ انتہائی خطرے کے وقت ظہر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھ لی جائے۔ اور مغرب کی تاخیر کر کے پڑھ لی جائے۔ عشاء کا وقت طلوع فجر تک رہتا ہے۔

موٹر میں قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے۔ ساتھیوں کو ذرا ادھر ادھر کر دیا جائے۔ رفقاء اس کے لئے سہولت سے تیار ہو جاتے ہیں۔ البتہ اگر دشمن کے خوف کی وجہ سے قبلہ کی طرف منہ کرنا

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۴ ر صفر المظفر ، سنہ ۱۴۱۲ھ

نماز کی نیت میں استقبالِ قبلہ کی نیت کرنا ضروری نہیں

کیا نماز کی نیت کرتے ہوئے ، منہ طرف کعبہ شریف کے ، کہنا ضروری ہے ؟

الجواب استقبالِ قبلہ ضروری ہے ، استقبالِ قبلہ کی نیت ضروری نہیں ، اور زبان سے نیت کا تلفظ بھی ضروری نہیں ۔

ونیۃ القبلۃ لیست بشرط والتوجہ الیھا یغنیہ عن النیۃ ھو الاصح اھ وموافق للشرح ، وقولہ ونیۃ القبلۃ لیست بشرط ، لانھا من الوسائل وھی لا تحتاج الی نیۃ کالوضوء فالشرط حصولھا لا تحصیلھا ۔ اھ (طحطاوی ص ۱۵۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

درود شریف کے بعد کئی دعائیں پڑھنے کا حکم

امامت کراتے ہوئے یا اکیلا نماز پڑھتے ہوئے درود پاک کے بعد رب اجعلنی اور ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ الخ یہ دونوں دعائیں پڑھ سکتا ہے یا ایک پڑھے ۔

الجواب پڑھ سکتا ہے ، بہتر ہے کہ بصورتِ امامت ایک دعا پڑھے فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱ / ۲ / ۱۴۰۳ھ

لہ ویکرہ للامام تطویل الصلوۃ لما فیہ من تنفیر الجماعۃ لقولہ

عليه السلام ص ـ ثم فليخفف اھ (مراقی الفلاح)

قوله تطويل الصلوٰة بقراءة او تسبيح او غيرهما رضى القوم ام لا لاطلاق الامر بالتخفيف اھ (طحطاوی ص ۱۹۲) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

بوقت قیام دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ

نماز پڑھتے ہوئے قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے۔

الجواب دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔

وينبغى ان يكون بين القدمين فى القيام قدر اربع اصابع۔ ومراقى) وفى الطحطاوى نص عليه فى كتاب الاثر ولم يحك فيه خلافا اھ (ص ۱۵۵) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷ر ۳ر ۱۴۰۹ھ

نماز میں وساوس کی وجہ سے لاحول پڑھنا

جب آدمی کو نماز میں وساوس آئیں تو اگر وساوس دنیا کے لاحول پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی عند الطرفین ۔ اور اگر وساوس آخرت سے لاحول پڑھے تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی۔ کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟

الجواب زید کا قول صحیح ہے۔ المصلى اذا وسوسه الشيطان فقال لاحول ولا قوة الا بالله ان كان ذلك الذى وسوسه فى امر من امور الآخرة لا تفسد صلوته وان كان فى امر من امور الدنيا تفسد كذا ذكره فى الذخيرة لانه للوسوسة اسم

فكانت هو فيه بسبب الم اخروى فى الاول وبسبب الم دنيوى فى الثانى ـ اهـ (كبيرى ص ٢٢٢)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

بیٹھ کر نماز پڑھنے والا کیسے بیٹھے

جو معذور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اس کے لئے بیٹھنے کا کوئی خاص طریقہ منقول ہے یا جیسے چاہے بیٹھ جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر مشقت نہ ہو تو بحالت التحیات بیٹھنا بہتر ہے اور اگر اس طرح بیٹھنے سے تکلیف ہوتی ہو تو پھر جیسے آسانی ہو بیٹھ جائے۔

ثم المريض يقعد فى الصلوٰة من اولها الى آخرها كما يقعد فى التشهد ان استطاع ذكر السروجى ان هذا قول زفر وفى الذخيرة نقل عن ابى الليث انه عليه الفتوى لانه القعود المعهود فى الصلوٰة وقال قاضى خان يقعد كيف شاء فى رواية محمد عن ابى حنيفة [illegible] والظاهر ما افتى به ابو الليث كما ذكره المصنف عند عدم حصول المشقة به والتخيير عند حصولها به اهـ (كبيرى ص ٢٦٢)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم

گرمیوں میں کیڑے مکوڑے کے ڈر سے اگر نماز تہجد چارپائی کے اوپر پڑھ لی جائے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ عبدالمجید ملک [illegible] ساہیوال۔

الجواب: اگر چارپائی خوب کسی ہوئی ہو اور پاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔ (کذا فی امداد الاحکام ص ۴۰۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جو اشارے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو اس سے نماز معاف ہے

اگر کوئی شخص بیمار ہو اور وہ نماز کے عوض میں فدیہ دے دے تو اس کی نماز معاف ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جواب وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب: اگر یہ شخص قائم ہے اور اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ تو پڑھ لیا کرے ورنہ نماز معاف ہے۔ واذا عجز المریض عن الایماء بالرأس فی ظاهر الروایة یسقط عنه فرض الصلوة ولا یعتبر الایماء بالعینین۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۷)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

جامعہ خیر المدارس ملتان

دو پیسے کے بدلے میں سات سو نمازوں کے ثواب کا ضبط ہونا

تبلیغی جماعت والے عام طور پر بیان کیا کرتے ہیں کہ قیامت کے دن دو پیسے ناحق لینے کے بدلے میں سات سو مقبول نمازوں کا ثواب لے لیا جائے گا۔ کیا ان کی یہ بات درست ہے اور دو پیسے سے مراد کون سے دو پیسے ہیں؟

الجواب: کتب فقہ میں دانق کا ذکر ہے کہ ایک دانق کے بدلے سات سو جماعت سے پڑھی ہوئی نمازوں کا ثواب ضبط کر لیا جائے گا۔ اور علامہ قشیریؒ نے سات سو مقبول نماز کا لکھا ہے۔ دانق تقریباً ساٹھ رتی کا ہوتا ہے۔ تو گویا ساٹھ رتی چاندی کے برابر

ناحق لی ہوئی مالیت کے بدلے میں سات سو مقبول نماز کا ثواب وضع کر لیا جائے گا جس زمانے میں جب کہ چاندی سستی ہوگی تو ہو سکتا ہے کہ اتنی چاندی اس دفعہ کے دو پیسے کے بدلے میں آجاتی ہو۔ اس لئے دو پیسے مشہور ہو گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ضرور ہی اتنا ثواب وضع کیا جائے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے مظلوم کو اپنے پاس سے دے کر ظالم کو معاف کر دیں۔

حاولته يؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوة بالجماعة اھ (درمختار)

(قوله جاء) اى فى بعض الكتب اشعار عن البزازية ولعل المراد بها الكتب السماوية او يكون ذلك حديثا نقله العلماء فى كتبهم والدانق بفتح النون وكسرها سدس الدرهم وهو قيراطان والقيراط خمس شعيرات اھ (قوله ثواب سبع مائة صلاة بالجماعة) اى من الفرائض لان الجماعة فيها واتفق فى المواهب عن القشيرى سبع مائة صلوة مقبولة ولم يقيد بالجماعة قال شارح المواهب ما حاصل هذا لا ينافى ان الله تعالى يعفو عن الظالم ويدخله الجنة برحمته - اھ (شامى: ج ۵، ص۲۲۳) ۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

خنثیٰ رکوع و سجود کیسے کرے

سوال: خنثیٰ نماز پڑھتے ہوئے جب رکوع و سجود کرے تو کیا وہ رکوع اور سجدہ مردوں کی طرح کرے یا عورتوں کی طرح؟

الجواب: خنثیٰ عورتوں کی طرح رکوع و سجود کرے یعنی زیادہ نہ جھکے، انگلیوں کو پھیلائے نہ، ایسے ہی کلائیوں کو پہلو کے ساتھ ملائے رکھے الگ نہ کرے۔

اما المرأة فتنحنى فى الركوع يسيرا ولا تفرج ولكن تضم وتضع يديها على ركبتيها وضعا وتحنى ركبتيها ولا تجافى عضديها لان ذلك استر لها وفى شرح الوجيز الخنثى كالمرأة - (شامية ج ۱ ص ۳۵۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ساتھ والے کو دیکھ کر نماز پوری کرنا

زید نماز میں شامل ہوا جب کہ ایک رکعت ہو چکی تھی جب بقیہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو یاد نہ رہا کہ میری کتنی رکعت باقی ہیں۔ اس کے ساتھ ایک اور آدمی نماز میں شامل ہوا تھا زید نے سوچا کہ اس کو دیکھ کر نماز پوری کر لوں گا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ساتھ نماز پوری کر لی۔ کیا اس کی نماز درست ہوگئی؟

الجواب باسمہ تعالیٰ: اگر اس دوران زید تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنے کی مقدار کہیں غور و فکر میں مشغول نہیں رہا تو زید کی نماز ہوگئی۔ ولو نسی احد المسبوقین المتساویین کمیۃ ما علیہ فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء بہ صح فکذا فی الخلاصۃ ج ۱ ، عالمگیری ج ۱ ص ۹۲۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانے کے بعد نیچے نہ لے جائیں

بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھوں کو نیچے لے جاتے ہیں یعنی رانوں کے برابر کر لیتے ہیں اور پھر باندھتے ہیں۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسمہ تعالیٰ: ہاتھ اٹھانے کے بعد نیچے نہ لے جائیں۔ بلکہ ہاتھ باندھ لیں۔ ویسن وضع الرجل یدہ الیمنی کما فرغ من التکبیر للاحرام بلا ارسال الخ (طحطاوی ص ۱۴۰)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۴/۳/۱۴۰۹ھ

نابینا آدمی قبلہ سے ہٹ کر نماز پڑھ رہا ہو تو اسے قبلہ رو کر دیا جائے

ایک آدمی نابینا ہے اور وہ نماز پڑھنی شروع کرتا ہے اور کوئی آدمی موجود نہیں ہوتا جو اس کو سیدھے کعبہ کی طرف کر دے محض اپنی رائے پر نماز پڑھتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا منہ قبلہ کی طرف نہیں ہوتا۔ تو اب اس کو سیدھا کیا جائے تو استدبار خارجی پائی جاتی ہے جس سے نماز ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔ ایسے ہی اس کو کہہ بھی نہیں سکتے تاکہ وہ محض کہنے والے کے کہنے پر بغیر سوچنے کے مڑ کر نماز ختم نہ کر دے۔ تو اب اس کو سیدھا کیسے کیا جائے۔ نیز یہ عام رواج ہے کہ جب بھی کوئی آدمی ٹیڑھا کھڑا ہو خواہ نابینا ہو اس کو ہاتھ سے قبلہ رخ کر دیتے ہیں حالانکہ اس نے نہ کہا ہوتا ہے اور نہ ہی وہ خود سوچ کر قبلہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اقتداء محض ہوتی ہے تو کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے یا نہیں! اور اگر دوسرا آدمی بغیر کہے ٹھیک کر دے تو کیا نماز باقی رہے گی یا نہیں۔ اگر سیدھے کرنے سے نماز باقی رہتی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے اور اگر نماز درست نہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے۔
اور اگر دوسرا آدمی نمازی کو سیدھا نہ کرے تو کیا وہ آدمی گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں ایسے نابینا کو جو بغیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہا ہے قبلہ رو کر دینا درست ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ شامی ج ۱ ص ۳۴۴ میں ہے۔

قال فی شرح المنیۃ ولو صلی الاعمی رکعۃ الی غیر القبلۃ فجاء رجل فسواہ الی القبلۃ واقتدی بہ ان وجد الاعمی وقت الشروع من یسألہ فلم یسألہ لم تجز صلاتہما والا جازت صلاۃ الاعمی ۔ الخ ۔

نابینا آدمی سفر یا بستی میں جہاں جہت قبلہ مشتبہ ہے اس قدر منحرف ہو کر نماز پڑھ رہا ہو جو انحراف مفسد صلوۃ ہے تو اسے سیدھا رو بقبلہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی نماز درست نہیں۔ اور انحراف مذکور نہیں تو تسویہ کی حاجت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان — ۱۴۰۳ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد اقتدا درست نہیں

امام صاحب ایک طرف سلام پھیر چکے ہوں تو مقتدی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سائل لطیف الرحمٰن مدرار ساہیوال

الجواب ثم الخروج من الصلوة بسلام واحد عند العامة وقيل بهما خلاف. مجمع الانهر فلو اقتدى به بعد لفظ السلام الاول قبل عليكم لا يصح عند العامة - اھ (درمختار) (شامی)

معلوم ہوا کہ اکثر علماء کے نزدیک پہلے لفظ سلام کے بعد اقتدا کرنا ٹھیک نہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ١٨/١/١٣٩٥ھ

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے

ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا منقول نہیں اس لئے بہتر ہے بسم اللہ خفیہ پڑھی جائے۔ اگر ایسا ہے تو بھی آہستہ پڑھنے کے لئے اس قدر وقفہ تو ہونا چاہیئے۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ پیش امام نیت کے فوراً بعد اور سورۃ الحمد کے ختم ہونے کے فوراً بعد بلا کسی وقفہ کے دوسری سورت شروع کر دیتے ہیں۔ آہستہ پڑھنے کی صورت میں بھی آخر کچھ وقفہ تو ہونا چاہیئے۔ جس سے اندازہ ہو سکے کہ بسم اللہ آہستہ پڑھی گئی ہے۔

علاوہ ازیں ایک مرتبہ مولانا مودودی نے دریافت کرنے پر بتایا تھا کہ آپ بسم اللہ پڑھ سکتے ہیں۔ اس کے متعلق وضاحت فرمائیں۔

الجواب فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ کا پڑھنا مستحسن ہے۔ شامیہ ص ٤٩٠ ج ١ فرض واجب بلکہ مسنون بھی نہیں ہے اس لئے بسم اللہ پڑھنے سے نماز میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ فقط واللہ اعلم ، بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا۔

له حاشیہ آثار السنن للعلامہ نیموی

بله محمد قوله وسمى غير المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذكر كما في ذبيحة ووضوء سرا في اول كل ركعة ولو جهرية لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية ولا تكره اتفاقا اه (درمختار)

(قوله ولا تكره اتفاقا) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بانه ان سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سرا او جهرا كان حسنا عند ابي حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها آية من كل سورة بحر اه (شامية ج ۱ ص ۴۹۰)۔

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲/۱۴۱۱ھ

فرائض کی موجودہ رکعت کا منکر گمراہ ہے

ایک آدمی نے لوگوں کے اندر یہ پھیلا دیا ہے کہ ہر نماز کی دو رکعت فرض ہیں باقی نماز نفل ہے اس کے ساتھ چند آدمی بھی شریک ہو گئے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن و حدیث میں دو رکعت فرض کے سوا ثبوت نہیں ملتا۔ کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہ ان سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

الجواب: شروع اسلام میں نماز دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں اس کے بعد حضر و اقامت کی نمازوں میں سوائے فجر اور مغرب اور جمعہ کے اضافہ کر دیا گیا۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها قالت فرضت الصلوة ركعتين ركعتين في الحضر والسفر فاقرت صلوة السفر وزيد في صلوة الحضر۔ (ج ۱ ص ۲۴۱)۔

شامی میں ہے۔

ما كان من ضروريات الدين وهو ما يعرف الخواص والعوام انه من الدين كوجوب اعتقاد التوحيد والرسالة و

الصلوات الخمس واخواتها بحکم محکم ، وما لا فلا . (ج ۱ ص ...)

دعا میں یہ زیادتی احادیث سے ثابت ہے ، اس لئے اس کا انکار جہالت ہے بلکہ ایسے لوگوں سے بچنا لازم ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تعوذ و تسمیہ صرف امام و منفرد پڑھے

سورۃ فاتحہ سے قبل تعوذ اور تسمیہ کن کن رکعتوں میں پڑھنا چاہئے اور ان کی شرعی حیثیت کیا ہے

قرأت شروع سورت سے پڑھنا شروع کریں یا کسی سورت کے درمیان سے کوئی آیات پڑھ سکتے ہیں فاتحہ اور سورت کے درمیان تسمیہ پڑھنا مسنون ہے یا نہ ؟

محمد لطیف اللہ خالد لاہور

الجواب ثناء سے فارغ ہونے کے بعد تعوذ و تسمیہ کا پڑھنا امام و منفرد کے لئے سنت ہے ۔ درمختار میں ہے ۔

ویسن التعوذ للقراءة فیأتی به المسبوق کالامام والمنفرد لا المقتدی ۔ (ج ۱ ص ...)

اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ شروع کرنے سے قبل بسم اللہ کا پڑھنا بھی مسنون ہے ۔

وتسن التسمیة اول کل رکعة قبل الفاتحة لانه صلی اللہ علیه وسلم کان یفتتح صلوته ببسم اللہ الرحمن الرحیم (درمختار)

دونوں صورتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے قبل تسمیہ سنت نہیں اور نہ ہی پڑھنا مکروہ ہے ۔ لا تسن التسمیة بین الفاتحة والسورة مطلقا ولو سریة ولا تکره اتفاقا ۔

(درمختار ج ۱ ص ۴۹۰) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۲۹ ۔ ۶ ۔ ۱۴۰۹ھ

نمازیوں کو فسادِ نماز کی اطلاع جو بالکل ممکن نہ ہو تو "تلافی" کی ایک صورت

امام صاحب نے مؤذن کو عشاء کی نماز کے بعد کہا کہ فجر کی نماز کا خیال کریں گھر میں تو پہنچ سکا تو آپ نماز فجر پڑھا دیں جب کہ امام صاحب اور مؤذن ایک ہی جگہ پر قیام پذیر تھے۔ صبح کو اتفاقاً مؤذن دیر سے اٹھا اور دوسرے نمازی نے آکر اذان دے دی تھی۔ مؤذن نے جلدی سے امام صاحب کو جگایا اور بتایا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ مؤذن نے جلدی سے استنجاء اور وضو کر کے سنتیں پڑھ کر جماعت کرا دی۔

ایک گھنٹہ بعد مؤذن نے غسل کی وجہ سے سینے کپڑے دیکھے تو معلوم ہوا کہ محتلم تھا اسی حالت میں اس نے نماز فجر پڑھا دی ہے۔ اس نے انتہائی پریشانی کے عالم میں خطیب و امام صاحب کو صورت حال سے مطلع کر کے کہا کہ میں نمازیوں کو مطلع کر دوں کہ جنہوں نے فجر کی نماز با جماعت ادا کی وہ اپنی اپنی نماز لوٹا لیں۔ تو امام صاحب نے اسے منع کیا کہ اب جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے وہ معاف کر دے گا۔ اگر اب نمازیوں کو اس طرح مطلع کیا گیا تو نمازی بدگمان ہو جائیں گے اور چہ میگوئیاں کریں گے اس سے رہنے دو۔

چنانچہ مؤذن بے چارہ دل پر بوجھ لیے خاموش ہو گیا اور تا حال اس کا دل پریشان ہے۔ اور جب بھی اسے اس بات کا خیال آتا ہے تو وہ مغموم اور رنجیدہ ہو جاتا ہے اور وہ جگہ بھی تقریباً دو ڈھائی سو میل دور ہے۔ اور اس واقعہ کو تقریباً بائیس تیئیس سال ہو گئے ہیں۔ اب تو اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ کون زندہ ہے کون نہیں۔ جو واقف تھے ان کو بھی بھول گیا ہے جہاں تک ان کو مطلع کرنے کی صورت ہے تو اب یہ ناممکن سی بات ہو گئی ہے۔ اس کے کفارہ و تلافی کی کوئی دوسری صورت ہو تو ارشاد فرمائیں۔

المستفتی قاری حبیب اللہ [illegible]

الجواب: امام اور مؤذن پر لازم تھا کہ فوری طور پر ان کو اطلاع دیتے کہ اپنی نمازوں کا اعادہ کر لیں۔ اب بھی اگر کسی بھی آدمی کا پتہ چل سکے تو اسے ضرور اطلاع دیں بالکل اطلاع ناممکن ہو تو ان کی طرف سے اس نماز کا فدیہ ادا کر دیں۔ شاید اس طرح کچھ تلافی ہو جائے۔

كذا في الشامية ص ۳۴۲ ج ۱ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہٰذا

۲۸/۲/۱۴۰۰ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — معین مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تشہد عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وجوہ ترجیح

مسند ابو عوانہ اور بیہقی وغیرہ میں تشہد ابن مسعودؓ میں "السلام علی النبی ورحمۃ اللہ" کے الفاظ ہیں بعض دوسرے صحابہؓ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بعد خطاب کے صیغہ کو ترک کر دیا ہے۔ ہم اہلسنت والجماعت احناف پہلے الفاظ کیوں اختیار کرتے ہیں؟

الجواب — عن القاسم قال اخذ علقمة بيدي قال علقمة اخذ ابن مسعود بيدي قال عبد الله اخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدي فقال اذا جلست في الصلوة فقل التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله. الحديث. اخرجه محمد في كتاب الحجة ص ۱۳۴ — وجماعة من المحدثين منهم ابو داؤد والطحاوي والدارمي والدارقطني والبيهقي والبخاري ومسلم وغيرهم.

وجوہ ترجیح — ۱: امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلمیذ خاص حضرت امام محمد رحمہ اللہ کا فیصلہ۔ وليس في التشهد شيء اوثق من حديث عبد الله ابن مسعود رضي الله عنه۔ اس سے زیادہ پختہ حدیث تشہد کے باب میں موجود نہیں (کتاب الحجۃ)

۲: في الموطا كان عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه يكره ان يزاد فيه حرف او ينقص منه حرف (موطا ص ۱۰۵)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشہد میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی کو جائز نہیں رکھتے تھے۔

۳ : ایسے ہی طحاوی شریف میں مروی ہے کہ ایک شخص نے تشہد سے قبل بسم اللہ کا اضافہ کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا " انأکل " کیا تو کھانا کھا رہا ہے کہ بسم اللہ کہہ رہا ہے۔ بسم اللہ کے اضافہ پر بھی تنبیہ فرمائی۔

۴ : ایسے ہی کسی شخص نے " وحدہ لا شریک لہ " کا اضافہ کرنا چاہا تو عبداللہ بن مسعود کے شاگرد حضرت علقمہ نے اس کی اصلاح فرمائی۔

۵ : بعض محدثین نے مذکورہ بالا حدیث کی تخریج کی ہے مسند حدیث کی تخریج اتنے محدثین نے کی ہے۔

۶ : یہ تشہد حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمودہ ہے۔ مسنون تشہد میں تغییر مکروہ ہی تھی۔

۷ : حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں یہ تفصیل بیان نہیں فرمائی کہ یہ تشہد میری زندگی تک ہے۔ میرے رخصت ہو جانے کے بعد اس میں یوں تبدیلی کر لینا۔

۸ : جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کمی و زیادتی کو مکروہ جانتے تھے تو پھر اصول سے یہ تبدیلی کیسے کر لیا تبدیلی و مکروہ کیسے صحیح ہو گئے نیز یہ تبدیل شدہ الفاظ آپ کے ارشاد فرمودہ الفاظ کے مقابلہ میں حجت نہ ہوں گے کیونکہ آپ کی حیات میں ہی جو صحابہ رضی اللہ عنہم حاضر خدمت نہ ہوتے تھے وہ بغیر تبدیلی کے تشہد پڑھتے تھے۔

۹ : حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

وهو اصح حديث عن النبي صلى الله عليه وسلم في التشهد والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ومن بعدهم من التابعين ۔ ترمذی ج ۱ ص ۳۸۔

یہ حدیث تشہد کے باب میں سب سے اصح ہے۔ اکثر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کا اسی پر عمل ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

۲۱
مہر

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۲۹ / ۱ / ۱۴۰۳ھ

ہاتھ باندھنے کا حدیث سے ثبوت

بارہ ائمہ کرام میں سے کسی ایک یا زیادہ سے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنی ہو تو اس کا ثبوت کتب

اہل السنۃ والجماعۃ اور کتب شیعہ سے کیا ہے۔

الجواب: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بہت سی روایات ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ باندھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے وہ درج کی جاتی ہے۔

ان علیا قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرۃ رواہ ابن ابی شیبہ

واضح رہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ رب العالمین کی بارگاہ میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۔۲۔۱۳۹۷ھ

تشہد میں محمد رسول اللہ کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم کا اضافہ صحیح روایات میں منقول نہیں

س: احادیث تشہد میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث نقل کی ہے جس کے متن کے الفاظ یہ ہیں واشہد ان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج ۱ ص ۱۳۹۔ ایسے ہی ترمذی شریف کی جامع ادعیہ میں بھی درود شریف ذکر کیا گیا ہے۔

اللھم انا نسئلک من خیر ما سئلک منہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ج ۲ ص ۱۹۲۔

ان کی تحقیق مطلوب ہے کہ آیا مذکورہ درود شریف حدیث مرفوع سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: ابوداؤد اور ترمذی شریف کے متعدد نسخے دیکھے گئے موجودہ نسخوں میں صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ موجود ہیں۔ ابوداؤد کے بعض نسخوں میں مذکورہ الفاظ پر (خ) کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی جو مصری طبع شدہ ہے اس کے مطابق ثلاث عشر کی روایت میں "صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ موجود نہیں (ج ۲ ص ۸)

ایسے ہی ابوداؤد کی شرح "عون المعبود" صفحہ ۳۶۹ پر حدیث ابوداؤد میں بھی صلی اللہ علیہ وسلم

کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس سے بظاہر معلوم ہوا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شاید یہ الفاظ نہیں ہیں۔ کسی راوی یا ناسخ کا تصرف ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرۂ ماثورہ میں مسنون صلوٰۃ کے تذکرہ کا نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اونی کمبل پر نماز پڑھنا

اون کے کپڑے مثلاً کمبل وغیرہ پر سجدہ کرنا جائز ہے یا نہیں ہمارے ہاں ایک مولانا نے کہا ہے کہ اون پر سجدہ کرنا جائز نہیں کیونکہ حکم زمین پر سجدہ کرنے کا ہے۔

الجواب اونی کمبل پر نماز پڑھنا درست ہے پیشانی کو بوقت سجدہ خوب جما کر رکھے۔ کمبل کی تہہ مزید نہ دب سکے۔ سجدہ کی جگہ کا از جنس تراب ہونا شرط نہیں۔ البتہ افضل یہ ہے کہ سجدہ زمین پر کیا جائے یا ایسی چیز پر جو زمین سے پیدا ہوتی ہے۔

لکن الافضل عندنا السجود على الارض او على ما تنبته۔ الخ

(شامی ج ۱ ص ۳۳۱)

نیز شامی میں ہے۔ فیصح على طنفسة وحصير (شامی ج ۱ ص ...) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۲ / ۲ / ۱۳۸۵ھ

جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں امام مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں امام قوم کی طرف متوجہ ہو کر دعا مانگے اور بعض انحراف کو واجب یا فرض و مستحب کا درجہ دے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں امام کو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہیے جیسا کہ منیۃ المصلی اور شامی میں اس کی تصریح ہے لیکن

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں اصل تو یہی ہے کہ پہلی حالت پر دعا مانگ لے۔ اور اگر مقتدیوں کی طرف چہرہ پھیر لیا تو بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں مصرح ہے۔ (طحطاوی ص۱۸۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۴ ۔ ۱۰ ۔ ۱۴۰۵ھ

ؒ وهكذا يكره مكثه قاعدا في مكانه مستقبل القبلة في صلوة لا تطوع بعدها كما في شرح المنية عن الخلاصة و الكراهة تنزيهية كما دلت عليه عبارة الخانية ۔

(شامی ج۱ ص ۳۹۲)۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب فتاوی ہذا۔

جسے رکعت مل جائے اسے تکبیر افتتاح کا ثواب مل جائیگا

تکبیر تحریمہ کو کب تک حاصل کیا جا سکتا ہے۔

الجواب: تکبیر اولیٰ کی فضیلت کب تک حاصل ہو سکتی ہے، اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ عالمگیریہ میں صحیح اس کو کہا ہے کہ رکعت اولیٰ جب تک مل جاتی ہے اس وقت تک تکبیر اولیٰ کی فضیلت حاصل ہو جاتی ہے۔ قال فی المنیۃ۔

اما فضيلة تكبيرة الافتتاح فتكلموا في وقت ادراكها والصحيح ان من ادرك الركعة الاولى فقد ادرك فضيلة تكبيرة الافتتاح هكذا في المحيط في باب ابي يوسف (عالمگیریہ ج۱ ص)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۱ ر ۴ ر ۱۴۰۳ھ

موٹر میں وضو سے نماز ممکن نہ ہو تو جیسے ہو اشارہ سے پڑھ لے بعد میں اعادہ کرے

سواری کے چلتے ہوئے اگر نماز کا وقت ہو جائے اور ڈرائیور موٹر نہ روکے اور نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب ہو تو نماز قضا کر دے اور بعد اترنے کے قضا پڑھے کیونکہ موٹر میں بیٹھ کر نہ پڑھے نماز نہ ہوگی۔ یہ عذر نہیں چلتا یہ ہمارا عالم کہتا ہے۔ اور دلیل اس پر یہ کہ ایک شخص موٹر سے اس وقت اترتا ہے کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوتا ہے اور اس نے نماز پڑھنی ہوتی ہے اور پانی قریب بھی ہوتا ہے اور اسے معلوم بھی ہوتا ہے تو اگر پانی کی طرف جاتا ہے تو نماز قضا ہوتی ہے تو جیسا اب پانی کے قریب ہونے کی وجہ سے تیمم نہ کرے، نماز قضا کرے۔ پانی تک پہنچ کر وضو کر کے نماز قضا پڑھے۔ اب یہی نماز موٹر کا مسئلہ ہے۔

مثلاً ایک عورت ہے نماز اس نے پڑھنی ہے ڈرائیور موٹر نہیں روکتا۔ اب وہ عورت موٹر میں کس طرح نماز پڑھے۔ قیام بھی نماز میں فرض ہے موٹر میں قیام ہو نہیں سکتا۔ تردید کی اس دلیل کا کیا جواب ہے۔

الجواب بعون الوہاب

وفي الخلاصة وقاضي خان وغيرهما الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلاة يتيمم ويصلي بالإيماء ثم يعيد إذا خرج لعدم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالى لا تجب الإعادة وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة۔ (البحر الرائق ج ۱ صفحہ ۱۴۲)

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں نماز کو قضا نہ کرنا چاہیے البتہ ایسی صورت میں نماز اشارہ کے ساتھ ادا کر لینی چاہیے۔ دوبارہ بوقت فرصت اعادہ واجب ہوگا۔ لیکن گو اشارہ کیا تھا ادا کردہ نماز پر اکتفا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ جب مذکورہ وجہ کی بنا پر بیٹھ کر گاڑی یا موٹر میں نماز ادا کی گئی ہو۔ بس سائل کے کلام سے یہ جو مترشح ہوتا ہے کہ موٹر میں اشارہ سے یا بیٹھ کر نماز نہ پڑھے بعد میں قضا ضروری ہے، یہ غلط ہے، بلکہ بعد از اترنے موٹر کے اس نماز کا اعادہ ضروری ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۳ر۱۱ر۱۳۹۲ھ

نماز میں وساوس سے بچنے کی ایک ترکیب

نماز میں گمراہ کن وساوس آتے رہتے ہیں اور ان کا علاج کیا ہے۔ نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آتی۔ وضاحت سے ارشاد فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب: نماز میں تلاوت و تسبیحات وغیرہ کی طرف دھیان رکھے ہر لفظ کو منہ سے نکالنے سے پہلے یہ خیال کرے کہ اب میں یہ لفظ منہ سے نکال رہا ہوں سوچ سوچ کر ہر لفظ زبان سے نکالے جب دھیان بٹ جائے تو یاد آتے ہی پھر الفاظ و معانی کی طرف دھیان کرنے لگے۔ پھر خیال بٹے تو پھر الفاظ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ چند دن تک کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا اور وساوس میں تخفیف ہونا شروع ہو جائے گی۔ اسی طرح نماز پڑھنے میں ان شاء اللہ پورا ثواب ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

۲۹ محرم ۱۳۹۱ھ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

يجب الاتيان بالتحريمة قائما

هل تجوز صلوة من ادرك الامام فى الركوع فشمل فيه ولم يقم ساعة واحدة ؟

شیر محمد فاروقی انسپکٹر لاڑکانہ سندھ

الجواب باسم ملہم الصواب: لا تجوز صلوة من دخل فى الصلوة منحنيا بل يجب الاتيان بالتحريمة قائما ثم من شروط صحة التحريمة الاتيان بالتحريمة قائما (مراقى الفلاح : ص)۔

فقط واللہ اعلم : بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح : خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۹ / ۱ / ۱۳۷۴ھ

رکوع وسجود سے ہوا خارج ہو جاتی ہو تو اشارے سے نماز پڑھ لے

زید کو ناسور کی تکلیف تھی آپریشن کرانے سے اس کو آرام آگیا۔ اب زید نماز میں رکوع وسجدہ کرتا ہے تو اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ ایسی سے اس کو نہایت مشکل ہے اور رکوع وسجدہ کے بغیر وضو صحیح رہتا ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ زید نماز کو رکوع وسجود کے ساتھ ادا کرے یا اشارہ کر کے نماز پڑھے؟

سائل عبدالرحمن ملتان

الجواب وفی الشامیۃ ج ۱ ص ۲۰۳ : قولہ ولو بصلاتہ مومیا: ای کما اذا سال عند السجود ولم یسل بدونہ فیومی قائما او قاعدا الخ۔

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور رکوع وسجدہ کو اشارہ سے ادا کرے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱ / ۱۰ / ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رکن دار الافتاء جامعہ ہذا

جن چٹائیوں پر رقص کیا گیا ہو ان پر "نماز" پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے مسجد کی چٹائیاں بلا اجازت اٹھا کر قوالی کے لئے فرش بنایا اور وہاں پر حقہ و سگریٹ نوشی کی گئی اور کھینچا تانی سے ان کو خراب کیا گیا۔ اب ان چٹائیوں کا مسجد میں استعمال کرنا کیسا ہے۔

قاری غلام قادر
شاہ جمال ٹاؤن، وائلس روڈ لاہور

الجواب مسجد کی چیز کو مسجد کے علاوہ دوسرے کاموں میں استعمال کرنا خصوصاً ایسے منکرات میں جہاں حقہ اور سگریٹ نوشی بھی ہوتی ہو حرام اور گناہ ہے شریعت میں اس پر ضمان بالنقص واجب ہے۔ اگر چٹائیاں نجس ہو چکی ہوں دھونا بھی ضروری ہے۔ اگر نجس نہ ہوں تو اسی طرح استعمال کر سکتے ہیں مگر احتیاط دھو لینے میں ہے۔ علامہ ابن نجیم ... البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۱ میں فرماتے ہیں۔

قالت الحنفية الحصير التي يرقص عليها لا يصلى عليها ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ...

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

جس کا کچھ ذریعہ آمد ناجائز ہو اسے نماز پڑھنے کا کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں

زید نے بکر سے کہا کہ بھائی نماز پڑھا کرو۔ تو بکر نے جواب دیا کہ مجھ کو نماز کا ثواب تو ملنے کا نہیں لہذا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ؟ بکر چونکہ اپنی تنخواہ کے علاوہ کچھ رقم ناجائز ذرائع سے حاصل کرتا ہے بکر نے یہ جواب مندرجہ ذیل احادیث کی وجہ سے دیا۔

۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس کا گوشت پوست مال حرام سے پلا ہوگا اس پر بہشت حرام ہے اور دوزخ حلال۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے جسم پر ایک کپڑا ہے اور اس میں دسواں حصہ حرام مال کا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

لہذا بکر نے مندرجہ بالا احادیث کا حوالہ دے کر نماز پڑھنے سے مجبوری ظاہر کی۔ لہذا نماز پڑھنے سے کیا فائدہ۔ لیکن زید نے اس کو ایک اور حدیث مقدس کا حوالہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے لہذا نماز پڑھا کرو انشاء اللہ تم حرام روزی کو ترک کر دو گے اور دوسرا یہ کہ فرضیت نماز قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ زید و بکر میں سے کس کی بات صحیح ہے۔

سائل رانا دوران کرنالی ، عام خاص باغ ملتان

الجواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ احادیث کو مد نظر رکھتے ہوئے شخص مذکور کا یہ رویہ اختیار کرنا کہ ناجائز و حرام امور سے بچنے کی بجائے نماز ہی کو بے فائدہ سمجھ کر ترک کر دینا یہ نہایت ہی نادانی کی بات ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد تو یہ ہے کہ حرام کام چھوڑ دو اور نماز ادا کرو۔ اور یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ حرام چھوڑنے کی بجائے نماز ہی چھوڑ دو۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو رحمۃ للعالمین اور ہادی کی ہے۔ اور جو رویہ بکر نے اختیار کیا ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور ہادی امت نہیں بلکہ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے گمراہ کنندہ ہیں۔ کیونکہ اس کے نماز چھوڑنے کا سبب فرمان نبوی ہے۔ یعنی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں نہ فرماتے تو یہ نماز نہ چھوڑتا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور ہادی امت اور خیرخواہ ہیں یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے وہ چیزیں جو اللہ کی عبادت کو نقصان پہنچانے والی ہیں ان کو بیان فرما دیا تاکہ اللہ کے بندے اپنے فریضہ عبادت کو اچھی طرح ادا کر سکیں۔

اس کی مثال تو یوں سمجھئے کہ ایک طبیب یا ڈاکٹر بیمار کو یوں کہہ دے کہ میری دوائی تجھے تب فائدہ کرے گی جب تو فلاں فلاں چیز سے پرہیز کرے گا۔ تو کیا اگر بیمار یہ کہہ کر چھوڑ دے کہ پرہیز تو مجھ سے ہوتی نہیں تو چلو دوائی ہی چھوڑ دوں۔ کیونکہ فائدہ تو ہوگا نہیں تو اس کو عقل مند کہا جائیگا؟ اور کیا بیماری سے نجات پا جائے گا۔ اور کیا طبیب یا ڈاکٹر نے اس کو خیرخواہی اور شفقت سے یہ بات نہیں بتلائی کہ بیچارہ دوائی پر پیسے بھی خرچ کرے گا اور بد پرہیزی کی وجہ سے اس کو فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ تو کیا یہ ڈاکٹر یا طبیب کا اس پر احسان نہیں ہے۔ اسی طرح جہاں انسان کے لئے جیسے ایک یہ ظاہری زندگی ہے ایسے ہی ایک روحانی زندگی بھی ہے جس کی غذا و دوا اطاعت اللہ ہے اور اس میں بدپرہیزی ارتکاب معاصی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طبیب ہیں تو آپ نے اپنی امت پر احسان کرتے ہوئے بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے اپنی قیمتی عمر کا ذخیرہ خرچ کر کے اللہ کی عبادت کریں گے لیکن بدپرہیزی کی وجہ سے اس کا فائدہ نہ ہوگا۔ ان کی عمر رائیگاں جائے گی۔ یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ فلاں فلاں چیز سے پرہیز بھی کرتے رہو۔ اب اگر کوئی الٹی سمجھ والا یوں کہے کہ حرام تو مجھ سے چھوٹتا نہیں چلو نماز ہی چھوڑ دو۔ تو ایسی عقل پر سوائے ماتم کرنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے ذرا یہ تو پوچھو کہ حرام کا مال جمع کر کے کہاں جاؤ گے۔ اور یہاں تو جیتے

یہ جواب دیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا جواب سوچا ہے۔

فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ احمد علی غفرلہ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان — ۱۳۹۳ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں ایک تحقیق

> یہ تحریر ملتان کے رسالہ "انوار العلوم" میں شائع ہوئی تھی۔ حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ نے اسے پسند فرمایا۔ اور فرمایا کہ اسے [illegible] نقل فتاویٰ میں نقل کر دیا جائے۔ غالباً منشا یہ ہوگا کہ جب فتاویٰ چھپے تو یہ بھی ساتھ چھپ جائے۔ اس لئے اسے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔
>
> محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

بوقت تکبیر یا حی علی الصلوٰۃ پر اٹھنا تمام فقہائے احناف میں سے کسی کے نزدیک بھی نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اس لئے اس کو کسی ایک صورت پر اتنا جمنا کہ ایک دوسرے پر اعتراض کریں، مخالف کو طعن کا نشانہ بنائیں اور گناہ گار قرار دیں۔ محض غلو اور شریعت کے اصول میں ناپسند اور قابل انکار ہے۔ تمام فقہائے احناف نے ان باتوں کو مستحبات یا آداب میں شمار کیا ہے۔

"بدائع الصنائع" میں "ویستحب" ہے۔ "بحر الرائق" اور "تبیین الحقائق" میں "فیستحب المسارعة" ہے۔ نور الایضاح میں "فصل من آدابها" ہے۔ کنز الدقائق میں اور ملتقی الابحر میں "وآدابها" ہے۔ در مختار میں "ولها آداب" ہے۔ اور اسی طرح تمام فقہائے احناف نے حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو بیان کیا ہے۔ کسی نے فرض، واجب، سنت مؤکدہ و غیر مؤکدہ نہیں کہا کہ اس کو ترک کرنے والے کو کوئی شخص کسی درجہ کا مجرم کہہ سکے۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری شرح بخاری ۵ میں لکھا ہے کہ سلف میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں۔ امام مالک اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ ان کے کھڑے ہونے کی کوئی حد نہیں۔

لیکن علمائے امت نے اس وقت کے کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے جب مؤذن اقامت شروع کر دے۔ (ج ۲ ص ۲۹۹)۔ الفاظ یہ ہیں۔

اختلف السلف متی یقوم الناس الی الصلوٰۃ فذھب مالک وجمہور العلماء الی انہ لیس لقیامہم حد ولکن استحب عامتہم القیام اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ۔ (عمدۃ القاری)۔

در مختار اور شامی وغیرہ کتب فقہ میں اس کی پانچ صورتیں لکھی ہیں جن میں سے صرف ایک صورت میں اختلاف ہے اور چار میں سب حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق ایک ہی بات مستحب ہے۔

۱۔ امام خود تکبیر نہ کہہ رہا ہو، دوسرا شخص کہہ رہا ہو۔ اور امام محراب سے دور مسجد سے باہر ہو اور نمازیوں کے پیچھے کی طرف سے آرہا ہو تو جس صف کے پاس پہنچے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

۲۔ تکبیر دوسرا شخص کہہ رہا ہو امام محراب یا مسجد سے باہر ہو اور نمازیوں کے سامنے کی جانب سے آئے تو جب امام پر نمازیوں کی نظر پڑ جائے تو سب کھڑے ہو جائیں۔

۳۔ امام محراب یا مسجد سے باہر ہو اور خود تکبیر کہتا ہوا آئے تو جس صف کے پاس پہنچے وہ کھڑی ہو جائے۔

۴۔ امام محراب میں ہو اور خود تکبیر کہہ رہا ہو تو جب تکبیر ختم ہو جائے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں۔

ان چاروں صورتوں میں ان احکام بالا کے مستحب ہونے میں ائمہ احناف کا اختلاف نہیں۔

۵۔ تکبیر دوسرا شخص کہہ رہا ہو اور امام اور مقتدی سب مسجد میں اور محراب کے قریب ہوں تو امام اور مقتدیوں کو کس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اس میں ائمہ احناف کا اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ بحوالہ بالا لکھتے ہیں۔

۱۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول تو یہ ہے کہ یہ سب لوگ صف میں اس وقت کھڑے ہوں کہ تکبیر کہنے والا حی علی الصلوٰۃ کہے۔

۲۔ امام زفرؒ کہتے ہیں کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ پہلی بار کہے تو سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور جب دوسری بار کہے تو نماز شروع کر دیں۔

۳۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جب مکبر مؤذن تکبیر سے فارغ ہو جائے تو کھڑے

وقال في البحر هناك ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من دليل خاص اهـ. اقول بعد ما هو الظاهر ان لا شبهة أن النوافل من العبادات كالصلوة والصوم ونحوهما فعلها اولى من تركها بلا عارض ولا يقال ان تركها مكروه تنزيها۔ (شامی ج ۱ ص ...)

کراہت سمجھنے میں ایک اور غلطی بھی ہو رہی ہے۔ کہ لوگوں نے اس اختلافی پانچویں صورت میں کہ امام و مقتدی سب مسجد میں ہوں اور دوسرا شخص تکبیر کہہ رہا ہو۔ یہ بیٹھنے سے مکروہ ہونے کو سمجھ لیا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ کراہت یعنی خلاف افضل ہونا ضروری ہے۔ اس صورت سے تعلق ہی نہیں رکھتی بلکہ یہ تو صرف پہلی اتفاقی صورت کے متعلق ہے۔

طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں اس کراہت کو اس صورت کے تحت لکھا ہے۔ فان لم يكن حاضرا يقوم كل صف حين ينتهي الخ (ص ۱۵۱)

اب صورت نمبر ایک سے تعلق رکھنے والی عبارت کو صورت نمبر ۵ سے متعلق کرنا اچھی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ خود حضرات نے اس لفظ کراہت کے ضعیف ہونے کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ اس کو ضعیف کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے۔

طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے۔ وربما يؤخذ منه كراهة تقديم الوقوف في البحث السابق۔

درمختار میں آداب نماز میں جہاں مذکورہ بالا صورت کو لکھا ہے وہیں آگے لکھا ہے۔ کہ جب تکبیر کہنے والا قد قامت الصلوة کہے امام نماز شروع کر دے۔ یعنی اس کو بھی اسی طرح ادب اور مستحب بیان کیا ہے جس طرح مذکورہ بالا صورتوں کو مستحب بیان کیا ہے۔ پھر آگے لکھا ہے کہ امام اگر تکبیر کے ختم ہونے پر شروع کرے تو کوئی حرج نہیں۔ اور علامہ طحطاوی نے اس کو اصح ہونا نقل کیا ہے۔

طحطاوی نے اس کی علت یہ بیان کی ہے۔ لان فيه محافظة على فضيلة متابعة المؤذن واعانة له على الشروع مع الامام۔ (ج ۱ ص ۳۹۹)۔

اور علامہ طحطاوی نے اس کی علت یہ قرار دی ہے۔ لانه لا يقع الاشتباه على المصلين (ج ۱)

فقہائے سلف نے خود بھی دو مقام پر اس کی تصریح کی ہے کہ مسجد و محراب کے قریب ہونے کے وقت بیٹھیں یہ دو وقت جن میں لوگ مسجد میں ہوتے ہیں۔ مغرب اور جمعہ کے وقت میں۔ مغرب کی اذان

تکبیر کے درمیان امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کھڑا ہونا چاہئے۔ درمختار میں ہے ویجلس بینہما الا فی المغرب حیث قائما۔ نیز درمختار میں جمعہ کی بحث میں ہے۔ فاذا اتم اقیمت۔ شامی میں ہے۔ حیث یتصل قول الاقامة باخر الخطبة وتنتهی الاقامة بقیام الخطیب مقام الصلوٰة (ج ۱ ص ۔۔۔ مطبوعہ کوئٹہ)۔

فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اس قدر سختی کرتا ہے وہ ضروری قرار دے اور گناہ سمجھتا ہے تو وہ فعل اس کے لئے بجائے مستحب ہونے کے ناجائز ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ نے فرمایا ہے۔ قال الطیبی ان اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال۔ (مرقات ج ۲ ص ۳۵۳)

عالمگیری میں بعض افعال کے مکروہ ہونے کی علت یہ قرار دی ہے۔ مکروہ لان الجهال یعتقدونه سنة او واجبة۔

اور علامہ شامی رحمہ نے نماز کے بعد ایک سورت معین کر لینے کے مکروہ ہونے کی علت یہ بیان کی ہے لان الشارع اذا لم یعین علیه شیئا تیسیرا علیه کره له ان یعین۔ (شامی ج ۱ [illegible])

ماخوذ از رسالہ "الاعتصام" لاہور بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ
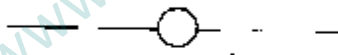
استقبال کس حد تک ضروری ہے

ایک مسجد کا رخ صحیح قبلہ کی طرف نہیں تھا جو فرق تھا اب قبلہ کا رخ صحیح معلوم ہو گیا ہے۔

کیا سابقہ نمازیں ہو گئیں، نیز اب اگر صحیح سمت یعنی عین قبلہ کی طرف منہ نہ کریں بلکہ غلط سمت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں جس طرف مسجد کا رخ ہے تو نماز درست ہوگی یا نہیں۔ نیز صفوں کا رخ عین قبلہ کی طرف بہتر ہے یا مسجد کے مطابق۔ پیمائش کے لحاظ سے جہت قبلہ سے تیرہ ڈگری کا فرق ہے؟

الجواب سمت قبلہ اور استقبال کی جو حد ضروری ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے چہرے کا ذرا سا کوئی حصہ خواہ وسط چہرہ کا ہو یا دائیں جانب کا ہو یا بائیں کا بیت اللہ کے کسی حصہ کے ساتھ مقابل ہو جائے اور فن ریاضی کی اصطلاح میں عین قبلہ سے پینتالیس درجہ تک بھی انحراف ہو جائے تو استقبال فوت نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہو جاتی ہے لہٰذا

سابقہ نمازیں صحیح ہیں۔ (امداد المفتیین ج ۱، ص ۳۲۶)۔

جب معمولی انحراف سے استقبال فوت نہیں ہوتا تو تکلف کرکے صفوں کا رخ بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان
۱۲/۱۲/۱۴۱۰ھ

عورت اور مرد کی نماز میں فرق کا حدیث سے ثبوت

یہاں پر کچھ غیر مقلد رہتے ہیں جو ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ تم حنفیوں نے عورت اور مرد کی نماز کا فرق اختراع کیا ہے۔ حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں، براہ کرم مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا طریقہ نماز مرد سے مختلف ہے۔ عن یزید بن حبیب انه صلی الله علیه وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل۔ (رواه ابوداؤد فی مراسیله والبیهقی)۔

عن ابن عمر رض مرفوعا اذا جلست المرأة فی الصلوٰة وضعت فخذها علی فخذها الاخریٰ فاذا سجدت الصقت بطنها علی فخذها کاستر ما یکون فان الله تعالیٰ ینظر الیها ویقول یا ملائکتی اشهدکم انی قد غفرت لها۔ (اعلاء السنن ج ۳، ص ۱۹)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۹/۱۴۱۹ھ

بار بار کپڑا نجس ہو جاتا ہو تو تبدیل نہ کریں

بواسیر خونی کا ایک مریض ایسا ہے کہ ہر وقت اس کا خون رستا رہتا ہے اور وہ معذور ہے نماز کے سلسلے تو اس کو ایک بار وضو کرنا پڑے گا لیکن جو بھی کپڑا پہن کر وہ نماز پڑھتا ہے وہ تھوڑی دیر میں پھر خون آلود ہو کر ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں ارشاد فرمائیں کہ وہ شخص اسی آلودہ کپڑے سے ہی نماز پڑھے یا وہ نماز توڑ کر کپڑا تبدیل کرے؟

الجواب اسی کپڑے سے نماز پڑھے نماز توڑ کر نیا کپڑا بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وان سال على ثوبه فوق الدرهم جاز له ان لا يغسله ان كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها اى الصلوة وان لا يتنجس قبل فراغه فلا يجوز ترك غسله هو المختار للفتوى۔ اهـ (درمختار على الشامية ج ۱ ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نماز کے بعد پتہ چلا کہ رخ صحیح نہ تھا

احقر نے دوران سفر ایک مسجد میں نماز پڑھی بعد میں نمازی آئے تو پتہ چلا کہ رخ صحیح نہ تھا بندہ کو ضعف بصر ہے اور جگہ بھی نئی تھی اس لئے غلطی لگی۔ تو کیا نماز ہو گئی؟

الجواب اگر سمت قبلہ کے بارے میں سوچ کر اس جانب کو قبلہ سمجھ کر اس طرف نماز پڑھی ہے تو نماز ہو گئی۔ خواہ رخ قبلہ کی طرف تھا یا نہ تھا۔ اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ معمولی انحراف مفسد ہی نہیں۔ اذا دخل المسجد رجل وهو مظلم وصلى المغرب فلما فرغ من صلاته جيئ بالسراج فاذا هو مصلى الى غير القبلة ان صلاها بالتحرى جاز ولا اعادة عليه افاده فى الشرح (طحطاوى ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۵-۲-۱۴۱۱ھ

ما یتعلق

سانس ٹوٹ جائے تو جملہ کا تکرار درست ہے

نماز میں قرأت کرتے ہوئے انقطاع نفس کی وجہ سے لفظ یا جملہ مکمل نہ ہونے کی صورت میں اگر اسی لفظ یا جملہ کا تکرار کیا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں ؟ جیسے کہ قراء حضرات عام طور پر کرتے ہیں۔

(مولانا) ابوسعید محمد بخش دہلی گیٹ ملتان

الجواب یہ تکرار تو عین اصول قرأت کے موافق ہے لہٰذا مفسد صلوٰۃ نہیں کما لا یخفی علی من مارس الکتب الفقہیۃ ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۳/۱۲ ۔ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح ابراہیم عفی عنہ میاں چنوں

بڑی آیت کو تقسیم کرکے تین رکعت میں پڑھا جائے تو نماز کا حکم

اگر بڑی آیت سے تھوڑا تھوڑا کرکے تین رکعت پوری کردی جائیں تو نماز کو صحیح کرنے والی قرأت جو کہ رکن صلوٰۃ ہے متحقق ہو کر نماز کو صحیح مانیں گے یا باطل؟ مثلاً لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج کو تین رکعتوں میں پڑھا۔ عبدالعلیم جالندھری

الجواب: لمبی آیت مثلاً آیت مداینت یا آیت الکرسی کو اگر دو رکعتوں میں تقسیم کرکے پڑھا جائے تو اصح یہی ہے کہ نماز ہو جائے گی

کما فی الدر ولو قرأ آیۃ طویلۃ فی الرکعتین فالاصح الصحۃ اتفاقا لانہ یزید علی ثلاث آیات قصار قالہ الحلبی (درمختار علی الشامیۃ ج۱ ص)

اور اگر تین رکعات میں پڑھے تو اس کے متعلق صریح جزئیہ تو نہیں ملا البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس نماز کا اعادہ کیا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۹، ۹، ۱۳۷۸ھ

مجرمین کی جگہ "محسنین" پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی

اگر قراءت میں فساد معنوی ہو مثلاً پ ۲۶ رکوع ۳ میں قوم عاد کی کفریہ حالت کا تذکرہ کرکے آخر میں کذلک نجزی القوم المجرمین ہے اس کی جگہ بجائے "مجرمین" کے "محسنین" پڑھا گیا بعد میں تصحیح بھی نہیں کیا گیا۔ کیا نماز درست ہوگی؟ عبدالعلیم جالندھری

الجواب: صورت مسئولہ میں نماز فاسد ہو گئی اس لئے جس دوگانہ میں یہ آیت پڑھی گئی ہے وہ ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۱۰، ۹، ۱۳۷۸ھ

نماز میں سورۃ توبہ کے شروع میں اعوذ باللہ من النار پڑھنے کا حکم

سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کی جگہ

" اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار ومن غضب الجبار العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین " پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اگر تراویح یا نماز میں پڑھی جاوے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار آیت ہے اور نہ قرآن میں داخل ہے لہذا اس کا نماز میں بسم اللہ کی جگہ پڑھنا ٹھیک نہیں۔ معہذا اگر کسی شخص نے تراویح میں پڑھ بھی دیا تو نماز میں فساد نہیں آئے گا۔ البتہ کراہت کے تحت آجائے گا۔

ولا بأس للمتطوع المنفرد ان یتعوذ من النار ویسئل الرحمۃ عند آیۃ الرحمۃ او استغفر وان کان فی الفرض یکرہ واما الامام والمقتدی فلا یفعل ذلک فی الفرض ولا فی النفل کذا فی تلخیص۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۸)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح خیر محمد عفی عنہ — بندہ محمد عبد اللہ عفی عنہ

خزائرہ کی جگہ شزائرہ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی

امام صاحب نے بجائے خزائرہ کے شزائرہ پڑھ دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب اگر خزائرہ کی جگہ شزائرہ پڑھا ہے تو دوسری جگہ بھی شزائرہ پڑھا ہوگا یا خزائرہ پڑھا ہوگا۔ پہلی صورت میں تکرار آیت وترک آیت ہوا اور دوسری صورت میں آیت کی تقدیم وتاخیر ہوئی اور یہ دونوں مفسد صلوۃ نہیں۔

ومنہا الخطاء فی التقدیم والتاخیر ان قدم کلمۃ علی کلمۃ او اخر ان لم یتغیر المعنی لا تفسد اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱)۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

خیر محمد عفی عنہ — بندہ محمد عبد اللہ عفی عنہ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

القیا فی جہنم کل الایۃ میں کل کو مرفوع پڑھنے کا حکم

امام صاحب نے نماز میں "القیا فی جہنم کل" نصب کے ساتھ پڑھنے کے

بجائے سلام، پر پیش پڑھا کیا نماز ہو جائے گی ؟

الجواب صورت مسئولہ میں معنی تبدیل نہ ہونے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہو گی ۔
وفی العالمگیریۃ ومنھا اللحن فی الاعراب اذا لحن فی الاعراب لحنا لا یغیر المعنی بان قرأ لا ترفعوا اصواتکم برفع التاء لا تفسد صلوتہ بالاجماع ۔ اھ (ج ۱ ص ۸۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح ، خیر محمد عفی عنہ | بندہ محمد صدیق غفرلہ ، ۱۴ صفر ، ۸۳ھ

ص کی جگہ س پڑھ دیا تو نماز کا حکم

اگر ایک آدمی نماز میں ص کی جگہ س پڑھ دے تو نماز ہو جائیگی یا نہیں ؟

الجواب اگر س ، اور ص ، میں امتیاز کر سکتا ہے اور قصداً جان بوجھ کر ایک کی جگہ دوسرا حرف پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی ۔ اور سبقت لسانی سے بلا اختیار پڑھ گیا یا وہ امتیاز نہیں کر سکتا تو نماز فاسد نہ ہوگی ۔

قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ او لا یعرف التمییز لا تفسد وھو المختار حلیۃ وفی البزازیۃ وھو اعدل الاقاویل وھو المختار ۔ اھ (شامی ، ج ۱ ص ۶۳۸)

فقط واللہ اعلم

جواب صحیح ہے
عبد الشکور غفرلہ ، ۱۵ ، ۱ ، ۶۸ ، ۱۳ھ | احقر خیر محمد عفی عنہ مدیر مدرسہ ملتان
۱۵ محرم ۶۸ ۱۳ھ

مشتلین کی جگہ مستلین پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی

ایک جگہ نماز میں مسئلین کی بجائے مدسرلین ، پڑھا گیا ، اس سے نماز تو فاسد نہیں ہوتی ؟ ظہور الحق مدرسہ امداد العلوم ، ایبٹ آباد ، ہزارہ ۔

الجواب یہ غلطی فاحش ہے نماز نہیں ہوتی ۔ لوٹانا ضروری ہے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

الجواب: کتب فقہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوئی لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قال فی فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۱۳۸۔

وقف لما يريد قرأ باتباع ما يريد لا تفسد صلوته۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۱۰/۷/۱۳۹۹ھ

"خیر البریۃ" کی جگہ "شر البریۃ" پڑھ دینے سے نماز کا حکم

امام صاحب نے نماز میں ان الذين امنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خير البرية کی جگہ "شر البرية" پڑھا یا "رسول من الله" کی جگہ "رسول منهم" پڑھا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں بہ تقدیر صحت واقعہ دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگئی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۶/ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

ثم لم یتوبوا۔ کو بوجہ وقف دوبارہ یتوبوا۔ پڑھا تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں

ایک امام صاحب نماز پڑھا رہے تھے انہوں نے سورۃ بروج پڑھی ان الذين فتنوا المؤمنين آیت پڑھ رہے تھے ثم لم يتوبوا پر سانس ٹوٹ گیا جب دوبارہ لوٹا کر پڑھا تو صرف "يتوبوا" سے پڑھا لم نہیں پڑھا۔ پہلی دفعہ پڑھا تھا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہوگئی کیونکہ معنی بدل گئے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: وان تغير المعنى تغيرا فاحشا نحو ان يقرأ لا اله ويقف ثم يبتدأ بقوله الا هو او قرأ وقالت اليهود ويقف ثم يبتدأ عزير ابن الله ونحو ذلك قال عامة العلماء لا تفسد صلوته لا فتنا

من المعنی و تمام بعضہم مرتفسد ۔ قاضی خان ۔ جلد ۱، ص ۱۰۹ ۔

اس روایت سے نماز کے صحیح ہونے کی گنجائش نکلتی ہے آئندہ اس سے احتیاط کی جائے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفی عنہ ۔ ۲۱ / ۲ / ۱۳۸۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبداللہ عفی عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

فاما من ثقلت موازینہ فامہ هاویۃ پڑھنے کا حکم

ایک امام صاحب کی قرأت غلط ہے انہوں نے مختلف اوقات میں یہ غلطیاں کی ہیں ۔

۱ ۔ سورۃ قارعہ میں فاما من ثقلت موازینہ کے بعد بھول کر فامہ هاویۃ و ما ادریٰک ماھیہ پڑھ دیا ۔

۲ ۔ ایک دفعہ اذا زلزلت الارض میں خیراً یّرہٗ کی بجائے شرًا یّرہٗ پڑھا ۔

۳ ۔ سورۃ لم یکن میں بھولے سے " خیر البریۃ " کی بجائے " شر البریۃ " پڑھا ۔

۴ ۔ سورۃ والضحیٰ میں ولسوف یعطیک اور سورۃ والتین میں لقد خلقنا الانسان

ان صورتوں میں نماز ہوتی یا نہیں ؟

عبدالرشید راولپنڈی

الجواب پہلی اور تیسری صورت میں نماز فاسد ہو گئی ۔

دلیلہ ما فی الهندیۃ اما اذا غیر المعنی بان قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت اولئک هم شر البریۃ تفسد صلوتہ عند عامۃ علمائنا وهو الصحیح اھ (ج ۱ ، ص ۸۰)

دوسری صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی ۔ چوتھی صورت میں احتیاطاً نماز کو لوٹا لینا ضروری ہے ۔

فقط واللہ اعلم ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ، نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۷ / ۶ / ۱۳۸۰ھ

مقتنا عند اللہ کے بعد علی اللہ کے اضافے سے نماز فاسد نہیں ہوگی

صبح کی نماز میں امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ مدثر پڑھی پھر دوسری رکعت میں سورۃ صف پڑھی کبُر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون

کی بجائے کبر مقتاً عند اللہ علی للہ ان تقولوا ما لا تفعلون پڑھا یعنی علی اللہ کا لفظ بڑھا دیا۔ کیا یہ نماز درست ہوگئی یا اعادہ کی جائے۔

الجواب ومنها زیادۃ کلمۃ لا علی وجہ البدل الکلمۃ اخریٰ فان غیرت المعنی ووجدت فی القرآن نحو ان یقرأ والذین امنوا وکفروا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون اولم یوجد نحو ان یقرأ انما نملی لہم لیزدادوا اثما وجمالا تفسد صلوتہ بلا خلاف وان لم تغیر المعنی فان کانت فی القرآن نحو ان یقرأ ان اللہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا لا تفسد بالاجماع وان لم تکن فی القرآن نحو ان یقرأ فیہما فاکہۃ ونخل وتفاح ورمان لا تفسد صلوتہ عند عامۃ المشائخ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۷۹)۔

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ پہلی سورتوں کو دوسری رکعت میں بعد پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ امام مذکور نے پڑھا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ: ۱۴ رمضان ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ۔

یوم تشقق الارض عنہم سراعا کی جگہ یوم تشقق الارض عنہم بشرًا پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائیگی

س امام صاحب نے نماز پڑھاتے ہوئے آیت کریمہ یوم تشقق الارض عنہم سراعا میں سراعا کی جگہ بشرًا پڑھا اس پر مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ آپ شرعاً حکم بیان فرما دیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں "سراعا" کی جگہ "بشرًا" پڑھنے سے نماز فاسد ہوگئی۔ کیونکہ کسی کلمہ کا حرف اصلی حذف ہونے سے اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ وان حذف حرفا اصلیا من کلمۃ فتغیر المعنی تفسد صلوتہ فی قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ۔ (قاضیخان ج ۱ ص ۱۳۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — بندہ اصغر علی غفرلہ ۱۰ محرم ۱۴۰۹ھ

سورۃ البقرہ کے پہلے رکوع میں اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی آیت چھوڑ دی تو نماز کا حکم

امام صاحب نے پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع شروع کیا مفلحون تک پڑھا اور بیچ میں ان الذین کفروا والی آیت چھوڑ دی اور ختم اللہ سے پڑھ کر رکوع پورا کر دیا کیا نماز صحیح ہو گئی؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر تو مفلحون پر وقف تام کرنے کے بعد ختم اللہ کو شروع کیا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی اور اگر ملا کر پڑھا ہے تو نماز فاسد ہو گئی۔

ولو قرأ ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم قرأ بعد الوقف اولئك اصحاب الجحيم او اولئك هم شر البرية وما اشبه ذلك مما فيه تغيير حكم ما اخبر الله تعالى عن احد الفريقين بضده لا تفسد لصيرورة الكلام الثاني مبتدأ به غير متصل بالاول فلا يتعين الحكم بالضد ولو لم يقف ووصل قال عامة المشائخ تفسد صلوته لانه اخبر بخلاف ما اخبر به الله تعالى ولو تعمده يكون كفرا۔

(کبیری ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد صدیق غفرلہ — محمد انور عفا اللہ عنہ

خادم خیر المدارس ملتان — [illegible] ھ

لا یملکون منہ الا خطابا پڑھنے سے نماز نہیں ہو گی

ایک امام صاحب نے فجر کی نماز کی امامت کرتے ہوئے سورۃ نباء پڑھی پڑھتے ہوئے غلطی و خطا سے لا یملکون منہ خطابا کے بجائے لا یملکون منہ الا خطابا پڑھ دیا۔ کیا یہ نماز درست ہو گئی یا نہیں؟ اگر نماز نہیں ہوئی تو پھر تمام مقتدیوں کو جو امام صاحب کو چھوڑ کر وہاں کے مقیم نہیں تھے کیسے اطلاع دی جائے۔ اور جب تک اطلاع نہ پہنچ سکے تو ان کی نماز کا کیا بنے گا۔ مدلل و مفصل جواب عنایت فرما دیں۔

الجواب مذکورہ نماز نہیں ہوئی جہاں تک ممکن ہو انکو اطلاع کر دینی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — محمد انور عفا اللہ عنہ [illegible] ھ

الجواب اگر غسّٰق پر وقف کرنے کے بعد فسنظرہ العسرین پڑھا ہے تو نماز ہوگئی۔ ورنہ فسادِ معنی کی وجہ سے نماز نہیں ہوئی۔

ولو ذكر آية معناها آية ان وقف على الاولى وقفا تامًا وابتدأ بالثانية لا تفسد صلوته كما لو قرأ والتين والزيتون فوقف ثم ابتدأ لقد خلقنا الانسان في كبد لا تفسد صلوته كما لو قرأ ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات فوقف ثم قرأ اولئك هم شر البرية اھ (شامیہ)

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴ ۔ ۴ ۔ ۱۴۰۰ھ

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ پر وقف کرکے اگلی رکعت میں عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ پڑھا

تراویح میں حافظ صاحب نے پہلی دو رکعتوں میں سے دوسری رکعت میں سورت اقرأ میں سے أرأيت الذي ينهى تک پڑھ کر رکوع میں چلے گئے اور سلام پھیر کر بعد کی دو رکعتوں میں پہلی رکعت میں عبدًا اذا صلى سے شروع کیا۔ آیا اس صورت میں نماز ہوگئی ہے اور اگر نہیں ہوئی تو چاروں رکعت یا پہلی دو رکعت یا بعد کی دو؟ وضاحت کردیں۔

الجواب صورتِ مسئولہ میں نماز درست ہے۔ شرط وجزا، صفت وموصوف میں اگر شرط پر وقف کیا اور پھر ابتداء جزا سے کی یا موصوف پر وقف کرنے کے بعد صفت سے ابتداء کی تو اس صورت میں فسادِ صلوٰۃ نہیں۔ تو ایسے ہی صورتِ مسئولہ میں فعل ومفعول میں جدائی کرنے سے بھی فسادِ صلوٰۃ نہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ اس جگہ آیت بھی ہے اور مفعول فعل سے صفت وجزا سے فصل بھی نہیں۔

قال في البزازية ـ الابتداء ان كان لا يغير المعنى تغيرا فاحشا لا يفسد نحو الوقف على الشرط قبل الجزاء والابتداء بالجزاء وكذا بين الصفة والموصوف وان غير المعنى نحو شهد الله انه لا اله ثم ابتدأ بالا هو لا يفسد عند عامة المشائخ ـ (شامیہ ج۱ ص ۴۷۴) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۸/۴/۱۴۰۰ھ
نائب مفتی

قراءة خلف الامام کی ممنوعیت اسّی صحابہ کرامؓ سے منقول ہے

قرأت خلف الامام جائز ہے یا نہیں؟ دلائل قرآن وحدیث سے مطلوب ہیں۔

الجواب حنفیہ کے نزدیک قرأت خلف الامام ممنوع ہے۔ دلیل اس کی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا الآیۃ ہے۔

دوسری دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے "واذا قرأ فانصتوا" (الحدیث)۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ شامی میں بحوالہ ثمانین منقول ہے۔

والمنع من القرأة مأثور عن ثمانين نفرا من كبار الصحابة منهم المرتضى والعبادلة وقد دوّن اهل الحديث اساميهم الخ (شامی ج ۱ ص ۳۶۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹ / ۱۰ / ۱۳۹۸ھ

ہر رکعت میں مختلف سورتوں سے کچھ کچھ حصہ پڑھنا

ایک حضرت نے جمعرات کو عشاء کی نماز آپ کے شاگرد کے پیچھے پڑھی اس نے دونوں رکعتوں میں دو سورتوں کے آخر کے رکوع پڑھے۔ بندہ نے سنا ہے کہ دو رکعت میں دو سورتوں کے آخر کے رکوع پڑھنا مکروہ ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ پوری سورۃ پڑھے۔

الجواب افضل تو یہی ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد پوری سورت پڑھی جائے۔ گو صورت مسئولہ کو بھی مکروہ نہیں کہہ سکتے۔

وهكذا لو قرأ في الاولى من وسط سورة او من سورة اولها ثم قرأ في الثانية من وسط سورة اخرى او من اولها او سورة قصيرة الاصح انه لا يكره لكن الاولى ان لا يفعل من غير ضرورة

(رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰)

فقط واللہ اعلم۔ حقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۸ / ۲ / ۱۴۰۸ھ

بالغہ عورت جہراً قرأت کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

جو لڑکی بالغہ حافظہ ہو وہ فرض نمازوں میں جہراً تلاوت کر سکتی ہے یا نہیں؟

سائل: عبدالرؤف میانوالی

الجواب: بلوغ کے بعد نماز میں جہر جائز نہیں۔ اس لئے کہ آواز عورت بھی عند البعض عورت ہے و علی ھذا لو قیل اذا جہرت بالقراءۃ فی الصلوۃ فسدت کان متجہا۔ [illegible]۔ لیکن بنا بر قول الراجح نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸ / ۲ / ۱۴۰۵ھ

لا یتمنونہ کی جگہ لن یتمنوہ پڑھا تو نماز کا حکم

امام صاحب نے سورۃ جمعہ کی آیت "ولا یتمنونہ ابداً" پڑھتے ہوئے یوں پڑھا "ولن یتمنوہ ابداً" کیا نماز ہوگئی یا اعادہ کیا جائے؟

الجواب: مذکورہ تبدیلی سے معنی فاسد نہیں ہوئے لہٰذا نماز ہوگئی اعادہ کی حاجت نہیں۔

فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲ / ۱۱ / ۱۳۹۷ھ

گونگا نماز کیسے پڑھے

گونگا نماز کیسے پڑھے جب کہ وہ نہ سن سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے؟

بذریعہ چوہدری عبدالعزیز [illegible]

الجواب: گونگا قیام وغیرہ کرے زبان کا ہلانا ضروری نہیں۔ اس کی نیت میں تکبیر تحریمہ کے قائم مقام

ہے۔ ولا یلزم الاخرس تحریک لسانه وکذا الامی بل یکتفیان بمجرد النیة علی الصحیح (طحطاوی مع مراقی الفلاح، ص ۱۱۹)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء

۲۵ محرم ۱۳۹۶ھ

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

موجودہ ترتیب قرآن کے خلاف قصداً پڑھنا مکروہ ہے

ایک شخص نے فرض نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ لم یکن الذین کی آخری تین آیات پڑھیں اور دوسری رکعت میں الم نشرح پڑھی کیا نماز ہو گئی؟ محمد لطیف عفا اللہ لاہور

الجواب: قصداً خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ بھول کر پڑھنے کی صورت میں کراہت بھی نہ ہوگی۔

افاد ان التنکیس او الفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سہوا فلا کذا فی شرح المنیۃ۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۵۴۷)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پانچوں نمازوں میں مسنون قرأت

پانچوں نمازوں کی مسنون قرأت تفصیلاً تحریر فرمائیں؟ سائل محمد دلدار علی شاہ جمال ٹاؤن لاہور۔

الجواب: فجر اور ظہر میں سورۃ حجرات سے لے کر سورۃ بروج تک۔ عصر اور عشاء میں سورۃ بروج سے لے کر سورۃ لم یکن الذین تک۔ اور مغرب میں لم یکن الذین سے لے کر آخر تک قرأت کرنا مسنون ہے۔ (مراقی ص ۱۴۳)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳۹۶/۲/۹

نہیں کیونکہ یہ الفاظ قرآن میں ہیں۔ آپ تصدیق فرمائیں یا اپنا جواب رقم فرمائیں؟

الجواب جواب درست ہے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ عالمگیری میں ہے۔

ومنها زيادة كلمة لا على وجه البدل ان كانت الكلمة الزائدة ان غيرت المعنى ووجدت في القرآن نحو ان يقرأ والذين آمنوا وكفروا بالله ورسله اولئك هم الصديقون او لم يوجد نحو ان يقرأ انما نملي لهم ليزدادوا اثما وجمالا فسدت صلوته بلا خلاف وان لم تغير المعنى فان كانت في القرآن نحو ان يقرأ ان الله كان بعباده خبيرا بصيرا لا تفسد بالاجماع وان لم تكن في القرآن نحو ان يقرأ فيهما فاكهة ونخل وتفاح ورمان لا تفسد صلوته عند عامة المشائخ. اھ (ج ۱ ص ۸۰) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۵ / ۲ / ۱۴۰۱ھ

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ایک رکعت میں ایک روایت اور دوسری میں دوسری روایت پڑھنے کا حکم

واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک روز مصلین حضرات میں سے بعض نے فرمایا کہ آج عشاء کی نماز روایت حفصؒ کی بجائے دیگر روایات میں پڑھا دیں۔ تو احقر نے عشاء کی نماز میں پہلی رکعت میں روایت ورشؒ اور دوسری میں روایت خلادؒ پڑھ دی۔ نماز کے بعد چند مصلین حضرات نے فتویٰ دیا ہے کہ نماز نہیں ہوئی۔ احقر لال مسجد بیرون دہلی گیٹ میں امام تھا تو ایک ایک جمعہ میں ایک ایک روایت میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ بہرحال روایات عشرہ میں قرآت عشرہ جب متواتر اور منزل من اللہ ہیں اور ان میں سے روایت حفصؒ بھی ہے اگر روایت حفص میں نماز ہو جاتی ہے تو پھر اسی طرح باقی انہیں روایات سے نماز کیوں نہیں ہوتی۔ یہ ترجیح کیسی ہے؟ ایک رکعت میں ایک روایت، دوسری رکعت میں دوسری روایت پڑھنے سے تو جمع بھی لازم نہیں آتی بلکہ ایک ہی رکعت میں اگر سب روایتیں ایک دو تین جمع کر کے پڑھے پھر بھی مکروہ ہے۔ پھر بھی نماز تو ٹوٹ نہیں جاتی۔ تو عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء دین احناف اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز اس صورت میں

دوبارہ پڑھنی ہوگی یا نہیں، نیز جن حضرت نے قرآن دیا ان کے فتویٰ سے انکار منزل میں کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــ صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ جملہ روایات متواترہ کے ساتھ نماز درست ہے۔ لیکن روایات غریبہ غیر معروفہ کو نماز میں پڑھنا اچھا نہیں کیونکہ عوام کو پتہ نہیں ہوتا اس لئے وہ کچھ کا کچھ کہہ جاتے ہیں۔ بلکہ بعض خواص کو بھی معلوم نہیں ہوتا کما هو الظاهر من السوال۔

۱ ۔ ويجوز بالروايات السبع لكن الاولى ان لا يقرء بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم (الدر المختار)

(قوله بالغريبة) اى بالروايات الغريبة والامالات لان بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون فيقعون في الاثم والشقاء فلا ينبغي للائمة ان يحملوا العوام على ما فيه نقصان دينهم ولا يقرء عندهم مثل قراءة ابي جعفر وابن عامر وعلي بن حمزة والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون او يضحكون وان كان كل القراءات صحيحة فصيحة ومشائخنا اختاروا قراءة ابي عمرو وحفص عن عاصم ـ (رد شامیہ : ج ۱ ص ۵۰۵)۔

۲ ۔ قراءة القرآن بالقراءة السبع والروايات كلها جائزة لكن ارى الصواب ان لا يقرء بالقراءة العجيبة والروايات الغريبة لان بعض السفهاء ربما يقعون في الاثم ويقولون ما لا يعلمون ولا ينبغي للامام ان يحمل العوام على ما فيه نقصان دينهم ودنياهم وهو حرمان ثوابهم في عقباهم ولا يقرأ على رؤس العوام والجهال واهل القرى والجبال مثل قراءة ابي جعفر المدني وابن عامر وعلي وحمزة والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون ويضحكون وان كان كلها صحيحة طيبة ومشائخنا اختاروا قراءة ابي عمرو وحفص عن عاصم انتهى تكر

وكذا في التتارخانية . اھ (عالمگیری ص ۵۹ ج ۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۲ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فرائض میں حفص عن عاصمؒ کے علاوہ کوئی اور روایت پڑھنا

کیا امام فرض نماز میں امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی اور راوی کی ایسی روایت جو متواتر منقول ہو جہرا جہری نمازوں میں پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً امام شعبہ کی روایت متواترہ عن عاصمؒ پر قرأت پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا مثلاً قالونؒ کی ایسی متواترہ روایت جو کہ امام نافعؒ سے منقول ہے۔ اسی طرح کسی بھی امام سے روایت منقولہ متواترہ کے مطابق قرأت کا فرض ادا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

سائل عبدالحفیظ بھٹہ، مکھن سندھ۔

الجواب مشہور روایت یعنی حفص عن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر روایات کے پڑھنے سے عوام و جہلاء میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہو تو ان کو نہ پڑھا جائے۔

ويجوز بالروايات السبع لكن الاولى ان لا يقرأ بالغريبة عند العوام صيانة لدينهم . اھ قوله ويجوز بالروايات السبع بل يجوز بالعشر ايضا كما نص عليه اهل الاصول . اھ قوله بالغريبة اي بالروايات الغريبة والامالات لان بعض السفهاء يقولون ما لا يعلمون فيقعون في الاثم والشقاء ولا ينبغي للائمة ان يحملوا العوام على ما فيه نقصان دينهم ولا يقرأ عندهم مثل قراءة ابي جعفر وابن عامر وعلي بن حمزة والكسائي صيانة لدينهم فلعلهم يستخفون او يضحكون وان كان كل القراءات والروايات صحيحة فصيحة ومشائخنا اختاروا قراءة ابي عمرو وحفص عن عاصم . (شامی ج ۱ [illegible])۔

حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

• آیت اور حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام (جہلاء) میں مفسدہ و فساد عقیدہ یا عملیہ یا علمیہ پیدا ہو اس کا ترک خواص پر واجب ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱)

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ	۲/۳	الجواب صحیح
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	۱۰/۳ ھ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

ان ربک یعلم سے لیکر "وما تقدموا لانفسکم من خیر" تک پڑھنے سے واجب قرأت ادا ہوگئی یا نہیں؟

امام نے صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں الحمد شریف پڑھنے کے بعد سورۃ مزمل کا آخری رکوع جو کہ صرف ایک آیت پر مبنی ہے۔ وما تقدموا لانفسکم من خیر تک پڑھا اور رکوع کر دیا اور ایک آیت پوری نہ پڑھی گئی۔ اس نے سجدہ سہو بھی نہیں کیا۔ تو کیا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب جب امام نے وما تقدموا لانفسکم من خیر تک پڑھ لیا ہے تو نماز درست ہوگئی کیونکہ قرأت کی کم از کم فرض مقدار تین چھوٹی آیتیں ہیں جیسے کہ سورۃ کوثر کی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے مساوی ہو۔ تو سورۃ مزمل کے دوسرے رکوع کی ایک آیت تو بہت لمبی ہے اس میں سے اگر تین چھوٹی آیتوں کے برابر پڑھ کر رکوع کر دیا جائے تو نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اور سجدہ سہو نہیں آتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	ربیع الثانی	الجواب صحیح
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان	۲۴/ ھ	بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ رئیس الافتاء

لیفجر امامہ کو لیُفجِر پڑھنے کی صورت میں نماز کا حکم

زید نے امامت کرائی اور لیفجر امامہ کو بجائے لازم کے متعدی لیُفجِر امامہ بضم یاء پڑھا۔ تو کیا اس سے نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً نماز ہو گئی ۔ باب افعال بھی لازم استعمال ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہٰذا ۔ ۱۲ ۔ ۱۰ ۔ ۱۳۹۰ھ

مقیم مسافر کی اقتداء کرے تو بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کرے

اگر امام مسافر ہو اور دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقتدی کھڑے ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا یا نہیں ؟ اگر پڑھے گا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟ اور اگر نہیں پڑھے گا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ جان بوجھ کر پڑھ لیتا ہے تو اس صورت میں گنہگار ہو گا یا نہیں ؟ اگر گنہگار ہو گا تو اس کی کیا وجہ ہے ؟ اگر گنہگار نہیں ہو گا تو اس کی کیا دلیل ہے ؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں مقتدی کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ اور دیگر سورتیں نہیں پڑھے گا کیونکہ وہ مقتدی جس کا امام مسافر ہو، حکم میں لاحق کے ہوتا ہے جو شروع سے جماعت میں شریک ہو۔ تو جیسے لاحق کو سورۃ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اسی طرح اس کو بھی ۔ پس اگر مقتدی کھڑا ہو کر جان بوجھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو بنا بریں کہ یہ مرتکب ایک فعل مکروہ کا ہے گنہگار ہو گا ۔

والدليل عليه ما في الدر المختار وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فاذا قام المقيم الى الاتمام لا يقرأ ولا يسجد للسهو في الاصح لانه كاللاحق اه (در مختار على الشامية ج ۲ ص ۱۲۹) والمؤتم لا يقرأ مطلقاً ولا الفاتحة في السرية فان قرأ كره تحريماً ۔ (در مختار على الشامية ج ۱ ص ۳۶۶) ۔ فقط والله اعلم ۔

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ رئیس الافتاء ۔ ۱۳۹۲ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نماز میں سورۃ فاتحہ ایک سانس میں پڑھنے کا حکم

ایک امام سورۃ فاتحہ کو ایک سانس میں ختم کرتا ہے اور آیت نَسْتَعِيْنُ اهْدِنَا الصِّرَاطَ

نماز میں سہواً خلاف ترتیب پڑھنے کا حکم

نماز میں قرأت کی ترتیب فرض ہے واجب ہے یا سنت؟ اگر بغیر ترتیب کے قرأت پڑھی گئی تو کیا نماز ہو گئی۔ مثلاً سورۃ الناس پہلے اور سورۃ فلق بعد میں پڑھی۔

الجواب ـــــ دانستہ خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے۔ سہواً ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں پہلی رکعت میں اگر سورۃ الناس پڑھی ہے تو دوسری میں بھی یہی پڑھے۔

ويكره الفصل بسورة قصيرة وان يقرأ منكوسا الا اذا ختم القرآن (درمختار) قوله منكوسا بان يقرأ في الثانية سورة اعلى مما قرأ في الاولى لان ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة (شامي ج ١ ص [illegible]) قال في الفتح قرأ في الاولى بقل اعوذ برب الناس يقرأ في الثانية هذه ايضا اھ (فتاوى الهندية ج ١ ص [illegible]) فقط والله اعلم

الجواب صحیح   احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء   [illegible] ۱۴۰۹ھ   نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

یٰسین سے مرسلین تک پڑھنے سے واجب قرأت ادا ہو گئی

فرض نماز کی ایک رکعت میں یٰسٓ ۝ والقرآن الحکیم ۝ انک لمن المرسلین ۝ تین آیات پڑھی جائیں تو کیا نماز بالکل درست ہو جائے گی۔ یہ اشکال اس وجہ سے ہے کیونکہ یٰسین پر اختلافی آیت کا نشان ہے؟

الجواب ـــــ اگر بعد از فاتحہ صرف ”یٰسین“ تا ”مرسلین“ پڑھا ہے تو عند البعض نماز ہو جائے گی۔ مع عدم وجود نص باطلاق جواز الحکمی من الاكتفاء بالآية التي بلغت ثمانية عشر حرفا لاقامة واجب القراءة۔

(تقریرات رافعی ج ۱ ص [illegible])۔

لیکن نماز کے معاملہ میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　صحیح　　　　محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء　　۱۴۰۱ھ　　مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اَحَدُنِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھنا بھی جائز ہے

دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد میں اگر اللہ کے الفاظ سے پہلے ن ملا کر پڑھا جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ ایسا پڑھنے سے نماز کے اندر کوئی نقص تو واقع نہیں ہوتا؟　　غلام فرید امام مسجد نشتر میڈیکل کالج ملتان

الجواب حامداً ومصلیاً — سورۂ اخلاص میں وصل کی صورت میں اللہ الصمد کی بجائے نِ اللّٰہُ الصمد پڑھ لینا جائز ہے اور اس سے نماز کے اندر کوئی نقص نہیں آتا صحیح رہتی ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۲/۹/۱۴۰۰ھ

فرائض کی آخری رکعتوں میں سورۃ نہ ملانے کی وجہ

فرائض کے سوا سنن و نوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کچھ حصہ قرآن پاک کا پڑھنا ضروری ہے حالانکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نماز تو ذکر اور تلاوت کا نام ہے۔ اس لحاظ سے فرائض میں ذکر اور تلاوت کی کثرت ہونی چاہئے تھی اور ماسوا میں تخفیف۔ لیکن معاملہ برعکس ہے اس کی عقلی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً — حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ نہ ملانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

دراصل ابتداء میں نماز دو رکعت ہی مقرر ہوئی تھی بعد ازاں حق تعالیٰ نے ان دو رکعتوں کی تکمیل و اکمال کے لئے ظہر و عصر و عشاء کے فرض کے ساتھ دو دو رکعتیں اور مغرب کی نماز میں بحکمت وتر کو طاق کرنے کی وجہ سے ایک رکعت ملائی۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کا جبر کرنا مطلوب ہوتا ہے تو اس کے

ساتھ اس کے نوع کی ایسی چیز ملائی جاتی ہے جو حیثیت و وجہ میں اس سے ادنیٰ ہو۔ پس اگر پہلی دو رکعت فرض کے ساتھ دوسری دو رکعت کامل مع ضم سورت ملائی جائیں جو ہر وجہ سے پہلی دو رکعت کے برابر ہوں تو جبر کسر والی ان رکعتوں کی حکمت ضائع ہو جاتی اور خود پہلی دو رکعتوں کا جبر کسر اس صنعت سے ہوا کہ بسا اوقات نقص ہو تو جبر یا ضم قرأت یا ارکان میں سے کسی رکن میں نقص و کسر رہ جاتا ہے۔ اس کے عوض میں دوسری رکعتیں ملائی گئیں۔ (المصالح العقلیہ ص [illegible])

چونکہ سوال دلیل عقلی سے تھا اس لئے دلیل نقلیہ اور مذکورہ حدیث کے جواب سے تعرض نہیں کیا گیا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء [illegible] ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا پڑھنے کا حکم

اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا کی بجائے اَشْتَاتٌ لِّيَرَوْا پڑھ دیا جائے یا لہب کی بجائے لعب پڑھ دیا جائے یا "اعمیٰ" کی بجائے "اعمنی" تو کیا نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب: ان صورتوں میں نماز تو صحیح ہو گئی لیکن امام صاحب پر یہ بات ضروری ہے کہ وہ پہلے کسی قاری صاحب سے نماز وغیرہ کی چند سورتیں صحیح کریں پھر امام بنیں پھر اسی طرح آہستہ آہستہ سارا قرآن مجید صحیح پڑھنے کی کوشش کریں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء [illegible] ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۵ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنے کا حکم

امام قرأت پڑھے الحمد للہ رب العالمین ۵ الرحمن الرحیم تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب نماز تو فاسد نہیں ہوئی لیکن یہ عمل قرأت کے اعتبار سے درست نہیں امام صاحب کو چاہئے کہ آئندہ کے لئے اس فعل کو چھوڑ دے۔ الحمد للہ رب العالمین پر ٹھہرنے کے بعد صرف ن کو الرحمن کے ساتھ ملانا چاہئے۔ بلکہ ن کے ملائے بغیر الرحمن الرحیم پڑھنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

معین مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

اگر للعالمین پر وقف نہیں کیا۔ وصل کیا ہے تو لامحالہ نون پر فتح آئے گا اور اگر وقف کر کے پھر نون کو ملایا تو یہ غلط ہے۔ والجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ مفتی خیر المدارس ملتان ۳/۴/۹۹ھ

قرأت اس طرح کرے کہ خود بھی سنے

میں بہشتی زیور کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اس میں پڑھا ہے کہ قرأت اس طرح کرے کہ آواز کان میں آئے اگر ایسا نہ کیا تو نماز نہ ہوگی یہ فرض پڑھنے کے بیان کے آخر میں ہے (ص ۱۲۰)۔ میں اب تک اس طرح نماز نہیں پڑھتا رہا کہ کان میں آواز آئے۔ کیا اتنے سالوں کی نمازیں قضا کر لوں؟

الجواب یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ بہشتی زیور میں احوط کو اختیار کیا گیا ہے اور پوری تفصیل شامی[1] ج ۱ ص ۴۹۸ میں موجود ہے۔ لہٰذا گزشتہ سالوں کی نمازوں کی قضا کی ضرورت نہیں آئندہ بہشتی زیور کے مطابق عمل کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۳/۵/۹۹ھ

[1] و ادنی الجهر اسماع غیره و ادنی المخافتة اسماع نفسه (درمختار)

(قوله وادنی الجهر اسماع غیره) اعلم انهم اختلفوا فی حد وجود القراءة علی ثلثة اقوال فشرط الهندوانی و الفضلی لوجودها خروج صوت یصل الی اذنه و به قال الشافعی و شرط بشر المریسی

وادناه خروج الصوت من الفم وان لم يصل الى اذنه لكن بشرط كونه مسموعا في الجملة حتى لو ادنى احد صماخه الى فيه يسمع ولم يشترط الكرخي و ابو بكر البلخي السماع و اكتفيا بتصحيح الحروف واختار شيخ الاسلام وقاضي خان و صاحب المحيط و الحلواني قول الهندواني كذا في معراج الدراية ونقل في المجتبى عن الهندواني انه لا يجزيه ما لم تسمع اذناه ومن بقربه وهذا لا يخالف ما مر عن الهندواني لان ما كان مسموعا له يكون مسموعا لمن في قربه كما في الحلية و البحر ثم انه اختار في العنوان قول الهندواني و بشر متحدان الى قوله وان ما قاله الهندواني اصح وارجح لاعتماد اكثر علمائنا عليه (شامي ج ١ ص ٤٨٥ و ٤٩٠)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ کے بارے میں ایک سوال و جواب

جملہ حضرات فضلاء دار العلوم ہند کی خدمت عالیہ میں پرخلوص اور نہایت درد مندانہ اپیل ہے کہ صحت تلفظ قرآن کی پوری پوری اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے صحیح حل فیصلہ سے مطلع فرما کر عند الناس مشکور و عند اللہ ماجور ہوں۔ الفاظ یہ ہیں۔

۱: سورۃ نمل رکوع دوسرا۔ واقعہ داؤد اور سلیمان علیہما السلام۔ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي الخ

۲: سورۃ اعراف رکوع دوسرا۔ واقعہ آدم اور حوا علیہما السلام۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ الخ

قَالَا اور ذَاقَا میں بلحاظ سیاق و سباق معنوی دونوں الف علامت تثنیہ ہیں۔ صرفی قانون التقاء ساکنین کی حد کا عام تقاضا ہے کہ التقاء ساکنین کی صورت میں حروف مدہ کا حذف لازمی

ہے۔ جیسے اِضْرِبُوا القوم ۔ اِضْرِبَا القوم ۔ اِضْرِبِی القوم ۔ لہٰذا قَالَا اور ذَاقَا دونوں تثنیہ لفظوں میں الف ساکن مدہ کو حذف کرکے قَالَ الحَمْدُ اور ذَاقَ الشَّجَرَةَ پڑھنا چاہیئے۔

دوسرا گروہ تثنیہ کے لفظ میں تثنیہ کے الف کو گرا کر صیغہ واحد مذکر کی شکل میں قَالَا کو قَالَ اور ذَاقَا کو ذَاقَ پڑھنا سیاق وسباق معنوی کے زبردست خلاف سمجھتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ الف کا حذف یہاں غلط ہے۔ قَالَا کو بغیر الف واحد بنا کر قَالَ پڑھنا اور ذَاقَا کو ذَاقَ پڑھنا یہ ایک قرآن میں کھلی معنوی تحریف ہے۔ کیونکہ دونوں فعلوں کا مرجع تثنیہ ہے نہ کہ واحد۔

لہٰذا المصداق ما هو عندکم الاحق منه البحث دونوں تثنیہ صیغوں میں کہاں حذف الف الف کو بحال رکھ کے پڑھنا چاہئیے۔ یا حذف مد اثبات قَالَا الحمدُ ۔

صحیح فیصلہ فضلاء دارالعلوم کے سامنے ہے۔ دونوں میں سے صحیح استدلال اور صحیح موقف کی وضاحت فرما کر عندالناس مشکور وعنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: سورۂ نمل اور اعراف کے مذکورہ دونوں کلمات تثنیہ کے صیغے ہیں التقاءِ ساکنین کے ضابطہ کے تحت دونوں الف پڑھنے میں نہ آئیں گے۔ لیکن لکھنے میں برقرار اس لئے رکھے جائیں گے تاکہ صیغہ کے تثنیہ ہونے پر دلالت کریں اور فعل کا مصدر دونوں سے معلوم ہوجائے۔ ان دونوں مقامات پر کوئی متواتر قرأت بھی اس کی نہیں ہے۔ قرأت متواترہ میں کسی زید وعمرو کو دخل اندازی کی اجازت نہیں۔

قرآن کریم میں اس کی بہت سی نظائر موجود ہیں کہ التقاءِ ساکنین کے وقت مدہ کو صرف تلفظ میں حذف کیا گیا ہے کتابت میں باقی رکھا گیا ہے۔

والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوٰة ۔ الآیۃ

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفااللہ عنہ رئیس الافتاء

۸/۲/۱۴۰۸ھ

بندہ محمد عبداللہ عفااللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اکیلے نماز پڑھنے والے کیلئے مسنون قرأت

جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو نماز میں مسنون قرأت کی مقدار کیا ہے؟

المستفتی: حافظ مقبول احمد، قادر آباد نارو، ضلع ساہیوال

الجواب غیر مسافر اکیلے نماز پڑھنے والے کے لئے بھی مسنون قرأت وہی ہے جو امام کیلئے مسنون ہے۔ یعنی فجر اور ظہر میں طوال مفصل، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے۔

ويسن في الحضر لإمام ومنفرد، ذكره الحلبي والناس عنه غافلون: طوال المفصل (درمختار)۔

قال ابو حنيفة: والذي يصلي وحده بمنزلة الإمام في جميع ما وصفنا من القراءة سوى الجهر قال الزاهدي وهذا نص على ان القراءة المسنونة يستوي فيها الامام والمنفرد والناس عنه غافلون. (شامی ج ۱ ص [illegible]) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفسد معنی غلطی مفسد صلوٰۃ ہے

اگر نماز میں قرأت کرتے ہوئے غلطی سے یوں پڑھ لیا مثلاً المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض يأمرون بالمنكر وينهون عن المعروف کی جگہ يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر پڑھ لیا تو نماز کا کیا حکم ہے؟ نماز فاسد ہوگئی یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب چونکہ صورت مسئولہ میں معنی میں تغیر فاحش ہو گیا ہے۔ لہذا نماز فاسد ہو گئی وہ نماز دوبارہ پڑھی جائے۔ کما فی فتاوی قاضی خان ج ۱ ص [illegible]

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان [illegible]

اقتداء فاسق مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی

نحمدہ ونصلی علی من لا نبی بعدہ۔

سوال اقتداء فاسق کی کراہت میں دو شخصوں کا اختلاف ہوا ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

لو کان امام الحی زانیاً او آکل الربوا له ان یتحول اھ۔

اور طحطاوی میں ہے۔ وفی السراج هل الافضل ان یصلی خلف هؤلاء ام الانفراد قیل اما فی الفاسق فالصلوٰۃ خلفه اولیٰ وهذا انما یظهر علی ان الامامة مکروهة تنزیهاً (طحطاوی)

اور شرح عقائد میں ہے۔ و یجوز الصلوٰۃ خلف کل بر و فاجر لان علماء الامۃ کانوا یصلون خلف الفسقة واهل الاهواء والبدع من غیر نکیر۔ شرح

اور درمختار میں ہے۔ صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة۔

اور نیز ردالمحتار میں ہے۔ ان الصلوٰۃ خلفه اولیٰ من الانفراد ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی۔

اور فرماتے ہیں کہ آج کل ہر شخص فاسق ہے اور فسق میں عموم بلویٰ ہے لہٰذا بوجہ لاچاری کے اقتداء فاسق مکروہ تنزیہی ہے۔

اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ ہر شخص کو فاسق کہنا خلاف واقعہ ہے امت میں الحمدللہ متقی موجود ہیں اور الحمدللہ اکثر پرہیزگار ہیں۔ علامہ طحطاوی امامت میں فاسق سے مراد ظاہر الفسق ہے۔ علامہ شامی یہ فرماتے ہیں۔

واستظهر بناءً علی ذلك عدم كراهة الاقتداء بمن لم يعلم منه ذلك

مال الیه المحقق الرملی (رد المحتار ج ۱)۔

اور غنیۃ کبیری میں ہے۔ وان لم یعلم حاله ولم یظهر منه ما یمنع الاقتداء به

یا أَیُّ الْقَصَصِ پر وقف کر کے بِسْمِ اللّٰہِ سے ابتدا کی۔

جہاں ضرورۃً اوقات لگے ہوئے ہیں وہاں صاف وقف میں بھی آخری حرف پر سکون پڑھتے ہیں۔ اسی طرح تمام حرکات کو اصل پڑھتے ہیں۔ اور طاء کو تاء ۔۔ اور صاد کو سین پڑھتے ہیں۔

بہشتی زیور حصہ دوم میں حضرت تھانوی لکھتے ہیں: " اگر کسی سے کوئی حرف صحیح نہیں نکلتا جیسے ع کی جگہ ء پڑھتی ہے یا ق نہیں نکلتا یا ث، ح، ق سب کو سین پڑھتی ہے تو صحیح پڑھنے کی مشق لازم ہے۔ اگر صحیح پڑھنے کی مشق نہ کرے گی تو گنہگار ہوگی اور اس کی کوئی نماز صحیح نہ ہوگی۔"

امداد الفتاویٰ جلد دوم میں فرماتے ہیں۔ "جس شخص سے صاف حروف ادا نہیں ہوسکتے مثلاً سین کو ث اور حرف بھی ایسا ہی تغیر و تبدل ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔"

اسی طرح امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۲ پر فرماتے ہیں۔ "البتہ ایسوں کی امامت سے احتراز لازم ہے۔

فی فتاوی قاضی خان ... ولا ینطلق لسانه فی بعض الحروف الخ قوله لا یؤم غیره کذا الرجل اذا کان لا یقف فی مواضع الوقف ۱ھ (امداد الفتاویٰ)

کبیری میں ہے۔

والذی ینبغی ان یکون الحکم علیه کالحکم فی الالثغ انه یجتهد فی اصلاح لفظه ولا یفسد ما دام علی الاجتهاد ولکن لا یجوز لغیره الاقتداء به لانهم صرحوا بهذا الحکم فی کل من لا یمکنه التلفظ بحرف (ص ۴۸۳)

اسی طرح کبیری کے اگلے صفحہ پر فرماتے ہیں۔

ولهذا اجبت من سألنی انه صلی خلف امام یقرأ ولا یمیز بذلک فسدت بالسین مکان الثاء بان صلوته فاسدة۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ اکیلے نماز پڑھ لیا کرے یا بعد میں اعادہ کیا کرے؟

الجواب

وفی فتاوی قاضیخان ص ۔۔۔ اما الخطأ فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلوة عند الکل کما لو قرأ الخ

وان غیر المعنی تغییرا فاحشا بان قرأ وعصی آدم ربه فغوی بنصب آدم ورفع ربه وما اشبه ذلک او قرأ الباری المصور بنصب الواو او قرأ انما یخشی الله من عباده العلماء برفع الله ونصب العلماء الی قوله وما اشبه ذلک مما لو تعمد به یکفر اذا قرأ خطأ فسدت صلوته فی قول

معذور کی اقتداء کا حکم

سوال: ایک لڑکا بالغ سترہ سال کا ہے اور جماعت دسویں میں پڑھتا ہے، صرف ذکر اور ترجمہ قرآن شریف کا بھی پڑھا ہوا ہے اور وہ ایک مرض میں مبتلا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور نماز ادا کرتے وقت کبھی کبھی پیشاب کی بوندیں گر جاتی ہیں، کبھی جلد ہو جاتی ہیں اور کبھی تھوڑی۔ گرمی ہو یا سردی، استنجا کے بعد وہ جاتا ہے، اور کوئی جماعت کرانے والا نہیں ہے، جماعت کرنے کے لئے بہت لوگ تنگ ہیں۔ کیا وہ جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: معذور شرعی وہ شخص ہے کہ اس کو وقت نماز پڑھنے کا اتنا بھی نہیں مل سکتا کہ وہ وضو کر کے فرض ہی پڑھ سکے، بلکہ اتنی دیر میں بھی اس کو پیشاب کا قطرہ وغیرہ عذر والا آتا ہے۔ جب کسی آدمی کو ایسی حالت پیش آجائے تو وہ معذور کہا جاتا ہے اور اسی وقت تک معذور سمجھا جائے گا جب تک کہ نماز کے وقت میں ایک دفعہ بھی حدث ہو جاتا ہے۔ پہلی تعریف ابتداء عذر کے لئے ہے اور دوسری بقاء عذر کے لئے۔ پس جو شخص معذور ہو اس کے پیچھے تندرست آدمی کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ معذور وضو کر کے نماز پڑھائے، نہ وضو کرتے وقت قطرہ نکلا اور نہ نماز میں، تب جائز ہو جائے گی۔

فی الدر المختار ص ۴۰۰ ج ۱ ولا طاهر بمعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ عليه، وصح لو توضأ على الانقطاع وصلى كذلك۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
خیر محمد عفا اللہ عنہ	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مہتمم خیر المدارس ملتان	خادم الافتاء خیر المدارس ملتان
مورخہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ	۱۳ ـ ۲ ـ ۱۰ ـ ۳۲ھ

سنن قبلیہ پڑھے بغیر امامت کرانا

سوال: امام صاحب ایسے وقت میں پہنچے کہ جماعت تیار تھی انہوں نے بجائے ظہر کی چار سنتیں ادا کرنے کے جماعت کرا دی۔ تو کیا یہ جماعت درست ہو گئی؟

الجواب: صورت مسئولہ میں جماعت درست ہو گئی نماز میں کسی قسم کی کراہت نہیں آئے گی۔ (فتاویٰ امدادیہ ص ۱۰۰ ج ۱)

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۲۹-۱۲-۱۳۹۵ھ

امام کے لئے ضروری ہے کہ درست دین و متقی ہو

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈا یا بے نمازی امام ہو سکتا ہے یا دوسرے کبیرہ گناہ کا مرتکب امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ متولی و امام میں کیا فرق ہے۔ آیا متولی کا ہر نماز میں شریک ہونا فرض ہے؟ یا متولی کا تنخواہ وغیرہ وصول کرنا اس کی زندگی پر اثر انداز ہو سکتا ہے؟ کیا ایک مسجد کے متولی کا مکان اگر دوسرے محلہ میں ہو تو اس سے متولی نہ ہو سکنے کی صورت نکلتی ہے جب کہ انتظام وغیرہ میں کوئی فرق نہ ہوتا ہو؟

المستفتی مولوی غلام محمد متولی مسجد ...
بستی باغبان بیرون دہلی گیٹ ملتان شہر

الجواب امام ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو عالم، متقی، متشرع ہو۔ داڑھی منڈانا اور بے نمازی ہونا گناہ کبیرہ ہے جس کا مرتکب فاسق ہوتا ہے۔ فاسق کو ہرگز امام نہ بنایا جائے۔ اور اگر پہلے سے امام چلا آ رہا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے معزول کریں۔ متولی مسجد کے انتظامات و مالیات کا نگران ہوتا ہے۔ تنخواہ متولی کے لئے ممنوع نہیں ہے تنخواہ وصول نہ کرنے سے البتہ اس میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ اس کا ہر نماز میں شریک ہونا اسی مسجد میں ضروری نہیں ہے۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ	محمود عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان	مفتی قاسم العلوم ملتان
	۲۲/۱/۱۳۷۸ھ

۱۹۵۳ء کی تحریک میں معافی مانگنے والے کی امامت

سوال: ہمارے ہاں ایک امام عالم و فاضل ہیں ان میں امامت کی صلاحیت بھی ہے اس سے پیشتر وہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دوسرے علماء کے ساتھ جیل میں چلے گئے۔ پھر معافی مانگ کر باہر آ گئے اور کہتے ہیں کہ میں بیمار تھا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

الجواب امام مذکور کی اقتداء میں نماز درست ہے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

اس تحریک کے اختتام پر کافی لوگوں نے معافی مانگ کر رہائی حاصل کی لہذا اس وجہ سے ان پر ملامت نہیں کی جا سکتی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان؛ ۱۵/۹/۱۳۸۲ھ

کبھی شیعہ کبھی سنی بن جانے والے کی امامت

سوال ایک شخص عرصہ تک سنیوں کا امام رہا۔ پھر ایک شیعہ نے اس کو پیچ دے کر شیعہ بنا لیا۔ اس دوران وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برسر عام گالیاں دیتا رہا۔ پھر اس کو ایک سنی راہ راست پر لے آیا۔ ایک سال امامت کرانے کے بعد پھر شیعہ ہو گیا۔ اب پھر سنیوں کی مسجد میں امامت کراتا ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب ایسے شخص کی اقتداء سے احتراز لازم ہے۔ جس کو اپنے دین کی حفاظت کا ذرہ بھی خیال نہ ہو اور پیٹ کی خاطر کبھی شیعہ بن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تبرا کرے۔ اور کبھی سنیوں سے نفع ملنے کی توقع ہو تو اپنے آپ کو سنی کہلوانا شروع کر دے۔ ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر لہ

سنی ہو کر شیعہ کو نماز نہیں پڑھا سکتا۔ البتہ شیعہ ہو کر تقیہ کے طور پر سنیوں کو نماز پڑھا سکتا ہے۔ لہذا سنیوں کی نماز اس کے پیچھے نہیں ہو سکتی واللہ اعلم

خیر محمد عفا اللہ عنہ

مزامیر کیساتھ قوالی سننے والے کی امامت

سوال ایک شخص مزامیر کے ساتھ قوالی بھی سنتا ہے اور موجودہ دور کے بریلوی مولویوں خصوصاً محمد عمر اچھروی اور عنایت اللہ ساکن گجرات کی تقریریں بھی کرواتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کا قائل ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی
محمد یوسف جالی
ناظم مدرسہ خیر [illegible]

الجواب درمختار میں ہے۔ وكره كل لهو لقوله عليه السلام كل لهو المسلم حرام الا ثلثة ملاعبته اهله وتاديبه لفرسه ومناضلته بقوسه (قوله وكره كل لهو) اى كل لعب وعبث [illegible] شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانها كلها مكروهة لانها زى الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام وان سمع بغتة يكون

داڑھی کے بارے میں مودودی ائمہ کی غلط فہمی کا مدلل و مفصل جواب

آج کل کئی مساجد میں مودودی ائمہ امامت کرا رہے ہیں ان میں سے اکثر داڑھی شرعی مقدار سے کم رکھتے ہیں معنداً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی کی شرعی مقدار یہی ہے۔ لہٰذا بندہ کرم آپ تحریر فرمائیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی روایات میں داڑھی رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

۲: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کی کوئی حد مقرر فرمائی ہو یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے داڑھی کے بارے میں کوئی حد مقرر ہو تو اس کی جتنی روایات ہوں تحریر کریں۔

۳: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داڑھی مبارک کی کس قدر مقدار تھی۔ اس بارے میں صحابہ کرامؓ سے جتنی روایات ثابت ہیں وہ بھی مزید تحریر کریں۔

۴: صحابہ کرامؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے معاذ اللہ کہ ان میں سے دو تین حضرات کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی جیسا کہ مودودی صاحب نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اگر اس بارے میں روایات ہوں تو ضرور لکھیں تاکہ مودودی صاحب کے شبہات کا منہ توڑ جواب دیا جاسکے۔

المستفتی محمد شریف پاکپتی سانگھڑ

الجواب ۱: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیۃ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)۔

ب: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین احفوا الشوارب واوفوا اللحی۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)۔

ج: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

د: عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

ھ: قال النووی وفی روایۃ للبخاری وفروا اللحی۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)

۲ و ۳: احادیث بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کو بڑھانے اور لمبی کرنے کا حکم دیا

اور حدیث نمبر ۳ میں اسے نہ صرف اپنی بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار دیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ لفظ فطرت کا معنی لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

فی انہا ومعناہ انہا من سنن الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم۔

(مسلم ج ۱ صفحہ ۱۲۹)۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ "اعفاء اللحیۃ" جسے سنت الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قرار دیا گیا ہے اور اس کے اختیار کرنے کا ہمیں مکلف بنایا گیا ہے اس کی عملی صورت باعتبار مقدار کیا تھی کیونکہ داڑھی کی جو مقدار حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت قرار پائی گئی۔ وہی مقدار امت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف التحیات والتسلیمات) کے لئے مسنون ومامور ہوگی بوجہ اشتراک واتحاد لفظی کیونکہ دونوں جگہ پر لفظ "اعفاء" وارد ہے۔

قرآن کریم میں حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے۔ یا ابن ام لا تاخذ بلحیتی الآیۃ وکان اخذھا بشمالہ۔ (تفسیر جلالین شریف)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک ایک مٹھی سے کم نہ تھی۔ اور ایک حدیث شریف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی بھی یہی مقدار بلکہ اس سے بھی زائد معلوم ہوتی ہے۔

عن ابی معمر قلت لخباب بن الارت اکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الظہر والعصر قال نعم قلت بای شیء کنتم تعلمون قراءتہ قال باضطراب لحیتہ۔ (بخاری شریف صفحہ [illegible] ج ۱)

صف میں کھڑے ہوئے مقتدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سری قرأت کو باضطراب لحیہ شریفہ کے معلوم کرتے تھے۔

جس سے یہ ظاہر ہے کہ لحیہ مبارکہ جہلاء زمانہ کی طرز پر تراشیدہ خشخشی داڑھی نہ تھی بلکہ اہل حق کی طرح پوری اور مکمل داڑھی تھی۔ اور یہی حقیقت آیت بالا سے ظاہر ہو رہی ہے۔ پس آیت شریفہ اور اس حدیث کو حدیث نمبر ۱۔۴ کے ساتھ ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یہی مکمل داڑھی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث [illegible] میں جس کا امر فرمایا وہ بھی یہی مکمل داڑھی ہے نہ کہ بریدہ وتراشیدہ خشخشی داڑھی۔ اس کی مقدار [illegible] کا استدلال ہو گیا۔

ثانیاً :- یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے داڑھی بڑھانے کے سلسلہ میں مخالفت مجوس کا حکم بھی دیا ہے۔ (دیکھئے حدیث ۲) اور مخالفت مجوس مکمل داڑھی رکھنے میں ہے نہ کہ خشخشی رکھنے اور کتروانے میں۔ کیونکہ کترنے منڈانے کی مجوسیوں کی عادت تھی۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

واما اعفاء اللحية فمعناه توفيرها وهو معنى اوفوا اللحى في الرواية الاخرى وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلك۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹)۔

بذل المجہود میں ہے

وكان من عادة الفرس قص اللحية۔ (ج ۵ ص ۳۶)۔

پس معلوم ہوا کہ مخالفت مجوس کرتے ہوئے مکمل داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اور خشخشی رکھنا یا کتروانا مجوسیوں کی موافقت ہے۔ دوسری بات اس سے معلوم ہوتی ہے کہ خشخشی رکھنا استثنائی حربوں کے لئے کافی نہیں۔ اور یہ مقصد سنت سے نہیں بلکہ بدعت سے پورا ہوتا ہے۔

ثالثاً :- یہ کہ حدیث نمبر ۱ میں مخالفت مشرکین کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ مخالفت پوری داڑھی رکھنے میں ہے۔ کیونکہ مشرکین داڑھی کتراتے تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ مرقاۃ میں اس حدیث پاک کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ فانهم كانوا يقصونها۔ اھ پس اگر ہم بھی کترنے لگے تو اس میں مشرکین کی موافقت ہے نہ کہ مخالفت۔

رابعاً :- ان احادیث میں پانچ قسم کے الفاظ موجود ہیں۔ واعفوا، واوفوا، وارخوا، وارجوا، ووفروا۔ ان میں سے ہر لفظ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کامل لمبی لمبی داڑھی رکھی جائے نہ کہ خشخشی وغیرہ۔ "الشعر الوافی" کا ترجمہ "الشعر الطویل" ہے۔ وعفا شعر البعير كثر وعفا نقص ضد۔ وعفا الارض غطاها النبات والعفاء هو الكثير من ريش النعام او الشعر الطويل الوافي۔

(قاموس ص ۵۵۰)

یہ تمام استعمالات "واعفوا" کے معنی کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔ اور اسی طرح لفظ "وفروا" وفرۃ سے ماخوذ ہے۔ "وفرہ" عربی میں ان لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو تک پہنچ گئے ہوں

یا اس سے بھی متجاوز ہوں۔

والوفرۃ الشعر المجتمع علی الراس و ما سال علی الاذنین منہ و ما تجاوز شحمۃ الاذن۔ (قاموس ص ۲۹۲)۔

ان میں سے ایک لفظ "ارخوا" ہے۔ یہ ارخاء سے لیا گیا ہے۔ اور ارخاء کا معنی لٹکانا ہے۔ ایفاء اور ارجاء کے معنی بھی ان کے قریب ہیں۔

کان کبیر اللحیۃ و طویل اللحیۃ۔ (اسد الغابۃ ج ۳، ص ۱۴۳)۔

ان الفاظ کے معانی لغویہ پر نظر کرنے سے کامل داڑھی کی مسنونیت ثابت ہوتی ہے انکار کی جرأت نہیں۔ ہاں جو شخص حقائق لغویہ و شرعیہ سے آنکھیں بند کرتے ہوئے "وفروا" وغیرہ کا صرف اردو ترجمہ (داڑھی رکھو) دیکھ کر مجتہد بننے کے شوق میں ہو یا اسے صرف علماء حق کی مخالفت مقصود ہو تو اس سے یہ انکار کچھ بعید نہیں۔

"وفروا" کا لفظ ارشاد فرمایا۔ مقصود یہ ہے کہ داڑھی وفرہ کی مثل مطلوب ہے۔ وفرہ سر کے اتنے لمبے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں سے بھی نیچے تک چلے گئے ہوں۔ اگر کسی نے دو دن سر کے بال نہیں منڈوائے بلکہ ماہ تک بھی نہیں منڈوائے تو انہیں وفرہ نہیں کہا جا سکتا۔ چند دن بلکہ یہ نہیں کہتے کہ "اس نے پٹے رکھے ہوئے ہیں" تو چند دن تک داڑھی نہ منڈوانے کو "وفروا" والے ارشاد نبوی کی تعمیل کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

عجیب جہالت کا دور ہے کہ اپنی نادانی سے حقائق شرعیہ کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ بدعات کو سنت اور سنت کو بدعات بنایا اور بتلایا جا رہا ہے۔ احادیث صحیحہ میں مشرکین و مجوس کے عمل بلکہ قصر اللحیۃ کی مخالفت صریح ہے اسے سنت قرار دیتے ہوئے اختیار کرنے پر زور دیا جا رہا ہے اور عاملین سنت پر طنز و تشنیع، استہزاء و تمسخر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

آپ نے سوال کیا ہے کہ:

"ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر کیا جائے جنہوں نے داڑھی رکھی، کیونکہ مودودی صاحبان کہتے ہیں کہ دو یا تین کے علاوہ صحابہ کرام میں کسی کی داڑھی نہ تھی۔" والعیاذ باللہ۔

یہ اعتراض پہلے بھی سننے میں آیا تھا لیکن اسے ایک بازاری گپ سمجھ کر قابل التفات نہیں سمجھا گیا۔ مگر سخت حیرت ہوئی جب کہ ایک فاضل کی تحریر میں یہ اعتراض دیکھا۔ فاضل موصوف نے

کلام کا حاصل یہ ہے ۔

"کتب رجال میں سوائے چند راویوں کے کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں ۔ معلوم ہوا کہ ثقہ ہونے کے لئے داڑھی کی پیمائش ضروری نہیں ۔" (او کما قال)

اس عبارات میں موصوف نے اپنی عادت کے مطابق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو طنز و استہزاء کیا ہے اس سے قطع نظر ہم اس مفروضہ پر کلام کرتے ہیں جس پر موصوف کی کلام مبنی ہے ۔

۱ : موصوف کا پہلا مفروضہ ہے کہ جب چند راویوں کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر نہیں ملتا تو معلوم ہوا کہ ان چند کے علاوہ کسی کی داڑھی نہ تھی ۔ (جیسا کہ مودودی صاحبان کہتے ہیں)

۲ : دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ عدم ذکر داڑھی کے غیر اہم ہونے کی دلیل ہے ۔

پہلے مفروضے کا بدیہی البطلان ہونا اظہر من الشمس ہے ۔ کیونکہ سب عقلاء و اہل علم کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں ۔ بلکہ عدم علم بھی عدم وجود کو مستلزم نہیں حالانکہ عدم علم عام ہے ۔ جب کسی چیز کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تو اس کا کتابوں میں ذکر نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل کیسے بن سکتا ہے ۔

کائنات میں ہزاروں اشیاء ایسی موجود ہیں کہ جن کا نہ کسی کتاب میں ذکر ہے اور نہ کسی انسان کو ان کا علم تھا ۔ سائنس کی ترقی اور جدید انکشافات کی اس کثرت کے باوجود بھی اب بھی ایسے ہی ہے ۔ اور معلومات سے مجہولات کا دائرہ وسیع ہے ۔ کروڑہا بلکہ اربوں انسان ہو گزرے ہیں لیکن ہر انسان کا احوال تذکرہ صرف نام تک بھی کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ملے گا ۔ انسانوں سے گزر کر حیوانات نباتات اور دیگر اشیاء کا بھی یہی حال ہے تو کیا "گر ہوتا تو ذکر ہوتا" کے مفروضہ کی بنا پر ان موجودات کا انکار کرنا جائز ہو گا ؟ اپنے گرد و پیش بلکہ اپنی ہی سیرہ حرکات و سکنات اور اعمال و اقوال پر غور کیجئے ان میں سے ہر ایک مفروضہ " موجود = مذکور " کی نفی تعیین کر رہا ہے ! کیونکہ یہ سب موجود ہیں لیکن کتاب میں ان کا ذکر نہیں ملتا ۔

سنن عبادات اعمال حسنہ و عبادات کا بھی یہی حال ہے ۔ کروڑوں انسان ان پر عمل پیرا ہیں مگر کسی محکمہ شماریات میں ان کا کوئی اندراج موجود نہیں اور نہ ہی کسی وقائع نگار ہی کی یادداشت میں ان کا محفوظ ہونا ضروری ہے ۔ ان حقائق پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء ، اعمال و عبادات وغیرہ میں مذکور نہ ہونا ہے ۔ ذکر کسی داعی کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ پس جو شخص مفروضہ " موجود مساوی مذکور " پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھتا ہے اس کی جہالت و نادانی اظہر من الشمس ہے ۔

حاصل یہ کہ اگر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کی داڑھی کا ذکر کتب و تاریخ میں نہیں ملتا تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ان تین کے علاوہ کسی صحابی کی داڑھی نہ تھی۔ یہ ایسے ہی غلط ہے جیسے روزمرہ میں کثرت سے ہونے والے طلوع شمس کا اس لئے انکار کر دیا جائے کہ اس کی خبر آج کسی اخبار میں نہیں چھپی۔ الغرض یہ مفروضہ باطل ہے۔ پس اس کی بنا پر امر متواتر کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

پہلے کی طرح دوسرا مفروضہ بھی غلط ہے اور باطل ہے۔ کیونکہ عدم ذکر جیسے عدم وجود کو مستلزم نہیں ایسے ہی عدم اہتمام کو بھی مستلزم نہیں کبھی ایک چیز کو غیر اہم ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور کبھی غایت ظہور اور بدیہی ہونے کی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ ذکر کی حاجت نہیں ہے۔

غور کیجئے اخبارات میں خبریں چھپتی ہیں لیکن "سورج طلوع ہو گیا" یہ خبر کبھی نہیں چھپی۔ حالانکہ دنیا کی حیات طلوع شمس پر موقوف ہے۔ اس اہمیت کے باوجود یہ خبر شائع نہیں ہوتی۔ کیوں؟ غایت ظہور کی وجہ سے۔

کتب سیر و اسماء الرجال میں آپ یہ کہیں نہیں پائیں گے کہ فلاں راوی پنجوقتہ نماز کا پابند تھا۔ رمضان المبارک کا کوئی روزہ نہیں چھوڑتا تھا۔ جمعہ کی نماز پڑھتا تھا۔ غسل جنابت کرتا تھا۔ وغیرہ ذالک۔

گو یہ اہم ترین مسائل فرائض میں سے ہے۔ لیکن غایت ظہور کی وجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا کیونکہ ایک مسلمان متقی راوی حدیث سے متصور ہی نہیں کہ وہ ان پر عامل نہ ہو۔ البتہ فرائض و واجبات و شرائع اسلامیہ کے علاوہ نوافل و تطوعات کی کثرت وغیرہ کا ذکر ملے گا۔ مثلاً

کان یقوم لیلہ و یصوم نہارہ و کان یقرأ القرآن فی رکعۃ و حج اربعین حجۃ و غیر ذالک۔

اسی طرح کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان اور شعار ملت اسلامیہ میں سے ہے۔ اور اہل سنت کا بالخصوص معتقد اور صلحاء کے عملی تواتر سے بھی یہی ثابت ہے۔ تو ایک مقدس صحابی رضی اللہ عنہ سے یا ایک متدین راوی حدیث رسول مقبول ﷺ سے یہ متصور ہی نہیں تھا کہ وہ ایسے علانیہ گناہ کا ارتکاب کرتے یا اس سنت متواترہ کی مخالفت کرتے۔ لہٰذا غایت ظہور کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ پنجوقتہ نماز کی پابندی

بھی اہم نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ تارک عمامہ ہر کسی کے سامنے بے پگڑی نہیں ہوتا، لیکن داڑھی منڈوانا یا داڑھی کترانا ہر شخص کو نظر آجاتا ہے۔

الحاصل زیر عمل موصوف کا یہ فعل و عذر بھی باطل ہے اور حق یہ ہے کہ کامل داڑھی رکھنا سنت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ہے جس کی پابندی حضرات صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، اولیاء متقدمین اور صلحاء امت نے کی ہے۔ اور اس کی سنیت بجز دلائل کے علاوہ تعامل و توارث امت سے ثابت ہے۔ سوائے اہل زیغ کے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ حق جل شانہ اس سنت پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، پاکستان

مقتدی امام کے سلام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز کا حکم

"تذکرۃ الرشید" میں ہے کہ اگر مقتدی نے سلام پھیرتے ہوئے امام کے لفظ "رحمۃ اللہ" کہنے سے پہلے سلام پھیر لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ نیز "تذکرۃ الرشید" میں یہ بھی ہے کہ یہ مسئلہ بہت تمام سے سارے لوگوں کو بتانا چاہئے۔

"فتاویٰ دارالعلوم دیوبند" ج ۳ ص ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ امام نے جس وقت لفظ "السلام" کہا تو اقتداء ختم ہو جاتی ہے۔ پس اس قول کے موافق تو لفظ "سلام" میں تقدیم نہ کرنی چاہئے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔

اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: محمد طیب طاہر

جامع مسجد محسن، نیو ملتان کالونی، ملتان

الجواب

"تذکرۃ الرشید" کا مسئلہ اور "فتاویٰ دارالعلوم" کی ترجیح دونوں صحیح ہیں تاہم مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی آخری قعدہ بقدر تشہد

بیٹھنے کے بعد اگر امام سے پہلے سلام پھیر کر چلا جائے تو اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔ البتہ بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ معقول وجہ سے ہو تو کراہت بھی نہیں۔

فی رد المحتار لو اتم المؤتم التشہد بأن اسرع فیہ وفرغ منہ قبل اتمام امامہ فأتی بما یخرجہ من الصلوۃ کسلام او کلام او قیام جاز ای صحت صلوتہ لحصولہ بعد تمام الارکان الی قولہ وانما کرہ للمؤتم ذلک لترکہ متابعۃ الامام بلا عذر فلو بہ کخوف حدث او خروج وقت الجمعۃ او مرور مار بین یدیہ فلا کراہۃ ــ امداد الفتاوی ج ۱ ص ۲۶۱

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ انقطاع قدوہ کا اس مسئلے کے ساتھ کوئی ایسا تعلق نہیں ہے۔ خواہ یہ انقطاع پہلے سلام پر ہو جاتا ہو یا دوسرے سلام پر۔ امام کی اقتداء میں داخل ہونے کا مسئلہ تو اس پر متفرع ہو سکتا ہے۔ امام کی اقتداء سے خارج ہونے کا مسئلہ انقطاع قدوہ کے ساتھ منسلک نہیں۔ امام کے دونوں طرف سلام پھیرنے سے بھی مقتدی کی نماز ختم نہیں ہوتی جب تک مقتدی خود سلام نہ پھیرے۔ اور متابعت امام میں مقارنت یا تعاقب کے ساتھ بھی اس مسئلے کا تعلق نہیں۔ امام سے پہلے السلام علیکم کہہ دیا تو بھی نماز ہو جاتی ہے۔ البتہ تذکرۃ الرشید کے مسئلہ کے بارے میں ایک خیال یہ رہا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے درحقیقت ابتداء نماز کا مسئلہ بتلایا ہوگا۔ سامع کو التباس ہوا اس نے اسے آخر نماز کا سمجھا۔ دراصل یہ مسئلہ تکبیر تحریمہ کے لفظ "اللہ" کے بارے میں ہے کہ اگر کسی نے امام سے پہلے لفظ "اللہ" ختم کر دیا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کے لام جلالہ (اللہ) کے بارے میں یہ مسئلہ نہیں۔ کما مر۔ اور متقارب و متماثل مسائل میں ایسا اشتباہ خارج از امکان نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

دفتری اوقات میں آنے والی نمازیں افسران بالا کے روکنے کے باوجود بھی وقت میں ادا کی جائیں

بعض ملازمین مجبوری کے ساتھ شغف رکھتے ہیں انہوں نے یہی یہ طریقہ اپنایا ہوا ہے کہ کام حکم اولیت دیتے ہیں اور نماز کو ثانوی درجہ دیتے ہیں دفتری اوقات میں اکثر ظہر قضاء کر دیتے ہیں اور گھر آکر ظہر و عصر اکٹھے ادا کرتے ہیں۔ اگر افسران بالا دفتر کے اوقات میں نماز پڑھنے کو محسوس کریں تو کیا حکم ہے؟

الجواب: دنیاوی کام کی وجہ سے نماز کو قضاء کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں اگر افسران بالا دفتر کے اوقات میں آنے والی نمازیں اس وقت پڑھنے سے روکیں تب بھی ان نمازوں کو وقت پر ادا کرنا فرض و لازم ہے۔ تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے۔ "محیط" میں ہے۔

لو استأجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیہ ان یعمل ذالک العمل الی تمام المدۃ ولا یشتغل بشئ آخر سوی المکتوبۃ اھ

اور "فتاوی سمرقندیہ" میں ہے۔

وقد قال بعض مشائخنا له ان یؤدی السنۃ ایضا واتفقوا علی انہ لا یؤدی نفلا وعلیہ الفتوی (شامی ج۶ ص۷۰) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۲۲/۸/۱۳۸۵ھ

جماعت ثانیہ کا حکم

جس مسجد میں امام اور نمازی متعین ہوں وہاں جماعت ثانیہ کرانا از روئے شریعت کیسا ہے؟

المستفتی: ملک محمد صدیق ڈوگر سراج منزل
دولت گیٹ ملتان

[illegible]

مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے۔ مسجد محلہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کے نمازی اور امام متعین ہوں۔

اما مساجد المحلة وهي ما لها امام وجماعة معلومون۔ اھ
(الفقه على المذاهب الاربعة، ج ۱، ص ۴۳۶)

یہ کراہت تب ہے جب اہل محلہ نے اس مسجد میں اعلان اذان کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ سو اگر اہل محلہ نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان جماعت کرائی ہو تو اس صورت میں جماعت ثانیہ درست ہوگی۔

و عن ابی بکرة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوة فوجد قد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط۔

اگر جماعت ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں دوبارہ جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اہل کرام کو جمع کرکے گھر میں جماعت فرمانا واضح دلیل ہے اس بات پر کہ مسجد میں ایک مرتبہ جماعت ہوجانے کے بعد دوبارہ جماعت مکروہ ہے۔

ویکره تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة (درمختار)
قال الشامی عبارته فی الخزائن اجمع مما هنا و نصها یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلی بهما فیه اولا غیر اهله او اهله لکن بمخافتة الاذان ولو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعا۔ اھ
(شامی ج ۱، ص ۵۵۳، مطبوعہ کراچی)

وروی عن انس رضی الله تعالی عنه ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۳۶۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۴۰۰ھ

منکوحۂ غیر کو گھر رکھنے والے کو امام نہ بنایا جائے

سوال — ایک شخص تین سال سے منکوحۂ غیر کو گھر رکھے بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں کو اس کے ساتھ ترکِ موالات کرنی چاہیئے یا نہیں؟ اگر لوگ اس سے کہتے ہیں انہیں چھوڑتے تو ان کو جماعت سے نکالنا چاہیئے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟

الجواب — منکوحۂ غیر کو اپنے گھر رکھ لینا سخت گناہ ہے۔ اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ ان میں علیحدگی کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اگر علیحدگی کرانے پر قدرت نہ ہو تو اس سے قطع تعلقات کیا جائے۔ اس کی شادی غمی میں شرکت نہ کی جائے۔ شخص مذکور یا اس کا کوئی معاون لائقِ امامت نہیں۔ لیکن ان میں سے اگر کوئی شخص جماعت میں آکر شامل ہو تو اسے جماعت سے الگ نہ کیا جائے، دیگر مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب گفتگو کرنے سے حضرات صحابہؓ کو روک دیا تھا اور ان کی بیویوں سے بھی انہیں الگ کر دیا تھا تو اس کے باوجود انہیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے ممانعت نہ تھی۔ حدیث کعبؓ کے الفاظ یہ ہیں۔

فاستکانا وقعدا فی بیوتہما واما انا فکنت اشب القوم واجلدہم فکنت اشہد الصلوٰۃ مع المسلمین۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ — ۲۳ / ۳ / ۱۳۷۵ھ

حقہ ساز کی امامت

سوال — زید ایک مسجد کا امام ہے اس کا پیشہ حقے بنا کر فروخت کرنا ہے حالانکہ خود حقہ نہیں پیتا۔ صرف بنا کر فروخت کرتا ہے وہ کہتا ہے اگر شریعت میں منع ہو تو چھوڑ دوں گا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب — حقہ بنانا معصیت نہیں، اس لئے زید کے پیچھے نماز درست ہے۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — ۱۸ / ۲ / ۱۳۷۵ھ — بندہ محمد اسحاق غفر لہٗ

چھوٹے تلے والی کلاہ پہننے والے امام کا حکم

سوال ایک امام مسجد سر پر چھوٹے تلے والا کلاہ رکھتا ہے اور اس کا تلا چار انگل سے زیادہ ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ یہاں کے علماء اس کو خالص تلے کا حکم دیتے ہیں۔ اور اس امام کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں؟

الجواب چھوٹے تلے کا حکم خالص تلے کا نہیں۔ اور اس کا پہننا چار انگل سے زائد جائز ہے۔ لہذا امام مذکور کے پیچھے نماز جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی عفا اللہ عنہ
خیر المدارس ملتان
۲۱/۳/۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

اغوا شدہ کے خاوند کی امامت درست ہے

سوال ایک پیش امام کی عورت کو ایک شخص بھگا کر لے گیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تمہاری عورت چلی گئی ہے لہذا تمہارے پیچھے نماز درست نہیں اور مسجد کی امامت سے ہٹا دیا گیا۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟

الجواب صورت مسئولہ میں امام مذکور بے قصور ہے اس کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ بلکہ نمازی وغیرہ کو چاہئے کہ اس کی عورت تلاش کرنے میں مدد کریں نہ کہ امامت سے بھی ہٹا دیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحٰق غفرلہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفرلہ ۱۰/۵/۱۳۹۷ھ

یک چشم کی امامت

سوال اگر کوئی شخص ایک آنکھ سے نابینا ہو دوسری آنکھ بالکل صحیح ہو تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب یک چشم کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ کذا فی فتاوی دار العلوم ص ۱۴۳ ج ۳۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحٰق غفرلہ

صرف ٹوپی پہن کر امامت کرنا

سوال: ایک آدمی ٹوپی سے نماز پڑھاتا ہے اور مقتدی جو عمامہ کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ ہمارے سر پر عمامہ ہوتا ہے اور امام صاحب صرف ٹوپی سر پر رکھ کر نماز پڑھاتے ہیں۔ کیا ان کا اعتراض درست ہے؟

۲: ایک مقتدی امام کو کہتا ہے کہ یہ ٹوپی جو آپ نے پہن رکھی ہے ہندوؤں کی ہے۔ اگر آپ ٹوپی سے نماز پڑھائیں گے تو ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ کیونکہ ہماری نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

عبد الرحمن مدرسہ اصلاح المسلمین کیمل پور

الجواب: جو امام عام حالات میں بھی ٹوپی پہنتا ہو اس کا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھانا بلاکراہت جائز ہے اگرچہ افضل یہ ہے کہ عمامہ کے ساتھ ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۰۰ ج ۳)

۲: یہ مقتدی جاہل ہے۔ ٹوپی کا استعمال تو بہت پہلے سے چلا آ رہا ہے گو کیفیت میں اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے۔ وضع ابو اسحاق قلنسوته في الصلوٰة ورفعها (بخاری ص ۱۴۹ ج ۱)

صحابہ کرام علیہم الرضوان ٹوپیوں کے ساتھ بھی نماز پڑھتے تھے۔ كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة (بخاری ص ۵۶ ج ۱)

مروجہ گول اور دوپلی ٹوپی ہندوستان میں علماء و مشائخ بھی پہنتے تھے۔ اسے صرف ہندوؤں کا شعار کہنا محض تعصب اور زیادتی ہے۔ اور جاہل کا نماز کے مکروہ ہونے کا حکم لگا دینا جہل مرکب ہے۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

[illegible]ھ

○

تعویذ فروش کی امامت

سوال: زید ایک مسجد میں امام ہے ساتھ ہی تعویذ بھی بیچتا ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: زید کی امامت صحیح ہے۔ کیونکہ تعویذ دے کر پیسے لینا شرعاً جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد علی عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

○

منکرِ حدیث کا جنازہ پڑھانے والے کی امامت

سوال ۱: ایک شخص حدیث پاک کا قطعی منکر ہے۔ مشہور منکر حدیث عبداللہ چکڑالوی کے مذہب کا پیروکار ہے۔ اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہلاتا ہے۔ یہ شخص از روئے شریعت مسلمان ہے یا کافر؟

۲: جو شخص ایسے آدمی کا جنازہ پڑھائے اس کی اقتداء میں پانچ وقت کی نماز، جمعہ وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب ۱: حدیث قرآن پاک کی توضیح و تشریح ہے۔ حدیث کو یکسر نظر انداز کرکے قرآن حکیم پر عمل قطعاً ناممکن ہے۔ اور جو اس عمل کا دعویٰ کرے وہ بلا ریب جھوٹا ہے۔ چونکہ اتباعِ رسول کا فرض ہونا نصوصِ صریحہ قطعیہ سے ثابت ہے اس لئے حدیث کا منکر کافر اور خارج از دائرہ اسلام ہے۔

۲: امام مذکور تاوقتیکہ علانیہ توبہ نہ کرے اس کی اقتداء میں ہرگز نماز ادا نہ کی جائے۔

فقط واللہ اعلم
محمد انور
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
۵ : ۱۲ : ۹۹ ۱۳ھ

اہلسنت والجماعت کے خلاف عقائد رکھنے والے کو امام نہیں بنانا چاہیے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا عقیدہ اس طرح کا ہے جو کہ خلاف اہلسنت والجماعت ہے اور بعض لوگ اس کے پیروکار ہیں، اور اپنے آپ کو جماعت اسلامی کا امیر کہہ کر لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔

۱: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتا ہے کہ حضور کو اپنے زمانہ میں اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو جائے۔ لیکن ساڑھے تیرہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ حضور کا اندیشہ صحیح نہیں تھا۔ کمافی رسائل و مسائل ۵ ستمبر ۱۹۴۵ء۔

۲: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان کی پالیسی کا یہ پہلو غلط کام تھا۔ اور غلط کام بہرحال غلط ہے خواہ کسی نے کیا ہو۔ اس کو خواہ مخواہ کی سخن سازیوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش نہ عقل کا تقاضا

کا تقاضا ہے اور دین کا مطالبہ ہے کہ کسی صحابی کی غلطی کو غلطی نہ مانا جائے۔ (خلافت و ملوکیت ص ۳۰۸)

۳: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں حضرت معاویہؓ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۴)

۴: حضرت امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے خلاف لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جری ہو گئی تھیں اور زبان درازی کرنے لگی تھیں۔ (اشاعت ہفت روزہ ایشیاء ۱۹ نومبر ۱۹۶۶ء)

اب کوئی شخص اس قسم کا عقیدہ رکھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقائص بیان کرے تو اس کے پیچھے نماز وجمعہ جائز ہے یا نہیں؟

═══

الجواب شخص مذکور کے عقائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اہلسنت والجماعت کے خلاف ہیں اس لئے اس کو امام نہیں بنانا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس: ملتان

عباسی صاحب کے معتقد کی امامت

سوال ہمارے امام مسجد، عباسی صاحب کی کتاب جو کہ خلافت حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کے بارے میں ہے، کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ جب وہ کتاب بندہ نے پڑھی تو اس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا کھلم کھلا انکار تھا۔ اور اہلبیت ہونا بھی کچھ مشکوک لکھا ہوا تھا۔ تو بندہ نے اپنے امام مسجد سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو صحابی ہیں۔ لیکن ایک غلطی سے عباسی صاحب کی ساری کتاب غلط تو نہیں ہو سکتی۔ اور کہا کہ کلیم اللہ خان چنڈی والے وعظ کے لئے یہاں آئے تھے۔ ان کے سامنے بھی عباسی صاحب کی کتاب کا ذکر ہوا تو انہوں نے بھی کتاب کی تعریف کی۔ بندہ نے کہا کہ آپ کا یہ مطلب ہے کہ جو بندہ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ بندہ نے کہا اتبعوا السواد الاعظم والی حدیث پر عمل کریں۔ دونوں شہروں کے علماء سے دریافت کر لیں۔ جدھر خیال ہو گیا اس طرح مان لیا جائے گا۔ امام مسجد نے انکار کیا۔ کہا السواد الاعظم والی حدیث عقائد کے بارے میں ہے اور یہ فروعی بات ہے۔ اب بندہ کو اور کوئی خیال نہیں صرف اپنی نماز کا فکر ہے۔ کیا اس کے پیچھے نماز درست ہے؟ اور یہ بھی

مناسب ہے کہ مجھے علما سے زیادہ تحقیق ہے چونکہ عدم تحقیق کی وجہ سے شاہ ولی اللہ نے امیر معاویہ کو باغی لکھ دیا ہے اگر ان کے پیچھے نماز درست نہیں تو سابقہ نمازوں کی قضا کروں؟

الجواب سابقہ نمازوں کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ آئندہ کے لئے یہ احتیاط کی جائے کہ نماز دوسری قریبی مسجد میں کسی صحیح العقیدہ امام کے پیچھے ادا کر لیا کریں۔ فقط۔

الجواب صحیح — بندہ محمد یوسف عفا اللہ عنہ

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مفتی خیر المدارس ملتان — ۲۳ - ۲ - ۱۳۹۱ھ

امامت کیلئے شادی شدہ ہونا ضروری نہیں

سوال ایک شخص جو کہ غیر شادی شدہ اور پابند شریعت بھی ہے۔ چند اشخاص کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھا سکتا۔ اس کی امامت درست نہیں۔ اور بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ نماز نہیں پڑھا سکتا۔ انہوں نے شاہ محمد نواز کے پاس بھی تصدیق کے لئے خط بھیجا؟

الجواب امامت کے لئے عالم متقی اور متبع سنت ہونا ضروری ہے یہ صفات اگر غیر شادی شدہ میں پائی جاویں تو وہ بلاشبہ امامت کا اہل ہے۔ اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص شادی شدہ ہے مگر ان صفات کا حامل نہیں ہے تو اس کی امامت درست نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ امامت اور شادی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے نیک ہونا ضروری ہے۔ چونکہ عام طور پر شادی شدہ سے غلطیاں کم ہوتی ہیں اس لئے عوام کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوتی ہے کہ امام شادی شدہ ہو۔ ورنہ کوئی ضروری نہیں۔

لعموم قوله عليه السلام لابني ابي مليكة وليؤمكما خياركما۔ فقط۔

محمد انور عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۳ - ۵ - ۱۳۹۹ھ

قاتلِ عمد کی امامت

ایک آدمی نے آپس کے جھگڑوں کو مٹانے کی خاطر کسی کو عمداً قتل کرنے کے بعد مقدمہ قتل سے بری ہو چکا ہے۔ اور اس گناہ کبیرہ سے توبہ بھی کر چکا ہے۔ چنانچہ اس توبہ پر بارہ تیرہ سال سے پختہ ہے۔ لیکن اولیائے مقتول سے صلح نہیں کر سکا ہے بوجہ انقلاب پاک و ہند۔ ورنہ خلوص دل سے صلح کا خواہاں ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے پیچھے فرض نماز پڑھنی جائز ہے یا ناجائز۔ اگر ناجائز ہے تو باطل ہوں یا مکروہ۔ اور مکروہ بھی کون سا۔ اسی طرح نماز پنجگانہ کے علاوہ تراویح میں اس کا امام بنانا جب کہ یہ شخص حافظ ہو۔ درست ہے یا نہ؟

الجواب جس مقام پر ورثہ مقتول مقیم ہوں قاتل پر لازم ہے کہ وہاں جا کر ان سے صلح و صفائی کرے اگرچہ اسے اس معاملہ میں خون کا معاوضہ مالی بھی ادا کرنا پڑے اور جس معاوضہ مالی پر بھی ورثہ مقتول راضی ہو جائیں اسے قبول کر کے ادا کرنا چاہیئے۔ جب یہ صلح ہو جائے تب قاتل مذکور کی امامت سب نمازوں میں درست ہو جائے گی بلا کراہت۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس ملتان — ۲۹/۳/۹۶ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

اقتداء صبی بمثلہ

ہمارے ہاں یہ رواج پایا جاتا ہے کہ بچوں کو جب جیسی ضرورت ہوتی ہے تو ان میں سے ایک نابالغ بچہ نابالغ بچوں کی جماعت کراتا ہے۔ شرعاً یہ طریقہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب نابالغ کی اقتداء نابالغ کے پیچھے درست ہے۔

وامامة الصبي المراهق لصبيان مثله يجوز كذا في الخلاصة (عالمگیری ج ۱ ص ۸۵) وفي الدر المختار وصح لو توضأ على الانقطاع وصلى كذلك كاقتداء بمفتصد أمن خروج الدم وكاقتداء امرأة بمثلها وصبي بمثله ومعذور بمثله و ذي عذرين بذي عذر. الدر المختار مع الشامية ج ۱ ص [illegible]

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

اگلی صف پوری کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گزرنا جائز ہے

بعض آدمی پچھلی صف میں سنت وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں اسی دوران فرض کی جماعت کھڑی ہو جاتی ہے تو پہلی صف میں سب نمازی جمع ہو جاتے ہیں اس میں لازماً پیچھے نماز پڑھنے والوں کے سامنے سے گزرنا پڑتا ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ گزرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل قاری محمد رمضان مدرسہ [illegible]

الجواب باسمہ تعالیٰ اس صورت میں بضرورت نمازی کے سامنے سے گزرنا روا ہے۔

والظاهر أن من الضرورة الشافية ما لو صلى عند باب المسجد وقت إقامة الجماعة لأن المار إن يمشي [illegible] بأذى [illegible] و أيضا [illegible] الشافعية وإذا كان له ذلك فله أن يمر بين يديه بالأولى فافهم ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۵۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم مدرسہ ہٰذا

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۸ / ۳ / ۱۳۸۹ھ

گھر یا دکان میں جماعت کرنے سے صرف جماعت کا ثواب ملیگا

بندہ نے اس خیال سے کہ جو دکان میں مریض موجود ہوتے ہیں ان کو تکلیف نہ ہو نیز میرے ملازمین اور اسٹاف کے لوگ بھی جماعت سے محروم نہ ہوں دکان میں جماعت کرنے کا انتظام کیا ہے کیا یہ درست ہے؟

المستفتی ڈاکٹر محمد سلیم
بمعرفت مولانا خلیل احمد صاحب مہتمم جامع العلوم عیدگاہ بہاولنگر

الجواب الاصح ان اقامتها في البيت كاقامتها في المسجد الا في تفاوت الفضيلة اھ (طحطاوی ص ۱۵۶) ۔

صورت مسئولہ میں جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن مسجد کی فضیلت کا ثواب نہیں ملے گا لہ کما فی الجزئیۃ المذکورۃ ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح ۔ بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ۲۲ / [illegible] ۱۳۹۰ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

لہ قال المرتب عفا اللہ عنہ دکان میں جماعت کرانے کا مستقل معمول بنا لینا درست نہیں جبکہ مسجد بھی کچھ فاصلے پر ہو ورنہ ہو کبھی کبھار اتفاق ہو جائے تو گنجائش ہے ۔

نماز میں ٹخنے سے ٹخنا اور کندھے سے کندھا ملانے کا حکم

س کیا ایک نمازی جماعت میں کھڑا ہو تو دوسرے نمازی کے کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنا ملا سکتا ہے ۔ اور جو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب منعقد کیا ہے ۔

باب الزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف وقال النعمان بن بشير رأيت الرجل منا يلزق كعبه بكعب صاحبه

اور اس کے بعد حدیث روایت فرماتے ہیں ۔

حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهير عن حميد عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اقيموا صفوفكم فاني اراكم من وراء ظهري وكان احدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه وقدمه بقدمه ۔

تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں صفوف بندی کا یہی طریقہ ہے ۔ تو گزارش ہے کہ حدیث ہذا کا مفہوم فقہاء کرام نے کیا بیان کیا ہے ۔ مہربانی فرما کر فقہاء احناف کی عبارات پیش کریں ۔

الجواب مسنون طریقے پر صف بندی کے لئے تین امور کا ہونا ضروری ہے ۔

(۱) صفوں کا سیدھا ہونا ۔ (۲) مل کر کھڑے ہونا کہ درمیان میں [illegible]

فرجات نہ رہیں۔

٣ ۱- پہلی صف پوری کر کے دوسری صف شروع کی جائے۔

كما يدل عليه الاحاديث ففي المشكوة عن انس قال اقيمت الصلوة فاقبل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم بوجهه فقال اقيموا صفوفكم وتراصوا فاني اراكم من وراء ظهري رواه البخاري وفي المتفق عليه قال اتموا الصف۔

امر اول بالا کا مامور بہ ہونا حدیث مذکور سے ظاہر ہے۔

امر دوم کے لیے حدیث میں "تراصوا" کا لفظ وارد ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ كما في القاموس وغيره تراص القوم اي تضاموا وتلاصقوا۔
اور یہ ظاہر ہے کہ مل کر کھڑے ہونے کے مفہوم میں الزاق الکعب بالکعب داخل نہیں بلکہ مل کر کھڑے ہونا اس سے عام ہے۔ كما لا يخفى۔ پس حدیث مرفوع سے تراص کا مامور بہ ہونا معلوم ہوتا ہے نہ کہ "الزاق الکعب بالکعب" کا۔ پس صف بندی میں اصل سنت مل کر کھڑے ہونا ہے نہ کہ الزاق مذکور۔ اور حضرات صحابہ کرام رض کا یہ عمل سو تعدیل صفوف اور سد فرجات کے سلسلہ میں مبالغہ پر محمول ہے جیسے کہ شارح بخاری نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام بخاری رح کے ترجمۃ الباب مذکور کی شرح میں حافظ ابن حجر رح فرماتے ہیں۔

المراد بذلك المبالغة في تعديل الصفوف وسد خلله۔

(فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۶)۔

علامہ عینی رح عمدۃ القاری میں (ج ۱ ص ۲۹۴) میں ترجمہ مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں۔

واشار بهذا الى المبالغة في تعديل الصفوف وسد الخلل فيه الخ۔

اور حضرات صحابہ رض کا یہ خصوصی امتیاز بھی ہے کہ فرمان نبوی کی تعمیل میں مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ نیز واضح ہے کہ یہ معمول صحابہ کرام رض کے زمانے میں عام نہیں ہو سکا۔ نیز باقی بھی نہیں رہ سکا جیسا کہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۶ سے ظاہر ہے کہ حدیث انس رض کے آخر میں بروایت معمر یہ زیادتی منقول ہے۔ ولو فعلت ذلك باحدهم اليوم لنفر كما قال - پس الزاق مذکور

کا سنت سے زائد ہونا ظاہر ہے یا الزاق مذکورہ سے مراد محاذات ہے۔ کما فی البذل۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ حدیث مرفوع میں الزاق الکعب بالکعب بھی وارد ہے۔ کما فی روایت ابی داؤد۔ جو بلا تکلف متعذر ہے پس الزاق کی تفسیر محاذات سے کی جائے گی۔ واللہ اعلم۔

الحاصل حنفیہ کے نزدیک الزاق مذکور سنت نہیں۔ اصل سنت وہی امور ثلاثہ ہیں جو شروح میں مذکور ہیں۔ تسویہ صفوف کے لئے محاذات منکب بالمنکب اور کعب کا ٹخنوں کے سیدھ میں ہونا ضروری ہے ورنہ صف سیدھی نہیں ہو سکے گی۔ حدیث مرفوع میں حاذوا المناکب بالمناکب وارد ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

۱۴ / ۱۳۹۱ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جماعت فجر میں شمولیت کیلئے ثناء وغیرہ چھوڑنے کا حکم

کوئی سنتیں پڑھنے لگا جب کہ ایک رکعت ملنے کی قوی امید تھی اس نے اعوذ شریف سے شروع کر دیا۔ اب نماز کیسی ہوئی؟ ہو گئی وہ تشریف ہی نہیں یا تجویز ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تاکہ جلد جماعت میں شریک ہو جائے خصوصاً جب کہ ایک رکعت ملنے کی امید بھی نہ ہو صرف قعدہ ملتا ہو۔

سائل غلام مصطفیٰ بائیس لاہور

الجواب
بلا وجہ ترک سنت اساءت تو ہے اور اساءت کا درجہ کراہت تحریمیہ سے کم تر تنزیہیہ سے اوپر ہے۔ (درمختار علی الشامیہ ج ۱ ص ۴۴۴)۔

اور صورت مسئولہ میں حاجت معتبرہ متحقق نہیں کیونکہ ترک تعوذ و تسمیہ کا مسئلہ اس صورت میں ہے جب کہ دونوں رکعتیں فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

كما يظهر من الشامية ج ١ ص ٤٤٢۔ لو خاف أن تفوته الركعتان يصلي السنة ويترك الثناء والتعوذ وسنة القراءة۔

اگر ایک رکعت ملنے کی امید ہو تو ثناء و تعوذ نہ چھوڑے۔ کما یفہم من تعبیر الاول فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔ ۲۰ / ۱۰ / ۱۳۹۲ھ

تنہا فرض ادا کرنے کے بعد جماعت میں شریک ہو تو فرض کونسے شمار ہونگے

ایک آدمی نماز ظہر بغیر جماعت پوری پڑھ بیٹھا بعد میں جماعت کھڑی ہوگئی۔ پھر اس نے فرض جماعت کے ساتھ بھی پڑھ لئے تو ان میں فرض کون سے شمار ہوں گے؟ جو اکیلے پڑھے ہیں یا جو جماعت کے ساتھ؟

الجواب: جو پہلے ادا کئے ہیں وہ فرض شمار ہوں گے۔ اور جماعت کے ساتھ جو نماز ادا کی ہے وہ نفل ہوگی۔

لو صلى ثلاث ركعات من الظهر ثم اقيمت الجماعة يتمها ويقتدي متطوعاً الخ (شامي ج ۱ ص ۲۴۰) فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۶/۱/۱۳۹۹ھ

اقتدار قائم بقاعد یعنی رکوع وسجدہ

امام صاحب معذور آدمی ہیں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتے بیمار ہیں باوجود دوسرے آدمی کے ہوتے ہوئے جو نماز پڑھانے کے قابل ہے پھر بھی مصلا نہیں چھوڑتے۔ امام صاحب خود ہی نماز پڑھاتے ہیں۔ آیا نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب: بہتر یہ ہے کہ جو قیام و رکوع اور سجدہ پر قادر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(قوله وصح اقتداء قائم بقاعد) اي يركع ويسجد وهذا عندهما خلافا لمحمد وقوله احوط كما في البرهان وغيره والدلائل مسطورة في المطولات (حاشیہ طحطاوی ص ۱۶۱)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۱/۱۰/۱۴۰۰ھ

پرویزی کا جنازہ پڑھنے والا — لائق امامت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مشہور منکر حدیث غلام احمد پرویز جس کو جمہور علماء امت نے کافر قرار دیا ہے۔ اس کا ایک پیروکار، ہم عقیدہ و ہم مسلک و مکتب پرویز کا مبلغ مر گیا ہے جب کہ جمہور علماء امت نے پرویز کے متبعین کو بھی خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اس پرویزی کا اہلسنت والجماعت مسلمانوں کے ایک پیش امام نے جنازہ پڑھا ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامی میں مذکورہ امام کا کیا حکم ہے؟ وہ اب نماز جنازہ کی اس امامت کے بعد اس امام کے پیچھے اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ایسا شخص عاصی و فاسق ہے۔ اس کا امام بننا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ علماء نے غلام احمد پرویز کو اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے۔ کما فی فتاویٰ دار العلوم ص ۱۶۳ ج ۳۔ اہلسنت والجماعت کے امام کو ان کی میت پر نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۲۰/۱۲/۱۳۹۵ھ

○

جس کی لڑکی بیوہ ہو اس کی امامت

سوال: ایک شخص پیش امام ہے اس کی ایک لڑکی بیوہ ہے۔ لڑکی کا پہلا خاوند فوت ہوا تو باپ نے دوسرا نکاح کروایا۔ دوسرا خاوند بھی فوت ہو گیا۔ اس لڑکی کے دو بچے بھی ہیں۔ باپ نے تیسری جگہ نکاح کرنے کے لئے لڑکی کو کئی بار کہا لیکن لڑکی نہیں مانتی۔ اب محلے کے چند افراد ذاتی رنجش کی بنا پر اس شخص پر اعتراض کرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ اس کی لڑکی بیوہ بیٹھی ہے۔ کیا شرعاً درست ہے کہ نماز نہیں ہوگی؟

الجواب: ایسے امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

[illegible]

اس امام کے پیچھے نماز بالکل درست ہے بلا شبہ پڑھی جا سکتی ہے۔

الجواب صحیح

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

○

جس کی بیوی پردہ نہ کرتی ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں ایک غریب گھرانے کا آدمی ہوں سنہ ۱۹۲۹ء میں
— قرآن مجید حفظ کیا اور مزدوری کر کے گھر کا کاروبار چلایا ہے۔ اس کے بعد چندہ کر کے مسجد تعمیر
کرائی ہے سنہ ۱۹۳۲ء میں امامت شروع کی ہے اور محض فی سبیل اللہ درس قائم کیا ہے۔ میں نے مسجد میں درس پڑھانے
کی کوشش کی تو اہل محلہ نے نکتہ چینی کی کہ مسجد کی چٹائیاں خراب ہوتی ہیں و کتنے لگتے ہیں اور مسجد کی دیواریں وغیرہ خراب
ہوتی ہیں۔ لہٰذا میں نے قرآن مجید کا درس گھر میں پڑھانا شروع کر دیا ہے۔ کہ ان کی تعداد ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ کی ہوتی ہے ختم
قرآن و درس پر فریق دیگر کی کوئی اجرت وغیرہ نہیں ہے۔ صرف معاملہ تبلیغ کی خاطر درس قائم کیا ہے اور مسجد کی امامت بھی
فی سبیل اللہ ہے۔ میں نے دین اسلام کی اتنی خدمت کی ہے کہ پانچ ہزار کی آبادی میں شہر کا کوئی گھر ایسا نہیں کہ جس میں
قرآن مجید پڑھے ہوئے افراد نہ ہوں۔ سینکڑوں لوگ قرآن مجید پڑھ چکے ہیں اور کچھ حفظ بھی کر چکے ہیں۔ اس وقت بھی درس
قائم ہے اور بچے پڑھ رہے ہیں۔

میرا اپنا کاروبار دکانداری ہے اور میں گھر میں دکانداری کرتا ہوں۔ میری دو دکانداری سنہ ۱۹۳۴ء سے چل رہی
ہے۔ میرا گزارہ اسی دکانداری پر ہے اور کسی قسم کا ذریعہ معاش نہیں ہے۔

اس کے بعد سائل کا سوال یہ ہے کہ سائل کو امامت کرتے ہوئے چند سال گزر چکے ہیں کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا
ہے لیکن آج چند سال کے بعد ایک محلہ والے نے اعتراض کیا ہے کہ سائل کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے کیونکہ سائل کی بیوی
دکان پر سودا دیتی ہے۔ اس اعتراض سے سارے شہر میں ہلچل پڑ گئی ہے۔ صرف اہل اعتراض نے سائل کے پیچھے نماز پڑھنا
چھوڑ دی ہے اور باقی تمام لوگ سائل کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

سائل کی دکان گھر پر ہے اور اپنے ہی گھر میں بچوں کو درس دیتا ہے۔ درس اثناء سائل کی بیوی دکان پر مستورات کی
عورتوں کو سودا دیتی ہے۔ اور اگر کوئی مرد آ جاتا ہے تو سائل درس سے اٹھ کر سودا دیتا ہے۔ ہاں اگر محلہ کا کوئی شریف مرد
آ جاتا ہے تو سائل کی بیوی بھی دکان پر سودا دیتی ہے۔ فرمائیے کہ سائل کے پیچھے نماز ہوتی ہے کہ نہیں؟

العارض رضا محمد ولد غلام [illegible] دکاندار
محلہ [illegible] خاص ڈاکخانہ [illegible] ضلع [illegible]

الجواب — جتنا پردہ واجب ہے اس کے ترک سے گناہ اور اس میں بے پرواہی کرنے سے امامت میں
کراہت ہے [illegible] تمام کتب فقہ میں مصرح ہے کہ آزاد عورت کا تمام بدن بجز چہرہ و کفین کے واجب الستر ہے۔ اور چہرہ

کسی نوسر نے یہ کام اپنے بیٹے کے نام کردیا مگر حقیقت میں نفع وہی لیتا ہے۔ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب چونکہ سود لینا شرعاً حرام قطعی ہے۔ اس لئے اگر واقعی امام مذکور سود لیتا ہے تو وہ شرعاً فاسق اور مرتکب کبیرہ ہے۔ فاسق لائق امامت نہیں اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ایسے امام کو امامت سے علیحدہ کرنا مقتدیوں پر لازم ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ
نائب مفتی قاسم العلوم، ملتان
[illegible]

اصاب من اجاب
عبد اللطیف غفرلہ
قاسم العلوم، ملتان

الجواب صحیح
سید مسعود علی قادری
مفتی انوار العلوم، ملتان
[illegible] محرم الحرام ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس، ملتان

افیون کھانے والے کی امامت

سوال:- اگر امام افیون کھاتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

حاجی عبد اللہ، مشتاق آباد، ملتان۔

الجواب معذوریت کی بناء پر افیون کی اتنی مقدار جو سکر آور نہ ہو کھائی جاتی ہے۔ اس صورت میں کھانے والے کی امامت میں بھی کوئی کراہت نہ ہوگی۔ اور اگر لہو ولعب کے لئے کھائی جائے تو یہ حرام ہے اور امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے۔ واما القلیل فان کان للہو فھو حرام اھ

(شامی، ص [illegible] ج ۵)

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ

زبردستی امام نہیں بننا چاہئے

سوال:- ایک شخص زبردستی مصلے پر چڑھ جاتا ہے۔ اور اس کی امامت پر کوئی بھی راضی نہیں۔ اس شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۱۱ شخص مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ منکر شفاعت اگر کافر ہو تب تو یقیناً نماز پڑھانے کے قابل نہیں۔ اور اگر فاسق کہا جائے تو جرم اور کم درجہ ہے تب بھی امامت کے قابل نہیں۔ کذا فی الطحطاوی، جس کی عبارت یہ ہے۔

وفیہا وصل ای من یکون من اهل قبلتنا ولم یغل حتی لم یحکم بکفرہ تصح الصلوٰۃ خلفہ وتکرہ ولا یجوز خلف منکر الشفاعۃ والرؤیۃ وعذاب القبر والکرام الکاتبین لانہ کافر لتواتر ہذہ الامور من الشارع علیہ السلام۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰ شعبان ۱۳۹۰ھ

اہل تشیع سے دینی تعلقات رکھنے والے کی امامت

سوال ایک امام و خطیب نے فرقہ شیعہ کے ساتھ دوستی و تعلقات قائم کر رکھے ہیں حتی کہ خود بھی ان کی ماتم کی مجالس میں شریک ہوتا ہے اور ان کی مجلسوں میں تقریریں کرتا ہے اپنے محلہ کی ماتمی مجلس کا منتظم بھی ہے۔ اہل محلہ جب احتجاج کرتے ہیں تو شرعی جواز پیش کرنے سے عاجز آ کر الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے۔ بایں ہمہ دیکھنے میں شیعہ لوگ بھی اس کو امداد دیتے ہیں۔ بعض اہل محلہ اس کی دینی بے حسی اور تعلقات کی بنا پر اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہیں چاہتے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ تشیع سے اپنے جملہ تعلقات منقطع کرے اور اعلان کرے کہ میں آئندہ کے لئے اہل تشیع سے کسی قسم کے مراسم نہیں رکھوں گا۔ کیونکہ شیعوں سے مراسم اسلامیہ رکھنا اور ان کی مجالس میں شریک ہونا ناجائز ہے۔ اس پر وہ لوگ امام اہلسنت حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک متفقہ جامع فتویٰ پیش کرتے ہیں جس کو تمام علماء دیوبند کی تائید حاصل ہے۔ جن میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری و علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی بھی شامل ہیں۔ بعض دیگر فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ مشتبہ لکھا ہے۔ یہی عبارات جو اہل تشیع سے مقاطعت پر مستند نقل کیا جاتا ہے وہ عبارات و اقتباسات پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے اور فتویٰ کے بعد کسی فریق کو کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔

۱: ایک تو اس فتویٰ کا نام ہی ہے «شیعہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد کے متعلق علماء کرام کا متفقہ فتویٰ»

جو کلام اللہ کی تحریف کا قائل ہو وہ مرتد اور کافر ہے۔ اہل کتاب نہیں۔ ان سے مناکحت اور تعلقات رکھنا اشد حرام ہیں ..... لہٰذا شادی و غمی میں شرکت نہ کی جائے۔ ایسے عقیدے کے لوگ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر ہیں۔

ریاض الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند : ۱۸ صفر ۱۳۴۳ھ

۵ : عقائد مذکورہ فی السوال کے مطابق صرف مرتد اور کافر خارج از اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بھی اس حد درجہ کے ہیں کہ دوسرے فرق کم نکلیں گے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے مراسم اسلامیہ ترک کرنا چاہئے۔ فقط

محمد شفیق حسنی ناظم شعبہ تعلیمات دارالعلوم دیوبند

۶ : شیعہ روافض کے متعدد فرقے ہیں۔ بعد ان کے مختلف عقائد اور غلو ان باطل ہیں۔ بعضوں کی تکفیر واجب ہے جیسے اثنا عشریہ ہیں۔ اس لئے ان سے مناکحت ناجائز بلکہ جملہ مراسم اسلامیہ کا ترک کرنا ضروری ہے۔

محمد احمد جمال مدرس ادب و فقہ دارالعلوم دیوبند

۷ : شیعہ اپنے عقائد کی بنا پر خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ لہٰذا ان سے مراسم اسلامیہ مثلاً مناکحت، قربانی وذبیحہ استعمال کرنا، جنازہ پڑھنا، اور ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا، ان کو اپنے نکاحوں میں گواہ بنانا، مسجد کے لئے چندہ لینا وغیرہ کا ترک واجب ہے۔ جو شخص شیعوں سے ترک مراسم نہیں کرتا وہ اسلام سے خارج ہے اور ان ہی جیسا کافر ہے۔ فہو کاحد منہم۔ واللہ اعلم

مسعود احمد عفی اللہ عنہ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

۸ : شیعہ روافض کافر ہیں کیونکہ وہ قذف ام المؤمنین رضی اللہ عنہا اور سب شیخین کے علاوہ تحریف فی القرآن کے بھی قائل ہیں۔ کما فی کتبہم۔

مفتی محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

بنا بر اختصار ان عبارات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ امید ہے فتویٰ صادر فرمائیں کہ اہل محلہ کا مطالبہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب ـــــ اہل تشیع سے امام صاحب کا اس قدر میل جول کسی صورت درست نہیں۔ اہل محلہ کا مطالبہ صحیح ہے جب تک امام صاحب کے بارے میں اطمینان نہ ہو جائے ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے احتیاط کی جائے۔ جو ضروریات دین کا منکر ہو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۱۱/۱۴۰۰ھ

محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس، ملتان
۲۹/۱۱/۱۴۰۰ھ

میلاد میں قیام کرنے والے کی امامت

سوال کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حاضر و ناظر ہر مجلس و ہر مکان میں ہیں اور ہر جگہ ہیں۔ میلاد وغیرہ میں جو اصحاب قیام کرنا لازمی سمجھ کر اور حاضر و ناظر سمجھ کر کرتے ہیں شرعاً ثبوت ملتا ہے؟ خیر القرون میں بھی قیام کرتے تھے؟ اگر ایسے اعتقاد والا صاحب امامت کرے تو نماز ادا ہو گی یا مکروہ ہو گی؟

الجواب غیر اللہ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا لازم ہے۔ اس پر قائم رہنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے لئے کھڑے ہونے سے منع فرمایا تھا۔ جب آپ کا انتقال شریف ہوا اس کے بعد بھی وہی حکم باقی ہے۔ خیر القرون میں کہیں قیام معروف و معمول نہیں۔ لہٰذا مجرد قیام بغیر اس عقیدہ باطلہ کے بھی ترک کرنا چاہیئے۔ کرنے والا مبتدع ہے۔ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ

مفتی مدرسہ قاسم العلوم، ملتان

المجیب مصیب
محمد شفیع عفی عنہ
مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر لہ
مفتی خیر المدارس ملتان [illegible]

گیارہویں کو ضروری سمجھنے والے کی امامت

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک بستی میں دو فرقے ہیں۔ ایک فرقہ گیارہویں کو اچھا اور ضروری سمجھتا ہے۔ اور جمعرات کے ختم کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ اور جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو تیسرے دن تیجہ کرتے ہیں یعنی چنے بھون کر تقسیم کرتے ہیں اور چالیسویں دن کے بعد چاول وغیرہ پکاتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں۔

اور دوسرا گروہ ان سب چیزوں کو بدعت سمجھتا ہے اور ترک بھی کرتے ہیں۔ نیز یہ دوسرے گروہ والے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ بڑے بھائی جتنا درجہ ہے۔

تو آپ بندہ کے دل کی تشفی فرمائیں کہ کون سا ان دونوں میں حق پر ہے اور میں کس کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں یا اکیلا ہی نماز پڑھوں؟ اور میں دیوبندی حضرات کا معتقد ہوں۔

آغا خانی کا جنازہ پڑھنے والے کی امامت

سوال — گذشتہ دنوں ایک آغا خانی اسماعیلی خاندان کے افراد کی جو کہ ایک حادثہ میں ہلاک ہو گئے نماز جنازہ ایک خطیب نے پڑھائی اور کہا کہ یہ بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمام علماء کے فیصلہ متفقہ کے باوجود فاضل خطیب نے یہ کہا کہ میں اپنی ذمہ داری پر نماز پڑھاتا ہوں۔ لہذا آپ سے فتویٰ درکار ہے۔

الجواب — فرقہ آغا خانی کے عقائد شریعت کے سراسر منافی ہیں۔ لہذا یہ فرقہ خارج از اسلام ہے جس کے کسی فرد پر نماز جنازہ پڑھنا ہرگز درست نہیں۔ لہذا خطیب صاحب موصوف پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ باوجود فہمائش کے اگر توبہ نہ کریں تو لائق امامت نہیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
[illegible]

الجواب صحیح
عبد الستار
مفتی خیر المدارس ملتان
[illegible]

○

مرزائیوں سے ملے ہوئے امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال — کالا باغ میں ایک مسجد ہے جس کی سرپرستی فرقہ مرزائیہ لاہوری پارٹی کو حاصل ہے۔ جانب مرزائیہ سے باتنخواہ امام مقرر ہے۔ ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب — اگر امام کے عقائد اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہیں تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ مسجد کا انتظام اپنے ذمہ لے لیں۔

فقط واللہ اعلم
بندہ اصغر علی عفی عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

○

جبراً کسی کے مکان پر قبضہ کرنے والے کی امامت

سوال: ۱۔ ایک شخص عرصہ سے جابرانہ طور پر کسی کے مکان پر بغیر معاوضہ و کرایہ کے رہائش پذیر ہے۔ مالک مکان جو ضعیف و کمزور ہونے کے مکان کی واپسی کے لئے کوئی کارروائی کرنے سے قاصر و معذور ہے۔ تو کیا اس قابض شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ اور بحالت مجبوری جب کہ دوسری جگہ جماعت کی نماز نہ مل سکتی ہو تو مذکور امام کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے یا تنہا اپنی علیحدہ نماز پڑھیں؟

۲۔ قبر اطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت شرعاً کیا حیثیت رکھتی ہے۔ یعنی قبر اطہر کی زیارت کرنا مستحب ہے یا سنت یا واجب؟

الجواب: اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یہ شخص ظالم و فاسق ہے اور امامت اس کی مکروہ ہے۔ لیکن اگر اور امام نہ ملتا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے اولیٰ و افضل ہے۔

۲۔ روضۂ اطہر کی زیارت مستحب ہے۔ بلکہ ایک قول ذی وسعت کے لئے وجوب کا بھی ملتا ہے۔

وزیارۃ قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم مندوبۃ بل قیل واجبۃ لمن لہ سعۃ۔

[illegible] ص ۱۵۰ ج ۲

الجواب صحیح
محمد عبداللہ غفرلہ

بندہ اصغر علی غفرلہ
[illegible] ۱۴۰۰ھ

○

سلسلۂ بیعت کا قائل نہ ہونے والے کی امامت

سوال: ایک شخص جو مرشد بنا ہوا ہے در حقیقت اس سلسلۂ بیعت کو برا کہتا ہے کبھی کہتا ہے کہ کوئی کامل مرشد ہی نہیں، کبھی کہتا ہے پیر جو شعبدہ باز ہوں ملتا ہی نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب: پیر مرشد ہونا تو کوئی قابل مواخذہ جرم نہیں۔ کیونکہ کسی بزرگ کی بیعت کرنا ضروری نہیں یہ ایک مستحب ہے لیکن شخص مذکور کا سلسلۂ بیعت کو برا کہنا اور اس سلسلے والے حضرات کو برا کہنا اور توہین کرنا جائز ہے، اگر یہ شخص ایسا ہے تو اس کی امامت درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ

○

جمہور امت کی تکفیر کرنے والے کی اقتداء مکروہ ہے

مولوی احمد سعید چتروڑگڑھی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ یا اس کے ہم عقیدہ لوگوں کے پیچھے نماز درست ہے۔ اگر پڑھ لی جائے تو نماز درست ہے یا اعادہ واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔
مولوی احمد سعید کے عقائد اور نظریات کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں۔ اس کے بغیر حکم لگانا مشکل ہے۔ مگر ایک بات مولوی صاحب مذکور کے متعلق ثقات سے معلوم ہوئی ہے کہ وہ جب جمعہ پڑھاتا ہے تو حرمین شریفین کی طرح نماز پڑھاتا ہے۔ اور جب باہر سفر میں ہوتا ہے تو حنفیہ کی طرح نماز پڑھتا پڑھاتا ہے اور یہ ایک قسم کا تصنع اور ریا ہے۔ پس اگر یہ روایت درست ہے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔

درمختار میں ہے۔ وکذا امام مراء ومتصنع۔ (شامی ج۱ ص ۵۲۲)۔

علاوہ ازیں مولوی صاحب کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ سماع موتیٰ اور سماع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند القبر شریف کا منکر ہے اور قائلین کی تکفیر کرتا ہے۔ اس سے جمہور امت کی تکفیر ہوتی ہے اور جمہور امت کی تکفیر کرنے والا مبتدع ہے۔ پس اگر اس نے توبہ کر کے اس عقیدہ سے رجوع نہیں کیا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

درمختار میں ہے۔ ومبتدع ای صاحب بدعۃ (ج۱ ص ۵۲۳)۔

جو عالم مندرجہ بالا عقیدہ رکھے یعنی قائلین سماع موتیٰ کی تکفیر کرے اس کا بھی یہی حکم ہے جو اوپر لکھا گیا ہے۔

فقط واللہ اعلم

عبدالستار عفی عنہ
مدرس دارالعلوم کبیر والا ضلع ملتان

الجواب صحیح: علی محمد عفی عنہ
مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم کبیر والا

الجواب صحیح: الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۰ / ۲ / ۱۴۰۱ھ

ڈاکٹر عثمانی کے متبعین کی اقتداء میں پڑھی جانے والی

نمازیں واجب الاعادہ ہیں

ڈاکٹر مسعود الدین کے نظریات درج ذیل ہیں۔

۱ : عذاب قبر اس ارضی قبر میں نہیں ہوتا بلکہ روح کو برزخی جسم میں ڈال کر علیین یا سجین میں ڈال کر عذاب یا راحت کی کیفیات ہوتی ہیں۔

۲ : وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ والی قبر اقدس میں نہیں ہیں۔

۳ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور یا قریب سے سننے والا جاننا بہرحال مشرکانہ عقیدہ کا حامل ہے۔

۴ : آدم علیہ السلام کا ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے والی احادیث اور قصہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بنانے والی احادیث غلط ہیں۔

۵ : زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جملہ احادیث بناوٹی ہیں۔

۶ : خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت والی احادیث من گھڑت ہیں۔

۷ : ہر طرح کے تعویذ کرنا اور بیماری پر دم کرنا وغیرہ کفر و شرک ہے۔

۸ : سنہ ۳۰ھ سے لے کر سنہ ۱۳۰۰ھ تک جتنے بزرگان دین، اولیاء کرام بشمول خاندان ولی اللہ شاہ عبدالرحیم، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتا ہے کہ آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے قرآن و حدیث کے دین سے بالکل الگ ہے۔

۹ : اصل دین تو اس برصغیر پاک و ہند میں کبھی آیا ہی نہیں۔

۱۰ : جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک والی قبر اقدس میں زندہ مانتے ہیں کہ ان کا درود و سلام سنتے ہیں ان کے عقائد باطل ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہیں۔

۱۔ ایسے عقائد والا شخص کافر ہے یا مسلمان، ہدایت پر ہے یا ضلالت پر۔

۲۔ مندرجہ بالا اعتقاد والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

۳۔ جن لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں آیا وہ اعادہ کریں۔

الجواب ۱۔ ڈاکٹر عثمانی خطرناک گمراہ اور گمراہ کنندہ ہے اقرب الی الکفر ہے۔

۲۔ ایسے عقائد کے حامل کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

۳۔ نمازوں کا اعادہ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی — مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۵/۱۴۰۶ھ

داڑھی مونڈنے کو پیشہ بنانے والے کی امامت

ایک امام مسجد کے پیچھے بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ امام کہ لوگوں کی داڑھیاں مونڈتا ہے از روئے شریعت ایسے امام کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

سائل عبداللطیف المقتدر جھکڑ

الجواب اگر وہ داڑھی مونڈنے کا پیشہ نہ چھوڑے تو اسے امام نہ رکھا جائے۔

فقط واللہ اعلم — الجواب صحیح

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۵/۲/۱۴۰۲ھ — صدر مفتی خیر المدارس ملتان

ہیرا پھیری کرنے والے کی امامت

چولستان کے لوگوں کو گورنمنٹ زمین تقسیم کرتی ہے جس میں یہ شرط یہ ہوتی ہے کہ جس شخص کو زمین تقسیم کی جاتی ہے وہ چولستان کا رہائشی ہو، نمبردار اس کی تصدیق کرے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے اور یہاں کا مستقل رہائشی ہے مذکورہ شرائط سے وہ شخص زمین کا حقدار ہے۔ لیکن ایک شخص نے نمبردار سے دھوکہ سے تصدیق کروا کر اور ہیرا پھیری کرکے زمین حاصل کرلی۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہ امامت

کے لائق ہے یا نہیں؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب امام صاحب تا وقتیکہ توبہ کر کے اس ہیرا پھیری کی تلافی نہ کریں ان کی امامت مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۴۰۲/۲/۱۰ھ

خلا پر کرنے کیلئے بحالت نماز پچھلی صف سے اگلی صف میں آنا

ایک آدمی جماعت میں دوسری صف میں آکر شریک ہوا نماز شروع کرنے کے بعد دیکھا کہ پہلی صف میں سامنے ایک آدمی کے کھڑے ہونے کی گنجائش ہے تو وہ یہیں کھڑا رہے یا چل کر اگلی صف میں شریک ہو جائے۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب چل کر اگلی صف کو جا پر کرے اس چلنے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

... اذا رأى الفرجة بعد ما احرم هل يمشي اليها لم أره صريحا وظاهر الاطلاق نعم ويفيده مسألة من جذب غيره من الصف كما قدمناه فانه ينبغي له ان يجيبه لتسد الفرجة وان كان هذا عن الجذب فمشيه لنفي الكراهة عن نفسه اولى فتأمل ثم رأيت في مفسدات الصلوة عن القنية عن التجنيس انه لو كان في الصف الثاني فرأى فرجة في الاولى فمشى اليها لم تفسد صلوته لانه مأمور بالمراصة قال عليه الصلوة والسلام تراصوا في الصفوف ولو كان في الصف الثالث تفسد. اه. اي لانه عمل كثير وظاهر التعليل بالامر انه يطلب المشي اليها تأمل اه (شامي ج ١ ص ٣٣١) فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۱/۳/۷ھ

جماعت کے وقت کوئی بزرگ آجائیں تو کون نماز پڑھائے

ہماری مسجد کے امام و خطیب مقرر ہیں اور وہ نماز کے وقت موجود بھی ہوتے ہیں اور کبھی کبھار اوقات کوئی عالم یا بزرگ آجاتے ہیں تو کچھ مقتدی اصرار کرتے ہیں کہ آنے والے نماز پڑھائیں۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ سابق امام ہی امامت کے زیادہ مستحق ہیں یا نو وارد امام نماز پڑھائیں۔ بینوا توجروا۔

فضیل الرحمٰن ساہیوال

الجواب باسمہٖ تعالیٰ — پہلے سے مقرر امام ہی نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے نو وارد کو آگے کریں تو کوئی حرج نہیں۔

واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولى بالامامة من غيره مطلقا. اهـ در مختار. وقوله مطلقا اي وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأ منه وفي التاتارخانية جماعة اضياف في دار يريد ان يتقدم احدهم ينبغي ان يتقدم المالك فان قدم واحدا منهم لعلمه وكبره فهو افضل. اهـ شامية ج ۱ ص ۳۷۴ نفعنا الله بها۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان [illegible]

نماز کے بعد نمازیوں کا آپس میں یا امام صاحب سے مصافحہ کرنا بدعت ہے

مسجد میں نماز با جماعت کے بعد اکثر نمازی امام صاحب سے مصافحہ کرتے ہیں، اس کی علماء کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟

سائل عبدالرزاق خان ساہیوال

الجواب باسمہٖ تعالیٰ — نماز کے بعد لوگوں کا آپس میں یا امام صاحب سے مصافحہ کرنا بدعت ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے جس سے احتراز لازم ہے۔

وينبغي له ان يمنع ما احدثوه من المصافحة بعد صلوة الصبح

وبعد صلوة العصر وبعد صلوة الجمعة بل زاد بعضهم في هذا الوقت فمنع ذلك بعد صلوة الضحى وذلك كله من البدع۔ (المدخل ج ۲ ص …) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی — … ھ — مفتی خیر المدارس ملتان

اجنبیہ کے ساتھ میل جول رکھنے والے کی امامت

ایک امام مسجد جو قرآن مجید صرف ناظرہ پڑھا ہوا ہے دیگر مسائل سے بھی واقف نہیں ہے۔ نیز نامحرم عورت کو روزانہ سائیکل پر اسٹیشن سے لے کر لاتا ہے جو تین میل کا فاصلہ ہے کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا اور اسے مستقل امام رکھنا درست ہے۔

الجواب اجنبیہ عورت کے ساتھ اس قدر میل جول رکھنے والا شخص قابل امامت نہیں اور قطع نظر اس تعلق کے امام کے لئے نماز کے مسائل کا عالم ہونا بھی ضروری ہے لہٰذا کسی متبع سنت عالم کو امام بنایا جاوے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — حررہ محمد انور شاہ غفرلہ
بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی — ۱۳۹۰ھ — مفتی خیر المدارس ملتان

امام مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے اٹھ جائے تو مقتدی پورا کر کے اٹھے

۱۔ جب امام کی قیادت میں مقتدی نماز پڑھتا ہے اور امام "التحیات" کو جلدی سے پڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب مقتدی کو "التحیات" پوری کر کے کھڑا ہونا چاہئے یا فوراً امام کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور التحیات کو چھوڑ دے حالانکہ مقتدی کو یقینی اعتماد ہے کہ امام کے رکوع سے پہلے ہی قیام میں شامل ہو جائے گا۔ اب آیا امام کا اتباع ضروری ہے یا التحیات کو پورا کرے۔

۲۔ امام کے پیچھے اگر مقتدی سے کوئی فرض یعنی رکن چھوٹ جائے جیسے قیام یا رکوع یا سجدہ وغیرہ تو

امام کے پیچھے مقتدی کی نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ ایسی صورت میں مقتدی کو کیا کرنا چاہئے؟

شاہ محمد۔ ساہیوال

الجواب (۱) اس صورت میں مقتدی التحیات پوری کرکے اٹھے۔

والحاصل ان متابعة الامام في الفرائض والواجبات من غير تأخير واجبة فان عارضها واجب لا ينبغي ان يفوته بل يأتي به ثم يتابع كما لو قام الامام قبل ان يتم المقتدي التشهد فانه يتمه ثم يقوم لان الاتيان به لا يفوت المتابعة بالكلية وانما يؤخرها والمتابعة مع قطعه تفوته بالكلية فكان تأخير احد الواجبين مع الاتيان بهما اولى من ترك احدهما بالكلية الخ

(شامی ج ۱ ص ۴۹۶)

(۲) وہ فرض ادا کرے جہاں امام ہو وہاں شامل ہو جائے۔ فرض ترک ہو جانے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔
فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ — ۲۲ / ۳ / ۹۸ھ

الجواب صحیح — عبدہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی — مفتی خیر المدارس ملتان

حافظ و قاری میں سے امامت کیلئے قاری کو ترجیح دی جائے

ایک امام صاحب کا لڑکا حافظ قرآن ہے قرأت سے نابلد ہے۔ دوسرے حافظ صاحب جو کہ بچوں کے درس و تدریس کیلئے متعین ہیں نیز لوکل امام ہیں اور گانا بجانے کی لذت کا شکار ہیں۔ دونوں میں سے کس کو ترجیح کا امام مقرر کیا جائے؟

الجواب اگر مسائل نماز کے متعلق دونوں کی قابلیت مساوی ہے تو مستند قاری کو ترجیح ہے حافظ محض پر۔ نیز حافظ محض کا مبتلائے معصیت ہونا بھی اس کے مرجوح ہونے کی قوی دلیل ہے۔

والاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلوة الخ

ثم الاحسن تلاوة وتجويدًا ای وبذلک اعلم معنی قولہم اقرأ ای اجود لا اکثرہم حفظًا وان معنی الحسن فی التلاوۃ ان یکون عالمًا بکیفیۃ الحروف والوقف وما یتعلق بہا۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی — ۳/۳/۱۳۹۷ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

اکیلا آدمی اگلی صف سے کسی کو کھینچ لے یا اکیلا کھڑا ہو جائے؟

جماعت کی پہلی صف مکمل ہے اور پیچھے سے ایک آدمی نماز میں ملتا ہے اور کوئی آدمی نہیں اور پہلی صف میں جگہ بھی نہیں ہے۔ کیا وہ پہلی صف سے آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ملا سکتا ہے تو وہ آدمی کہاں سے پکڑ کر اپنے ساتھ ملائے۔ ایک طرف سے یا درمیان سے یا امام کے پیچھے سے؟

سائل محمد لطف اللہ ثناء اللہ لاہور

الجواب آج کل جہالت عام ہے اگر اگلی صف سے کسی کو کھینچا گیا تو غالب گمان ہے کہ وہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے گا کہ جس سے نماز خراب ہو جائے گی۔ لہٰذا کسی کو کھینچنا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر آدمی سمجھدار ہے مسائل جاننے والا ہے اور اس کا خطرہ نہ ہو کہ نماز فاسد کر دے گا تو یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بائیں طرف سے کسی کو کھینچ لے۔ اور اگر دائیں جانب سے کھینچے تو بھی مضائقہ نہیں۔ (امداد المفتیین)۔

وقدمنا کراہیۃ القیام فی صف خلف صف فیہ فرجۃ للنہی وکذا القیام منفردًا وان لم یجد فرجۃ بل یجذب احدا من الصف ذکرہ ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولیٰ فلذا قال فی البحر یکرہ وحدہ الا اذا لم یجد فرجۃ۔ اھ (در مختار)۔

(قولہ لکن قالوا الخ) القائل صاحب القنیۃ فانہ عزا الیٰ بعض

الكتب انه جماعة ولم يجد في الصف فرجة قيل يقوم وحده ويعذر وقيل يجذب واحدا من الصف الى نفسه فيقف بجنبه والاصح ما روى هشام عن محمد انه ينتظر الى الركوع فان جاء رجل والا جذب اليه رجلا او دخل في الصف ثم قال في القنية والقيام وحده اولى في زماننا لغلبة الجهل على العوام فاذا جره تفسد صلوته قال في الخزائن قلت وينبغي التفويض الى رأي المبتلى فان رأى من لا يتأذى لدين او صداقة زاحمه او عالما جذبه والا انفرد اهـ قلت وهو توفيق حسن اختاره ابن وهبان في شرح منظومته اهـ (شامية ج۱)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰؍۶؍۱۴۰۲ھ

ثالث بالخیر کی امامت کا حکم

ولد الزنا، ثالث بالخیر، مسلم اہل علم امامت کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب اگر حاضرین میں علم وعمل کے لحاظ سے وہی افضل ہے تو بلا کراہت امامت کرا سکتا ہے۔

وفي الشامية ولو عدمت اي علة الكراهة بان كان الاعرابي افضل من الحضري والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدة والاعمى من البصير فالحكم بالضد اهـ

(شامی ج۱ ص ۳۷۲) فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

ایک حدیث سے عورت کی امامت پر استدلال کا جواب

فرانس کی یونیورسٹی کے ایک ڈاکٹر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ پر تشریف لے گئے تھے تو فرض امامت ایک بی بی کے سپرد فرما گئے تھے۔ وہ محترمہ خواتین مرد و زن کی امامت فرمایا کرتی تھی یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ اب بھی عورت مردوں کی امامت سرانجام دے سکتی ہے۔ سنن نسائی اور ابو داؤد کا حوالہ دیا ہے اس کے متعلق وضاحت کیجائے بینوا توجروا۔

الجواب حوالہ تعیین باب وصفحہ لکھا جاتا تو بہتر تھا تاکہ پوری تحقیق ہو سکتی۔ ابوداؤد میں ایک روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر پر تشریف لے جانے لگے تو ام ورقہ بنت نوفل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی ساتھ جانے کی اجازت دیجئے میں وہاں زخمیوں کی خدمت کرتی رہوں گی شاید مجھے بھی شہادت نصیب ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں ٹھہرو تمہیں اللہ تعالیٰ شہادت عطا فرمائیں گے پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ میں اپنے احاطہ میں واقع گھروں کے لئے ایک مؤذن رکھ لوں تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دے دی۔ اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ

وامرھا ان تؤم اھل دارھا ای نساء المحلۃ ۔ اھ بذل المجہود
ج [illegible] ص [illegible]

شاید ڈاکٹر صاحب موصوف اس حدیث کو بنیاد بنا کر اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہوں۔ مگر اس حدیث سے ان کا استدلال درست نہیں۔ جو کچھ ڈاکٹر صاحب کہنا چاہتے ہیں وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

محدثین نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس سے یہ استدلال کرنا کہ عورت مردوں کی امامت کر سکتی ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ اس حدیث سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ مردوں کی امامت بھی کراتی تھیں۔ اسی کے تحت یہ بھی لکھا ہے کہ احادیث واجماع امت کی رو سے عورت مردوں کی امامت نہیں کرا سکتی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بذل المجہود شرح ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱

اور عورت کا عورتوں کی امامت کرانا بھی منسوخ ہے۔

ہدایہ میں عورت کی امامت کی کراہت کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو امامت کرانا منقول ہے وہ ابتداءِ اسلام پر محمول ہے اور منسوخ ہے۔

وحمل فعلها اى عائشة رضى الله تعالى عنها الجماعة على ابتداء الاسلام قال فى الفتح الحاصل انه منسوخ۔ (حواشی ہدایہ ج ۱ ص ۱۰۳)۔

الحاصل عورت نہ مردوں کی امامت کرا سکتی ہے، اور نہ عورتوں کی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ معین مفتی ۲۰/۲/۱۴۰۶ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

حسین وجمیل امرد کی امامت

ایک صاحب علاوہ حافظ القرآن جس کی عمر تقریباً سولہ سال ہے اور بالغ ہے۔ داڑھی ابھی تک نہیں اتری۔ داڑھی کے اترنے کے معمولی آثار نظر آتے ہیں نیز معزز نمازی اس کے پیچھے نماز کی ترغیب کرتے ہیں۔ ابتدائی دینی تعلیم اب شروع کی ہے۔ بڑے مسائل سے ناواقف ہے۔ کیا اس کو مستقل امام مقرر کیا جا سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب ــــ اگر نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہو حسین وجمیل بھی نہ ہو تو بلا کراہت نماز درست ہے۔ حسین وجمیل ہونے کی صورت میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

درمختار میں ہے۔

وكذا تكره خلف أمرد الخ. قال العلامة الشامى: الظاهر انها تنزيهية ايضا والظاهر ايضا كما قال الرحمتى ان المراد به الصبيح الوجه لانه محل الفتنة۔ (ج ۱ ص ۴۱۵ شامی [illegible])۔

الحاصل اگر غیر امرد امام مل سکتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ اس کو امام نہ بنایا جائے ورنہ اجازت ہے۔
فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔ ۱۲/۲/۱۴۰۶ھ

غیر مقلد نما مشکک کی امامت

ا : جو شخص ائمہ اربعہ کے مسائل کو بیک وقت جائز سمجھتا ہے اور متعین امام کی تقلید کو تعصب قرار دیتا ہے اور عوام الناس کو بھی اس کی تلقین کرتا ہے۔

ب : دعا بعد الفرائض بحیثیت اجتماعیہ من غیر لزوم مع رفع الیدین کو بدعت قرار دیتا ہے۔

ج : اکابر علماء مثلاً حضرت تھانوی رح، حضرت بنوری رح، حضرت شیخ الحدیث رح کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ ان کی عبادات میں شرک وکفر ہے۔

د : ان عقائد کے حامل کو امام بنانا اور اس کے درس میں شریک ہونا کیسا ہے۔

ہ : مذکورہ بالا عقائد کے باوجود اپنے آپ کو حنفی قرار دیتا ہے۔ کیا ایسا شخص حنفی ہو سکتا ہے اور معیار حنفیت کیا ہے؟

الجواب امام صاحب موصوف سلف کے بارے میں مذکورہ اعتقاد سے محروم معلوم ہوتے ہیں جو دور حاضر کا عام مرض ہے۔ یعنی "تشکیک بنام تحقیق" عوام کے لئے ایسی تشکیکات مضر ہیں۔ پس ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ یہی حکم ان کے درس کا ہے۔ اس علاقے میں بھی ایک عالم تھے جنہوں نے پہلے دعا بعد الفرائض کا انکار کیا۔ بعد چندے کھلے غیر مقلد بن گئے۔ بلکہ غیر مقلدین کے مدرسے کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اب ترقی کر کے شاید کہیں چلے گئے ہیں۔

۲، ۳، ۴ ۔ جو شخص حنفیت کا التزام نہیں کرتا وہ حنفی کیسے کہلا سکتا ہے۔ یہ واضح ضرورت کا مستثناء امر آخر ہے۔ اس سے معیار حنفیت بھی معلوم ہو گیا۔ کہ مذہب حنفی کو قرآن وحدیث اور اجماع امت و دلائل شرعیہ کے اقرب سمجھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

امام میں ان امور کا ہونا ضروری ہے

ائمہ مساجد کے لئے شریعت میں از روئے قرأت وتجوید وتعلیم دین کے کوئی معیار مقرر ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اس معیار پر پورا اترے تو وہ اس منصب امامت کے قابل ہو۔ اور جو کم ہے تو اس

کے پیچھے نماز فاسد و مکروہ اور ناجائز ہو۔ از روئے فقہ حنفی دلائل سے مزین فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــ امامت کے لئے شرعاً کم از کم یہ معیار ضروری ہے: ۱۔ قرآن مجید کا آخری پارہ مکمل بالتصحیح تجوید کے ضروری قواعد کی رو سے صحیح اور حفظ ہو۔

۲۔ پاکی، وضوء، غسل، اور نماز کے ضروری مسائل کا علم رکھتا ہو۔ نماز کے مفسدات، مکروہات، مستحبات، و فرائض و واجبات کی تفصیلات سے آگاہ ہو۔

۳۔ اعمال میں کوئی علامت فسق، داڑھی منڈانا، جماعت کی پابندی نہ کرنا، گناہ کبیرہ کا ارتکاب ظاہر نہ ہو، مفسد نہ ہو۔[1]

۔ اولیٰ معیار ہے۔ نئے ائمہ کا تقرر اس وقت ہونا چاہئے جب کہ امیدوار معیار مذکور پر پورا اترنے کی سند کسی مستند ادارے سے حاصل کرے۔ یا مقامی علماء امیدوار کو اس معیار کے مطابق پائیں۔ قدیم ائمہ کی بتدریج اصلاح ہونی چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح　　　　بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ رئیس الافتاء　　　　نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

[1] اذا اجتمع قوم ولم یکن بین الحاضرین صاحب منزل اجتمعوا فیه ولا فیهم ذو وظیفة وهو امام المحل ولا ذو سلطان کامیر ووال وقاض فالاعلم باحکام الصلوٰة الحافظ ما به سنة القراءة ویجتنب الفواحش الظاهرة وان کان غیر متبحر فی بقیة العلوم احق بالامامة. مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی [illegible]۔ فقط واللہ اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ

صرف نابالغ بچے مقتدی ہوں تو بھی جماعت کرائی جائے

مسجد میں اذان ہو گئی اور امام صاحب کے علاوہ چند نابالغ بچے جن کی عمریں تقریباً دس سال یا بارہ سال کی ہوں گی موجود ہیں اور جماعت کا وقت ہو گیا ہے اور بالغ کوئی موجود نہیں۔ تو کیا امام

ان نابالغ بچوں کو مقتدی بنا کر جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں ؟ — محمد لطف اللہ خالد شاہ جمال ڈیرہ غازی خان

الجواب فی الفتاوی العالمگیریة ج ۱ ص ۸۳ — ان زاد علی الواحد فی غیر الجمعة فهو جماعة وان كان معه صبی عاقل كذا فی السراجية ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں بھی جماعت ہو جاتی ہے تو نابالغ لڑکوں کی صف بنا کر امام صاحب ان کو نماز پڑھائیں ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی — ۱۴/۲/ — جامعہ خیر المدارس ملتان ۔

مقتدی اللہ اکبر کہہ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے تو رکعت کا حکم

۱ :- فرضوں کی جماعت کھڑی ہے اور ایک آدمی بعد میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام رکوع میں چلا جاتا ہے ۔ وہ آنے والا اللہ اکبر کہہ کر سیدھا رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ۔ لیکن رکوع سے پہلے اللہ اکبر کہنے کے بعد ہاتھ باندھ کر قیام نہیں کرتا اور امام کے ساتھ نماز مکمل کر لیتا ہے تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں ؟

۲ :- بعد میں آنے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کرتا ہے تو یہ قیام کتنی دیر کا ہونا چاہیے

۳ :- بعد میں شامل ہونے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر تھوڑا سا قیام کر کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے ۔ ابھی اس نے ایک دفعہ ہی " سبحان ربی العظیم " کہا تھا کہ امام صاحب رکوع سے کھڑے ہو گئے ۔ تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی یا نہیں ؟

۴ :- بعد میں آنے والا شخص تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کر کے رکوع میں گیا ہی تھا اور کوئی تسبیح وغیرہ بھی نہیں کہہ سکا ۔ وہ امام صاحب رکوع سے اٹھ کھڑے ہو گئے ۔ تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی یا نہیں ؟

المستفتی محمد لطف اللہ خالد شاہ جمال ڈیرہ غازی خان

الجواب ان تمام صورتوں میں وہ رکعت مل گئی ۔ اللہ اکبر کہنے کے بعد ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ اور لو شارک الامام فی الرکوع فحکمه تاقدمه ثم

شرح فی المحیط و شرح الاسلام فی الرفع الاصح ان یعتد بہا انا وجدت المشارکۃ قبل ان یستقیم قائما وان قل فی معراج الدرایۃ ۔ عالمگیری ج ۱ ص ۹۲ ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۲۱ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدہ سہو کے بعد جماعت میں شریک ہونے والے کا حکم

مسئلہ: اگر کوئی شخص امام کے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد اقتداء کرے تو اس کی اقتداء درست نہیں۔ لیکن جب امام سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرتا ہے تو اس صورت میں اگر کوئی سلام فراغت سے پہلے پہلے شریک ہو جائے تو اس کی اقتداء درست ہو جاتی ہے۔ ان دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟

الجواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے سجدہ سہو کیا تو دوبارہ نماز کی طرف لوٹ آیا، وہ تشہد اور قعدہ گویا ختم ہو گیا ہے۔ اب دوبارہ تشہد پڑھ کر بذریعہ سلام نماز سے نکلے گا۔ پس اس قعدہ میں اقتداء صحیح ہو گی۔ پہلے سلام پر نماز کا ختم ہونا غیر ساہی کے لئے ہے۔ ساہی سجدہ سہو کرنے پر دوبارہ نماز کی طرف لوٹ آتا ہے۔

قال فی الشامیۃ وھذا فی غیر الساھی اما ھو فاذا سجد له بعد السلام یعود الی حرمتہا ۔ اھ (ج ۱، ص ۴۹۰) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۱ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

صحت اقتداء کیلئے اتحادِ مکان ضروری ہے

ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی جاتی ہے۔ مسجد کے شمالی جانب ایک گلی ہے اور مسجد کے کمرہ کے محاذ میں شمالی گلی کے شمالی جانب ایک دوسرے محلہ کا ایک صحن متصل ہے اس صحن میں عورتیں

کی جمعہ کی اقتداء جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں عورتوں کی اقتداء اس مکان میں درست نہیں عدم اتحاد مکان کی وجہ سے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فقد تحرر بما تقرر أن اختلاف المکان مانع من صحۃ الاقتداء ولو بلا اشتباہ وانہ عند الاشتباہ لا یصح الاقتداء وان اتحد المکان اھ (شامی ج ۱ ص ۵۵۰) فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ — ۲۲ / محرم / ھ — الجواب صحیح
مفتی خیر المدارس ملتان — بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

اکیلے نماز پڑھنے والے کی اقتداء کا حکم

زید ظہر کے فرض پڑھ رہا تھا کہ بکر نے اس کے پیچھے آ کر کہا کہ تو میرا امام ہے اور میں تیرا مقتدی حالانکہ زید کچھ رکعتیں پڑھ چکا تھا۔ پھر زید نے زور سے تکبیر کہنی شروع کر دی کیونکہ اس نے اسے مقتدی تصور کر کے نیت کر لی۔ کیا یہ امامت و اقتداء درست ہے ؟

الجواب ہر دو کی نماز صحیح ہو گئی۔

وفی العالمگیریۃ ولا یحتاج الی نیۃ الامامۃ حتی لو نوی ان لا یؤم فلانا فجاء فلان واقتدی بہ جاز اھ (ج ۱ ص ۶۶) قال جابر سرت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ فقام یصلی فجئت حتی قمت عن یسارہ فاخذ بیدی فادارنی عن یمینہ اھ (شامی بحوالہ مسلم ج ۱ ص ۳۲۰)

الجواب صحیح — الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۳۹۹ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مُردوں کو نہلانے والے کی امامت

ایک مولوی صاحب سنتالیس سے مسجد کی خدمت کر رہا ہے۔ امامت وغیرہ خدا واسطے کرتے ہیں اور تنخواہ مقرر نہیں۔

میت کو اگر گھر والا نہیں نہلا سکتا، تو مولوی صاحب اس میت کو غسل دے دیتے ہیں ثواب کی نیت سے۔ اگر کوئی کچھ دے دے تو لے لیتے ہیں۔ آیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

مردہ کو بہ نیت ثواب غسل دینا ایک نیک کام ہے۔ اس کی وجہ سے امامت میں کوئی کراہت وغیرہ پیدا نہیں ہوتی۔ جن فقہاء نے مکروہ لکھا ہے اس سے مراد وہ غسل دینے والا ہے جو بالاجرت یہ پیشہ رکھتا ہو۔ اور وہ بھی ان کے نزدیک جو کہ مردہ کے غسل کی اجرت کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ لہٰذا صورت مذکورہ میں امام صاحب کے پیچھے نماز درست ہے۔

ولا یجوز الاستیجار علی غسل المیت ویجوز علی الحمل والدفن واجازہ بعضهم فی الغسل ایضا۔ (شامی، ج ا ص ۴۰۰) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

مقتدی امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھالے تو کیا کرے

زید جمعہ کی نماز ادا کر رہا تھا امام صاحب نے سجدہ لمبا کیا۔ زید کو شبہ ہوا کہ شاید امام صاحب سجدہ سے اٹھ گئے ہیں تو وہ بھی اٹھ گیا۔ مگر دیکھا تو ابھی امام صاحب سجدہ ہی میں تھے۔ تو زید تحیات کے لئے بیٹھ گیا یہ سمجھ کر کہ ابھی وہ اٹھنے والے ہیں۔ تو اس صورت میں زید کو کیا کرنا چاہئے تھا؟

الجواب

مقتدی پر متابعت واجب ہے۔ لہٰذا زید کو دوبارہ سجدہ میں چلا جانا چاہئے تھا۔

من الواجب متابعة المقتدی امامه فی الارکان الفعلية فلو

رفع المقتدي رأسه من الركوع أو السجود قبل الإمام ينبغي له أن يعود لتزول المخالفة بالموافقة ولا يصير ذلك تكرارا والعود جزم تحصل في آخر الكتاب. اھ [illegible]

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

مقتدی کے تین تسبیحات پڑھنے سے پہلے امام رکوع یا سجود سے اٹھ جائے

مقتدی نے ابھی تین تسبیحات پوری نہیں پڑھی تھیں کہ امام نے رکوع سے یا سجدے سے سر اٹھایا تو مقتدی بھی ساتھ ہی سر اٹھائے یا تین تسبیحات پوری کرنے کے بعد اٹھے؟

الجواب اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ مقتدی بھی ساتھ اٹھ جائے۔

ولو رفع الامام رأسه من الركوع والسجود قبل أن يسبح المقتدي ثلاثا اختلفوا فيه والصحيح انه يتابع الامام لان متابعة الامام فرض فلا يتركها بالسنة. اھ (قاضیخان ج۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بازو پر نام گدوانے والے کی امامت

ایک آدمی ہے اس کے بازو پر اس کا اپنا نام لکھا ہوا ہے۔ کیا وہ جماعت کرا سکتا ہے یعنی امام بن سکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے وہ خود بھی فکرمند ہے کہ میری نماز ہوتی ہے یا نہیں۔؟

الجواب اگر اسے مٹانے میں کافی تکلیف ہوتی ہے تو کوئی حرج نہیں ایسا شخص امام بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ امامت سے متعلق دوسرے ضروری امور اس میں پائے

جاسکتی ہوں۔

وفی الفتاوی الخیریة من کتاب الصلوٰة سئل فی رجل علی یدہ وشم هل تصح صلوته وامامته ام لا؟ اجاب نعم تصح صلوته وامامته بلا شبهة والله اعلم۔

رشامیہ ص ۲۰۱ ج ۱) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفی اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء ... مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

پہلی جماعت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ کرائی جائے تو اس میں نئے بھی شریک ہوسکتے ہیں

ہم نے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی۔ امام صاحب سے غلطی ہوگئی چار رکعت کی بجائے تین رکعت پڑھیں۔ دوبارہ پھر جماعت کرائی۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ نماز صرف ان نمازیوں کی ہوئی جو کہ پہلی جماعت میں شامل تھے اور ان کی نماز نہیں ہوئی جو بعد میں دوسری جماعت میں شامل ہوئے یعنی نئے آنے والوں کی نماز نہیں ہوئی۔ صرف پہلی جماعت کے لوگ دوسری جماعت میں شامل ہوسکتے ہیں نئے آنے والے نہیں۔

الجواب صورت مسئولہ میں پہلی مرتبہ شامل ہونے والوں اور صرف دوسری نماز میں شامل ہونے والے دونوں کی نماز درست ہوگئی۔ تاہم فی السؤال کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے اور سجدہ سہو کا وجوب تھا لیکن سجدہ سہو ادا نہ کرنے کی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا۔ تو اس صورت میں صرف وہ لوگ دوبارہ نماز میں شامل ہوں جو جماعت میں پہلی مرتبہ شامل ہوئے تھے جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ فرض کا پہلی نماز سے ذمہ سے ساقط ہوگیا۔ دوسری نماز صرف نقصان کی تلافی ہے۔ مراقی میں ہے۔

فتکون مکملة وسقط الفرض بالاولی وقیل تکون الثانیة فرضا

فی المسقطة (۱/۲۵۱)

صورت مسئولہ میں فرض نماز سر کے سے ہوئی ہی نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — ۱۴۰۰/۲/۱۹

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۴۰۰ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عدد رکعات میں امام و مقتدی کے اختلاف کا حکم

زید نے عصر کی نماز پڑھائی سلام پھیرنے پر کچھ مقتدیوں نے کہا کہ تین رکعات ہوئی ہیں اور کچھ نے یہ کہا کہ ہمیں پتہ نہیں چلا۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ میرا دل یہی کہتا ہے کہ چار ہوئی ہیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب — اگر تو امام صاحب کو پورا یقین ہے کہ چار ہوئی ہیں تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اور اگر چار ہونے کا پختہ یقین نہ ہو تو نماز کا اعادہ کریں۔

لو وقع الاختلاف بین الامام والقوم فقال القوم صلیت ثلثا وقال الامام صلیت اربعا ان کان الامام علی الیقین لا یعید الصلوة بقولہم وان لم یکن علی یقین یعید الصلوة بقولہم اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۱/۲/۱۳ھ

امام اونچا ہو اور مقتدی نیچے ہوں تو نماز کا حکم

اگر امام کے کھڑے ہونے کی جگہ مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اونچی ہو تو نماز میں کراہت آئے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب — امام ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے

ثم مقدار الارتفاع الذی یحصل بہ کراھة الانفراد

عن القدم ذكر الطحاوي انه مقدر بقامة الرجل وكذا روي عن ابي يوسفؒ وقيل مقدار ما يقع به الامتياز وقيل مقدار ذراع اعتبارا بالسترة قال في الكفاية فاقلوا عن الجامع الصغير لقاضي خان وعليه الاعتماد ... الى قوله والظاهر ان مادون الذراع لا ينضبط به وقوع الامتياز حكل الضبط فانه من تناسب الطويل والقصير فكان التقدير بالذراع هو الاولى لانه الذي ينضبط به وقوع الامتياز في حق الكل ـ اھ (كبيري ص ۳۴۸) ـ فقط واللہ اعلم ـ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۹/۱۴۰۲ھ

امام کو حدث لاحق ہو جائے تو کیا کرے

جماعت کھڑی ہو گئی ـ درمیان میں امام صاحب کا وضو ٹوٹ گیا ـ اب امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے ـ بینوا توجروا ـ

الجواب جب حدث لاحق ہو تو فوراً پیچھے ہٹ جائے اور مقتدیوں میں سے کسی سمجھدار کو اپنی جگہ خلیفہ بنا دے تاکہ وہ نماز پوری کرائے ـ

سبق الامام حدث الخ غير مانع فاستخلف اي جاز له ذلك ولو في جنازة باشارة او جر لمحراب اھ (شامی ج ۱ ص [illegible])

اگر مقتدی مسائل سے ناواقف ہوں تو بہتر یہ ہے کہ نماز توڑ دے اور وضو کرکے از سر نو جماعت کرائے ـ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان
[illegible]/۱۴۰۲ھ

مقتدی تکبیرِ تحریمہ امام کے ساتھ کہے

س: جو شخص شروع سے امام کے ساتھ شریک ہے وہ تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ ہی کہے یا جب امام اللہ اکبر کہہ چکے تب کہے؟

الجواب: بہتر یہی ہے کہ ساتھ ساتھ ہی کہے لیکن یہ خیال رہے کہ اگر اس نے لفظ "اللہ" امام کے لفظ "اللہ" ختم کرنے سے پہلے ختم کرلیا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

والافضل ان تكون تكبيرة المقتدي مع تكبيرة الامام لابعدها عند ابي حنيفة لان فيه مسارعة الى العبادة وفي مشقة فكان افضل وقالا يكبر الافضل ان يكبر المقتدي بعد تكبيرة الامام ليزول الاشتباه بالكلية. (عالمگیری: ص ۶۸ ج ۱)

ولو انتهى اي مقتدي مع الامام وفرغ من قوله "الله" قبل فراغ الامام من قوله "الله" لا يصير شارعا في الصلوة في اظهر الروايات كذا في الفتاوى. (عالمگیری ص ۶۸ ج ۱) فقط والله تعالى اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

اصل میں افضل یہ ہے کہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہے لیکن چونکہ اس میں سخت تیقظ واحتیاط کی حاجت ہے کہ امام کے لفظ اللہ سے پہلے مقتدی کا لفظ اللہ ختم نہ ہو۔ اس لئے احتیاط یہ ہے کہ امام کے لفظ اللہ ختم ہونے کے بعد تکبیر کہے تاکہ نماز کا شروع کرنا صحیح ہو جائے۔ والجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس، ملتان

امام رکوع وسجود میں کتنی بار تسبیحات پڑھے

س: امام صاحب کے لئے رکوع وسجود میں کتنی دفعہ تسبیحات پڑھنا زیادہ بہتر ہے؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب امام صاحب تسبیحات میں طاق عدد کی رعایت رکھتے ہوئے اتنی مرتبہ پڑھیں کہ مقتدی اطمینان سے تین دفعہ پڑھ لیں۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ دفعہ پڑھیں۔

ولو زاد على الثلاث فهو افضل بعد ان يختم على وتر خمس او سبع او تسع ولكن ان كان اماما لا يطول وقال سفيان الثوري ينبغي ان يقول خمسا حتى يتمكن القوم ان يقولوا ثلاثا۔ (خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۵۴) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

درود یا دعا مکمل نہیں کیا کہ امام نے سلام پھیر دیا

بعض ائمہ کرام تیز تیز پڑھتے ہیں۔ مقتدی ابھی درود شریف یا دعا ہی میں ہوتا ہے کہ وہ سلام پھیر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں مقتدی درود و دعا مکمل کر کے سلام پھیرے یا امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب ایسی صورت میں مقتدی امام کے ساتھ ہی سلام پھیر دے۔

ولو سلم الامام قبل ان يفرغ المقتدي من الدعاء الذي يكون بعد التشهد او قبل ان يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم فانه يسلم مع الامام۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۰) وكذا في الخلاصة الفتاوى (ج ۱ ص ۱۶۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

شافعی و مالکی ائمہ کرام کی اقتداء کا حکم

یہاں عرب امارات میں بعض ائمہ امام شافعی یا دیگر ائمہ کے مقلد ہیں۔ اگر جب ان کی مساجد میں نماز پڑھتے

کی تقلید محمود پر منطبق کرتا ہے۔ بلکہ اپنی اس بد اعتقادی کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے ذمہ لگا کر اتنی عظیم اسلامی شخصیت پر افترا باندھتا ہے۔

۲: حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مسالک جن پر آج تک ہزاروں اولیاء اللہ اور فقہاء و محدثین چلے آ رہے ہیں سب کو دائرہ اہلسنت سے خارج قرار دیتا ہے۔ اور جملہ مقلدین کو یہودی صفت ناجیا بعدی المغضوب کے گروہ سے مرتوش، دلی تقلید کے جنگل کا اسیر کہتا ہے۔ اور یہ لکھتا ہے کہ تقلید کا دھندا بعد کے بیسیوں پجاریوں نے نکالا ہے۔ اس بدعت کو چوتھی صدی کے دیوتوں نے جنم دیا۔ کوئی صدی اس بیماری کا تعدیہ ہوا، اور پھر اور چوتھی صدی کے بعد والوں نے اسے پھیلایا۔ اور پھر سب مقلد علماء کو جن میں کل اکابر دیوبند، سہارنپور، ڈابھیل، ندوۃ العلماء اور جمعیۃ علماء مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہلسنت پاکستان جمعیت علماء اسلام، خدام الدین لاہور، نیز جامعہ اشرفیہ لاہور، خیر المدارس ملتان، دار العلوم [illegible] جامعہ سلفیہ الکوثر ملک جیسے علمی مرکز شامل ہیں۔ ان سب کو علماء سوء کہتا ہے۔

۳: فقہ کی مستند کتابوں ہدایہ، درمختار، فتح القدیر وغیرہ کے مصنفین کو خود مسائل گھڑنے والا قرار دے کر علانیہ برا بھلا کہتا ہے۔ حنفی مذہب میں شراب کو حلال بتاتا ہے اور اس کو اپنی جہالت کی بنا پر کہہ دیتا ہے کہ فقہ حنفی کا فتوی ہی کیا ہے۔ اکابر احناف کے خلاف فضا کو مسموم کرنے کے لئے حدیث و فقہ کی کتابوں سے حوالے نقل کرنے میں بد دیانتی اور جہالت سے کام لیتا ہے۔

۴: باوجود علم و بصیرت سے جاہل ہونے کے اپنے اور اپنے مسلک اہل حدیث کے بھی خلاف ہے اور نہ صرف علماء دیوبند کی توہین اور مقلدین کو گالیاں دینا اس کی تبلیغ کا طول و عرض ہے بلکہ علمائے اہل حدیث مثلاً مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم کے خلاف بھی سوقیانہ اور بازاری زبان استعمال کرتا ہے۔ بزرگوں اور علماء کی شان میں توہین کا یہاں تک مرتکب ہوا ہے کہ اسے اہل حدیثوں نے بھی اپنی ایک جامع مسجد سے اسی الزام میں نکال دیا ہے۔ اب وہ اپنے خود ذاتی طور پر کسی مسلک کے بزرگ کے ساتھ نہیں بلکہ پھر بھی اپنے کو اہل حدیث کہتا ہے۔

تو اب مطلوب اس باب میں یہ ہے کہ ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا، اس کی خرافات سننا اور مجالس کے ساتھ تعاون کرنا شرعاً کیسا ہے اور جو لوگ ایسے مستقل طور پر نماز جمعہ کا پیش امام بنائیں تو کیا ان پر آخرت میں مواخذہ ہونے کا اندیشہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: علامہ ڈاکٹر خالد محمود پروفیسر و سیالکوٹ شہر

الجواب صحیح

ایسا شخص یقیناً اہل حق میں سے نہیں ہے نہ تو اس کو امام بنانا جائز ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ اختلاط کرنا اور نہ ہی اس کی باتوں کو سننا جائز ہے۔ معتدل حضرات اور منصف مزاج علماء اہل حدیث نے کبھی بھی سلف صالحین وائمہ دین اور ان کے مقلدین کے بارے میں ہرگز ہرگز ایسا لب ولہجہ اختیار نہیں فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلحدیث حضرات نے خود اس کو اپنی ایک جامع مسجد سے الگ کر دیا ہے۔

غلام نبی چکڑالوی جس نے بعد میں اپنا نام عبداللہ چکڑالوی تبدیل کر کے شہرت حاصل کی۔ اس کا ابتدائی حال بھی یہی تھا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان رحمہ اللہ اور حضرت غوث الاعظم رحمہ اللہ کی شان میں سخت گستاخی کرتا تھا اور لاہور میں مسجد چینیانوالی میں امام تھا۔ اس کے تجاوز و اصرار کو دیکھ کر خود اہلحدیث حضرات نے اس کو امامت سے الگ کر دیا تھا۔ اس گستاخی و بیباکی کا وبال اس پر یہ پڑا کہ بالآخر یہ شخص انکار حدیث میں مبتلا ہو کر منکرین حدیث کا ایک بہت بڑا داعی اور معروف ہو گیا۔

تمام اہل اسلام پر لازم ہے کہ ایسے فتنہ گر شخص سے بالکلیہ علیحدگی اختیار کر لیں۔ اور نہ اس کی باتیں سنیں اور نہ امام بنا کر اس کی حوصلہ افزائی کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبداللطیف غفرلہ اللہ

رئیس الافتاء مدرسہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۳/۱۳۷۶ھ

جواب صحیح اور حق ہے۔ وللحق احق ان یتبع۔ معتدل مسلک اہلحدیث کے نزدیک بھی ائمہ اربعہ کے تمام مقلدین خوش عقائد اہلسنت والجماعت ہیں۔ چنانچہ مولانا وحید الزمان صاحب حیدرآبادی اہلحدیث تحریر فرماتے ہیں۔ واما الاحناف والشوافع والمالکیۃ والحنابلۃ فہم مسلمون داخلون فی زمرۃ اہل السنۃ والجماعۃ۔ (ہدیۃ المہدی ص ۹ ج ۱ مطبوعہ سعید المطابع بنارس)۔

یعنی تمام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مقلدین ائمہ اربعہ مسلمان اہل السنت والجماعت ہیں۔

خیر محمد عفا اللہ عنہ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۳/۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح اذ جہالاتہ اظہر من ان تخفی وھو مختبر اعاذہ ابعد من ان یہدی ھو ضال مضل بلا ارتیاب فوجب عنہ الاجتناب۔

محمود عفا اللہ عنہ، المفتی بقاسم العلوم ملتان ۲۳/۳/۱۳۷۶ھ

مروجہ جرابوں پر مسح کرنے والے کی امامت

ہماری مسجد میں ایک اہلحدیث مولوی ... صاحب آتے ہیں نماز پڑھانے کے لئے بعض دفعہ جب امام صاحب موجود نہیں ہوتے تو وہ اہلحدیث عالم نماز پڑھا دیتے ہیں۔ اب بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ موجودہ مروجہ جرابوں پر مسح کرتا ہے۔ اور میں نے خود کئی مرتبہ جرابوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا شرعی طور پر ان کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب شریعت میں چمڑے کے موزوں پر مسح درست ہے یا ان جرابوں پر جو چمڑے کے موزوں کے حکم میں ہوں۔ مروجہ جرابیں موزوں کے حکم میں نہیں آتیں لہٰذا ان پر مسح درست نہیں جس امام نے ان پر مسح کیا ہوا ہو وہ پاؤں کے غسل کا تارک ہے لہٰذا اس کی اقتداء درست نہیں پہلے جو نمازیں ایسی حالت میں پڑھ چکے ہوں ان کا اعادہ کریں۔ والرابع عشر من شروط صحة الاقتداء ان لا يعلم المقتدي من حال امامه المخالف لمذهبه مفسدا في زعم المأموم كخروج دم سائل او قئ يملأ الفم وتيقن انه لم يعد بعده وضوءه ۔ اھ (مراقی الفلاح) ۔ واذا علم مفسدا في صحة الامام لا يجوز له الاقتداء به اجماعا اھ (طحطاوی ص ۱۶۰) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ھٰذا

کوزہ پشت کی امامت

ہمارے امام صاحب کافی عمر ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے ان کی کمر جھک گئی ہے اور صحیح طریقہ سے قیام نہیں کر سکتے تو کیا ہم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ محمد خالد جھنگ صدر

الجواب اگر کمر اتنی زیادہ خمیدہ نہ ہو کہ جتنی رکوع میں ہوتی ہے تو ان کی اقتداء میں نماز بلاشبہ درست ہے۔ اور اگر اتنی ہی خمیدہ ہو مگر رکوع کے لئے مزید جھک جاتے ہوں تو بھی درست ہے۔

وصح اقتداء باحدب لم يبلغ حدبه حد الركوع اتفاقا على الاصح واذا بلغ وهو ينخفض للركوع قليلا يجوز عندهما وبه اخذ عامة العلماء وهو الاصح ۔ اھ (مراقی الفلاح على حاشية الطحطاوی ص ۱۶۱) وكذا في الشامية (ج ۱ ص [illegible]) ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مقتدی سو گیا اور امام دوسری رکعت میں پہنچ گیا تو نماز کیسے پوری کرے

ایک بوڑھا نابینا کانوں سے اونچا سنتا ہے۔ نماز باجماعت پڑھتا ہے۔ جب امام پہلی رکعت میں سجدہ میں گیا تو وہ بوڑھا نابینا سجدہ ہی میں پڑا رہا۔ امام اور باقی آدمیوں نے دوسرا سجدہ کیا وہ پہلے سجدہ میں رہا۔ امام نے دوسری رکعت شروع کی تو بوڑھے کو علم ہوا۔ جلدی سے دوسرا سجدہ کر کے کھڑا ہو گیا اور باقی نماز باجماعت پڑھی۔ تو کیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں بوڑھے کی نماز صحیح ہو گئی۔

هكذا يظهر من الهندية، ج ۱: ص ۹۲ – وإن كبر مع الإمام ثم نام حتى صلى الإمام ركعة ثم انتبه فإنه يصلي الركعة الأولى وإن كان الإمام يصلي الركعة الثانية. هكذا في الذخيرة۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۔۔۔ ۱۳۹۴ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسبوق پہلی رکعت میں ثناء و تعوذ پڑھے

اگر مسبوق دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہو تو وہ بقیہ رکعت میں جو پہلی رکعت امام کے سلام

پھر تکبیر کے بعد پڑھے گا اس میں ثناء ۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے ؟ کتاب الصلوٰۃ رکن الدین ص ۱۷۱ ۔ میں صاف موجود ہے مگر ایک دو آدمی نہیں مانتے اس لئے آپ کے فتوے پر اتفاق ہوگا مدلل جواب تحریر فرمائیں ؟

الجواب مسبوق اپنی باقی ماندہ رکعات میں منفرد کے حکم میں ہے ۔ اس لئے اس کو پہلی رکعت میں ثناء و تعوذ پڑھ لینا چاہیئے ۔

کما فی الدر والمسبوق من سبقہ الامام الی قولہ وھو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ ۔ (در مختار ج ۱ ص ۵۹۶) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۱۳۹۲ھ جامعہ خیر المدارس ملتان

جس نے ایک رکعت امام کے ساتھ پائی وہ باقی نماز کیسے پڑھے

اگر مقتدی نے ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی تو باقی نماز مقتدی کیسے ادا کرے ؟ کن دو رکعتوں میں سورۃ ملائے اور کس ایک رکعت میں سورۃ نہ ملائے ؟

الجواب ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ واخرھا فی حق تشہد اھ (در مختار) وفی رد المحتار قولہ یقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ ھذا قول محمد کما فی مبسوط السرخسی وعلیہ اقتصر فی الخلاصۃ وشرح الطحاوی والاسبیجابی والفتح والدرر والبحر وغیرھم وذکر الخلاف کذلک فی السراج لکن فی صلوۃ الجلابی ان ھذا قولھما وتمامہ فی شرح الشیخ اسماعیل وفی الفیض عن المستصفی لو ادرکہ فی رکعۃ الرباعی یقضی رکعتین بفاتحۃ وسورۃ ثم یتشہد ثم یاتی بالثالثۃ بفاتحۃ خاصۃ عند ابی حنیفۃؒ وقالا رکعۃ بفاتحۃ وسورۃ وتشہد ثم رکعتین اولھما بفاتحۃ و

[illegible] شامیہ میں ہے: بخلاف [illegible] اھ و ظاہر کلامہم [illegible]

قول محمد [illegible] (شامی ج ۱ ص [illegible])

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ جس کی کوئی رکعت امام کے ساتھ فوت ہو گئی ہو اس کو مسبوق کہتے ہیں۔ اس کی باقی ماندہ نماز حق قرأت میں اول ہوتی ہے اور حق تشہد میں آخر۔ پس جو شخص ظہر و عصر میں چوتھی رکعت میں شریک ہوا امام کے فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہو کر ثناء و تعوذ پڑھ کر فاتحہ و سورۃ پڑھے اور یہ رکعت پوری کر کے قعدہ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت فاتحہ و سورۃ کے ساتھ پڑھے۔ آخری رکعت فقط فاتحہ سے پڑھ کر نماز تمام کرے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ [illegible] نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان [illegible]

جواب صحیح ہے۔ خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا۔

مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلام سہو پھیرا تو نماز فاسد ہو جائیگی

زید نماز میں عمر کے پیچھے شریک ہوا۔ جبکہ ایک رکعت ہو چکی تھی اور امام پر سجدہ سہو تھا۔ جب امام نے سجدہ سہو کے لئے سلام پھیرا تو زید نے بھی سلام پھیر دیا امام کی متابعت کرتے ہوئے پھیر دیا تو کیا سلام کی وجہ سے زید پر سجدہ سہو دوبارہ واجب ہوگا؟

الجواب: اگر مسبوق مسئلہ جانتے ہوئے بھی کہ میری بقیہ نماز باقی ہے جان بوجھ کر سلام پھیرے تو نماز فاسد ہو گئی اعادہ لازم ہے۔ اور اگر سہواً پھیرا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اور اس سہو کی وجہ سے سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہوگا۔

ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السہو دون السلام بل ینتظر الامام حتی یسلم فیسجد فیتابعہ فی سجود السہو لا فی سلامہ وان سلم فان کان عامدا تفسد صلوتہ وان کان ساہیا لا تفسد صلوتہ ولا سہو علیہ لانہ مقتد وسہو المقتدی باطل۔ اھ

(بدائع الصنائع ج ۱ ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسبوق ادائے مافات کے لئے کب اٹھے

جماعت سے رہی ہوئی نماز پوری کرنے کے لئے کس وقت کھڑا ہونا چاہئے؟ جب امام دوسرا سلام شروع کرے یا دوسرا سلام مکمل کرچکے تب کھڑا ہو۔ بامع الجواب عنایت فرمائیں

الجواب اصل تو یہ ہے کہ اس وقت اٹھے جب یہ اطمینان ہو جائے کہ امام کے ذمہ سجدہ سہو نہیں ہے۔ وینبغی ان یصبر حتی یفهم انه لا سهو على الامام۔ اھ (درمختار علی الشامیة ج ۱ ص ۴۴۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

امام جہراً قراءت کر رہا ہو تو مسبوق ثناء نہ پڑھے

مسبوق امام کے پیچھے ثناء اور تعوذ پڑھے یا نہ؟ جبکہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ پہلی رکعت ہے یا کونسی اور رکعت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب اگر امام قراءت میں مشغول ہو اور نماز جہری ہو تو اب ثناء نہ پڑھے بلکہ جب اپنی سابقہ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو اس کے شروع میں پڑھے۔ اور اگر نماز سری ہو تو اب بھی پڑھے اور جب بقیہ نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو اس وقت بھی پڑھے۔

انه اذا ادرك الامام في القراءة في الركعة التي يجهر فيها لا يأتي بالثناء كذا في الخلاصة [illegible] وفي صلوة المخافتة يأتي به هـ

(عالمگیری ج ۱ ص ۹۰)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا۔

مسبوق کے شریک ہوتے ہی امام نے سلام پھیر دیا تو تشہد پڑھے یا نہ

مسبوق آخری قعدہ میں شریک ہوا ابھی تشہد کے ایک دو لفظ ہی پڑھے تھے کہ امام نے سلام پھیر دیا، تو اب مقتدی تشہد پورا کرکے اٹھے یا فوراً کھڑا ہو جائے۔ محمد لطف اللہ خان آرہ بہار

الجواب باسمہٖ تعالیٰ بہتر یہی ہے کہ پورا کرکے اٹھے لیکن اگر بغیر پورا کئے اسی وقت اٹھ جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

اذا ادرك الامام في التشهد وقام الامام قبل ان يتم المقتدي او سلم الامام في اخر الصلوٰة قبل ان يتم المقتدي التشهد فالمختار ان يتم التشهد وان لم يتم اجزاه اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳ / ۲ / ۱۴۰۱ھ

امام رکوع میں ہو تو نئے شامل ہونے والے کے لئے ثناء کا حکم

ایک شخص نے امام کو رکوع میں پایا آیا وہ ثناء پڑھ کر رکوع میں شامل ہو یا بغیر ثناء پڑھے تکبیر کے بعد رکوع میں چلا جائے؟ محمد شفیع الرحمن ، ، ، ، ۔ ساہیوال۔

الجواب باسمہٖ تعالیٰ اگر یہ خیال ہے کہ ثناء پڑھ کر امام کو رکوع میں مل جاؤں گا تو پڑھے ورنہ رکوع میں شامل ہو جائے اور ثناء چھوڑ دے۔ وان ادرك الامام في الركوع او السجود يتحرى ان كان اكبر رأيه انه لو اتى به ادركه في شيء من الركوع او السجود يأتي به قائما والا يتابع الامام ولا يأتي به ۔اھ (عالمگیری)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسبوق امام کے آخری قعدہ میں تشہد کہاں تک پڑھے

ایک شخص جماعت میں ایسے وقت میں شریک ہوا کہ ایک رکعت ہو چکی تھی تو جب امام آخری قعدہ میں بیٹھے گا تو ظاہر ہے کہ یہ اس مسبوق کا اصلی قعدہ نہیں ہے تو یہ اس میں تشہد کہاں تک پڑھے صرف التحیات تک یا آگے درود شریف اور دعا بھی پڑھے۔ بینوا توجروا۔

محمد بشیر سیکرٹری شادباغ ٹاؤن لاہور

الجواب بہتر یہ ہے کہ تشہد اتنا آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام تک اس کا تشہد ختم ہو لیکن اگر پہلے فارغ ہو جائے تو پھر سلام تک اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ بار بار پڑھتا رہے۔

عالمگیری میں مسبوق کے احکام میں لکھتے ہیں۔

و منها ان المسبوق ببعض الركعات يتابع الامام في التشهد الاخير و اذا اتم التشهد لا يشتغل بما بعده من الدعوات ثم ماذا يفعل تكلموا فيه و عن ابن شجاع انه يكرر التشهد اي قوله اشهد ان لا اله الا الله وهو المختار كذا في الغياثية و الصحيح ان المسبوق يترسل في التشهد حتى يفرغ عند سلام الامام كذا في الوجيز للكردري و فتاوى قاضيخان و هكذا في الخلاصة و فتح القدير۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۹۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۴/۴/۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۴/۴/۱۴۱۰ھ

مسبوق باقیماندہ ادا کرتے ہوئے ضم سورۃ بھول جائے تو سجدہ سہو کرے

میں نماز میں شریک ہوا جب کہ ایک رکعت ہو چکی تھی جب میں اپنی نماز امام کے سلام کے بعد ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو سورۃ ملانا بھول گیا تو آیا میرے اوپر سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں، کیونکہ اکثر نماز تو میں نے امام کے ساتھ پڑھی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً — فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے اور مسبوق کی پہلی رکعت وہی ہے جو امام کے سلام کے بعد ادا کرتا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہے۔

تنویر الابصار میں واجبات صلوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

لها واجبات وهي قراءة فاتحة الكتاب وضم سورة في الاولين من الفرض اھ (شامی ج ۱ ص ۴۵۸)۔

درمختار میں مسبوق کے مسائل میں ہے۔

ويقضي اول صلوٰته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۹۶ مطبوعہ کوئٹہ)۔

وفيه فائدة (اي المسبوق) اذا قضي ما فاته يقرء ويسجد للسهو اذا سها فيه ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۹۹)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

بلا ضرورت سجدۂ سہو کرلیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں

ایک شخص نے ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ کی جگہ خیرا یرہ پڑھ دیا اور شک کی بناء پر سجدۂ سہو کرلیا۔ اس پر دو مولوی صاحبان کا تنازعہ ہوا۔ ایک نے کہا کہ سجدۂ سہو کی وجہ سے نماز فاسد ہوگئی۔ دوسرے نے کہا کہ نماز صحیح ہے۔ سجدۂ سہو نفس صحت نہیں جب کہ شک یا وہم کی بناء پر ادا کیا جائے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب قرأت میں کوئی ایسا تغیر ہو جائے جس سے معنی کا فساد نہیں ہوتا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور نہ سجدۂ سہو لازم آتا ہے۔ لیکن اگر سجدۂ سہو کیا گیا جیسا کہ سوال میں درج ہے کہ شبہ سے سجدۂ سہو کیا گیا ہے تو اس سے بھی نماز کا فساد نہیں آتا۔ سجدہ نماز کے منافی چیزوں سے نہیں ہے۔ سجدہ سے سلام کی تاخیر ہو جاتی ہے اس لئے ناپسندیدہ ہے۔ اس تاخیر سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کہ ایک نماز میں دو سجدۂ سہو معروف نہیں ہے۔ جس شخص نے اعادہ کرلیا وہ نماز نفل کے درجہ میں ہوگئی۔ عشاء کے بعد نفل درست ہیں۔ مگر عصر کے بعد اس طرح اعادہ ہوتا تو پسندیدہ نہ ہوتا۔ الغرض موجودہ صورت میں کچھ نقصان نہیں کہ محل تنازع بن جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

نماز میں سپیکر استعمال کرنے کا حکم

جمعہ، عید، لاؤڈ سپیکر اذان، خطبہ، نماز وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ عید الفطر قریب ہے۔ جواب جلدی دیں؟

حضرت مولانا نیاز محمد صدر مدرس عیدگاہ بہاولنگر۔

الجواب علمائے کراچی نے گو جواز خیال کرتے ہوئے بعض نے عمل بھی شروع کر دیا ہے۔ مگر ہم نماز میں خلاف احتیاط سمجھتے ہیں۔ البتہ اذان و خطبہ میں مضائقہ نہیں سمجھتے چونکہ اور عمل لاؤڈ سپیکر کی صورت کے متعلق جدید تحقیق پر مبنی ہے جس کی تفصیل فہرست میں معلوم کی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

خیر محمد عفا اللہ عنہ

مہتمم خیر المدارس ملتان : ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

سجدہ میں پاؤں زمین کے ساتھ نہ لگانے سے نماز فاسد ہو جائیگی

ایک شخص ہر ایک سجدہ میں دونوں پاؤں اٹھا لیتا ہے اور زمین کے ساتھ نہ لگاتا ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ یہ سجدہ بالتلاعب ہے۔ قال فی البحر و غیرہ ایضا بقولنا مما لا ضرورة فیه ما اذا رفع قدمیه فی السجود فانه لا یصح لان السجود مع رفعهما بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم والاجلال اھ (ج ۱ ص ۴۸۳)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۱۲/۳/۱۳۹۵ھ

قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی

کیا نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے؟ یہاں پر اکثر مصری اصحاب اور دیگر عرب بھی ایسا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ نماز میں دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ محمد عبد الصمد فقیر

الجواب دیکھ کر پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی۔ کما فی الدر و قراءته من مصحف (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۔۔) فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفرلہ — الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

جنازہ سامنے ہو تو نماز مکروہ ہے

نماز عید سے قبل جنازہ پڑھا گیا۔ پھر جنازہ کو امام کے سامنے سے ہٹا کر مقتدیوں کی صف کے آگے رکھ دیا گیا اور عید کی نماز ادا کی گئی۔ کیا نماز ہو گئی یا نہیں؟

المستفتی: عبد الحکیم نور المدارس خانپور

الجواب: نماز سب کی ہو گئی لیکن میت جن کے سامنے تھی ان کی نماز میں کراہت آ گئی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۔ ۲۳/۱۱/۱۳۸۸ھ

دوران نماز جیب سے ٹوپی نکالنے کا حکم

جماعت ہو رہی تھی ایک نمازی آیا اس کے سر پر کپڑا نہ تھا ادھر ادھر دیکھ کر اس نے ننگے سر ہی نماز پڑھنی شروع کر دی۔ نمازیوں میں سے ایک آدمی نے جو امام صاحب کے پیچھے کھڑا تھا کپڑے کی ٹوپی نکال کر زمین پر پھینک دی تاکہ وہ پہن لے۔ کیا اس عمل سے اس کی نماز ٹوٹ گئی یا باقی رہی؟

المستفتی: محمد علی مدرسہ سبیل الرحمت چک نمبر [illegible]م چشتیاں

الجواب: کبیری شرح منیۃ میں لکھا ہے۔

ویکرہ ایضاً فی الصلوٰۃ نزع القمیص والقلنسوۃ الخ

وکذا یکرہ لبسھما انما کان النزع واللبس بعمل یسیر اھ

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حالت نماز میں جیب سے ٹوپی نکال کر پھینکنا اگر عمل یسیر سے ہو یعنی ایک ہاتھ سے ہو اور اس طرح سے ہو کہ دیکھنے والا اس نمازی کو یہ خیال نہ کرے کہ یہ نماز میں نہیں۔ تو مکروہ ہے مفسد صلوٰۃ نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۔ ۱۲/۲/۱۳۸۸ھ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

نماز میں کلام کرنا منسوخ ہے

حدیث ذو الیدین جس میں کلام فی الصلوٰۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے جو کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۱ پر مذکور ہے جو کہ بعد میں

حدیث مبینہ۔ کیا کلام فی الصلوٰۃ منسوخ ہے؟ اور کونسی حدیث سے منسوخ ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب نسائی شریف ج ۱ ص ۱۴۳ میں ہے کہ۔

عن زید بن ارقمؓ قال کان الرجل یکلم صاحبہ فی الصلوٰۃ بالحاجۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت ھذہ الآیۃ فامرنا بالسکوت۔ وایضا فیہ ج ۱ ص ۱۸۱۔

عن ابن مسعودؓ کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قال ان اللہ یحدث من امرہ ما یشاء وانہ قد احدث من امرہ ان لا یتکلم فی الصلوٰۃ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان شہر ۱۳۹۱/۶/۵ھ

بلا ضرورت کھنکھارنے سے حروف پیدا ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جائے گی

ہمارے امام صاحب نماز میں اکثر کھنکھارتے رہتے ہیں اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد حمید چک نمبر ۱۹۳ متصل نند سریہ والا تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد

الجواب نماز میں بلا عذر کھنکھارا جائے اور اس سے حروف پیدا ہو جائیں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

ویفسد الصلوٰۃ التنحنح بلا عذر بان لم یکن مدفوعا الیہ وحصل منہ حروف ھٰکذا فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۱۰۱۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی

صف دو چادروں میں نماز پڑھنے کا حکم

ایک شخص نے کرتہ اتار کر نماز پڑھائی ایک چادر بندھی ہوئی تھی اور ایک اوپر لی ہوئی تھی۔ کیا یہ درست ہے یا

نہیں ؟ عذر کی بنا پر درست ہے یا بغیر عذر کے بھی ؟ امام بخاری نے باب عقد الازار علی القفا فی الصلوۃ میں حدیث نقل کی ہے۔ اور باب الصلوۃ بغیر رداء میں بھی حدیث ہے۔

الجواب نماز تو دونوں صورتوں میں درست ہے مگر بغیر عذر کے اس طرح نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔ کما فی الشامیة ج ۱ ص ۵۹۹۔

وقوله وصلوته في ثياب بذلة بكسر الباء الموحدة وسكون الذال المعجمة الخدمة والابتذال وعطف المهنة عليها عطف تفسير وهي بفتح الميم وكسرها مع سكون الهاء وانكر الاصمعي الكسر حلبية قال في البحر وفسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته ولا يذهب به الى الاكابر والظاهر ان الكراهة تنزيهية۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد اسحاق غفرلہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	۲۴ / ۳ / ۱۴۰۵ھ

طلاء دار کلاہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

سچے طلاء کا یا جھوٹے طلاء کا ٹوپی اور کلاہ استعمال کرنا کیسا ہے ؟ جواز کی صورت میں اس کے ساتھ نماز پڑھنا کیسا ہے ؟

المستفتی حضرت مفتی جمال الدین صاحب مفتی مدرسہ ہذا

الجواب وفي الشامية ج ۵ ص ۲۳۲ وفي القنية لا بأس بالعلم المنسوج بالذهب للنساء فاما للرجال فقدر اربع اصابع وما فوقها مكروه۔ والشامي صفحة ۲۳۲ ج ۵ وكذا تكره القلنسوة ذكر مسالة مسكين عند قول المصنف في مسائل شتى الا قوله ولا بأس بلبس القلانس لفظ الجمع ليشتمل قلنسوة الحرير والذهب والفضة الخ قوله وفي الفتاوى هندية يكره ان يلبس الذكور

فلا بأس بما من الحرير والذهب او الفضة او المكتوب بين الذي خيط عليه ابريسم كثير او شيء من الذهب او الفضة اكثر من قدر اربع اصابع ۔

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ خالص چاندی یا سونے کا علاوہ کلابتو اور ٹوپی پر چار انگل کی مقدار جائز ہے، اس سے زیادہ مکروہ تحریمی ہے۔ رہا نماز کا حکم، وہ یہ ہے کہ نماز ہر صورت میں درست ہوگی خواہ علاوہ چار انگل سے زیادہ کیوں نہ ہو۔ البتہ اس فعل کا گناہ الگ ہے۔ اور جعلی طلاء جو کہ تانبے وغیرہ کو سونے یا چاندی کا پانی دے کر تیار کیا گیا ہو، اس کے بارے میں باوجود کوشش کے کوئی جزئیہ نہیں ملا۔ احتیاط یہی ہے کہ چار انگل سے زیادہ استعمال نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

میاں بیوی ایک مصلے پر نماز پڑھیں تو نماز کا حکم

جب زوج اور زوجہ ایک دوسرے کے محاذاۃ میں ہوں اور نماز بغیر جماعت کے ادا کر رہے ہوں یعنی ایک ہی مصلے پر یا جائے نماز پر، تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ جو بھی مسئلہ ہو اس کے ساتھ کسی چھوٹی کتاب کا حوالہ دیں، مثلاً بہشتی زیور یا شرح وقایہ یا اس جیسی کوئی اور کتاب تاکہ ہم بھی دیکھ سکیں۔ نیز محرم کے ساتھ یعنی محاذاۃ میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب محاذاۃ مفسدۃ کی شرائط میں سے ہے کہ مرد و عورت دونوں تکبیر تحریمہ میں شرکت رکھتے ہوں، یعنی دونوں باہم امام و مقتدی ہوں یا کسی تیسرے شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں۔ اگر یہ شرط نہیں ہوگی تو محاذاۃ مفسد نہیں ہوگی۔ پس صورت مسئولہ میں میاں بیوی اگر ایک ہی جائے نماز پر برابر کھڑے ہو کر بدون جماعت کے اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہوں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

فمحاذاة المصلية لمصلٍّ ليس في صلاتها مكروهة لا مفسدة ۔ (درمختار) ۔

اگر شرائط سب موجود ہوں تو محرم عورت کی محاذات بھی مفسد ہے۔ شامی میں ہے

ولو مجموعة او زوجية ۔ اھ (ج ۱ ص ۴۳۹) فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۵/ ۱۲/ ۱۳۸۹ھ

آمین بالجہر کے بارے میں چند اہم سوال اور ان کے جواب

۱۔ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۱۲۶ میں ہے کہ ترجیح تو آمین بالجہر ہی کو ہے۔

۲۔ امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کو ترجیح دی ہے۔

۳۔ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اپنے فتاویٰ ج ۳ ص ۲۰ میں آمین بالجہر کو سنت فرماتے ہیں۔

۴۔ سعایہ شرح وقایہ میں مولانا موصوف رقمطراز ہیں۔ فوجدنا بعد التأمل والامعان القول بالجهر بآمين هو الاصح۔

۵۔ درمختار مترجم ج ۱ ص ۲۴۰ میں آمین بالجہر کا ثبوت منقول ہے۔

۶۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳ میں فرماتے ہیں کہ جو شخص آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت نہیں کرنا چاہیئے۔ نیز فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۳۰ میں آمین و رفع یدین کرنے والے کو عامل بالحدیث کہا ہے۔

حدیث یا سنت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ منسوخ نہ ہوئی ہو اور مستمر رہی ہو۔ کیونکہ دو مختلف قول ایک ہی وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کئے جا سکتے۔ یقیناً دوسرا قول اس وقت کے لئے نہ سنت ہے اور نہ ہی حدیث کہلا سکتا ہے۔ اس نظریہ کے متعلق بھی ارشاد فرمائیں؟

الجواب ۱۔ "عمدۃ الرعایہ" میں مولانا عبدالحی رحمہ اللہ نے جو لفظ تحریر فرمایا ہے وہ روایت شعبہ کے متعلق ہے کہ اس میں ایک لفظ خفض بها صوته آیا ہے اور دوسری میں جهر بها ہے۔ تو مولانا نے اس روایت کے ان دو لفظوں میں سے از روئے روایت ایک کو صحیح کہا ہے نہ یہ کہ آمین بالجہر کو آمین بالسر پر ترجیح دی ہے۔ مولانا خود حنفی تھے ساری عمر سراً آمین کہتے رہے۔ اور نواب صدیق حسن خان کے ساتھ ان کے مناظرے و مسائل مختلف فیہا میں رہے ہیں۔

۲ : سوال موجود نہیں لہذا اس سوال کا جواب دیا جا سکے گا۔

۳ : فتاویٰ عبدالحئی ؒ میں دراصل یہ بات مذکور ہے کہ کسی مقام پر غیر مقلدین آمین آہستہ کہنے والوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور ان میں سے بعض جاہل حنفیوں کو کافر بھی کہہ رہے تھے۔ ان کلمات ناشائستہ کی وجہ سے بعض حنفیوں نے غیر مقلدین کو مارا جس کی وجہ سے جو روزمرہ فساد اور مناظرہ اور جھگڑا مسجد میں برپا رہتا تھا وہ ختم ہو گیا۔ پھر مولانا سے استفتاء ہوا اس پر مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ نے مارنے والوں کو تنبیہ کی اور کہا کہ آمین بالجہر کہنے والے کو برا کہنے والا اور آمین بالجہر کہنے والے کو مارنے والے دونوں گنہگار ہوئے۔ دونوں پر توبہ لازم ہے۔ یہ اصل عبارت ہے جو غلط الفاظ میں استفتاء کے اندر پیش کیا گیا ہے اب اس سے یہ غلط مطلب نکالنا کہ آمین بالجہر ہی سنت ہے، ٹھیک نہیں۔

۴ : سعایہ ہمارے پاس موجود نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنے سے قاصر ہیں۔ مسائل کے دیگر سوالات کے موافق اس میں بھی کوئی مغالطہ ہوگا۔

۵ : درمختار میں آمین بالجہر کے مسنون ہونے کے متعلق کچھ نہیں ہے بلکہ "سِرًّا" کہنے کا ذکر ہے۔

۶ : مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاویٰ رشیدیہ میں ایک شخص کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اس نے سوال کیا تھا کہ غیر مقلد کے پاس کھڑے ہو کر رفع یدین و آمین بالجہر کرنے سے ہماری نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی؟

اس کے جواب میں مولانا نے جو فرمایا وہ یہ لفظ ہیں۔ "کچھ خرابی نہیں آئے گی، ایسا تعصب اچھا نہیں ہے وہ بھی عامل بالحدیث ہے، اگرچہ نفسانیت کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے" اس عبارت میں مولانا نے غیر مقلدین کو نفسانیت سے عمل کرنے والا فرمایا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جو آج کل غیر مقلدین میں مشاہد ہے۔ انہیں جہاں بھی موقع ملتا ہے احناف کو کافر مشرک اور خلاف سنت کرنے والا کے القاب دیتے ہیں۔ اور ہمارے اکابر کی رواداری دیکھئے کہ ان پر ملامت کرنے یا برا بھلا کہنے سے روک رہے ہیں اس لئے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں فتنہ و فساد کرنا اچھا نہیں ہے اور ان مسائل میں الجھنا نہیں چاہئے۔ دونوں امر صاحب شریعت سے ثابت ہیں اور یہی مطلب "سبیل الرشاد" کا ہے۔ "سبیل الرشاد" کی عبارت ملاحظہ ہو۔

"... آمین کے باب میں دونوں طرف حدیث صحیح موجود ہے۔ اس میں یہی دو فریق ہیں ایک جہر والی کہتے ہیں، اور دوسرے خفیہ کو اولیٰ کہتے ہیں، اصل آمین کہنے کے سنت ہونے میں اتفاق ہے۔"

اس عبارت میں سے جیسے یہ معلوم ہے کہ جہر والے عامل بالحدیث ہیں، اسی طرح جہر والے بعض مسائل بالسنۃ ثابت ہوتے ہیں۔ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ خود بھی آمین کہتے رہے ہیں، تو یہ جھگڑا جس کی ابتداء غیر مقلدین کی طرف سے ہوتی ہے اور حنفی اکثر مدافعت کرتے ہیں، اس میں حنفی کیوں قابل ملامت ہیں۔

بعض ائمہ آمین بالجہر کو سنت مستمرہ مانتے ہیں اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اور بعض ائمہ اس کو سنت منسوخہ قرار دیتے ہیں اور آخری عمل اخفاء کو سمجھتے ہیں اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ دونوں عامل بسنت ہیں۔ یا دونوں فریق عامل بالسنۃ ہیں، تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ہر فریق اپنے دلائل اور ترجیح کی بنا پر مصیب ہے اور واقع میں حق تو ایک فریق کے ساتھ ہوگا لیکن اجر و ثواب کے دونوں فریق مستحق ہوں گے، اس لئے کسی پر ملامت کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۵ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

چھوٹی سورۃ کا فصل مکروہ ہے

اگر کوئی امام پہلی رکعت میں سورۂ الماعون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ کافرون پڑھے تو یہ پڑھنا کیسا ہے؟ اگر امام مذکور عمداً اسی طریقہ پر اصرار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب

ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ (درمختار علی الشامی ج ۱ ص ۵۰۲)

اس جزئیہ سے ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا طریق سے درمیان میں ایک سورۃ چھوڑ کر قرأت کرنا درست نہیں۔ مسئلہ معلوم ہونے کے باوجود اصرار کرنا سخت نادانی ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۲/۵/۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد [illegible] عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

سجدۂ ثانیہ بالکل نہیں کیا تو نماز نہیں ہوئی

سجدۂ ثانیہ رہ جائے تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ محمد شریف خان خطیب جامع مسجد مہاجرین کہروڑ پکا۔

الجواب: دوسرا سجدہ اگر بالکل نہیں کیا تو نماز باطل ہے کیونکہ دوسرا سجدہ بھی فرض ہے۔ السجود الثانی فرض کالاول باجماع الامۃ ھکذا فی الزاھدی (عالمگیری ج ۱ ص ۷۰)۔

البتہ اگر رہا ہوا دوسرا سجدہ دوسری یا تیسری رکعت میں ادا کر لیا اور سجدۂ سہو بھی کر لیا تو نماز ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۸/۱۰/۱۳۹۹ھ

سجدہ میں جاتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے پیچھے والا دامن درست کرنا

نماز پڑھنے والا شخص قومہ کے دوران سجدہ میں جانے سے پہلے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیچھے والا دامن درست کرتا ہے اور عادتاً ایسا کرتا رہتا ہے۔ کیا اس شخص کی نماز فاسد ہے یا درست ہے؟ المستفتی: فضل احمد مالاکنڈ ایجنسی

الجواب: اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ یہ فعل عبث ہے۔ اس سے بچا جائے۔ فقط واللہ اعلم، بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۱۶/۱۲/۱۴۰۰ھ

تشہد میں دونوں ہاتھوں سے دامن پھیلانا

ایک شخص نے تشہد کی حالت میں اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں پر پھیلا لیا کیا اس کی نماز ہو گئی؟ المستفتی: عبدالواحد بھٹی ۵۲ ب شاہ جمال ٹاؤن لاہور۔

الجواب: تشہد میں اس طرح دامن پھیلانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن بوجہ فعل عبث ہونے کے کراہت آجائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

[illegible]

خارج از صلوٰۃ سے لقمہ لینے سے نماز فاسد ہونے کا حکم

اگر کسی نمازی کو خارج نماز شخص لقمہ دے اور وہ نمازی لقمہ سن کر ایک رکن سے کم دیر سوچنے لگے کہ آیا میں نے غلطی تو نہیں کی، پھر جلد ہی اس کے ذہن میں اپنی غلطی آجائے اور وہ درست کر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز میں کوئی خرابی تو نہیں آئے گی؟

منیجر مکتبہ سبیل الاسلام راولپنڈی

الجواب ویکرہ الاخذ الا اذا تذکر فتلا قبل تمام الفتح۔
(ردالمحتار ص ... ج ۱ مصری)

جزئیہ بالا سے ظاہر ہے کہ اگر نمازی نے از خود یاد آنے پر لقمہ تمام ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کر دیا ہے تو نماز نہیں ٹوٹے گی ورنہ ٹوٹ جائے گی۔ علامہ شامیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فساد کا مدار اس پر ہے کہ لقمہ کی وجہ سے یاد آیا ہو۔ اور اگر از خود یاد آیا ہے تو لقمہ تمام ہونے سے پہلے یا بعد میں قرأت شروع کرنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا نماز ہو جائے گی۔ لیکن احتیاط اول میں ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۲۳/۲/۱۳۹۷ھ

سر پر کپڑا لیکر نماز پڑھنا افضل ہے

نماز ننگے سر پڑھنی افضل ہے یا سر ڈھانپ کر؟ حدیث شریف کی روشنی میں مسئلہ حل فرمائیں؟

الجواب نماز کی حقیقت بارگاہ خداوندی میں حاضری ہے۔ لہٰذا پورے ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہونا چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ جمعہ کے دن بہترین کپڑے حسب استطاعت پہنے جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بہترین جوڑا فروخت ہوتے دیکھا تو خدمت نبوی میں عرض کیا۔

لو اشتریت هذه فلبستها یوم الجمعة۔ (ابو داؤد)

اسی لئے حضرات فقہاء نے تصریح کی ہے کہ تین کپڑوں میں نماز مستحب ہے۔

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص و

والزاد وعمامۃ۔ (کبیری صـ ۳۴۹)۔

کیونکہ ننگے سر حاکم کی عدالت یا دربار شاہی میں جانا عام حالات کے اندر خلاف ادب سمجھا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ننگے سر نماز پڑھنے کے بجائے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا افضل ہے اور بعض ضعیف احادیث میں نماز مع العمامہ کو ثواب بغیر عمامہ سے کئی گنا زائد ہونا وارد ہوا ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ ج ۲ ص ۲۲۷ میں نقل کیا ہے۔

روی ابن عساکر عن ابن عمرؓ مرفوعاً صلوٰۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلوٰۃ بلا عمامۃ۔ اھ

البتہ اگر بغرض اظہار عجز و افتقار ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۱۹/۵/۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

باریک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم

(۱) آج کل عام رواج ہے کہ باریک کپڑا سر پر پہن کر عورت نماز پڑھتی ہے کیا اس سے نماز ہو جاتی ہے؟

(۲) یہ بھی عام رواج ہے کہ قمیص کی آستینیں آدھی ہوتی ہیں۔ کیا اس قمیص سے عورتوں کی نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب

(۱) اگر کپڑا اتنا باریک ہے کہ بال نظر آتے ہیں تو اس کو اوڑھ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔

(۲) اگر دوران نماز آدھی آستینیں ننگی رہیں تو نماز نہ ہوگی۔ قمیص سے یا دوپٹہ سے ان کا ڈھانپے رکھنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۳/۲/۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح، خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم
جامعہ خیر المدارس ملتان

آواز سے رونا مفسد صلوٰۃ ہے

درد یا مصیبت کی وجہ سے نماز میں اس طرح رونا کہ آواز بلند ہو جب حروف ظاہر ہو جائیں تو بقول تعلیم الاسلام نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر آواز سے رو سکے اور حروف بھی پیدا ہوں لیکن مخفی رہیں یعنی حروف خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب اس صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی۔ تعلیم الاسلام کی عبارت کا بھی یہی مطلب ہے۔ حروف ظاہر ہو جائیں کا معنی یہ ہے کہ حروف پیدا ہو جائیں۔ اور یہ "والانین والتاوہ بصوت یحصل به حروف" کا ترجمہ ہے اور ایسا رونا مفسد ہے (در مختار علی الشامی ج ۱ ص [illegible]) فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۸ / ۵ / ۱۳۸۶ھ

قعدۂ اخیرہ نہیں کیا گیا تو نماز کا اعادہ کیا جائے

امام صاحب عصر کی نماز میں آخری قعدہ کئے بغیر سہواً پانچویں رکعت میں چلے گئے۔ مقتدیوں کی اطلاع پر بھی قعدۂ اخیرہ کو نہیں لوٹے۔ اور قعدہ اخیرہ کیا ہی نہیں۔ چھٹی رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا۔ دریافت کرنے پر کہنے لگے کہ میں نے چھٹی رکعت کر دی ہیں چار فرض ہو گئے اور دو نفل ہو گئے۔ کیا یہ نماز صحیح ہو گئی؟

الجواب صورت مسئولہ میں اگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا گیا تو فرض ادا نہیں ہوئے۔ بلکہ تمام نماز نفل ہو گئی۔ فرض دوبارہ پڑھے جائیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد صدیق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان [illegible]

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

تکبیر تحریمہ کے بعد نصف کھجور نگل لی تو نماز نہیں ہوئی

زید نے روزہ افطار کیا اور نماز پڑھنے لگا۔ نصف کھجور اس کے منہ میں رہ گئی تکبیر تحریمہ کے بعد اس کو نگل لیا کیا نماز ہو گئی؟ حافظ مولا بخش ڈی جی خان۔

ولا یذھب بہا الی الاخلاص ـ اور چونکہ وجہ تکاسل ہے کہ نماز کو ایسی اہمیت نہیں دیتا جیسا کہ شریعت میں امر کیا گیا ہے ۔ الحاصل صرف بنیان پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے ۔ مستحب یہ ہے کہ پورے تین کپڑوں میں نماز ادا کی جائے ۔ (البحر الرائق ، ج ۲ ، ص ۲۷) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیرالمدارس

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیرالمدارس ملتان ۲۷/۵/۱۳۹۲ھ

مسجد میں پڑی ہوئی ٹوپیوں سے نماز کا حکم

آج کل مسجدوں میں تنکے کی ٹوپیاں رکھنے کا عام رواج ہے ۔ مستفتین کو ان کی پاکی و پلیدی کا کوئی علم نہیں ہوتا ان کا استعمال کیسا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

الجواب بہتر یہ ہے کہ شخص رومال یا ٹوپی گھر سے اپنے ہمراہ لائے ۔ جسے پہن کر نماز پڑھے ۔ انہیں گری پڑی ٹوپیاں استعمال کرنا نظافت و نفاست کے خلاف ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۱/ /۱۳۹۶ھ

چوڑی دار پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

جو پائجامہ دہلی والے اور یوپی والے پہنتے ہیں کیا اس کے پہننے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

الجواب نماز ہو جاتی ہے لیکن لباس ایسا ہونا چاہئے کہ جس سے پورا پردہ حاصل ہو جائے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا ۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۷/ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

آستین کا چین پہنا ہوا ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی

گھڑی کا چین جو عام طور پر آستین کو چڑھاتا ہے اگر پہنا ہوا ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟ اس بارے میں مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب "احکام شریعت" میں لکھا ہے کہ " نماز مکروہ تحریمی

ہوگی ۔ لیکن اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ۔ براہ کرم حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں کہ یہ مکروہ ہے یا نہیں ؟

المستفتی صاحبزادہ محمد عطف فرخانہ ۳۵۴ ریاست علی ٹاؤن لاہور ۱۸

الجواب: دلیل کا جیسا بیان رہا درست ہے اور اس سے نماز بھی مکروہ نہ ہوگی ۔

[illegible] (شامی ج [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ۔ ۲ / ۱ / ۸ / ۱۴۰۸ھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمامہ صرف نمازوں کے لیے رکھا ہوا تھا

ننگے سر نماز پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے ۔ بعض افراد کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو کپڑوں میں نماز پڑھی اور ننگے سر نماز پڑھنے سے عمامہ کا ذکر ہے ۔ دلیل کے طور پر سیدنا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول پیش کرتے ہیں ۔ آنحضرت سے بوقت خطبہ عمامہ کا ثبوت کرنا ہے ۔

المستفتی: قاری محمد رمضان قریب ۱۲/۸ قصبہ ضلع ساہیوال

الجواب: یہ غلط ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دو کپڑوں میں نماز پڑھتے تھے اور سر پر عمامہ نہیں ہوتا تھا ۔ بلکہ ایک عمامہ آپ نے مستقل نمازوں کے لیے رکھا ہوا تھا ۔ محدثین نے اس عمامہ کی مقدار بھی بتائی ہے ۔ دیکھئے عرف الشذی شرح ترمذی ص ۔ وہ آپ نے جو لکھا ہے کہ خطبہ کے وقت سب عمامہ پہنتے تھے تو آپ ہی بتائیں کہ نماز کے وقت اتار دیتے ہوں گے ؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب لوگوں کی طرف متوجہ ہوں تو سر پر کپڑا ہو ۔ اور جب سب سے بڑی بارگاہ میں حاضری ہو تو سر سے کپڑا اتار دیں ۔ خیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول تھا کہ سر پر نماز کے وقت کپڑا لے کر نماز ادا کرتے تھے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

از راہِ تکبر چادر کو ٹخنوں سے نیچے رکھ کر نماز پڑھنے کا حکم

ایک آدمی نے نماز اس حالت میں پڑھی کہ شلوار یا چادر ٹخنوں سے نیچے تھی کیا نماز ہوگئی یا اس کا اعادہ واجب ہے، مستحب یا جواز درکار ہے؟

الجواب اگر تکبر کی وجہ سے چادر وغیرہ ٹخنوں سے نیچے کر کے نماز پڑھی ہے تو اس کا اعادہ کیا جائے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بینما رجل یصلی مسبلا ازارہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء فقال اذھب فتوضأ فقال لہ رجل یا رسول اللہ ما لک امرتہ ان یتوضأ ثم سکت عنہ قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ وان اللہ تعالیٰ لا یقبل صلوٰۃ رجل مسبل الخ (ابو داؤد ، از بذل المجہود ج ۵ ص ۴۳) ۔ وفی البذل تحت قولہ رجل مسبل ازارہ من الکبر والخیلاء ۔ اھ

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان	ملتان ۔ [illegible]

سمجھدار بچے کے لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

اگر کوئی نابالغ بچہ نماز میں لقمہ دے تو امام کی نماز اس نابالغ مقتدی کے لقمہ دینے کی وجہ سے ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟

الجواب قال فی فتاویٰ عالمگیری ۔ وان فتح علی امامہ لم تفسد ثم قیل ینوی الفاتح بالفتح علی امامہ التلاوۃ والصحیح ان ینوی الفتح علی امامہ دون القراءۃ قالوا والصبی المراہق کالبالغ (ج ۱ ص ۹۹) ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ سمجھدار لڑکے کے لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان [illegible]

تکبیر تحریمہ کیلئے ہاتھ نہ اٹھائے تو نماز مکروہ ہوگی

فرضوں کی جماعت رکوع میں ہے اور مقتدی بعد میں آیا ہے اس نے تکبیر تحریمہ بھی کہی ہے اور قیام بھی کیا ہے مگر نہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے ہیں اور ناف کے نیچے باندھے ہیں۔ تو کیا وہ نماز میں شامل ہوگیا؟

الجواب: نماز ہوگئی مگر وہ تارک سنت ہوا۔ (وسننها) ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة (رفع اليدين للتحريمة ووضع يمينه على يساره) اھ (شامیہ ج ۱ ص ۴۲۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ۔ ۴ / ۵ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

کہنی ننگی کرکے نماز پڑھنا مکروہ ہے

کہنی ننگی کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے؟
احسان الٰہی ملتان

الجواب: مکروہ ہے۔ ولو صلى رافعا كميه الى المرفقين كره كذا في فتاوى قاضيخان اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۶)۔

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۷ / ۷ / ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

اگر پورے سجدے میں پاؤں زمین سے نہ لگے تو نماز نہیں ہوگی

ایک آدمی سجدہ کی حالت میں دونوں پاؤں قصداً یا بھول کر زمین سے اٹھالے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب: اگر پورے سجدے میں پاؤں اٹھے رہے تو نماز نہیں ہوگی اور اگر ایک لمحے کے لئے اٹھا کر پھر رکھ دیئے تو نماز ہوگئی۔

ومنها السجود بجبهته وقدميه ووضع اصبع واحدة منهما شرط۔

(درمختار) واما انه لو لم يبق شيئاً من العظم مين لم يصح المسجد ۔ اھ (شامی ج ا صـــــ) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس

ملتان ۔ ۶ / ۵ / ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز بلا کراہت درست ہے

ہمارا مدرسہ تعلیم القرآن بہاولنگر کے قبرستان میں چار سال سے چل رہا ہے ۔ یہ مکان مدرسہ قبرستان کی مشرقی طرف میں واقع ہے ۔ یعنی مکان کے متصل مغرب کی طرف قبرستان ہے اور مشرق کی طرف قبرستان کا رقبہ تقریباً ایک مربع خالی پڑا ہے ۔ اب مدرسہ کے لئے مسجد کی اشد ضرورت ہے مگر سننے میں آیا ہے کہ قبرستان میں مسجد بنانا ناجائز ہے ۔ ہم قبروں کے ساتھ ایک دیوار بنائیں گے اور پھر دیوار سے بجانب مشرق تقریباً پندرہ فٹ جگہ چھوڑ کر مسجد کی بنیاد رکھیں گے ۔ شرعاً یہ مسجد جائز ہے یا نہیں ؟

۲ ۔ جب نمازی کے سامنے مسجد کی دیوار کے علاوہ ایک دوسری دیوار بھی ہے جو کہ کافی و اکمل سترہ ہے تو اس نماز میں کراہت کس وجہ سے ہے ؟ عرصہ چار سال سے مذکورہ مکان میں جو نمازیں ادا کی گئی ہیں ان کا کیا حکم ہے ؟

مولانا محمد عاصم مہتمم تعلیم القرآن قبرستان بہاولنگر

الجواب

نمازی اور قبر کے درمیان دیوار حائل ہو تو نماز بلا کراہت جائز ہے ۔ کیونکہ مقبرہ میں نماز سے منع کرنے کی علت تشبہ بعبدۃ الاصنام ہے اور دیوار کے حائل ہونے سے تشبہ نہیں رہتا ۔ لہذا صورت مسئولہ میں تعمیر کی گئی مسجد میں نماز بلا کراہت درست ہے ۔ البتہ یہ خیال رہے کہ اگر یہ جگہ قبرستان کے لئے وقف ہے تو وقف علی المقبرۃ میں مسجد بنانا درست نہیں ۔

لا بأس بالصلوٰۃ فی المقبرۃ اذا کان فیہا موضع اعد للصلوٰۃ ولیس فیہا قبر و ھذا لان الکراھۃ معللۃ بالتشبہ باھل الکتاب

وهو منتف فيما ... صان على الصفة المذكورة ۔ اھ (كبيرى ص ۶۱۴)

ولا بأس بالصلوٰة فيها اذا كان فيها موضع اعد للصلوٰة وليس فيه قبر ولا نجاسة كما في الخانية ولا قبلته الى قبر ۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۳۸۰)۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

۱ گورستان مندرس میں اگر قبور باقی نہ رہیں تو نماز میں کراہت نہ ہوگی کیونکہ ویران مقبرہ ایسا ہی ہے جیسا خالی میدان ہے (فتاویٰ دارالعلوم ج ۴ ص ۱۰۹)۔

۲ اگر پہلے نمازیں پڑھی گئی ہیں تو بلا کراہت صحیح ہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان ۲۴/۱۲/۱۳۹۹ھ

متعدد لقمے دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی

ایک امام صاحب نماز میں دو مرتبہ بھولے، پیچھے سے لقمہ بھی دیا گیا، کیا نماز ہو گئی؟

الجواب: اگر امام نے لقمہ دینے کے بعد صحیح پڑھ دیا تو ایک سے زائد مرتبہ لقمہ دینے سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح و آخذ بكل حال ۔ اھ (درمختار على الشامية ج ۱ ص ۵۸۲)۔

وقرأ في الصلوٰة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحيحا قال عندي صلوٰته جائزة ۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی
خیر المدارس ملتان ۲/۱۲/۱۴۰۰ھ

عورت کی کلائی کا چوتھا حصہ نماز میں کھلا رہا تو نماز نہیں ہوگی

عورتوں کی قمیص عام طور پر نصف کلائی تک ہوتی ہے اور نصف کلائی کھلی رہتی ہے

تو کیا اس طرح ان کی نماز ہو جائے گی ۔ ؟

از تعلیم القضاء خیر المدارس ملتان

الجواب اگر کلائی کا چوتھا حصہ یا اس سے زائد نماز میں تین تسبیحات یا رکوع یا سجود کرسکنے کے وقت تک کھلا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی ۔ اور اگر اتنی مقدار کلائی شروع ہی سے ننگی ہے تو نماز منعقد ہی نہیں ہوگی ۔

ويمنع صحة الصلوٰة حتى انعقادها كشف ربع عضو قدر اداء ركن بلا صنعه من عورة غليظة او خفيفة ۔ اھ (ردالمحتار ص ج۱)

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
ملتان ۱۴ ـ ۱۰ ـ ۱۳۹۶ھ	رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

محراب میں لگے ہوئے شیشے خشوع میں مخل ہوں تو وہاں نماز مکروہ ہے

خانپور میں ایک جامع مسجد ہے جس کا محراب چھوٹے بڑے گول چوکور شیشوں سے مزین ہے ۔ جب امام صاحب محراب میں کھڑے ہوتے ہیں یا مقتدی صفوں میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے وجود ان شیشوں میں نظر آتے ہیں ۔ آیا ایسی مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے ؟ اور جو نمازیں پڑھی گئی ہیں ان کا اعادہ کیا جائے یا نہ ؟

الجواب شیشہ میں دکھائی دینے والی صورتیں تصویر کا حکم نہیں رکھتیں کیونکہ یہ عکس ہے ۔ ورنہ آئینہ کی بھی اجازت نہ ہوتی ۔ لیکن ایک دوسری وجہ سے کراہت موجود ہے بشرطیکہ مخل خشوع ہوں اور دل کی مشغولی کا باعث ہوں ۔ مراقی میں ہے ۔ وبشئ بحضرة ما يشغل البال كزينة وبحضرة ما يخل بالخشوع ۔ (ص ۱۹۸) ۔ اعادہ واجب نہیں کیونکہ کسی واجب کا ترک نہیں ۔ وتعاد استحبابا بتركه غير ـــــ (مراقی ص) ۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۱ / ۳ / ۱۳۹۶ھ

کپڑا ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھنے کا حکم

سر پر ٹوپی وغیرہ رکھ کر نماز پڑھنے کی حیثیت کیا ہے۔ فرض یا سنت یا واجب ہے۔ ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ننگے سر نماز پڑھنے کو سنت سمجھتے ہیں۔ اور بوقت نماز اپنے پاس کپڑا ہوتے ہوئے بھی اتار دیتے ہیں کیا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار ایسا کیا ہے؟ اور اگر اکثر نہیں کیا، تو اب اکثر اور کبھی کبھار والی سنتوں میں سے کسے ترجیح دی جائے۔؟

الجواب تہاون کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بحر میں ہے۔

وان صلی فی ازار واحد یجوز ویکرہ وکذا فی السراویل فقط بغیر عذر وکذا مکشوف الرأس للتهاون (بحرؒ)۔

نماز کے لئے مستحب لباس عمامہ باندھنا ہے۔

والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة۔

(بحر، ج ۲، ص ۲۷)۔

ننگے سر نماز پڑھنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ حکم دیا ہے اور نہ ہی کپڑا موجود ہوتے ہوئے آپ نے ننگے سر نماز پڑھی ہے۔ ومن ادعی فعلیه البیان بلکہ کپڑا موجود ہونے کی صورت میں استعمال کا حکم ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لاحدکم ثوبان فلیصل فیهما۔ الحدیث۔ (ابوداؤد)۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۳/۴/۱۴۰۰ھ
نائب مفتی۔

ٹائی باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم

ٹائی گلے میں باندھے ہوئے نماز پڑھنی جائز ہے یا کہ نہیں اور نیز ننگے سر یا پینٹ وغیرہ پہنے ہوئے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب ٹائی لگانے سے یہود و نصاریٰ کے نظریہ صلیب کی عملی تائید ہوتی ہے اور ان سے مشابہت بھی ہے۔ اس لئے اس کے پہننے کی کسی حالت میں اجازت نہیں۔ کراہت یقیناً ثابت ہے۔ سر ڈھانپنے کو اہمیت نہ دیتے ہوئے سستی کی بناء پر ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کیا یہ آداب خداوندی کے خلاف نہیں ہے؟ جب دوسرا کپڑا مہیا ہو تو

بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

والدین بلائیں تو نماز توڑنے کا حکم

اگر نماز پڑھتے ہوئے نمازی کو والدین میں سے والد یا والدہ آواز دے کر بلائے تو کیا ان کے بلانے اور آواز دینے سے نمازی اپنی نماز درمیان میں توڑ کر والدین کی بات سن لے یا اپنی نماز پوری کرنے کے بعد والدین کی بات سنے۔ بالدلیل تحریر فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خان القادری لاہور

الجواب وفی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۱۰۹ المصلی اذا دعاہ احد ابویہ لا یجیب ما لم یفرغ من صلوتہ الا ان یستغیث بہ لشیء لان قطع الصلوۃ لا یجوز الا لضرورۃ۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ محض بلانے سے نماز نہ توڑے۔ البتہ اگر والدین یا کوئی اجنبی شخص بھی ناقابل برداشت تکلیف پہنچنے کے وقت نمازی کو فریاد کرے تو پھر نماز توڑنا واجب ہے۔

کذا فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۱۰۹۔ وکذا الاجنبی اذا خاف ان یسقط من سطح او تحرقہ النار او یغرق فی الماء واستغاث بالمصلی وجب علیہ قطع الصلوۃ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ — الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — جامعہ خیر المدارس ملتان

سینہ قبلہ سے پھر جائے تو نماز کا حکم

نیند کا غلبہ ہونے یا بیٹھتے وقت نماز میں سینہ پھر جاتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ اور اگر سر جھک جائے کہ

کی وجہ سے ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب: ایسے انحراف سے بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ سینہ اگر قبلہ سے بالکل پھر گیا۔ اور قصداً ایسا کیا گیا ہے تو نماز فوراً ٹوٹ جائے گی۔ در مختار میں ہے۔

ويحول صدره عن القبلة اتفاقا بغير عذر. قال الشامي: وأطلقه فشمل ما لو قل أو كثر وهذا لو باختياره وإلا فإن لبث مقدار ركن فسدت وإلا فلا اھ (الشامية ج ۱ ص ۵۸۴). وفي الخانية: فقيل إذا تعمد ذلك فسدت صلاته وإن قل اھ (الشامية ج ۱ ص ۴۲۹).

علامہ شامی رحمہ اللہ کے کلام میں ''اختیارہ'' سے مراد تعمد ہے۔ کما فی الخانیہ۔ واضح رہے کہ معمولی تحویل صدر مفسد نہیں مگر جب سینہ قبلہ سے نکل جائے۔ در مختار میں لکھا ہے۔

جهة القبلة في بلادنا يعني سمرقند ما بين المغربين مغرب الشتاء ومغرب الصيف فإن صلى إلى جهة خرجت من المغربين فسدت صلاته. اھ قال الشامي: الانحراف اليسير لا يضر اھ (شامی ج ۱ ص ۴۱۱). فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان [illegible]ھ

○

گھڑی چوری ہونے کے اندیشہ سے نماز توڑنا

زید نے ظہر کی نماز سے پہلے مسجد کے غسل خانوں میں غسل کیا۔ گھڑی وہیں رہ گئی اور مسجد میں آکر نماز شروع کر دی۔ دوران نماز خیال آیا۔ تو کیا زید گھڑی لانے کے لئے نماز توڑ کر جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: اگر چوری ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ کر جا سکتا ہے۔

ويجوز قطعها ولو كانت فرضا بسرقة يخشى على

ما يساوي درهما لانه مال وقال عليه الصلوة والسلام قاتل دون مالك وهكذا فيما دونه في الاصح لانه يحبس في دانق له

(مراقي الفلاح، ص ۲۰۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۲/۱۴۱۱ھ

ایڑیوں پر بیٹھنے کا حکم

بعض لوگ جنہوں نے پینٹ یا چست پاجامہ پہنا ہوا ہوتا ہے۔ نماز پڑھتے وقت جب وہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو پاؤں کی ایڑیوں پر بیٹھ کر دوبارہ سجدہ میں چلے جاتے ہیں۔ اور بعض التحیات بھی اسی حالت میں پڑھتے ہیں۔ یعنی ایڑیوں پر بیٹھ کر۔ تو کیا پینٹ وغیرہ کی وجہ سے وہ معذور سمجھے جائیں گے؟

الجواب: دوران نماز اس طرح پاؤں کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا مکروہ ہے

وكره الاقعاء وهو ان يضع اليتيه على الارض وينصب ركبتيه لقول ابي هريرة رضي الله عنه نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نقر كنقر الديك واقعاء كاقعاء الكلب۔ (مراقي الفلاح) (وكره الاقعاء) كراهة تحريمية (وينصب ركبتيه) ويضمهما الى صدره ويضع يديه على الارض وقال الكرخي هو ان ينصب قدميه ويقعد على عقبيه واضعا يديه على الارض قال الزيلعي والاول اصح لانه اشبه باقعاء الكلب يعني ان كون الاول هو المراد في الحديث اصح لا ان ما قاله الكرخي غير مكروه بل يكره ذلك ايضا كما في النهر والمضمرات۔

(طحطاوي، ص ۱۹۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۳/۱۴۱۰ھ

تصویر جیب میں ہو تو نماز کا حکم

آج کل تقریباً ہر ملک کی کرنسی پر کسی نہ کسی کی تصویر ہوتی ہے نیز ہر ملک میں شناختی کارڈ بھی لازمی ہے۔ تو کیا ان کے جیب میں ہوتے ہوئے اگر نماز پڑھی جائے تو اس نماز میں کراہت ہوگی؟ مسئلہ ہذا کو باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

تصویر کسی چیز میں چھپی ہوئی ہو تو چھپی ہونے کی وجہ سے نماز میں کراہت نہیں آتی۔

قال في البحر ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس او صرة او ثوب آخر اه (در مختار) قوله لا المستتر بكيس او صرة بان صلى ومعه صرة او كيس فيه دنانير او دراهم فيها صور صغار فلا تكره لاستتارها بحر اه (شامي ج۱ ص۶۵۰)

فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا الله عنه

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان [illegible]

مصور کپڑے میں نماز پڑھنا

آج کل شرٹ کے لئے ایک ایسا کپڑا آتا ہے جس پر جاندار ہاتھی گھوڑا وغیرہ کی تصویریں بنی ہوتی ہیں اسے پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسے کپڑے میں نماز مکروہ ہے۔ اور نماز کے علاوہ بھی ایسا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔ ویکرہ ..... لبس ثوب فيه تصاوير اه (حكمي) لانه يشبه حامل الصنم فيكره وتكره التصاوير على الثوب صلى فيه او لم يصل اه (بحر ج۲ ص۲۷ مطبوعہ کوئٹہ)

فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فرضوں میں بلا عذر تکرارِ آیت مکروہ ہے

بعض اوقات دورانِ قرأت امام صاحب کا سانس ٹوٹ جاتا ہے اور وہ پیچھے پڑھی ہوئی آیت کو دہراتے ہیں کیا اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی ؟

الجواب ومنہ الصدق والصواب درمیان میں سانس ٹوٹ جانے کی وجہ سے دہرانے کی صورت میں نماز میں کوئی کراہت نہیں آئے گی کیونکہ یہ عذر ہے البتہ بلا عذر دہرانا فرضوں میں مکروہ ہے ۔

واذا کرر اٰیۃ واحدۃ مرارًا فان کان فی التطوع الذی یصلی وحدہ فذلک غیر مکروہ وان کان فی الصلوٰۃ المفروضۃ فھو مکروہ فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ العذر والنسیان فلا باس بہ ۔ (عالمگیری ص ۱۰۷ ج ۱ مکتبہ) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳ / ۱ / ۱۴۰۰ھ

سردی کی وجہ سے محراب سے ایک طرف ہو کر جماعت کرانے کا حکم

ایک مسجد ہے جس میں پانچ وقت پابندی سے نماز باجماعت ہوتی ہے اگر سردی کے موسم میں کسی کونے میں دھوپ ہونے کی وجہ سے کونے میں یا ایک طرف نماز پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی یا نہیں ؟ کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز مسجد کے وسط میں ہونی چاہیئے یعنی محراب کے سامنے ۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب نماز ہو جائے گی لیکن امام کو چاہیئے کہ وسط صف میں کھڑا ہو ۔

وینبغی للامام ان یقف بازاء الوسط فان وقف فی میمنۃ الوسط او فی میسرتہ فقد اساء لمخالفتہ السنۃ ۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۸۹) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

نمازیوں کی کثرت کے وقت مکبروں کا انتظام بہتر ہے یا آلۂ مکبر الصوت کا

نماز کے وقت مکبروں کو مقرر کیا جائے یا لاؤڈ سپیکر بہتر ہے۔ بینوا توجروا۔

سائل فضل الٰہی ساہیوال

الجواب بہتر یہی ہے کہ بوقت کثرت نمازیوں کے مکبرین کا انتظام کیا جائے اور اس کو استعمال نہ کیا جائے ہاں اگر ایسی کثرت ہو کہ مکبرین کے انتظام میں بھی دشواری ہو تو اس آلہ کے استعمال کی گنجائش ہے۔ اور نماز دونوں صورتوں میں ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲۳/۱۱/۱۴۰۰ھ

غیر مسلموں کے متروکہ معبد میں نماز پڑھنے کا حکم

ایک گوردوارہ ایک کمرہ کی شکل میں ہے اس کے اندر اور اوپر کوئی امتیازی نشان نہیں ہے ایک کمرہ اور آگے برآمدہ ہے کمرہ کو بابیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

قاری محمد طیب، علی پور

الجواب صورت مسئولہ میں مکان مذکور جسے پہلے گوردوارہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔ ہاں قبلہ والی دیوار میں محراب بنا لینا چاہئے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ معین مفتی خیر المدارس ملتان ۴/۳/۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی خیر المدارس

چھینکنے والے کا جواب دینے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں

چھینک اور جمائی لیتے وقت بحالت نماز "الحمد للہ" اور "لاحول" وغیرہ علی الترتیب کہنا کیسا ہے؟

الجواب: چھینک والا اگر خود "الحمد للہ" یا "یرحمک اللہ" کہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اگر کسی کے جواب میں کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ شامی میں ہے۔

ولو قال لنفسه یرحمك الله یا نفسی لا تفسد لانه لما لم یکن خطابا لغیره (شامی ج ۱ ص ۴۳۵) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ احقر علی غفرلہ معین مفتی
خیر المدارس ملتان ۱۲/۱/۱۳۹۲ھ

دودھ پی کر نماز سے پہلے کلی کرنا مسنون ہے

آج کل حفاظ قرآن میں یہ رسم چل گئی ہے کہ تراویح پڑھتے وقت دودھ میٹھا کر کے رکھتے ہیں اور ہر دو رکعت کے بعد ایک گلاس نوش کر کے بغیر کلی کئے اگلی نماز شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ فعل خلاف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حدیث یہ ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرب لبنا فمضمض۔ الخ

تو اس سے معلوم ہوا کہ دودھ پینے کے بعد بغیر کلی کئے نماز فاسد ہے۔ جواب کافی وشافی ہو۔

الجواب: اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کیونکہ کلی کرنا سنت ہے۔ فرائض و واجبات میں سے نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احقر علی غفرلہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان
۲۰/۳/۱۳۹۴ھ

لیکن درمیان میں کلی کرنا مستحب اور سنت ہے۔ الجواب صحیح
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

مسجد کے بالائی حصہ میں عورتیں اور نیچے مرد اقتدا کر رہے ہوں تو مفسد صلوٰۃ ہے یا نہیں

ہماری مسجد میں نماز عشاء اور تراویح کے ساتھ رمضان شریف میں عورتیں بھی شرکت کرتی ہیں مسجد کے بالائی حصہ میں عورتیں ہوتی ہیں اور زیریں حصہ میں مرد ہوتے ہیں۔ کیا اس سے مردوں کی نماز فاسد تو نہیں ہوتی ؟

المستفتی محمد لطف اللہ خان مدرسہ عوام بادشاہی مسجد اندرون لاہور

الجواب ایسی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

لہ ففی الطحطاوی فلو اختلف المکان بان کانت المرأة علی مکان عال بحیث لا یحاذی شئ منہ شیئا منہا لا تفسد اھ (ص۱۸۱) ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح
معین مفتی خیر المدارس ملتان	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۲ / ۱ / ۱۳۸۱ھ	رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

عورت مردوں کی صف میں آکھڑی ہو تو کس کس کی نماز فاسد ہو گی

اگر عورت مردوں کی صف جماعت میں کھڑی ہو جائے تو اس کے دائیں بائیں دو مردوں ہی کی نماز فاسد ہوگی یا پچھلی صف کے کسی مرد کی بھی ؟

سائل اکرام الحق راولپنڈی

الجواب ایک دائیں سے ایک بائیں سے ایک پیچھے سے کل تین آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی لہ ان کے علاوہ پہلی یا پچھلی صف والوں پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(شامی ج ۱ ص ۴۵۶) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

لہ وقد صرحوا بان المرأة الواحدة تفسد صلوة ثلثة اذا وقفت

في الصف من عن يمينها ومن عن يسارها ومن خلفها . اھ (كذا في الشامية ، ج۱ ، ص ۵۳۵)۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

نماز میں انگلیوں کو مسلسل حرکت دیتے رہنا

ایک شخص نماز میں انگلیوں کو مسلسل اس طرح حرکت دیتا رہتا ہے جیسے ان پر کوئی چیز شمار کر رہا ہو اور روکنے کے باوجود باز نہیں آتا۔ ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر یہ حرکت اختیاری ہے تو مکروہ ہے بلکہ مسلسل کرنے سے نماز فاسد ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ (ویکرہ) کفه أي رفعه ولو لتراب كمشمر كم أو ذيل (وعبثه به) أي بثوبه (وبجسده) للنهي إلا لحاجة . اھ (درمختار)۔

(قوله وعبثه) هو فعل لغرض غير صحيح قال في النهاية : وحاصله أن كل عمل هو مفيد للمصلي فلا بأس به أصله ما روي أن النبي صلى الله عليه وسلم عرق في صلوته فسلت العرق عن جبينه أي مسحه لأنه كان يؤذيه فكان مفيداً وفي زمن الصيف كان إذا قام من السجود نفض ثوبه يمنة أو يسرة لأنه كان مفيداً كي لا تبقى صورة فأما ما ليس بمفيد فهو العبث . اھ (قوله للنهي) وهو ما أخرجه القضاعي عنه صلى الله عليه وسلم أن الله كره لكم ثلاثاً العبث في الصلوة والرفث في الصيام والضحك في المقابر وهي كراهة تحريم كما في البحر (قوله إلا لحاجة) كحك بدنه لشئ أكله وأضره وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه وهذا لو بدون عمل كثير قال في القنية لو حك ببدو واحدة في ركن ثلاث مرات يفسد الصلوة إن رفع يده في كل مرة

وفی البحر مرۃ من الفتاوی الخلاصۃ فی المحیط ہو الذہاب والرجوع مرۃ او الذہاب مرۃ والرجوع اخری ۔ (شامی ج ۱ ص ۴۴۲)

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۔ مفتی خیر المدارس ملتان

دوران نماز مکھی کو چہرے سے ہٹانا

بسا اوقات نماز میں مکھیاں تنگ کرتی ہیں ۔ مکھی کو ہٹایا جائے تو پھر اسی جگہ پر آ بیٹھتی ہے ۔ تو کیا مکھی کو ہٹا سکتے ہیں ؟

المستفتی : آفتاب احمد قریشی ، ہمدرد دواخانہ ، گارڈن ٹاؤن ، لاہور ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بوقت ضرورت عمل قلیل سے مکھی کو ہٹا سکتے ہیں ۔ وفی الہندیۃ عن مشائخنا انہ یکرہ ان یذب بیدہ الذباب او البعوض الا عند الحاجۃ بعمل قلیل ۔ اھ (طحطاوی ، ص ۱۹۴) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

نماز میں آنحضرت علیہ السلام کا خیال لانے اور آنے کا مسئلہ

(۱) نماز میں پیغمبر علیہ السلام کا خیال لانا ضروری ہے کہ نہیں ۔ اگر کسی درجہ کا خیال لانا ضروری ہے تو کیا وہ بایں معنی لانا چاہیئے جس میں تمام شمائل ترمذی آجائے ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حلیہ مبارک یا کہ محض شانِ نبوت کافی ہے ۔ کما قال العلماء فی مقام اللہم واحضر فی نفسک شخص النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۲) اگر کوئی فویل للمصلین الذین ہم عن صلوتہم ساہون ۔ سے مراد پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے خد و خال کا بھول جانا لے تو کیا یہ محض تحریف آیات باری سے پاک نہیں ؟ باوجودیکہ کسی مفسر نے یہ جرأت نہیں کی ۔

محمد انور کلیم دارالعلوم حسینیہ محمدی لاہور

الجواب حامداً ومصلیاً

خیال میں لانا اور ہے اور خیال میں آنا الگ ہے ۔ خیال میں لانا اور قصد بایں معنی کہ " اشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ " پڑھتے وقت آپ کا تصور ہو ۔ اور اسی

طرح درود شریف میں بھی تصور آپ کا آسکتا ہے۔ لیکن اس تصور سے توجہ الی اللہ اور دھیان میں کوئی فرق نہیں آتا تو یہ تصور جائز ہے اور نماز سے مانع نہیں ہے۔ اور اس کے بالمقابل دوسرا تصور یہ ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کی بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو قصداً تصور کر کے پوری توجہ اور ہمت اسی طرف صرف کر دینا اور دھیان لگا دے جس سے توجہ الی اللہ منقطع ہو جائے یا مختصر ہو جائے یہ ناجائز ہے۔

۲۔ یہ تفسیر خود ساختہ اور باطل ہے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ تفسیر وہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین و سلف صالحین سے منقول ہو۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۲۰/۱/۱۳۹۸ھ

کتنی دیر کشف ستر مفسد صلوٰۃ ہے

کیا نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کا ستر کھل گیا۔ ستر کتنا کھلے اور کتنی دیر تک کھلا رہے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ المستفتی سیف اللہ خان صادق

۵۳ جی بی شاہ جمال ٹاؤن لاہور

الجواب: چوتھائی حصہ اگر کسی ایسے عضو کا کھل گیا جس کا چھپانا فرض تھا اور تین مرتبہ "سبحان ربی العظیم" کہنے کی مقدار کھلا رہا تو نماز ٹوٹ گئی ورنہ نہیں ٹوٹی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۰/۳/۱۴۰۳ھ

نوافل میں تکرار آیت کا حکم

اگر دوران نماز تہجد کسی آیت سے قلب پر رقت طاری ہو جائے تو اس کو بار بار پڑھنے سے کراہت تو نہ ہوگی؟ قاضی نور احمد، افضل آباد، بہاولنگر

الجواب حامداً ومصلیاً نوافل میں تکرار آیت مکروہ نہیں۔ آنحضرت علیہ السلام سے بھی اس طرح کا تکرار ثابت ہے۔

وان کررہا آیۃ واحدۃ فان کان فی التطوع الذی یصلی وحدہ فذلک غیر مکروہ وان کان فی الصلوۃ المفروضۃ فھو مکروہ فی حالۃ الاختیار واما فی حالۃ العذر والنسیان فلا بأس اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۷۹)۔ فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۱۴۰۴ھ

نماز کے متصل بعد سجدہ میں دعا کرنا

بعض لوگ نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ میں پڑ کر کچھ دعا مانگتے ہیں اور بعض رخسار دونوں زمین پر رگڑتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو اس کا کس کتاب سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ جواب تفصیل سے دیں۔

مستفتی الحاج پیر محمد رمضان ساہیوال

الجواب حامداً ومصلیاً نماز کے متصل بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے۔ عام حالات میں دعا کے لئے سجدہ جائز ہے۔ مگر التزام اس کا بھی بدعت ہے۔ رخسار دونوں کو زمین پر عاجزی کے لئے ہو تو جائز ہے۔ وسجدۃ الشکر مکروھۃ عند ابی حنیفۃ قال لا اراہ شیئاً الی قولہ وما یفعل عقیب الصلوۃ فمکروہ لان الجھال یعتقدونھا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ (کبیری ص ۵۹۷)

فقط واللہ اعلم: احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ھذا

گرمی کے عذر کی وجہ سے مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے

گرمی یا سردی یا روشنی کے عذر کی وجہ سے مسجد کی چھت پر جماعت کراسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب مذکورہ ضرورت کے باوجود مسجد کی چھت پر جماعت کرانا مکروہ ہے کیونکہ یہ کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہا الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ اھ (عالمگیری ج ۴ ص ۴۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۷/۱۳۹۶ھ

امام نے پانچویں رکعت شروع کر دی مقتدیوں نے سلام پھیر دیا تو نماز کا حکم

امام چوتھی رکعت کے بعد بغیر قعدہ کے کھڑا ہو گیا۔ دیکھ کر مقتدی بھی امام کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ امام نے پانچویں اور چھٹی رکعت پڑھ لی۔ اور جو مقتدی بیٹھے رہے وہ امام کے ساتھ فارغ ہونے سے پہلے ہی سلام پھیر کر فارغ ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو مقتدی بیٹھے رہے کیا ان کو امام کی فراغت کا انتظار کرنا چاہیے تھا یا نہیں؟

مولانا احمد علی

مدرس مدرسہ حسینیہ مسجد بگٹی شہداد پور سندھ

الجواب اگر ان مقتدیوں نے امام کے پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو ان کی نماز ہو گئی اور اگر اس سے پہلے پھیرا ہے تو ان کی نماز فاسد ہو گئی۔

کما فی الہندیۃ ج ۱ ص ۹۳ - وان قید الخامسۃ بالسجدۃ سلم المقتدی ولو لم یقعد الامام علی الرابعۃ وقام الی الخامسۃ ساہیا وتشہد المقتدی وسلم ثم قید الامام الخامسۃ بالسجدۃ فسدت صلوتہم اھ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲/۱۴۰۳ھ

خیر محمد عفا اللہ عنہ

نماز میں قہقہہ نماز و وضو دونوں کے لئے مفسد ہے

ایک دفعہ جماعت ہو رہی تھی کہ امام کی کسی غلطی پر مقتدی ہنسنے لگے اس کے بعد نیا وضوء کر کے آئے ۔ ایک مقتدی پھر بھی ہنستے رہے ۔ لیکن دوبارہ ہنسنے میں شک ہے کہ وہ قہقہہ تھا یا ضحک کیا حکم ہے

مستفتی احمد وقاص

الجواب قہقہہ اور ضحک میں شک ہونے کی صورت میں نماز تو بلا شک ٹوٹ گئی کیونکہ نماز ٹوٹنے کے لئے تو قہقہہ ضروری نہیں ۔ باقی رہا دوسری صورت میں وضوء کا معاملہ تو وہ ظن غالب پر موقوف ہے ۔ اگر ظن غالب قہقہہ کی طرف ہے تو وضوء بھی ٹوٹ گیا ۔ ورنہ صرف نماز ٹوٹے گی ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۳/۱۰/۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ
مفتی خیر المدارس ملتان

لہ القہقہۃ فی کل صلوٰۃ فیہا رکوع وسجود تنقض الصلوٰۃ والوضوء عند نا کذا فی المحیط سواء کانت عمداً او نسیاناً کذا فی الخلاصۃ ۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص) ۔ فقط

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۵/۱۴۰۱ھ

غلطی سے بچنے کے لئے سورتوں کو متعین کر لینا مکروہ نہیں

ایک شخص نسیان کا مریض ہے اگر وہ یاد کرنے کی سہولت کے لئے اپنی نماز شروع کرنے سے پہلے سورتیں مقرر کر لے کہ فلاں فلاں سورۃ پڑھوں گا جائز ہے یا نہیں ؟

عتیق الرحمٰن ، ۷/ر. ر آر ساہیوال

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

کوئی حرج نہیں ہے۔ تعیین سورت اس وقت مکروہ ہے جب کہ کوئی اس اعتقاد سے متعین سورت پڑھے کہ دوسری سورتوں سے نماز اس کے نزدیک جائز ہی نہیں ہوتی۔

حاشیہ الطحطاوی ۔ ویکرہ تعیین سورۃ قال الطحطاوی الکراھۃ انما اذا اعتقد ان الصلوٰۃ لا تجوز بغیرھا اما اذا لم یعتقد فلا کراھۃ (ص ۱۹۹) ۔

البتہ اگر کوئی تعیین سورت اس لئے کرتا ہے کہ دوسری یاد نہیں اور پڑھنے میں آسانی ہو تو پھر اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے۔

ویکرہ تعیین سورۃ الیٰ قولہ الا لیسر علیہ او تبرکا بقراءۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکرہ ۔ (طحطاوی ، ص ۱۹۹) ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد اسحاق غفرلہٗ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مورخہ ۱۲ / ۱۰ / ۱۳۹۱ھ

ایک رکعت پڑھنے کے بعد خود یاد آنے سے کھڑے ہو کر نماز پوری کرلی تو نماز فاسد نہیں ہوئی

زید نے نماز تراویح کے دوگانے شروع کئے۔ ایک دوگانہ میں صرف ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جب دوسری طرف سلام پھیرا تو ایک مقتدی کی آواز آئی کہ ایک رکعت ہوئی ہے اتنے میں اس کو یاد آگیا کہ میں نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا ہے پھر فوراً سیدھا کھڑا ہو کر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو کرلیا۔

امام کا قول ہے کہ میں خود یاد آنے پر کھڑا ہوا ہوں جو لوگ امام کے ساتھ چپ چاپ کھڑے ہو گئے ہیں ان کی نماز ہو گئی۔ البتہ پیچھے بولنے والوں کی نماز نہیں ہوئی۔ کیا امام صاحب کی یہ بات درست ہے؟

حافظ عبد الحق خطیب جامع مسجد چوک قذافی شہر ملتان

الجواب درمختار میں ہے: ولا السلام ساهیا للتحلیل ای للخروج من الصلوٰۃ قبل اتمامها علی ظن اکمالها فلا یفسد اھ

معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں سلام پھیر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔ پس جن لوگوں سے اس سلام کے بعد کوئی منافی صلوٰۃ عمل، گفتگو وغیرہ نہیں پایا گیا اور فوراً انہوں نے دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھ لی ہے ان سب کی نماز درست ہو گئی۔ لہٰذا امام صاحب کا قول صحیح ہے۔

وان حصل تذکرہ من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقا لکون الفتح حینئذ لیس بالفتح لا یؤثر بعد تحقق انه من نفسه لان ذلک من امور الدیانة اھ (شامی ج ۱ ص ۵۸۴)۔

معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں جب امام مدعی ہے کہ میں خود یاد آنے کی وجہ سے اٹھا ہوں تو اس کا یہ قول شرعاً معتبر ہے پس نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰؍۱۰؍۱۳۹۹ھ

جیب میں ناپاک کپڑا ہوتے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم

ایک آدمی نے نماز پڑھائی اور اس کی جیب میں ناپاک کپڑا تھا۔ آیا اس کی نماز درست ہوئی یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب معاف مقدار سے اگر نجاست زیادہ تھی تو نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ نجاست کو اٹھانے والا ہے۔ واذا امسک حبلا مربوطا به نجاسة وبقی من عمامته طرف طاهر ولم یتحرک الطرف النجس بحرکته صحت والا فلا کما لو اصاب راسه۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۶۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۴؍۵؍۱۳۹۶ھ

امام کا مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے

اگر امام مکمل طور پر محراب میں کھڑا ہو اس طرح کہ اس کے پاؤں بھی محراب میں ہوں تو مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو کون سی کراہت ہے اور اس کے مکروہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب باسم ملہم الصواب بلا عذر امام صاحب کا اس طرح کھڑا ہونا کہ ان کے پاؤں بھی محراب کے اندر ہوں مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس میں تشبہ ہے اہل کتاب کے ساتھ۔

ویکرہ الشروع (ای قولہ) وقیام الامام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم مطلقا وان لم یتشبہ حال الامام ان علل بالتشبہ وان بالاشتباہ ولا اشتباہ فلا اشتباہ فی نفی الکراہۃ اھ (درمختار) (قولہ ان علل بالتشبہ الخ) قید للکراہۃ وحاصلہ انہ صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراہۃ ولم یفصل فاختلف المشائخ فی سببہا فقیل کونہ یصیر ممتازا عنہم فی المکان لان المحراب فی معنی بیت اٰخر وذلک صنیع اہل الکتاب واقتصر علیہ فی الہدایۃ واختارہ الامام السرخسی وقال انہ الاوجہ وقیل اشتباہ حالہ علی من فی یمینہ ویسارہ فعلی الاول یکرہ مطلقا وعلی الثانی لا یکرہ عند عدم الاشتباہ الخ وہذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض او فی المحراب لضیق المکان لم یکرہ اھ (درمختار مع الشامیۃ ج ۱ ص ۶۰۰ وکذا فی المراقی ص ۱۹۴) — فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ   الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں، ایک تو اس نے ابتداء ہی میں ہاتھ چھوڑ دیئے۔ دوسرے ابتداء میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی لیکن آخر میں یا درمیان میں

ہاتھ چھوڑ دیجئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا مکروہ و خلاف سنت ہے۔ مراقی میں ہے۔

"ویسن وضع الرجل یدہ الیمنی علی الیسری تحت سرتہ لحدیث علی رضی اللہ عنہ ان من السنۃ وضع الیمنی علی الشمال تحت السرۃ" (ص ۱۴۲) فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — نائب مفتی ۳/۱/۱۳۹۰ھ

صفیں متصل ہوں تو درمیان میں سڑک کا گزرنا اقتداء سے مانع نہیں

ایک جامع مسجد کے شمالی جانب میں توسیع مسجد کے لئے مزید جگہ حاصل کی گئی ہے تاکہ اس میں ہال تعمیر کر کے مسجد میں شامل کیا جائے اور جمعہ وغیرہ میں جب مسجد کا موجودہ ہال پُر ہو جائے تو نمازی شمالی ہال میں کھڑے ہو کر باجماعت نماز پڑھ سکیں۔ مگر موجودہ مسجد اور مذکورہ شمالی جگہ کے درمیان تقریباً ایک گلی نما راستہ ہے جس کا نقشہ منسلک ہذا ہے۔ چونکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ مذکورہ گلی شمالی ہال سے موجودہ مسجد کے امام کی اقتداء کے لئے مانع ہوگی۔ لہٰذا فتویٰ دیں کہ مذکورہ بالا صورت میں حنفی فقہ کی رو سے اقتداء جائز ہونے کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب "المانع من الاقتداء ثلثۃ اشیاء منہا طریق عام یمر فیہ العجلۃ والاوقار ہکذا فی شرح الطحاوی اذا کان بین الامام وبین المقتدی طریق ان کان ضیقا لا یمر فیہ العجلۃ والاوقار لا یمنع وان کان واسعا یمر فیہ العجلۃ والاوقار یمنع ہکذا فی فتاوی قاضی خان" (عالمگیری ج ۱ ص ...)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر یہ گلی اس قدر چوڑی ہے کہ اس کے اندر بیل گاڑی وغیرہ گزر سکے تو مذکورہ گلی جواز کے لئے مانع ہوگی ورنہ نہیں۔ البتہ اگر بوقت نماز صفیں گلی میں بھی کھڑی ہوتی ہیں اور صف شمالی ہال تک گلی میں سے ہو کر متصل ہو تو پھر ہال میں کھڑے ہونے والوں کی اقتداء درست ہوگی

عالمگیری میں ہے۔ ج ۱۔ ص ۴۵۔

ھذا اذا لم تکن الصفوف متصلۃ علی الطریق اما اذا اتصلت الصفوف لا یمنع الاقتداء اھ۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی ۔ ۲۳ / ۱۰ / ۱۳۹۲ھ

جس کمرے میں تصاویر ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

ایک بزرگ سے سنا ہے کہ جس کمرے میں ذی روح کی تصاویر ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیا یہ درست ہے؟ اور یہ کراہت کس درجہ کی ہے؟

الجواب باسمہ تعالیٰ یہ درست ہے جس کمرہ میں تصاویر ہوں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ سب سے زیادہ کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر نمازی کے سامنے ہو۔ پھر اس صورت میں جب سر کے اوپر والی جانب میں ہو۔ پھر جب دائیں یا بائیں دیوار وغیرہ پہ ہو۔ اور جب نمازی کی پشت کی طرف ہو تو پہلے درجوں سے کراہت کم ہوگی۔ اگر کسی پردے وغیرہ کے پیچھے چھپی ہوئی ہو یا صندوق وغیرہ میں ہو تو اس سے نماز میں تو کراہت نہیں آئے گی لیکن تصاویر کا گھر میں ہونا ٹھیک نہیں۔

وأن یکون فوق رأسه او بین یدیه او بحذائه یمنة او یسرة
او محل سجوده تمثال ولو في وسادة منصوبة لا مفروشة و
اختلف فیما اذا کان التمثال خلفه والاظهر الکراهة ولا یکره
لو کانت تحت قدمیه او محل جلوسه لانها مهانة او في
یده عبارة الشمني بدنه لانها مستورة بثيابه او علی خاتمه
بنقش غیر مستبین قال في البحر ومفاده کراهة المستبین لا
المستتر بکیس او صرة او ثوب اخر اھ (در مختار)۔
وفي البحر قالوا واشدها کراهة ما یکون علی القبلة امام
المصلی ثم ما یکون فوق رأسه ثم ما یکون عن یمینه

فيساره على الحائط ثم ما يحكون خلفه على الحائط او السترة اھ
وشامية ج ۱ ص ۰۰۰ وهكذا في الفتاوى العالمگيرية ج ۱ ص ۰۰ وكذا
في قاضي خان ج ۱ ص ۰۰ ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳؍۶؍۱۴۰۱ھ

سلام کے متصل بعد اونچی آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَر کہنے کا التزام

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے تکبیر یا کلمہ یا کوئی ذکر اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو باحوالہ تحریر فرمائیں۔ اور اگر ناجائز ہے تو پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کا کیا مطلب ہے جس میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر اور تکبیر ہوتی تھی۔ باحوالہ فتویٰ صادر فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی قاری سیف اللہ خالد قادری لاہور

الجواب: نمازوں کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا التزام کرنا انفراداً ہو یا اجتماعاً ہو کئی وجوہ سے ممنوع ہے۔ رہی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ تو وہ صلوٰۃ مجاہدین پر محمول ہے۔ اگر اس کا مصداق عام نمازیں ہوں تو بالاجماع یہ روایت منسوخ ہے۔

ذكر الامام الحسن بن بطال رح في شرح البخاري لما اخذ يتكلم على حديث ابن عباس رضي الله عنه. فقال يحتمل ان يكون اراد به المجاهدين فان كان كذلك فهو الى الآن وعليه العمل وهو ان المجاهدين اذا صلوا العشاء فيستحب لهم ان يكبروا جهرا ويرفعون اصواتهم ليرهبوا العدو قال فان لم يحمل على هذا فيكون منسوخا بالاجماع قال لانه لا يعلم احد من العلماء يقول به والاجماع لا يحتج

علیہ (الشامی ج ۱ ص ۶۵۰) المدخل ج ۲ ص ۵۰) عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۳

فتاویٰ محمودیہ ج ۹ ص ۱۰۶) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۵ / ۳ / ۱۴۰۸ھ

رومال بغیر باندھے سر پر ڈال کر نماز پڑھنا

سر پر جو کپڑا لیا ہوا ہو اگر اس کی دونوں اطراف سینے پر لٹک رہی ہوں تو اس سے نماز مکروہ ہو گی یا نہیں؟

قاری محمد رمضان ۱۰۔ ای ۔ آر ساہیوال

الجواب اگر کپڑا سر پر باندھا ہوا ہو اور زائد اطراف دونوں طرف لٹک رہی ہوں تو یہ مکروہ نہیں۔ اور اگر کپڑا سر پر ویسے ہی ڈالا ہوا ہو اور اس کی اطراف سینے پر لٹک رہی ہوں تو یہ مکروہ ہے۔

وکرہ سدل ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد اھ (درمختار)۔

(قولہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد) قال فی شرح المنیۃ السدل ھو الارسال من غیر لبس ضرورۃ ان ارسال ذیل القمیص ونحوہ لا یسمی سدلاً اھ

ودخل فی قولہ ونحوہ عذبۃ العمامۃ وقال فی البحر وفسرہ الکرخی بان یجعل ثوبہ علی رأسہ او علی کتفیہ ویرسل اطرافہ من جانبہ اذا لم یکن علیہ سراویل اھ

فکراھتہ لاحتمال کشف العورۃ وان کان مع السراویل فکراھتہ للتشبہ باھل الکتاب فھو مکروہ مطلقاً سواء کان للخیلاء او لغیرہ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۹۸)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

سوئے ہوئے آدمی کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھنا

بعض اوقات جگہ کی تنگی کی وجہ سے گھر میں ایسی جگہ نماز پڑھنی پڑتی ہے جہاں آگے کوئی سویا ہوا ہوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

المستفتی قاری محمد رمضان اسماعیلوال

اگر سونے والے کی وجہ سے توجہ ہٹنے کا اندیشہ نہ ہو تو بلا کراہت درست ہے

ولا یکرہ صلاۃ الی ظہر قاعد او قائم ولو یتحدث الا اذا خیف الغلط بحدیثہ (در مختار)

(قولہ الی ظہر قاعد) قید بالظہر احترازا عن الوجہ فانہا تکرہ الیہ کما مر (قولہ یتحدث) بیان لقولہ انہ لا کراہۃ لو لم یتحدث بالاولی ولذا زاد الشارح ولو وفی شرح المنیۃ أفاد بہ نفی قول من قال بالکراہۃ بحضرۃ المتحدثین وکذا بحضرۃ النائمین وما روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تصلوا خلف نائم ولا متحدث ضعیف وصح عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من صلاۃ اللیل کلہا وأنا معترضۃ بینہ وبین القبلۃ فاذا أراد ان یوتر ایقظنی فاوترت رواہ فی الصحیحین وہو یقتضی انہا کانت نائمۃ وما فی مسند البزار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نہیت ان اصلی الی النیام و المتحدثین فہو محمول علی ما اذا کانت لہم اصوات یخاف منہا التغلیط او الشغل وفی النائمین اذا خاف ظہور شیء یضحکہ (شامی ج ۱ ص ۴۳۸) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کرکے بیٹھنا

ایک امام فرض نماز پڑھنے کے بعد مقتدیوں کی طرف منہ کرکے بیٹھ جاتے ہیں کوئی مقتدی اگر سامنے نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے اور امام صاحب سے کہے کہ اپنا رخ تبدیل کر لیں۔ تو امام صاحب اپنا رخ نہیں بدلتے بلکہ حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ حالانکہ حدیث کی رو سے ناجائز ہے۔ ازراہ کرم حدیث کی رو سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

محمد لطف اللہ خالد ۲۵۳۔ بی شاہ جمال کالونی لاہور

الجواب بعون الوہاب اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو آگے بیٹھے ہوئے کو اس کی طرف منہ نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ حافظ الحدیث امام عبدالرزاق بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اثر نقل کیا ہے۔

رأى عمر رجلا يصلي ورجل مستقبله فأقبل على هذا وقال تصلي وهذا مستقبلك، وأقبل على هذا بالدرة فقال تستقبله وهو يصلي۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۸) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان [illegible]

قبر زمین کے برابر کر دی گئی ہو تو اس جگہ پر نماز پڑھنے کا حکم

چند دن ہوئے ایک سید صاحب انتقال فرما گئے ہیں ان کو مسجد کے ایک حجرہ میں دفن کر دیا جب کہ وہ جگہ خارج از مسجد ہے اور اس قبر سے چند گز کے فاصلہ پر چند قبریں اور ایک مزار بھی موجود ہے۔ جس جگہ سید صاحب کو دفن کیا گیا ہے وہ جگہ نہ تو سجدہ کی جگہ میں آتی ہے اور نہ ہی پاؤں والی جگہ میں۔ اور جب کہ قبر بھی ہموار ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز نہیں ہوتی براہ مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً مذکورہ قبر کو زمین کے برابر کر دیا گیا ہے تو اب وہاں نماز وغیرہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

حفر قبرا فدفن فیہ آخر میتا فهو علی ثلاثة اوجه ان کانت الارض للحافر فله نبشه وله تسویته الخ وان وقف فکذلک الخ وان کانت میتة هذا لو وقفت للدفن فهو علی مسجد الزرع والغلة حکما لمملوکة ام (ص ۴، ج ۵) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۰/۱۴۰۲ھ

معمولی انحراف عن القبلہ مفسد نہیں

۱: کیا نماز سمت کعبہ سے پینتالیس ڈگری انحراف تک ہو جاتی ہے؟

۲: جبکہ نماز کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ منہ کا رخ سمت قبلہ ہونا چاہئے۔

۳: سمت قبلہ اگر صحیح معلوم ہو جائے تو انحراف قصداً کہاں تک جائز ہے۔

۴: اگر مسجد صحیح رخ پر تعمیر نہ ہوئی ہو تو صحیح سمت معلوم ہونے پر اس کی صف بندی بذریعہ خطوط درست کر لینی چاہئے یا مسئلہ مذکورہ بالا کو جواز بنا کر اسی غلط رخ پر نماز پڑھنا کہاں تک شرعاً درست ہے۔

۵: جبکہ نمازی کو یہ معلوم ہو کہ رخ صحیح نہیں ہے۔ کیا اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

۶: اگر مقتدی اپنا رخ تو صحیح سمت کرے اور امام صاحب کا رخ صحیح سمت سے ہٹا ہوا ہو تو کیا مقتدی کی نماز اس طرح ہو جائے گی یا نہیں؟

المستفتی قاری محمد رمضان ۱۵/۷ آر ساہیوال

الجواب حامداً ومصلیاً جس درجہ تک شریعت نے انحراف کی گنجائش رکھی ہے اس کے اندر اندر جو نماز ادا کی جائے گی وہ صحیح سمت قبلہ کی طرف ہی شمار ہو گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ بلا تکلف جس حد تک اہتمام ہو سکے اس میں کمی نہ کی جائے۔ لیکن اس کیلئے

بہت زیادہ تکلف کرنا اور اس کو موضوع بحث بنائے رکھنا درست نہیں۔ اگر امام کا مخرج دائرہ اجازت کے اندر ہے تو وہ صحیح ہی شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰ / ۲ / ۱۴۰۷ھ

آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا

نماز میں قرأت کے دوران لیسا اوقات آنکھیں بند کر لیتا ہوں اس سے نماز میں کراہت تو نہیں آتی ؟

سائل محمد قاسم بستی عثمان والی ، بہاولنگر

الجواب حامداً ومصلیاً

درمختار میں مکروہات صلوٰۃ میں لکھا ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جس کی وجہ سے اندیشہ ہو کہ آنکھیں کھلی رکھنے میں کمل خشوع نہیں ہوگا تو بند کر سکتے ہیں۔

وتغميض عينيه للنهي الا لكمال الخشوع - اهـ (درمختار)۔

(قوله للنهي) اى في حديث اذا قام احدكم في الصلوٰة فلا يغمض عينيه رواه ابن عدى الا ان في سنده من ضعف وعلل في البدائع بان السنة ان يرمى بصره الى موضع سجوده وفي التغميض تركها ثم الظاهر ان الكراهة تنزيهية كذا في الحلية والبحر وكأنه لان علة النهى ما مر عن البدائع وهى الصارف له عن التحريم۔

(قوله الا لكمال الخشوع) بأن خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره بل قال بعض العلماء انه الاولى وليس ببعيد حلية وبحر (شامى ج ۱ ص ۴۴۴)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۹ / ۱ / ۱۴۰۱ھ

محاذات مفسدہ کی شرائط

منسلکہ ذیل صورتوں میں نماز کے فساد و عدم فساد کے متعلق آگاہ فرمائیں ۔

۱ : زید تنہا نماز پڑھتا ہے اور ایک عورت خواہ محرم ہے یا غیر محرم اور اجنبی ہے ۔ زید کے پیچھے نماز پڑھنے میں مشغول ہے مگر سجدہ کی حالت میں عورت کا سر زید کے پاؤں کے قریب ایسا پڑتا ہے کہ لگنے کے قریب ہے مگر لگتا نہیں ۔

۲ : اسی صورت میں سجدہ کی حالت میں اگر عورت کا سر زید کے پاؤں کو لگتا ہے تو کیا حکم ہے ۔

۳ : ایک عورت خواہ محرم یا غیر محرم ، اجنبی یا غیر اجنبی تنہا نماز پڑھتی ہے ۔ اور زید اس کے پیچھے تنہا نماز پڑھتا ہے مگر سجدے کی حالت میں زید کا سر مذکورہ عورت کے پاؤں کے قریب ایسا پڑتا ہے کہ لگنے کے قریب ہے مگر لگتا نہیں ۔

۴ : اگر اسی صورت میں زید کا سر اس کے پاؤں کو لگ گیا تو کیا حکم ہے ۔

۵ : زید تنہا نماز پڑھتا ہے ایک عورت خواہ محرم ہو یا غیر محرم ، اجنبی ہو یا غیر اجنبی زید کے عین برابر کھڑی ہو گئی اور بیچ میں معمولی فاصلہ ہے مگر جسم کا کوئی حصہ ایک دوسرے کو مس نہیں کرتا ۔ اگرچہ چادر یا قمیص کا دامن ایک دوسرے کو مس کرتا ہے اور سجدے کی حالت میں دونوں کے سر بالکل مساوی صورت میں پڑتے ہیں ۔

۶ : بعینہٖ صورت نمبر ۵ کے مطابق اگر دونوں کے جسم کا کوئی حصہ مثلاً گھٹنے وغیرہ کا مس ہو جائے تو کیا حکم ہے ۔

۷ : اگر یہ تمام صورتیں نماز کو فاسد کرنے والی ہیں تو ایسی حالت میں نماز کی صحیح پوزیشن کا ذکر کیجئے تاکہ نماز کے فساد اور عدم فساد سے مکمل علم حاصل ہو جائے ۔

نوٹ ! نماز باجماعت کی صورت میں مرد اور عورت کیا پوزیشن اختیار کریں کہ جس سے دونوں کی نماز میں فساد نہ آئے جب کہ دونوں ایک امام کے مقتدی ہوں ؟

الجواب : بالکل محاذات مرأۃ (عورت) چند شرطوں کے تحت مفسد صلوٰۃ ہے ۔

۱ : محاذات یعنی عورت کے قدموں کے مرد کا کوئی عضو محاذی ہو جائے ۔

۲ : رکوع و سجدہ والی نماز ہو ۔

۳۔ عورت عاقلہ بالغہ ہو۔

۴۔ تحریمہ اور ادا کے لحاظ سے مرد و عورت میں اشتراک ہو۔

۵۔ امام نے عورت کی امامت کی نیت کی ہو۔

۶۔ ایک رکن کامل میں محاذات ہو۔

۷۔ جہت بھی متحد ہو۔

۸۔ مکان ایک ہو۔

۹۔ بلا حائل ہو۔

۱۰۔ مرد نے اسے ہٹنے کے لئے اشارہ نہ کیا ہو۔ وغیرہ ذلک۔

تنہا تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں محاذات مفسد صلوٰۃ نہیں۔ بس نہیں ہونا چاہئے۔ جماعت کی صورت میں عورت کو پیچھے اس طرح کھڑا کیا جائے کہ عورت کا کوئی عضو مرد کے کسی عضو کے محاذات میں نہ آسکے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۱۴؍۴؍۱۴۰۰ھ

نماز میں دعا اردو میں مانگی تو نماز کا حکم

زید نے صلوٰۃ الکسوف میں سجدہ طویل ہونے کی وجہ سے تسبیح کے علاوہ اپنے گناہوں کی بخشش میں مشغول ہوگیا اور پنجابی یا اردو میں تین کلمات یا اس سے زیادہ کہہ دیئے کیا اس کی نماز ہوگئی یا اعادہ واجب ہے۔ آیا اس پر کوئی گناہ تو نہیں؟

الجواب: نماز ہوگئی اور کوئی گناہ نہیں۔ وقضیة التعلیل ان الدعاء بغیر العربیة خلاف الاولیٰ وان الکراهة تنزیهیة هذا شامی ۱/۳۶۲۔
لیکن چونکہ صورت مسئولہ میں نسیاناً ایسا ہوا لہٰذا کراہت بھی نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا ۔ ۱؍۳؍۱۴۰۰ھ

مسجد اور مقتدیوں کے درمیان وسیع پلاٹ حائل ہو تو اقتداء درست نہیں

عید الاضحیٰ کی نماز مدرسہ میں ادا کی گئی مسجد کا ہال اور برآمدہ پر ہو گیا لیکن بارش کی وجہ سے مسجد کا صحن اور اس سے ملحقہ وسیع پلاٹ خالی چھوڑ دیا اور سینکڑوں لوگوں نے مشرقی کمروں میں اقتداء کی ان کی اقتداء درست ہوئی یا نہیں!

حافظ محمد نذیر احمد

اشرف المدارس مسجد آزاد چنیوٹ

الجواب: مشرقی کمروں میں کھڑے ہونے والوں کی اقتداء درست نہیں۔ لہٰذا ان کی نماز نہیں ہوئی۔

وفی التنویر ویمنع من الاقتداء صف من النساء او طریق تجری فیہ عجلۃ او نہر تجری فیہ السفن او خلاء فی الصحراء یسع صفین اھ (شامیہ ج ۱ ص ۵۸۴)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۱۸/۱۲/۱۳۹۸ھ

امام قعدہ اخیرہ کئے بغیر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لے تو سب کے فرض ختم ہو گئے

۱۔ کوئی سنت ترک ہو جانے سے یا کسی وہم کی وجہ سے اگر کوئی سجدہ سہو کرے تو مکروہ تحریمی ہے اور نماز ہو جاتی ہے۔ (عزیز الفتاویٰ)

۲۔ امام چوتھی رکعت پر بیٹھ یا بغیر بیٹھے پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے گر وہ لوٹ آئے تو اس کے سلام تک رہے ورنہ اپنی نماز پوری کرے اور اگر وہ چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا تو بھی انتظار کرے۔ اگر پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے تو بھی سلام تک رہے اور اگر لوٹا تو سب کی نماز باطل ہو

ہو گئی۔ (امداد الفتاوی)۔

۲: اگر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور مسبوق نے اس کا اتباع کیا تو اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر امام چوتھی رکعت پر نہیں بیٹھا تو مسبوق کی نماز اس وقت تک فاسد نہ ہوگی جب تک امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کر لے۔ بعد پانچویں رکعت کے سجدہ کے امام اور مسبوق اور دوسرے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو کر نفل ہو جائے گی۔ (عالمگیری)۔

۳: امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق سجدہ سہو کے سلام میں شرکت نہ کرے صرف سجدہ کرے اور اگر بے علمی سے یہ سمجھتا رہا کر پچھلے امام کے ساتھ سلام پھیرنا ضروری ہے اور سلام میں بھی شرکت کرتا رہا تو ایسی نمازوں کی قضا کرے۔ (در مختار)

الف: اگر مذکورہ بالا مسائل صحیح ہیں تو ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر یا بغیر بیٹھے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے تو دونوں صورتوں میں مسبوق اس کی اتباع نہ کرے بلکہ خاموش بیٹھا رہے مگر وہ پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ آئے تو اس کے ساتھ سجدہ کا سجدہ کر کے آخری سلام شروع ہونے پر کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز پوری کر لے۔ کیا یہ مطلب صحیح ہے؟

ب: جبکہ مسبوق امام کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کر سکتا ہے۔ تو اگر اس نے نماز پوری کر لینے کے بعد اگر امام کی وہ نماز فاسد ہو جائے یا فرض کی بجائے نفل ہو جائیں تو مسبوق کی فرض نماز درست رہے گی؟

ج: اگر امام قعدہ اخیرہ کرنے کی صورت میں پانچویں رکعت پڑھ کے اور سجدہ سہو کر کے نماز ختم کرے تو امام کی اور اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کر لینے والے اس مسبوق کی فرض نماز درست ہو جائے گی؟

الجواب: الف: یہ مطلب صحیح ہے۔

ب: اگر امام قعدہ اخیرہ کے بعد کھڑا ہو گیا اور پانچویں کا سجدہ بھی کر لیا تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور اگر امام بدون قعدہ اخیرہ کے یا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو ایسی صورت میں مسبوق کے فرض نہیں ہوں گے جبکہ امام کے

فرض فاسد ہوگئے یا نفل ہوگئے۔ تو اس کی اقتدا کرنے والوں کے خواہ وہ مدرک ہوں، خواہ مسبوق ہوں فرض ادا نہیں ہوں گے۔

ج: ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۱۳ / ۱۰ / ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفر لہٗ رئیس الافتاء۔

محاذات مفسدہ میں قدم عورت کا اعتبار ہے نہ کہ دوسرے اعضا کا

بہشتی گوہر باب مفسدات صلوٰۃ میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ میں جانے کے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہو جائے تب بھی نماز باقی رہے گی۔ (در مختار و شامی وغیرہ)

نیز متعدد فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اور مرد کے قدم کا اعتبار ہے۔ قدم کے علاوہ کسی اور عضو کے برابر ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی یعنی اگر عورت مرد کے قدم سے پیچھے کچھ ہٹ کر شامل ہوئی۔ اگرچہ عورت کے بعض اعضاء رکوع و سجود کی حالت میں مرد کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی ہو گئے تو اس سے کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ (شامی)

الف: ان دونوں میں سے کون سے قول کو ترجیح ہے؟

ب: اگر نماز باجماعت پڑھتے ہوئے مرد کے کسی عضو کے ساتھ عورت کے کسی عضو کے لگ جانے سے شہوت پیدا ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہوگی؟

ج: اگر بلا شہوت کے لگے تو کیا حکم ہے مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟

الف: علامہ شامی نے نہایہ، قاضی خان، سراجیہ وغیرہ کی تحقیق کے مطابق اسی قول کو اختیار کیا ہے کہ محاذات میں قدم عورت کا اعتبار ہے اگر یہ مرد کے کسی عضو کے محاذی ہو گیا تو مرد کی نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں۔

فسدا لو بغیر قدمها لعضو غیر مفسدة (شامی ج ۱ ص ۳۸۴)

قاضی خان کا جزئیہ اس بارے میں بالکل واضح ہے۔ المرأۃ اذا صلت مع زوجها

ولم اقف على التقييد بكونه قصيرا او طويلا اھ ای تقييد الركن ای عن المراد منه قدر ركن طويل بسنته كالقعود الاخير او القيام المشتمل على القرأة المسنون او قدر ركن قصير كالركوع او السجود بسنته ای قدر ثلاث تسبيحات وبالثانی جزم البرهان ابراهيم الحلبی فی شرح المنية حيث قال وذلك مقدار ثلاث تسبيحات اھ فأفاد ان المراد اقصر ركن وكأنه لانه الاحوط والله اعلم۔ (منحة الخالق حاشية بحر الرائق ج ۱ ص ۲۸۶ مطبوعہ كوئٹہ)۔

كبيری میں ہے۔

وان انكشف عضو هو عورة فی الصلوٰة فستر من غير لبث لا يضر ذلك الانكشاف ولا يفسد صلوته لان الانكشاف الكثير فی الزمان القليل عفو كالانكشاف القليل فی الزمن الكثير وان ادّی معه - ای مع الانكشاف ركنا كالقيام وان كان فيه او الركوع او غيرهما يفسد ذلك الانكشاف صلوته وان لم يؤد مع الانكشاف ركنا ولكن مكث مقدارا ای زمنا يؤدی فيه ركنا بسنته وذلك مقدار ثلاث تسبيحات فلم يستر ذلك العضو فسدت صلوته عند ابی حنيفة رح وابی يوسف رح خلافا لمحمد رح اھ (كبيری ص ۲۱۲)۔

الغرض غنیہ، کبیری، منحۃ الخالق وغیرہ کی عبارات سے بندہ کے فہم نارسا میں جو تحقیق آئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ائمہ ثلاثہ رح کا اس امر پر اتفاق ہے کہ "انکشاف عورۃ، قیام علی النجاسۃ تقدم علی الامام" اور ان کے دیگر نظائر کا زمان قلیل کے لئے پایا جانا رفع حرج کی غرض سے معاف ہے۔ ہاں یہ امور زیادہ دیر تک رہیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

زمن کثیر کی تحقیق — زمن کثیر امام محمد رح کے نزدیک یہ ہے کہ اس حالت انکشاف وغیرہ میں بالفعل ایک رکن ادا کر لیا ہے اور شیخین رح کے نزدیک ادائے رکن بالفعل ضروری

نہیں۔ بلکہ ادائیگی بالفعل یا اتنا وقت جس میں ادائے رکن ہوسکے زمن کثیر ہے۔ اب چونکہ ارکانِ صلوٰۃ بعض طویل ہیں۔ مثلاً قعود، قیام اور بعض قصیر ہیں مثلاً رکوع والسجود۔ تو تحقیق مذہب شیخین کے لئے اس کی تشریح ضروری ہوئی کہ رکن طویل کی ادائیگی بالقوۃ کا زمانہ معتبر ہے یا رکن قصیر کی ادائیگی کا۔ تو حضرات فقہاء نے احتیاطاً احتمال ثانی کو لے لیا ہے۔ فقالوا ان المراد اقصر رکن وهكذا انه ثبت الاحوط (رد المحتار)۔ اور اقصر رکن سے مراد رکوع و سجود ہیں جیسا کہ ابن امیر حاج کی عبارت میں مصرح ہے جو بحوالہ منحۃ الخالق پہلے نقل ہوچکی ہے۔ لیکن اس تشریح کے باوجود مذہب شیخین میں ابھی ابہام باقی ہے کیونکہ قصیر رکن مثلاً رکوع کی ادائیگی کی تین صورتیں ہیں۔

۱: بقدر فرض و کیفیت میں ادائیگی۔

۲: تعدیل و اطمینان واجب سے ادائیگی۔

۳: رکوع کے ذکر مسنون و مشروع کے ساتھ ادائیگی۔

ان احتمالات میں سے حضرات فقہاء نے احتمال ثالث کو متعین فرمادیا ہے۔ در مختار اور شامی میں ہے۔ ای بسنة كما قيده في البحر اھ اس تفصیل و تشریح مذہب شیخین سے یہ محقق و منقح ہوا کہ زمن کثیر اتنا وقت ہے کہ جس میں رکوع یا سجدہ ان کے ذکر مسنون و مشروع کے ساتھ ادا کیا جاسکے اور یہ تین مرتبہ تسبیحات رکوع یا سجدہ کہہ سکنے کا زمانہ ہے۔ کیونکہ رکوع اور سجدہ کا ذکر مسنون و مشروع تسبیحات رکوع و سجدہ ہیں نہ کہ "سبحان اللہ" پس رکوع کو اس کے ذکر مسنون و مشروع کے ساتھ ادا کرنے کا زمانہ تین بار سبحان ربی العظیم کا زمانہ ہی ہوسکتا ہے پس یہی زمن کثیر ہے۔ نماز کے باب میں خود مصلی کے لئے تسبیح کا لفظ جو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہی تسبیحات رکوع و سجدہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ نماز میں یہی تسبیح مشروع ہے۔ بحث صلوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

والتسبيح فيه ثلاثا۔ سجدے کے متعلق فرماتے ہیں والتسبيح فيه ثلاثا۔

(در مختار)۔ مراد یہی مخصوص تسبیح ہے۔

تعدیل ارکان و اطمینان کے متعلق فرماتے ہیں۔

ای تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود۔ (در مختار)

وكان في العناية ومقدار الطمانينة مقدار تسبيحة ...

وفی شرح الوقایۃ وقدر بمقدار تسبیحۃ۔

ان عبارات سے مراد تسبیح رکوع یا سجدہ ہے نہ کہ سبحان اللہ۔ حکمی فان

فی عمدۃ الرعایۃ۔ قدر تطمینان الواجب بمقدار

تسبیحۃ واحدۃ من تسبیحات الرکوع والسجود۔ اھ

(حاشیہ سعیدیہ ، ص ۱۴۲)

پس جس طرح اس مقام پر بھی ثلاث تسبیحات سے مراد تسبیحات رکوع و سجدہ ہی ہوسکتی ہیں لہٰذا اس سے عموم مراد لیتے ہوئے 'کتقدر علی تعدیل' : یعنی سبحان اللہ کہنا محل نظر ہے۔ نیز سبحانہ یا سبحان ربی ۔ سبحان اللہ سے بھی مختصر ہے۔ پھر یہ کیوں نہ مراد لیا جائے۔

تفصیل بالا سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ادائے رکن کو تین تسبیحات رکوع یا سجود ہی کے ساتھ مقدر کرنا کس بنیاد پر ہے۔ ان میں کیا رابطہ ہے۔ مخفی نہیں کہ یہ رابطہ تسبیح رکوع و سجود ہی کے ساتھ تو موجود ہے۔ لیکن تین بار سبحان اللہ سے اس کا کوئی ربط نہیں۔ سبحان اللہ کسی رکن صلوٰۃ میں نہ فرض نہ واجب نہ مسنون و مشروع ہے۔

حاشیہ طحطاوی علی الدر میں قدر اداء رکن بسنتہ کو ایک سبحان اللہ سے مقدر کیا گیا ہے گو اس میں بھی کلام ہے لیکن اس کے باوجود یہ تقریر ادائے رکن بسنتہ کے بارے میں موثر نہیں۔ کیونکہ اقصر رکن کی ادائیگی کیفیت میں ادائیگی کے لئے کوئی ذکر فرض یا واجب نہیں۔ لہٰذا اس وجہ کی تقدیر کے لئے خارج سے کسی ذکر کی طرف احتیاج ہو سکتی ہے مگر ادائے رکن بسنتہ جس کی تشریح و توضیح ابن امیر حاج کی عبارت میں اسی تفصیل سے موجود ہے۔

بسنتہ ای بمالہ من سنۃ ای بما ھو مشروع فیہ من

الکمال المسنون کالتسبیحات فی الرکوع والسجود مثلاً اھ

(منحۃ الخالق ، ص ۳۲۴)

اسے مقدر کرنے کے لئے سبحان اللہ کی کیا حاجت ہے جبکہ تصریح موجود ہے کہ یہ تسبیحات رکوع و سجود سے مقدر ہوگا اور یہی تسبیحات ان ارکان میں مسنون و مشروع ہیں۔

الحاصل عبارات بالا کا مقتضا یہ ہے کہ مقدار تین تسبیح رکوع یا سجود سے ہی کثیر مقدر کیا

جائے گی تعیین یاد سے بحث نہیں کے ساتھ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱/۱/۱۳۹۵ھ

یہ استفتاء مع جواب حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں بغرض تحقیق و تصویب بھیجا گیا۔ حضرت والا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ نے درج ذیل جواب رقم فرمایا۔

احقر محمد انور مرتب خیر الفتاویٰ

بگرامی خدمت حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کرے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوں۔ آمین۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے غور طلب فتاویٰ کا ایک تھیلا الگ رکھا ہوا تھا جو حادثۂ وفات کے ہنگاموں میں بے جا رکھا گیا۔ درمیان مدت کے بعد دستیاب ہوا۔ اس میں آنجناب کا یہ مکتوب بھی تھا۔ اب یہ احقر کے سامنے آیا۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی سے تو اب محروم ہو چکی ہے۔ لیکن جہاں تک احقر نے آنجناب کی تحریر پر غور کیا وہ نہایت موجہ معلوم ہوئی۔ احقر اس سے پوری طرح متفق ہے۔ البتہ احتیاطاً اس مسئلے کو دوسرے اہل علم کی مجلس میں رکھ کر اگر اس کی تصویب ہو گئی تو اس موضوع پر امداد الفتاویٰ کی جلد اول میں جو حاشیہ احقر نے لکھا ہے ان شاء اللہ اس میں ترمیم کر دوں گا۔ والسلام

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالعلوم کراچی ۱۴۔ ۱۲/۳/۱۴۰۰ھ

مسئلہ مرسلہ میں آپ کی تحقیق صحیح ہے آپ کیلئے دل سے دعا کرتا ہوں اور اپنے لئے دعا کا محتاج ہوں۔

فقط والسلام علیکم۔ رشید احمد عفا اللہ عنہ

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی۔ ۲۳ محرم ۹۵ھ

استفسار: مذکورہ فتاویٰ کی تکمیل کے بعد ایک محترم علمی شخصیت نے توجہ دلائی کہ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تعلیم الاسلام" میں زمین کثیر کی مقدار تین بار سبحان ربی العظیم کہنے کا تحریر فرمائی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک "تعلیم الاسلام" سے یہ سوال وجواب بلفظہ منقول ہے۔

سوال: اگر ستر کا کوئی حصہ بلا قصد کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ستر چوتھائی عضو کھل جانے اور اتنی دیر کھلا رہنے جتنی دیر میں تین بار سبحان ربی العظیم کہہ سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگر کھلتے ہی فوراً ڈھانک لیا تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ (تعلیم الاسلام، ص ۷۵)

کتنی مالیت کی چیز ضائع ہوتی ہو تو نماز توڑنا درست ہے

بہشتی زیور میں ہے:

"جب ایسی چیز کے ضائع ہونے یا خراب ہو جانے کا ڈر ہو جس کی قیمت تین چار آنے ہو تو اس کی حفاظت کے لئے نماز کا توڑ دینا درست ہے" (ح ۲، ص ۱۴) -

کیا اب بھی یہی حکم ہے کہ اتنی مالیت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایک درہم کی مالیت کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو نماز توڑ دینا درست ہے۔ تالیف بہشتی زیور کے وقت درہم کی مالیت تین چار آنے تھی کیونکہ چاندی کا بھاؤ تقریباً ایک روپیہ تولہ تھا اور درہم کا وزن تقریباً تین ماشہ ایک رتی تھا۔ لیکن اب چاندی مہنگی ہے تو اب کے بھاؤ میں تین ماشہ ایک رتی چاندی کی قیمت لگائی جائے گی۔ مثلاً اگر چاندی کا نرخ بیس روپے تولہ ہو تو درہم کی مالیت تقریباً سوا پانچ روپے ہوگی۔ پس اتنی قیمت کی چیز ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا درست ہوگا۔

رجل قام الى الصلوة فسرق منه شيء قيمته درهم له ان يقطع الصلوة ويطلب السارق سواء كانت فريضة او تطوعا لان الدرهم مال (عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۹)۔

فقط واللہ اعلم۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان: ۲ / ۴ / ۱۳۹۴ھ

ما یتعلق بالسنن والنوافل

عشاء کی دو سنتوں اور وتروں کے درمیان دو نفل کا ثبوت

عشاء کے چار فرضوں کے بعد دو سنتوں اور وتروں کے درمیان جو دو نفل پڑھے جاتے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر ہیں تو اس کا ثبوت اور سند کیا ہے ؟

الجواب عشاء کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور غیر مؤکدہ چار ہیں یا دو۔ کما فی الدر المختار و یستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسلیمة وان شاء رکعتین وقال العلامة الشامی تحت قوله وان شاء رکعتین کذا عبر فی منیة المصلی وفی الامداد عن الاختیار یستحب ان یصلی قبل العشاء اربعا وقبل رکعتین وبعدها اربعا الخ والظاهر ان الرکعتین المذکورتین غیر المؤکدتین ۔ درمختار مع الشامی ج ۲ ص ۱۳۔

حدیث میں بھی اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہے۔

ففی البدائع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال من صلی بعد العشاء اربع رکعات کن له کمثلهن من لیلة القدر ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳۰ / ۱۰ / ۱۳۹۹ھ

کیا صلوٰۃ الاوابین چاشت کی نماز ہے

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رہ لکھتے ہیں ۔

" نماز ضحیٰ یا چاشت جب آفتاب پورب کی طرف سے اتنا اونچا ہو جائے جتنا ظہر کے وقت میں پچھم کی طرف ہوتا ہے اس وقت نوافل پڑھی جاتی ہیں اور یہی صلوٰۃ الاوابین ہے جس کا تذکرہ خاص فضیلت کے ساتھ احادیث میں آیا ہے ۔ اب غلطی سے لوگ مغرب کے بعد کے نوافل کو " صلوٰۃ الاوابین " کہنے لگے ہیں ۔ یہ کم سے کم چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں ۔ "

(رسالہ سلاسل طیبہ ص ۲۷)

آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے ؟

الجواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق جو رسالہ سلاسل طیبہ میں مذکور ہے صحیح ہے حقیقت میں صلوٰۃ الضحیٰ ہی صلوٰۃ الاوابین ہے اور عامۃ الناس مغرب کے نوافل کو صلوٰۃ اوابین کہتے ہیں فضیلت ہر دو نمازوں کی ثابت ہے لہذا دونوں کو پڑھے ۔

نقلہ واللہ اعلم	جواب صحیح ہے ۔
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ	بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ

دعاء استسقاء میں ہاتھوں کی کیفیت

صلوٰۃ استسقاء میں بوقت دعا ہتھیلیاں زمین کی طرف اور ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کرنے کا طریقہ سنت و مستحب ہے یا نہیں ؟

الجواب کتب احناف میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ دعاء استسقاء میں ظہر کفین الی السماء ہوں بلکہ صحیح مسلم میں ایک روایت اس مضمون کی حدیث میں موجود ہے جس پر شارح مسلم نے لکھا ہے ۔

قال جماعة من اصحابنا (الشافعی) وغیرھم ان السنة فی کل دعاء لرفع البلاء کالقحط وغیرہ ان یرفع یدیہ ویجعل ظہر کفیہ الی السماء الخ

لیکن "طیبی" شارح مشکوٰۃ نے لکھا ہے ۔

" ان المراد منه الرفع البليغ بحيث صارت الكف الى السماء وعبره الراوي بهذا التعبير لا انه جعل ظهر كفيه الى السماء - الخ "

گویا ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ سر سے اوپر ہو گئے۔ بہرحال احنافؒ نے اس باب میں اس طریق کو ذکر نہیں کیا۔ اس سے لامحالہ اختلاف حدیث کا قول کہیں گے۔

كما اوله الطيبي او بغير هذا التأويل هذا كله من عرف الشذي على جامع الترمذي باب صلوة الاستسقاء۔

نیز اس کے علاوہ ابوداؤد نے سنن میں ایک روایت مالک بن یسارؓ کی نقل فرمائی ہے

" قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سألتم الله فاسئلوه ببطون اكفكم ولا تسألوه بظهورها "

یہ علی العموم بالکل صریح ہے۔ لہذا بلاکسی دلیل معتبر کے معروف طریقہ دعا کے خلاف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی قاسم العلوم ملتان

الجواب صحيح : رفع الدعاء بظهر الكف عند رفع القحط لو فعله احد من العلماء لا ينكر عليه لانه مختلف فيه والوسعة في المختلفات اولى - فقط والله اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۳/۳/۱۳۷۳ھ

سنن و نوافل گھر میں افضل ہیں یا مسجد میں

تراویح کے علاوہ دیگر سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا یا مسجد میں پڑھنے سے ؟

الجواب تراویح کے علاوہ دیگر سنن و نوافل کو گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے لیکن اگر گھر میں علیحدہ جگہ نہ ہو یا بچوں کے شور کی وجہ سے خشوع و خضوع میں نقصان آتا ہے تو پھر مسجد میں پڑھنا بہتر ہوگا۔ والافضل في النفل غير التراويح

المنزل الا لتعرف شغل عنہا والاصح افضلیۃ ما کان اخشع واخلص اھ (شامیہ ج ۱ ص۴۶۲) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ
۲ / ۵ / ۱۳۸۵ھ

نوافل کی چار یا اس سے زائد رکعات ایک ہی قعدہ سے ادا کرنے کا حکم

(۱) چار یا چھ یا زائد رکعتوں کو ایک ہی قعدہ سے ادا کیا جائے تو کیا حکم ہے جبکہ اس نے نیت بھی چار یا چھ یا زائد رکعتوں کی ہے ۔ آیا تمام رکعات صحیح ہو جائیں گی یا بعض ؟ یا تمام باطل ولغو ؟ باحوالہ تحریر فرمائیں ۔

(۲) دو ، چار یا زائد نفلوں کی نیت کی اور صرف قعدہ اخیرہ سے ادا کر لیا ہو ۔ تو آیا سب کو صحیح قرار دیں گے یا رکعات مختلفہ کو یا بعض رکعات مشفوعہ اور بعض رکعات منفردہ کی رکعات مختلفہ کو صحیح کہیں گے یا تمام رکعات مشفوعہ کو باطل وفاسد قرار دیں گے ۔ بصورت فساد کتنی رکعات کی قضاء لازم آئے گی ؟

محمد طاہر رحیمی

الجواب (۱ و ۲) ۔ کتب فقہ میں نوافل کے بارے میں یہ حکم ہے کہ دن کے نفلوں میں چار سے زیادہ اور رات کے نفلوں میں آٹھ سے زیادہ ایک نیت سے پڑھنا مکروہ ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ دن کو چار رکعت اور رات کو آٹھ رکعت ایک نیت سے پڑھنا بدون کراہت کے درست ہے ۔ لیکن قعدہ ہر دو رکعات کے بعد کرنا چاہئے ۔ البتہ اس سے زیادہ مکروہ ہے ۔ اور یہاں مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے ۔ کیونکہ شامی میں ہے کہ بعض مشائخ اس کو مستحسن اور مکروہ نہیں کہتے ۔ (ملخص ذالک من الشامیۃ ، ج ۱ ص۴۶۲) ۔
صحت وفساد کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ اگر اس کا یہ عمل نوافل میں ہے تو نوافل کی تمام رکعات صحیح ہو جائیں گی ۔ اور اگر تراویح میں ایک ہی قعدہ کر کے بیس رکعات تراویح پڑھی ہیں تو ایک ہی شفعہ شمار ہوگا ۔ طحطاوی میں ہے ۔

قولہ لانہا صارت من ذوات الاربع ھذا الکلام صریح فی

انها تحسب بتمامها الی قوله فالمعنی انها تنوب عن رکعتین

من التراویح وان کانت تحسب له عشرین [illegible]۔

البتہ ترک القعود علی الرکعتین کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ مراقی الفلاح میں ہے۔

ویجب بترک القعود علی الرکعتین ساہیا بالسجود۔ اھ (ص ۲۱۶)۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ ۴/۱۲/۱۳۸۹ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

سنن قبلیہ اور فرائض کے مابین دنیوی گفتگو سے ثواب میں کمی آجاتی ہے

ایک شخص صبح کی سنتیں دو رکعت پڑھ لے اور پھر جماعت کھڑی ہونے سے پہلے اگر تلاوت قرآن مجید یا کوئی اور ذکر و وظیفہ کرے تو کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے لہذا خدمت شاہان میں گزارش ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں اور کتب معتبرہ کے حوالہ جات درج فرمائیں۔

مولوی پیر محمد متعلم مدرسہ ہذا

الجواب سنن قبلیہ اور فرائض کے درمیان تلاوت قرآن مجید یا کوئی ذکر و وظیفہ ناجائز نہیں۔ البتہ ان کے درمیان اشتغال بالبیع والشراء یا کھانے وغیرہ کے متعلق فقہاء کرام سے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ سنتیں باطل ہو گئیں ان کا اعادہ کرے۔ دوسرا یہ کہ اس سے ثواب تو کم ہو جاتا ہے مگر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ دنیوی باتیں بھی بیع وغیرہ کے حکم میں ہیں لیکن تلاوت وغیرہ اس میں داخل نہیں۔ لہذا اس سے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

کما فی الشامیۃ (ج ۱ ص ۶۳۲) ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمۃ علی الاصح۔

خلاصۃ الفتاوی (ج ۱ ص ۶۲) میں ہے۔

ولو صلی رکعتی الفجر او الاربع قبل الظهر واشتغل بالبیع والشراء او الاکل فانه یعید السنۃ اما باکل لقمۃ او شربۃ

لا یبطل السنة قال رضی اللہ عنہ، وهذا نص مشکل لا سند له

بروایة جملة اصحاب امر فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۲۴ / ۱۰ / [illegible]ھ

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ اور اس کے پڑھنے کی صحیح ترکیب کیا ہے؟

از محمد ولی خان حافظ محمد عمر شیر خان خانیوال ملتان

الجواب: صلوٰۃ التسبیح مستحب ہے اور اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے۔ اور سبحانک اللهم اور الحمد اور سورۃ جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے پندرہ دفعہ یہ دعا پڑھے۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پھر رکوع میں جاوے اور سبحان ربی العظیم کہنے کے بعد دس دفعہ یہی پڑھے۔ پھر رکوع سے اٹھے۔ اور سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ میں جاوے اور سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھے۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جاوے۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے۔ اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لئے بیٹھے تو پہلے یہی دس دفعہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعات پڑھے۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
[illegible]

دعاء استسقاء الٹے ہاتھ سے ہو یا سیدھے ہاتھ سے

استسقاء کی دعا ہمارے ملک میں سیدھے ہاتھ سے کی جاتی ہے۔ اور بہت سی

کتابوں میں الٹے ہاتھوں کا ذکر لکھا ہے ۔ المستفتی بسم اللہ جان خان پشاور

الجواب الٹے ہاتھ سے دعا کرنا بھی وارد ہے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ استسقی فاشار بظہر کفیہ الی السماء ۔ (مسلم فتح ص ۳۲۲ ج ۱) ۔

اور فتح الباری میں ہے کہ ۔

فی المبسوط عن محمد بن الحنفیۃ قال الدعاء اربعۃ دعاء رغبۃ ودعاء رھبۃ ودعاء تضرع ودعاء خفیۃ ففی دعاء الرغبۃ یجعل بطن کفیہ نحو السماء وفی دعاء الرھبۃ یجعل ظہر کفیہ الی وجہہ کالمستغیث من الشیٔ ۔

پس الٹے ہاتھ دعا مانگنے والوں پر استسقاء میں نکیر نہیں کرنا چاہئے ۔ اور نہ فقط اس کو ہی مسنون سمجھے ، بلکہ دوسری دعاؤں کی طرح سیدھے ہاتھوں دعا مانگنا بھی درست ہے ۔

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۱/۱/۱۳۹۱ھ

وتروں کے بعد نوافل کا ثبوت

یہ خط ایک مسئلہ کے سلسلہ میں لکھ رہا ہوں جو کہ ان دنوں زیر بحث ہے ۔ ہم حنفی مسلک کے مقلد ہیں ، رمضان کی ستر و رکعتیں ادا کرتے ہیں جن میں کہ وتر کے بعد دو نفل پڑھتے ہیں ۔ حسب معمول ان کے ایک مولوی صاحب اس بات کو غلط سمجھ رہے ہیں ۔ ان کا کہنا ہے کہ رمضان میں جو عشاء کے آخری نفل وتروں کے بعد ادا کئے جاتے ہیں سراسر بدعت ہیں ، کیونکہ ایک حدیث مبارک کے مطابق عشاء کی آخری نماز وتر ہونی چاہئے ۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے ۔ اس بات سے کافی الجھن ہی کے لئے میری نظر آپ کے علاوہ کہیں نہیں پڑتی ، براہ کرم اس مسئلہ پر تحقیقی روشنی ڈالیں ۔ ؟

الجواب وتروں کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ۔ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے ۔

" ثم يصلي ركعتين بعد ما يسلم وهو قاعد فتلك احدى عشرة ركعة " اھ (نيل الاوطار ج ۳ ص۳۸)۔

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يركع ركعتين بعد الوتر ۔ اھ (نیل ج ۳ ص۴۳) ۔ اخرجه احمد عن طريق غيرها۔ قال الترمذي وقد روى نحو هذا عن ابي امامة وعائشة وغير واحد عن النبي صلى الله عليه وسلم (نیل ج ۳ ص۴۳)۔

ورواه الدارقطني نحوه من حديث انس رضي الله عنها بلفظ ۔

الغرض یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہؓ، ابوامامہؓ، حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ پس وتر کے بعد ان دو نفلوں کا پڑھنا بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ دو نفل دوسری حدیث کہ وتر کو آخری نماز رکھو، اس کے خلاف نہیں۔ بلکہ نماز وتر کی تکمیل کے لئے ہیں۔ جیسے سنتیں فرائض کی تکمیل کے لئے ہیں۔ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وقد اشكل هذا (يعني حديث الركعتين بعد الوتر) على كثير من الناس فظنوه معارضا لقوله عليه السلام اجعلوا آخر صلوتكم بالليل وترا " ثم حكى عن مالك واحمد ما تقدم وحكى عن طائفة ما اخذنا عن النووي ثم قال والصواب ان يقال ان هاتين الركعتين تجريان مجرى السنة وتكميل الوتر فان الوتر عبادة مستقلة ولا سيما ان قيل بوجوبه فتجري الركعتين بعده مجرى سنة المغرب من المغرب فانها وتر النهار والركعتان بعدها تكميل لها فكذالك الركعتان بعد وتر

التلخیص - ج ۱ - ص ... نیل الاوطار - ج ۳ ص ۲۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۹/۲/۱۴۰۱ھ

صبح کی سنتوں کے بعد لیٹنے کا حکم

کیا علماء اہل سنت احناف کے نزدیک صبح کی سنتوں کے بعد کسی یک کروٹ پر لیٹ سکتے

الجواب

لیٹنا مستحسن ہے، اور جن احادیث میں اس کا ثبوت آتا ہے وہ کسی درجہ کی احادیث ہیں کہ مسنون نہیں۔ اگر گھر میں سنتیں پڑھ کر شب بیداری کی تکان دور کرنے کے لئے تھوڑا سا لیٹ لے تو جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آرام فرمانا اسی پر محمول ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سنتوں سے قبل اور کبھی بعد میں آرام فرمایا۔

عن عائشة رضي الله تعالى عنها وصلى ركعتين ثم يضطجع حتى يأتيه المؤذن فيؤذنه بالصلوة الصبح فيصلي ركعتين خفيفتين ثم يخرج الى الصلوة. (اخرجه ابوداؤد ص ۱۸۹ ج ۱)

اس حدیث میں سنت فجر سے پہلے اضطجاع مذکور ہے۔ اور جس قولی حدیث میں فلیضطجع علی یمینہ کے الفاظ ہیں وہ غیر محفوظ ہے۔

قال البيهقي ان كونه من فعله اولى ان يكون محفوظا كما في التلخيص - ج ۱ (ص ۱۸۶)۔

علاوہ ازیں اس کی سند میں ایک راوی عبدالواحد ہے جس کی یحییٰ بن قطان، ابوداؤد طیالسی اور ابن حسین وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱)۔

الجواب صحیح — فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی

مفتی خیر المدارس ملتان — خیر المدارس ملتان ۱۵/۱/۱۳۹۳ھ

صلوٰۃ التسبیح کی روایات حسن ہیں ثابت ہے

س: کیا صلوٰۃ التسبیح کا ثبوت شرع شریف میں ہے یا نہیں۔ ہمارے قصبہ میں ایک عالم دین انکار کرتے ہیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ احادیث کمزور آئی ہیں۔ برائے نظر کرم اس مسئلہ کی توضیح کتاب و سنت کی روشنی میں فرمائیں کہ نماز صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کی ثابت بالسند والی حیثیت و فضیلت اور اس کا انکار کرنے والوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے صحیح احادیث کو محض ڈینگ مار کر موضوع قرار دینے والوں کا انجام کیا ہوگا؟

الجواب: صلوٰۃ التسبیح متعدد حضرات سے منقول ہے۔ جن میں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی ۔ ۲۔ حضرت عباس رضی ۔ ۳۔ حضرت ابو رافع رضی ۔ ۴۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی ۔ ۵۔ حضرت جعفر ابن ابی طالب ۔ ۶۔ حضرت علی ابن ابی طالب ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنھم اجمعین۔ اس سلسلہ میں درجۂ حسن کی روایات موجود ہیں صرف ابن جوزی نے ان احادیث کو موضوع کہا ہے لیکن محدثین نے ابن جوزی کی سختی سے تردید کی ہے۔

قال فی درجات مرقاۃ الصعود أخطا ابن الجوزی فاورد هذا الحدیث فی الموضوعات قال الحافظ ابن حجر فی کتاب الخصال المکفرۃ اساء ابن الجوزی بذکر هذا الحدیث فی الموضوعات ۔ (بذل المجهود، ج ۲: ص ۲۴۷)۔

اعمال صالحہ سے بغیر توبہ کے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ کی معافی کیلئے توبہ شرط ہے۔ صلوٰۃ التسبیح والی حدیث میں کبیرہ کا معنی محدثین نے صغیرہ گناہوں میں سے بڑے مراد لئے ہیں۔ جیسے سپاہی کے درجات مختلف ہیں ایسے ہی صغیرہ گناہوں کو بھی لیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

والمراد بالکبیرۃ ما هو من افراد الصغائر فان الصغائر فی افرادها تشکیک ۔ (بذل المجهود، ج ۲، ص ۲۴۷) ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی۔
۱۲۔ شوال ۱۴۰۱ھ

قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھے جائیں یا کھلے رکھے جائیں

ایک امام مسجد صاحب دعاء قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ باندھتے ہیں اور ان کے مقتدی نہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہی بات قوی اور معتبر ہے۔ آیا یہ بات صحیح ہے یا نہ۔ نیز ہاتھ باندھ کر دعا پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی آسکتی ہے یا نہ۔ اور مقتدیوں کو آمین آہستہ یا آواز بلند کہنے میں احتیاط ہے یا آہستہ ہی کہنا چاہئے؟

المستفتی سراج احمد شجاع آباد

الجواب قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ چھوڑنے کے متعلق کوئی نص نہیں ہے۔ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں بھی یہی لکھا ہے۔ لیکن فقہاء کے اس ضابطہ "وھو سنة قیام له قرار فیه ذکر مسنون فیضع حالة الثناء وفی القنوت وتکبیرات الجنازة" (ج ۱ ص ۴۵۵ شامی) سے بظاہر ہاتھ باندھنے کی تائید ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے میں جھگڑا کرنا مناسب نہیں۔ دونوں امر جائز معلوم ہوتے ہیں۔ ہاتھ باندھ کر قنوت نازلہ پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ فاسد ہو جائے گی۔ آمین آہستہ کہنا اولیٰ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ ۸/۱/۱۳۹۱ھ

ظہر کی قبلیہ سنتیں درمیان میں چھوڑ دیں تو چار کی قضاء لازم ہوگی

ظہر کی قبلیہ سنتیں شروع کیں اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی درمیان میں چھوڑ دیں تو کتنی قضاء ادا کرے؟

الجواب چار قضا کرے۔ اما اذا شرع فی الاربع التی قبل الظہر وقبل الجمعة او بعدها ثم قطع فی الشفع الاول او الثانی یلزمه قضاء الاربع بالاتفاق۔ [illegible] ج ۱ ص ۴۲۲۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳/۵/۹۰ھ

صلوٰۃ الاستسقاء کا مسنون طریقہ

۱ : آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز استسقاء کا مسنون طریقہ کیا ثابت ہے ؟

۲ : موجودہ زمانہ میں کون سا طریقہ فقہاء حنفیہ کا مختار ہے ؟

۳ : استسقاء کے لئے دو رکعت نماز انفرادا ہونی چاہئے یا باجماعت ، یا پھر دونوں صورتوں میں جمع کیا جائے کہ پہلے تو دو رکعت اکیلے اکیلے پڑھ لیں اور پھر دو رکعت جماعت سے ۔ تینوں میں بہتر طریقہ اور سنت کے اقرب کونسا ہے ؟

۴ : ہمارے علاقہ میں یہ طریقہ معمول بہا رہا ہے کہ پہلے دو رکعت انفرادا پڑھ لیتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت جماعت سے ، پھر خطبہ ۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسا عمل ثابت ہے ؟

مولوی سراج الدین ۔ ڈی آئی خان ۔

الجواب

اصل سنت استسقاء کے لئے دعاء و استغفار ہے ۔ کیونکہ جب بھی ایسا موقعہ پیش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء و استغفار ضرور فرمایا ۔ (یہی امام صاحب رح کا مذہب ہے) ۔ گاہے اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی ہے ۔

کما رواہ الترمذی عن ابن عباس رض وکما رواہ الستۃ من حدیث عبد اللہ بن زید بن عاصم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج بالناس یستسقی فصلی بہم رکعتین ۔ (ج ۱ ص ۱۲۶) ۔

اور کبھی صرف دعاء و استغفار پر اکتفاء کیا ہے اور نماز پڑھنا منقول نہیں ۔

کما فی الصحیحین من حدیث انس بن مالک رض وکما رواہ ابن ماجۃ عن ابن عباس رض والشافعی فی الام عن ابن عمر رض وایضا صح عن عمر رضی اللہ تعالی عنہ انہ لم یصل ولم یخطب الخ ۔ (کبیری ص ۔۔۔) ۔

۲ و ۳ و ۴ ۔ استسقاء کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ نماز باجماعت دو رکعت پڑھی جائے پھر حسب معمول دعاء وغیرہ کی جائے ۔ امام صاحب کو چاہئے کہ خطبہ دو ا بھی کرے

تہجد کی رکعات جتنی چاہیں پڑھ سکتے ہیں

(س) تہجد کی نماز کے لئے نوافل کی تعداد کتنی ہونی چاہیئے۔ ۲۔ قراءت جہراً ہو یا سراً افضل کون سی ہے؟

الجواب تہجد کی نماز بہت ہی فضیلت والی اور متبرک نماز ہے۔ اس لئے جتنی ہو سکے ادا کرنا چاہیئے۔ کم از کم دو رکعتیں۔ آٹھ رکعت تک پڑھنا منقول ہے۔ بلکہ اس سے زائد بھی پڑھ سکتا ہے۔

ومنتهى تهجده عليه السلام ثماني ركعات واقله ركعتان كذا في فتح القدير (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۲) وفي الطحطاوي الذي في الحاوي القدسي ان اقله ركعتان واكثره ثمان فلما روي انه صلى الله عليه وسلم كان يصلي خمس ركعات سبعا وتسعا ثلاث وثلاث بسبع ويروى تسع ويروى احدى عشرة و ثلاث عشرة ركعة والوتر منها الجميع (ص ۲۱۵)۔

۲۔ قراءت جہراً بھی جائز ہے اور آہستہ بھی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد عبداللطیف غفر اللہ لہ مفتی رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

تہجد کے نوافل کیلئے کوئی سورۃ مخصوص نہیں

(س) تہجد میں سورۃ اخلاص کو بار بار تین یا پانچ دفعات مرتبہ پڑھنا مستحب ہے یا کوئی اور سورۃ مثلاً سورۃ یٰسین پڑھنا مستحب ہے؟

الجواب نماز تہجد کے لئے سورۃ اخلاص یا کسی دوسری سورۃ کی تخصیص ثابت نہیں۔ جو سورتیں یاد ہوں سب پڑھ سکتے ہیں۔ سورۃ یٰسین، سورۃ ملک کا پڑھنا سورۃ اخلاص کے تکرار سے بہتر ہے۔ ولیس فی شیء من الصلوة قراءة سورة بعینها لا یجوز غیرها ... ويكره ان يوقت شيئا من القرآن لشيء من الصلوات لما فيه من هجر الباقي وايهام التفضيل (البحر ج ۲ ص ...)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

صلوٰۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے

جب بندہ سعودی عرب آیا تو ہم چند دوست مل کر صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیا کرتے تھے تقریباً دو سال قبل کسی دوست نے ہمیں کہا کہ صلوٰۃ التسبیح باجماعت جائز نہیں، تب بھی ہم پڑھ لیا کرتے تھے۔ مگر ایک اور دوست نے بھی ہمیں منع کیا کہ صلوٰۃ التسبیح کی نماز باجماعت جائز نہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ باجماعت پڑھی جائے یا الگ الگ پڑھی جائے؟

الجواب صلوٰۃ التسبیح اکیلے اکیلے پڑھا کریں جماعت کرانا مکروہ ہے۔

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای یکرہ ذالک لو علی سبیل التداعی الخ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۶۶۳)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

صلوٰۃ التسبیح کے پہلے قعدہ میں درود و دعا پڑھنے کا حکم

چار رکعت نفل میں ہر دو رکعت کا حکم علیحدہ ہے یا نہیں؟ اگر علیحدہ ہے تو کیا صلوٰۃ التسبیح میں بھی یہی حکم ہے؟

الجواب صلوٰۃ التسبیح میں پہلے التحیات میں درود اور دعا پڑھنا بہتر ہے ایسے ہی تیسری رکعت کے شروع میں سبحانک اللھم بھی پڑھا جائے۔ غیر مؤکدہ سنتوں اور نوافل کا یہی حکم ہے۔

وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ الخ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۹۳۳)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان - ۲۹/۶/۱۴۰۲ھ

صلوٰۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ کہاں تک پڑھا جائے

صلوٰۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ اللہ اکبر تک پڑھا جائے یا لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی پڑھا جاسکتا ہے؟

الجواب شامی میں ہے کہ صلوٰۃ التسبیح میں تیسرا کلمہ «اللہ اکبر» تک پڑھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ تک پڑھے۔

وفی روایۃ زیادۃ لاحول ولاقوۃ الا باللہ (رد المحتار ج [illegible])۔

فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳/۱۰/۱۳۹۹ھ

صلوٰۃ التسبیح ایک دن میں ایک دفعہ سے زیادہ پڑھنا بھی ثابت ہے

ایک صاحب ہر نماز کے ساتھ صلوٰۃ التسبیح پڑھتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر روز ایک دفعہ یا ہفتہ میں ایک دفعہ یا مہینہ میں ایک دفعہ یا سال میں ایک دفعہ یا عمر میں ایک دفعہ پڑھی جائے۔ کیا یہ عمل خلاف دین ہے؟ کیونکہ حدیث شریف میں زیادہ سے زیادہ دن میں ایک مرتبہ کی ترغیب آئی ہے۔ اور وہ صاحب روزانہ پانچ مرتبہ پڑھتے ہیں۔ کیا یہ صوم وصال کی طرح نہیں ہو جاتا؟

المستفتی مولوی محمد اشرف صاحب

مدرسہ اشرف المدارس، [illegible]

الجواب صلوٰۃ التسبیح ایک دن رات میں ایک سے زائد مرتبہ بھی پڑھی جاسکتی ہے اور صوم وصال پر قیاس صحیح نہیں۔ کیونکہ وہاں نہی کا منشا عدم استطاعت ہے۔ لیکن اس کا اس قدر التزام کرنا اور ضروری سمجھنا کہ کسی حالت میں بھی ترک نہ ہو درست نہیں۔

یفعلها فی کل وقت لا کراهة فیه او فی کل یوم او لیلة مرة والا ففی کل اسبوع ۔ الخ (رد المحتار ج [illegible])۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۲۴/۶/۱۴۰۰ھ

سنن غیر مؤکدہ اور نوافل کے ہر قعدہ میں تشہد کیساتھ درود و دعا کو بھی شامل کیا جائے

عصر اور عشاء کی نماز میں سنت غیر مؤکدہ کی دوسری رکعت میں تشہد کے بعد درود شریف و دعاء پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب سنن غیر مؤکدہ میں دو رکعت پر درود شریف اور دعا پڑھنا اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء پڑھنا افضل ہے۔

وفی الشامی۔ من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ۔ (شامی ج ۱ ص [illegible])۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہٰذا

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
ملتان۔ ۱۵/۵/۱۴۰۳ھ

صلوٰۃ الحاجت کے نوافل باجماعت پڑھنا منقول نہیں

ملک میں جو ہنگامی حالات گزر رہے ہیں اس کے لئے صلوٰۃ الحاجۃ کے نفل باجماعت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
جملہ صاحبان نور شہر ملتان

الجواب جن نوافل کو باجماعت ادا کرنا چاہئے شریعت نے ان کی تعیین کر دی ہے درستگی حالات کے لئے باجماعت نوافل ادا کرنا کہیں منقول نہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں ایک وقت میں موجودہ حالات سے بھی زیادہ خراب حالات ہو گئے تھے مگر انہوں نے اس طرح نوافل باجماعت ادا نہیں کئے۔ انفراداً صلوٰۃ الحاجت پڑھی جائے تو بہتر ہے۔

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک الخ
(شامی ج ۱ ص ٦٦٢)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہٰذا۔

ظہر سے قبل سنت مؤکدہ چار ہیں یا دو

حدیث پاک میں ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت اور دو رکعت سنت پڑھنا آیا ہے۔ چار والی روایت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اور دو والی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں کی رو سے تو چار کا بھی جواز ہے اور دو کا بھی؟

لوگوں میں جب یہ بات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ ہم پوچھ یا تحقیق کریں گے۔ دریافت کرنے پر انہیں چار ہی بتائی گئیں۔ اس پر انہیں مشکوۃ شریف دکھائی گئی۔ ایک حنفی دیوبندی عالم نے کہا کہ یہ دو والی روایت نوافل کے متعلق ہے۔ حنفی اسے نہ پڑھیں۔

الجواب: احناف کے نزدیک ظہر سے پہلے چار رکعت سنت ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدع اربعا قبل الظہر وركعتين قبل الغداة۔ اھ (بخاری ج ۱ ص ۱۵۷)

نیز حضرت علی رض، حضرت عمر بن الخطاب رض، حضرت ابو ایوب انصاری رض، حضرت براء بن عازب رض، حضرت عبد اللہ بن السائب رض، حضرت وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی چار رکعت والی روایات منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے دو نفل مراد ہیں۔

قال محمد هذا تطوع وهو حسن۔ اھ (موطا امام محمد)

نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے چار رکعت گھر میں پڑھی ہوں اور دو رکعت گھر کے علاوہ پڑھی ہوں۔ (بذل المجہود، ج ۲، ص ۲۵۸)۔

بعض حضرات نے ان احادیث میں اس طرح بھی تطبیق دی ہے کہ آپ گھر میں چار رکعات پڑھتے تھے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کو بیان فرما رہی ہیں۔ اور جب آپ مسجد میں جاتے تھے تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے تھے جسے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سنت ظہر سمجھا۔

(لمعات شرح مشکوۃ بحوالہ حاشیہ ابو داؤد ج ۱ ص ۱۸۰)

صاحب بدائع نے چار رکعات پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع نقل کیا ہے۔

عن عبیدۃ السلمانی ما اجتمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی شیء کاجتماعہم علی محافظۃ الاربع قبل الظہر وتحریم نکاح الاخت فی عدۃ الاخت۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۸۵) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان [illegible] ھ

چاشت کی کتنی رکعت افضل ہیں

چاشت کی رکعتوں کی صحیح تعداد اور صحیح وقت کیا ہے؟

الجواب: چاشت کا بہتر وقت دس بجے سے گیارہ بجے تک کا ہے، کم از کم دو رکعتیں، زیادہ سے زیادہ بارہ اور درمیانہ درجہ آٹھ ہیں اور یہی افضل ہیں۔

وندب اربع فصاعدا فی الضحی علی الصحیح من بعد طلوع الشمس الی الزوال ووقتہا المختار بعد ربع النہار۔ وفی المنیۃ اقلہا رکعتان واکثرہا اثنا عشر واوسطہا ثمان وہو افضلہا۔ (شامیہ ج [illegible])

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲ / ۱۱ / ۱۳۹۹ھ

قنوت نازلہ جنگ کے ساتھ مخصوص نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کفار سے تو کوئی جنگ نہیں مگر مسلمان مسلمانوں کو جانی اور مالی نقصان پہنچا رہے ہیں پورا ملک بد امنی کا شکار ہے کسی کو چین و سکون نصیب نہیں۔ ان حالات میں قنوت نازلہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کوئی اور طریقہ تحریر فرمائیں۔

۲۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ رات کو دو ڈھائی بجے مکان کی چھتوں پر چڑھ کر اذانیں دی جاتی

ذیل الذکر کے بارے میں بھی فتویٰ تحریر فرمائیں ۔

المستفتی حاجی محمد صدیق ڈکشنریہ مارکیٹ سکھر سندھ

الجواب ـــــــ قنوت نازلہ ان حالات میں بھی پڑھنی چاہیئے ۔ کیونکہ یہ جنگ کیلئے مخصوص نہیں ۔ بلکہ جب بھی مسلمانوں پر کوئی مصیبت آجائے یا فتنہ میں مبتلا ہوں تو اسے پڑھا جائے ۔

وان نزل بالمسلمين نازلة قنت الامام في صلوة الجهر الخ قال الامام الحافظ ابوجعفر الطحاوي انما لايقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا بأس به ء اھ (شامی ج ۱ ص [illegible])

۲ ۔ ایسے مواقع میں اذان کہنا منقول نہیں ہے ۔ اس کی بجائے توبہ و استغفار کو لازم پکڑا جائے نیز اعمال صالحہ اختیار کئے جائیں ان کو حالات بدلنے میں خاص تاثیر حاصل ہے ۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر المدارس ملتان ۲۳ / ۴ / ۱۴۰۳ھ	رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان ۔

سنت مؤکدہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے کا حکم

سنت مؤکدہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا نہیں ؟ وضاحت سے ارشاد فرمائیں ۔

الجواب ـــــــ سنن فجر کے علاوہ باقی سنتیں بیٹھ کر پڑھی جائیں تو درست تو ہو جائیں گی مگر اجر میں تخفیف ہوگی ۔ اور فجر کی سنتیں کھڑے ہو کر ہی پڑھی جائیں ۔ رد المحتار میں ہے ۔ ويتنفل مع قدرته على القيام قاعدا لا ابتداء وكذا بناء وفيه اجر غير النبي عليه السلام على النصف الا بعذر ـ اھ ـ وفي الشامية قوله مستثنى منه اي من غير سنة الفجر اھ (شامية ج ۱) هو الاصح ـ فقط والله اعلم

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس	الجواب صحیح
ملتان ۲۷ / ۳ / ۱۳۹۹ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

صلوٰۃ الاستسقاء کی کتنی رکعت ہیں

صلوٰۃ الاستسقاء دو رکعت ہے یا چار رکعت ؟ بعض چار پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام صاحبؒ اور صاحبین رحمہم اللہ دونوں کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ کیا ان کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں ؟

الجواب حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک استسقاء میں نماز ضروری نہیں کیونکہ استسقاء دعاء و استغفار کا نام ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دونوں طرح منقول ہے۔ آپ نے صرف دعاء پر بھی اکتفاء فرمایا ہے اور کبھی نماز بھی پڑھائی ہے۔ بناءً علیہ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک دو رکعت عید کی طرح پڑھی جائیں۔

لحديث عبد الله بن عامر بن ربيعة ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى فيه ركعتين كصلوة العيد ۔ ۔ ۔ ۔ الحديث

(بدائع ج ۱ ص ۲۸۲)۔

چار رکعت کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴/۱/۱۳۹۶ھ

مکروہ وقت میں نوافل پڑھنے کی نذر مانی تو کب پڑھے

ایک آدمی نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو فجر کے بعد اتنے نوافل پڑھوں گا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں۔ پھر اس کا وہ کام ہوگیا۔ اب معلوم ہوا کہ اس وقت نوافل مکروہ ہیں۔ تو اب ان نوافل کو فجر کے بعد ادا کرے یا قضا ادا کرے ؟

المستفتی محمد لطف اختر خالد قادری لاہور

الجواب صورت مسئولہ میں اگر یہ نوافل فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے پڑھے جائیں گے تو ادا تو ہو جائیں گے مگر مکروہ وقت میں پڑھنے کا گناہ ہوگا۔ لہٰذا اس وقت

تحیۃ المسجد پڑھنے کا وقت نہ ہو تو کیا پڑھے

زید ایسے وقت میں مسجد میں داخل ہوا کہ اس وقت نوافل پڑھنا مکروہ ہے تو ایسے وقت میں تحیۃ المسجد اس سے ساقط ہو جائیں گے یا اس کی تلافی کی کوئی صورت ہو سکتی ہے؟

الجواب: اگر تحیۃ المسجد پڑھنے کا وقت نہ ہو یا کسی اور وجہ سے نہ پڑھ سکے تو تحیۃ المسجد کی نیت سے "سبحان اللہ" "الحمد للہ" اور "درود شریف" پڑھ لے یہ بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائیں گے۔

سن تحیۃ المسجد برکعتین یصلیہما فی غیر وقت مکروہ (مراقی الفلاح) (فی غیر وقت مکروہ) فی القہستانی اذا دخل المسجد بعد الفجر او العصر لا یأتی بالتحیۃ بل یسبح ویہلل ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ حینئذ یؤدی حق المسجد کما اذا دخل للمکتوبۃ فانہ غیر مأمور بہا کما فی التمرتاشی وفی الدر عن احیاء عن القوت من لم یتمکن منہا لحدث او غیرہ یقول کلمات التسبیح الاربع اربعاً وہی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ (حاشیہ طحطاوی ص ۲۱۵) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱ر ۶ر ۱۴۰۲ھ

مغرب کے فرض پڑھنے سے پہلے نوافل کا حکم

اذانِ مغرب کے بعد دو رکعت پڑھ کر مغرب کی نماز ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب: الف: عن طاؤس قال سئل ابن عمر رضی اللہ عنہما عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رأیت احدا علی

عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلیهما ۔ رواه ابو داؤد ۔

(اعلاء السنن ، ج ۲ ، ص ۶۷)۔ اسناده حسن قال النووی ۔ فی

الخلاصة وفی آثار السنن اسناده صحیح ۔ ج ۲ ، ص ۶۷ ۔

ب :- طبرانی میں ہے ۔

صلوا صلوة المغرب مع سقوط الشمس ۔ الحدیث رجاله ثقات ۔

(اعلاء السنن ، ج ۲ ، ص ۴۹)۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ غروب ہوتے ہی نماز مغرب ادا کرنی چاہیئے تاکہ کلمہ " مع " کے مقتضیٰ پر عمل ہو سکے ۔

ج : حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ازواج مطہرات سے نماز مغرب سے قبل دو رکعتوں کے متعلق خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں دریافت کیا۔ تو سب ازواج مطہرات رضی نے بیک زبان ہو کر کہا کہ آپ کا یہ معمول نہ تھا۔

صرف حضرت ام سلمہ رضی نے فرمایا کہ میرے ہاں صرف ایک مرتبہ ادا کی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا نماز ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ عصر سے قبل دو رکعتیں پڑھنا بھول گیا تھا۔ وہ اب پڑھ رہا ہوں۔

یہ روایت طبرانی میں موجود ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ بھی دو رکعتیں قبل المغرب نہیں پڑھتے تھے ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۰ / ۲ / ۱۳۹۸ ھ

نمازِ عید سے پہلے اور بعد میں نوافل کا حکم

(۱) کیا نماز عصر کے بعد نماز نفل یا قضاء یا ادا پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

(۲) کیا نماز عیدین سے پہلے یا بعد اسی مقام پر یا عیدگاہ میں کسی قسم کے نفل یا نماز استسقاء پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟ اگر ایک امام و خطیب صاحب نماز عید کے بعد اسی مقام پر نفل پڑھے

اور پڑھنے کا حکم کرے۔ تو ایسے امام صاحب کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب

۱۔ عصر کے بعد نوافل کی اجازت نہیں۔ قضاء نماز تغیر شمس سے پہلے پڑھنے کی اجازت ہے۔ مراقی میں ہے۔

ویکرہ التنفل بعد صلوٰۃ فرض العصر وان لم تتغیر الشمس لقولہ علیہ السلام لا صلوٰۃ بعد صلوٰۃ العصر حتی تغرب الشمس الحدیث (بخاری و مسلم) (ص ۱۱۱)۔

اور اسی میں ہے۔ ولا بأس بان یصلی فی ہذین الوقتین الفوائت الخ (ص ۱۰۲)۔

۲۔ نماز عید سے قبل گھر یا مسجد یا عید گاہ میں نوافل مکروہ ہیں، اور عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں مکروہ ہیں۔ البتہ گھر میں نوافل پڑھنے کی اجازت ہے۔ مراقی میں ہے۔

ویکرہ التنفل قبل صلوٰۃ العید ولو تنفل فی المنزل وکذا بعدہ ای العید فی المسجد شیئا فاذا رجع الی منزلہ صلی رکعتین (ص ۳۰۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس دار الافتاء

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

جماعت ہو رہی ہو تو فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم

فجر کی نماز ہو رہی ہے اور امام قرأت پڑھ رہا ہے تو کیا ایسی حالت میں مسجد کی حدود کے اندر سنتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سنتیں گھر ادا کر کے جانا چاہئے۔ خصوصاً جب کہ قیام صلوٰۃ کا وقت ہو چکا ہو۔ اگر گھر سے پڑھ کر نہیں آیا تو خارج مسجد میں جہاں ممکن ہو ادا کرے۔ اگر خارج مسجد میں کوئی ایسا انتظام نہ ہو تو مسجد میں جماعت سے بعید کسی دیوار یا ستون وغیرہ کی آڑ میں ادا کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماعت سے جتنا قریب ہو گا اتنا کراہت میں بھی اضافہ ہو گا۔ جتنا بعید

ہو گا اتنی کراہت میں بھی تخفیف ہوگی، کذا فی الشامیہ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

لہ والحاصل ان السنة فی سنة الفجر ان یأتی بها فی بیته والا فان کان عند باب المسجد مکان صلاها فیه والا صلاها فی الشتوی او الصیفی ان کان للمسجد موضعان والا فخلف الصفوف عند ساریة اھ وفی النهایة فان لم یکن علی باب المسجد موضع للصلوٰة یصلیها فی المسجد خلف ساریة من سواری المسجد واشدها کراهة ان یصلیها مخالطا للصف مخالفا للجماعة والذی یلی ذلک خلف الصف من غیر حائل۔ اھ ومثله فی النهایة والمعراج۔ اھ

(شامی ج ۱، ص [illegible])۔

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ
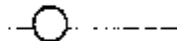
اذانِ مغرب کے دوران تحیۃ الوضوء پڑھنا

بکر نے وضو کیا، مؤذن نے اذان دینا شروع کی، بکر نے دو رکعت نفل تحیۃ الوضوء کی نیت باندھ لی اور اذان کے ختم ہونے تک بکر نے نفل پورے کر لئے۔ تو بکر کو نفل کا ثواب مل گیا یا نہیں؟ اور مذکورہ طریق پر نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً قال فی الهندیة: ومنها ای من الاوقات المکروهة للنوافل ما بعد غروب الشمس قبل صلوٰة المغرب (ج ۱ ص ۵۲)

اگرچہ نفل تو ہو جائیں گے لیکن اس وقت پڑھنے نہیں چاہئیں۔ بوقتِ اذان، اذان کا جواب دینا مسنون و ضروری ہے۔ اس ضروری امر کو چھوڑ کر نوافل میں اشتغال نہ چاہیئے۔ خصوصاً

جب کہ مغرب سے قبل نوافل کو مکروہ لکھا ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

فجر کی سنتیں رہ جائیں تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے

۱ : فجر کی چھوٹی ہوئی سنتیں جماعت کے بعد سورج نکلنے سے پہلے پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

۲ : کیا یہ حدیث ترمذی وابن ماجہ میں موجود ہے کہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ لے ۔

الجواب ۱۔ فجر کی چھوٹی ہوئی سنتیں سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھ سکتا ۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منہم عمر بن الخطاب ... وکان من احبہم الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوٰۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس ۔ (ترمذی ، ج ۱ ، ص ۴۱) ۔

۲ : یہ حدیث ترمذی شریف ، ج ۱ ، ص ۸۴ ۔ پر مذکور ہے ۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلہما بعد ما تطلع الشمس ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیرالمدارس
ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس
ملتان ۱ ۲۲ / ۷ / ۹۹ ۱۴ھ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین کل اذانین صلوٰۃ (بخاری ج ۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر اذان و تکبیر کے درمیان نماز ہے۔ چنانچہ عشاء کی اذان و تکبیر کے درمیان بھی نماز ثابت ہوئی۔ باقی چار رکعت کے مستحب ہونے کی دلیل یہ ہے۔

بخاری شریف و مسلم شریف میں حدیث عائشہؓ ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی اربعا فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا۔ الحدیث۔

یہ حدیث اگرچہ تہجد سے متعلق ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نوافل کے متعلق عام عادت و معمول چار رکعتیں پڑھنے کا تھا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہو وہ یقیناً افضل اور بہتر ہوگا۔ نیز چار رکعتیں ایک سلام سے ادا کرنے میں مشقت زیادہ ہے۔ مشقت والے فعل کا افضل ہونا قرآن پاک (ان ناشئة اللیل هی اشد وطأ واقوم قیلا) ای اشد فی وطأة النفس واشق علیها) اور حدیث شریف سئل ای الاعمال افضل فقال اجهدها او اشقها على البدن۔ مقاصد حسنہ (ص ۴۳) سے معلوم ہوتا ہے۔

اس مشقت کی بنا پر عشاء کی نماز کی فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عشاء سے پہلے بھی چار رکعتیں پڑھنا مستحب ہے۔ چنانچہ بعض کتب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشاء سے قبل چار رکعتیں ادا کرنا منقول ہے۔ مراقی میں ہے۔

وندب اربع قبل العشاء لما روی عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها

انه علیه الصلوٰة والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعا ثم یصلی

بعدها اربعا ثم یضطجع۔ (ص ۲۰۳)

مسلک احناف قرآن و سنت کا آئینہ ہے۔

حضرت مولانا خیر محمد نوراللہ مرقدہ غیر مقلدین کے خود ساختہ مسائل اور بدعات کی قلعی کھول دیتے تھے اس لئے ان کو جو حق لگتا ہے بالکل دوسرا بھی برحق نظر آتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۹ / ۹ / ...

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سنن مؤکدہ اوابین میں شمار ہوں گی یا نہیں

صلوٰۃ اوابین جو کہ کم از کم چھ رکعت ہیں۔ ان میں سنت مؤکدہ کے بعد کی دو رکعت نفل بھی شامل ہیں یا وہ ان چھ رکعتوں سے الگ ہیں؟

الجواب دو رکعت سنت مؤکدہ کے سوا دو سے زائد نفل صلوٰۃ اوابین میں شمار ہوں گے جب چھ رکعتیں پوری ہو جائیں۔ له فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

الجواب صحیح

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء : نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۳/۱۱/۱۳۹۸ھ

له وست بعد المغرب ليكتب من الاوابين بتسليمة او ثنتين او ثلاث والاول ادوم واشق وهل تحسب المؤكدة من المستحب ويؤدي الكل بتسليمة واحدة اختار الكمال نعم - اهـ در مختار۔

قوله: واختار الكمال نعم، حيث قال في فتح القدير انه وقع اختلاف بين اهل عصره في ان الاربع المستحبة هل هي اربع مستقلة غير ركعتي الراتبة او اربع بهما وعلى الثاني هل تؤدى معهما بتسليمة واحدة اولا فقال جماعة لا واختار هو انه اذا صلى اربعا بتسليمة او تسليمتين وقع عن السنة والمندوب اهـ شامية ج ۱ ص ۳۰۳ فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

فجر کی سنتوں میں تحیۃ الوضوء کی نیت کرنا

طلوع صبح صادق کے بعد نفل منع ہیں تو اگر تحیۃ الوضوء کی نیت فجر کی سنتوں میں کر لی جائے تو کیا تحیۃ الوضوء کا ثواب مل جائے گا؟

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

فرائض وسنن کے ضمن میں تحیۃ المسجد کا ثواب اس کی نیت پر موقوف ہے

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگر مسجد میں آتے ہی کوئی اور نماز فرض یا سنت پڑھی جائے تو وہی نماز تحیۃ المسجد ہو جائے گی۔ یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا۔ اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی گئی ہو۔ (مراقی الفلاح)

اور ایک دوسری کتاب میں لکھا ہے کہ دوسری نماز تحیۃ المسجد کے قائم مقام تو ہو جائے گی مگر ثواب اس وقت ملے گا جبکہ اس نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت بھی کی گئی ہو۔

(درمختار)

چونکہ دونوں عبارتوں میں اختلاف ہے اس لئے صحیح اور راجح قول تحریر فرمایا جاوے۔

اکرام الحق، راولپنڈی

الجواب: اس مسئلہ میں روایتیں دونوں طرف موجود ہیں لیکن اختلاف سے بچنے کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ دوسری نماز میں تحیۃ المسجد کی نیت بھی کر لے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

۱۱/۴/۱۳۸۲ھ

[illegible] الاولى ان ينويها بذلك الفرض ليحصل له ثوابها اي ينوي بايقاع ذلك الفرض في المسجد تحية لله تعالى اي تعظيم بيته فانه مقصود بها وعدم حصولها لا يستلزم الثواب بلا قصد ثم رأيت المحقق ابن حجر من الشافعية

كتب عند قول المنهاج وتحصل بفرض أو نفل آخر ما نصه
وإن لم ينوها معه لأنه لم ينتهك حرمة المسجد المقصودة
أي يسقط طلبها بذلك أما حصول ثوابها فالوجه توقفه
على النية لحديث إنما الأعمال بالنيات اھ (شامی ج ۱ ص ۴۶۳)

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ : ۱۱/۱۱/۱۴۱۰ھ

طولِ قیام افضل ہے یا کثرتِ رکعات

زید کا معمول ہے کہ مغرب کے بعد ایک پارہ نوافل میں پڑھتا ہے تو کیا یہ بہتر ہے کہ ایک پارہ دو نفل میں پڑھ لے یا تھوڑا تھوڑا پڑھ کر رکوع و سجدہ کرتا ہے یعنی کئی نوافل میں پارہ پورا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: رکعت کو لمبا کرنا بہتر ہے بنسبت کثرت رکعات کے۔

وكثرة الركوع والسجود أحب من طول القيام كما في المجتبى ورجحه في البحر لكن نظر فيه في النهر من ثلاثة أوجه ونقل عن المعراج أن هذا قول محمد وأن مذهب الإمام أفضلية القيام وصححه في البدائع اھ (درمختار). والحاصل أن المذهب المعتمد أن طول القيام أحب ومعناه كما في شرح المنية أنه إذا أراد شغل حصة معينة من الزمان بصلاة فإطالة القيام مع تقليل عدد الركعات أفضل من عكسه فصلاة ركعتين مثلاً في ثلث الحصة أفضل من صلاة أربع فيها وهكذا القياس اھ (شامی ج ۱ ص [illegible])۔

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قرآن مجید اچھی طرح یاد نہ ہو تو سامع کا انتظام ضروری ہے

زید تراویح میں قرآن پاک سناتا ہے ایک رکعت میں کم از کم تین بار بھول جاتا ہے اس کے پیچھے سامع بھی نہیں۔ بھولنے پر حافظ جی صاحب کہتے ہیں کہ یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے؟

سائل: اللہ داد مکرین، گلبرگ، ملتان

الجواب حامداً ومصلیاً معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحب کو قرآن مجید اچھی طرح یاد نہیں۔ ایسی صورت میں اچھے سامع کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں بیس تراویح کے اندر ایک دو مرتبہ بھول جانا تو خیر کوئی بات نہیں لیکن کثرت سے بھولنا کہ ایک رکعت میں تین تین مرتبہ بھولے، پختہ یاد نہ ہونے کی علامت ہے۔ حافظ صاحب کو چاہئے کہ خوب محنت سے یاد کیا کریں اور سامع کا انتظام بھی ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

۱/۹/۱۴۰۳ھ

داتا دربار جاکر نوافل کی نذر مانی تو وہاں پڑھنا ضروری نہیں

زید نے نذر مانی تھی کہ میرا یہ کام ہوگیا تو داتا دربار لاہور جاکر سو نوافل پڑھوں گا۔ تو کیا وہاں جاکر پڑھنے ضروری ہیں یا جہاں رہتا ہے وہیں پڑھ لے۔

المستفتی محمد عبدالمنان بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

الجواب حامداً ومصلیاً جہاں بھی پڑھے نذر پوری ہو جائے گی۔ اذا نذر ان یصلی فی المسجد الحرام او فی مسجد بیت المقدس فصلی فی مکان دونه جاز (عالمگیری قدیم ج ۱ ص ۲۰۹) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۲/۱۴۰۲ھ

وتروں میں قعدہ اولیٰ کا مفصل ثبوت یہاں اہل حدیث کی طرف سے اہل سنت سے صلوٰۃ الوتر کے قعدہ اولیٰ کا ثبوت حدیث سے طلب کیا جا رہا ہے ان کا کہنا ہے کہ وہ حدیث (عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ یوتر من ذلک بخمس لا یجلس فی شئ الا فی آخرھا (مسلم ج۱ ص۲۵۴) پیش کرتے ہیں۔ براہ نوازش اس حدیث کی تاویل اور اہل سنت کی تائید والی حدیث مع ثبوت تحقیق السند حسب الامر فرما کر ممنون فرمائیں۔ نیز تحریر فرمائیں کہ حدیث مذکورہ بخاری شریف میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ جواب بھی مفصل تحقیق کہ اہلسنت کی پوری بھی تسلی ہو سکے۔

الجواب پہلے اہل سنت کے دلائل سن لیں۔

۱۔ عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان۔ فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلاثا فقالت عائشۃ رضی اللہ عنہا فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ (رواہ مسلم ص۲۵۴ ج۱)

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے (۱) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومی نماز تہجد رمضان وغیر رمضان میں

آٹھ رکعت بھی اور وتر تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (۲) وتر سے پہلے استراحت بھی فرمایا کرتے تھے۔ اسو قرد ابیانہ

خیر نا قص وطور ہے۔

۲ : عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوتر ثلاث كثلاث

المغرب ۔ رواه الطبراني في الاوسط ۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز وتر مثل نماز مغرب کے ہے۔ (ا) مغرب کی تین رکعتیں ہیں، وتر کی بھی تین ۔ (ب) مغرب میں دو قعدے ہیں اولیٰ و ثانیہ ، اسی طرح وتر میں بھی ۔ (ج) مغرب میں بھی آخر میں سلام کیا جاتا ہے ، وتر میں بھی آخری قعدہ پر سلام ہونا چاہئے ۔

۳ : طحاوی میں ہے ۔ عن ثابت عن انس رضي الله عنه ۔ قال الوتر ثلاث ركعات و

كان يوتر بثلاث ركعات ۔ (ایضاً ص ۱۷۳)

۴ : طحاوی میں ہے ۔ ان الوتر كان عند ابن عمر ثلث كصلوة المغرب ۔ (ص ۱۷۳)

۵ : عن عامر الشعبي قال سألت ابن عباس وابن عمر كيف كان

صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالليل فقالا ثلاث عشرة ركعة

ثمان ويوتر بثلاث وركعتين بعد الفجر ۔ رواه الطحاوي (ص ۱۷۳)

وابن ماجه والنسائي ۔

دلائل وجوب قعدہ بر ہر دو رکعت

واضح رہے کہ ہر دو رکعت پر التحیات پڑھنا ضروری ہے جس کے لئے احادیث ذیل کا مطالعہ فرمائیں ۔ یہ روایات وتر و غیر وتر تمام نمازوں کے لئے مساوی الدلالت ہیں ۔

۱ : عن عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

يستفتح الصلوة بالتكبير والقراءة بالحمد لله رب العالمين الى

قوله وكان يقول في كل ركعتين التحية ۔ رواه مسلم (مشکوٰۃ) باب جامع الصلوة ۔

اس روایت میں صاف مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور التحیات پڑھنے کے لئے قعدہ لازم ہے اس بنا پر حدیث یوتر من ذلك بخمس لا يجلس الا في آخرهن تمام علماء کے نزدیک مؤول ہے ۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہو جو لوگ اہل حدیث ہونے کے مدعی ہیں ان کی عادت ہے کہ خود رائی اور خود اجتہادی کی بنا پر صرف ایک روایت کو لے لیتے ہیں اور دوسری

پانچ حدیثوں کے متعلق صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری میں نہیں ہے اس لئے متروک ہے یا یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس طرح بعض روایتیں متروک اور بعض معمول بہا ہو جانے کے علاوہ احادیث نبویہ متعارض ہوتی نظر آتی ہیں۔ اور لوگوں کو حدیثوں میں شبہات نظر آتے ہیں۔ مثلاً فاتحہ خلف الامام کی روایتوں کو لے کر روایات ترک فاتحہ کو ضعیف غیر قابل عمل بتلا دیتے ہیں۔ اس طرح ایک ذخیرہ احادیث ان کے نزدیک ردی کی ٹوکری کے قابل ہو جاتا ہے۔ بخلاف مسلک احناف کثرہم اللہ کہ ان کا مسلک احتیاط اور تحقیق پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ حضرات ایک مسئلہ کے متعلق تمام روایات وارد شدہ کو جمع کر کے مقدم و مؤخر، ناسخ و منسوخ، صحیح و ضعیف وغیرہ تمام گوشوں پر نظر کر کے فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ وتر ہے۔ چونکہ اس استفتاء میں صرف قعدہ اولیٰ کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس لئے ہم اپنی بحث اسی پر مقصور کرتے ہیں اگر تحقیق درکار ہو تو حضرت شاہ صاحبؒ کا رسالہ عربی کشف الستر عن صلوٰۃ الوتر مطالعہ فرمائیں۔

۲ : عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رجلاً سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ اللیل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ واذا خشی احدکم الصبح صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی۔ رواہ مسلم (ج ۱ ص ۲۵۷)۔

۳ : عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ مثنیٰ مثنیٰ تشہد فی کل رکعتین الخ۔ رواہ الترمذی قال ابن حجر المکی اسنادہ حسن۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی شریف ج ۱ ص ۱)

یہ دو روایتیں ہیں۔ دوسری روایت پہلی روایت کے لئے بمنزلۂ تفسیر کے ہے۔ مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ نماز کی وضع شرعی یہ ہے کہ ہر رکعت دوسری رکعت کے ساتھ مقرون ہو۔ چاہے نماز دن کی ہو یا رات کی۔ (چنانچہ بعض روایات ابن حجر میں صلوٰۃ اللیل والنہار بھی وارد ہوا ہے) اور ایک رکعت کی نماز مشروع نہیں ہے حتیٰ کہ وتر میں بھی رکعت واحدہ کو علیحدہ کرنا جائز نہیں ہے بلکہ دو رکعات کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے۔ جس سے وہ دوگانہ وتر بن جائے گا۔ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نے یہ وضاحت کر دی کہ ہر دوگانہ پر تشہد لازم ہے۔ شارح مسلم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے فوائد کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

" وفی ھذا تنبیہ علی عدم مشروعیۃ التنفل بالرکعۃ الواحدۃ البتیراء کما قال ابن دقیق العید وعلی عدم مشروعیۃ الرکعات

الثنائية او زائدة على ثنتين من غير تخلل التشهد بينهما وهو الظاهر
من حديث عائشة عند مسلم قالت وكان يقول في كل ركعتين التحية
فهذا مدلول الحديث والتشريع بهذا المعنى لا يستلزم التسليم على
كل ركعتين انتهى۔ فتح الملهم ج ۲ ص ۱

بڑا ہی تعجب ہے کہ غیر مقلد حضرات "یوتر من ذلک بخمس لا یجلس فی شیء الا فی آخرھا" کو دیکھنے کی بنا پر ان تمام احادیث سے غافل ہو گئے۔ بلکہ ان حدیثوں کے دانستہ یا نادانستہ ترک کے گناہ میں پڑ گئے۔ اگر اس حدیث کی شرح کسی طالب علم سے جس نے باقاعدہ کسی مدرسہ میں علم حدیث حاصل کیا ہوا ہوتا پوچھ لیتے تو اس جہالت میں مبتلا نہ ہوتے۔ جیسا کہ عنقریب اس حدیث کی شرح بعد میں بیان کر دی جائے گی۔

(۳) وفی المصنف ابن ابی شیبة المکتوب بالقلم من [illegible] والقول البدیع [illegible]
نا جعفر بن برقان عن عقبة بن نافع قال سمعت ابن عمر رض يقول ليس
صلوة الا وفيها قراءة وجلوس في الركعتين وتشهد وتسليم فان
لم تفعل ذلك سجدت سجدتين وانت جالس۔ (فتح الملهم ج ۲)

اس حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ مذکور ہے جو کہ حکم مرفوع میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ کوئی نماز ایسی نہیں کہ اس میں قرأت نہ ہو اور یہ کہ اس کے ہر دوگانہ پر قعدہ نہ کیا جائے اور تشہد و تسلیم نہ ہو۔ تسلیم سے مراد السلام علیک ایہا النبی ہے۔ جس کے دلائل یہاں ذکر کرنے کا موقع نہیں اور اگر دوران میں تشہد نہ کر سکے یعنی بھول جائے تو دو سجدہ سہو بحالت جلوس کرنے لازم ہوں گے۔

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ ہر دوگانہ پر قعدہ لازم ہے اور ترک پر سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ یہ وہ قعدہ ہے جسے قعدہ اولیٰ کہتے ہیں۔ اب حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق توضیح و تشریح سنئے جس سے یہ حدیث ان روایات مذکورہ بالا کے ساتھ منطبق ہو جائے گی اور جو تعارض بظاہر آ رہا ہے رفع ہو جائے گا۔ پوری حدیث ان الفاظ کے ساتھ مسلم شریف میں وارد ہوئی ہے۔

عن عبد الله بن نمير قال حدثني ابي قال نا هشام عن ابيه عن
عائشة رضي الله عنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي

سے جلوس یا استراحت نہیں فرماتے تھے بلکہ آخر میں ہی جلوس کرتے تھے ۔

۲ : دوسری توجیہ یہ ہے کہ جلوس سے مراد وہ جلوس ہے جس کے بعد سلام کیا جاتا ہے۔ اور قرینہ اس پر روایت ابی داؤد ہے جس میں یہ الفاظ واقع ہیں : حتی یجلس فی الآخرۃ فیسلم ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ آخر میں بیٹھ کر سلام کرتے تھے ۔ وہ جلوس جس میں سلام نہیں ہوتا تھا وہ تو پہلے بھی ہوتا تھا لیکن وہ جلوس جس کے بعد سلام فرماتے تھے آخر میں ہوتا تھا ۔ اس طرح سے درمیان کے قعدہ کی نفی نہ ہوئی ۔
لیکن اس توجیہ پر یہ اشکال لازم آتا ہے کہ پہلا دوگانہ نفل کا ہوا جس پر قعدہ کر کے پھر آپ نے وتر ادا کئے۔ وتر کی بناء نفل پر لازم آئے گی ۔ اس کے متعلق جواب یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک وتر سنت ہیں ۔ لہٰذا ان کی بناء نفل پر بلا کراہت ہو سکتی ہے ۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ وتر واجب ہیں لیکن اس کی بناء نفل پر جائز ہے ۔

۳ : تیسری توجیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ نوافل میں بعض اوقات بیٹھ جایا کرتے تھے اور بیٹھ کر پڑھتے رہتے تھے۔ جب رکوع کا وقت آتا تھا تو کھڑے ہو کر تیس چالیس آیات پڑھ کر رکوع کیا کرتے تھے ۔ یہ عادت شریفہ بخاری شریف کی اس روایت سے ثابت ہے ۔

عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضى الله عنها انها لم تر رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى صلوة الليل قاعدا قط حتى اسن فكان يقرأ قاعدا حتى اذا اراد ان يركع قام فقرأ نحوا من ثلثين اية او اربعين اية ثم ركع ۔ (رواه البخارى فى باب اذا صلى قاعدا ثم صح او وجد خفة تمم ما بقى ، ص۱۵۰ ج ۱)۔

اب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ عادت شریفہ نوافل تہجد کے متعلق تھی ۔ وتر کی تین رکعتیں اور ایک دوگانہ جو وتر سے پہلے ہوتا تھا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قعود نہیں فرماتے تھے ۔ وتر میں تو اس لئے کہ وہ واجب ہیں اور اس میں قادر علی القیام کے لئے قعود جائز نہیں ۔ اور دوگانہ جو وتر سے پہلے ہوتا تھا وہ بھی بوجہ اتصال وتر کے اس کے حکم میں داخل کر دیا گیا جیسا کہ فتح الملہم میں ہے ۔

فالشفع الذى كان يوتر بعده صار لاتصاله به مستتبعا بحكم الوتر عليه فلم يقعد فيه ايضا ۔

واضح رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کے جو معانی ذکر کئے گئے ہیں یہ سب معانی

صحیح اور محتمل ہیں اور احادیث اُخری کے ساتھ مؤید ہیں اور ان معانی کا ملحوظ رکھنا لازم امر ہے تاکہ دو روایات جو سابقہ بیان ہوئی ہیں ان میں اور اس حدیث میں تعارض واقع نہ ہو۔

الجواب صحیح
خیر محمد مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان
۴ شوال المکرم ۱۳۷۰ھ

فقط واللہ اعلم بالصواب
بندہ محمد عبداللہ غفرلہ خادم الافتاء
خیر المدارس ملتان ۲۳ شوال ۱۳۷۰ھ

ایک حدیث سے عدمِ وجوبِ وتر پر استدلال کا جواب

اخبرنا ابو یعلی حدثنا ابو الربیع الزاهرانی الی آخر السند عن عیسی بن جاریة عن عبد اللہ بن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شهر رمضان ثمانی رکعات و اوتر فلما کانت اللیلة القابلة اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج لنا فیصلی بنا فاقمنا فیه حتی اصبحنا فقلنا یا رسول اللہ رجونا ان تخرج فتصلی بنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی کرهت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر او کما قال۔

(صحیح ابن حبان ص ۴۳۳ طبع مکتبہ سلفیہ لاہور)

زید اور بکر کا اس حدیث کے مفہوم میں اختلاف ہے

زید کہتا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وتروں کی باجماعت فرضیت کو مکروہ کیا اور ڈر گئے۔ اس لئے دوسرے دن آپ نے نماز نہیں پڑھائی اور آٹھ رکعات تراویح کو نہ مکروہ کیا اور نہ ترک کیا۔

بکر کہتا ہے کہ اس حدیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح اور وتر دونوں کے بارے میں انی کرهت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر فرمایا ہے۔ پھر ان آٹھ رکعت تراویح باجماعت کو مکروہ کہہ کر چھوڑ دیا اور پھر آپ نے نہیں پڑھائی۔ وتروں کے متعلق اس لئے نہیں کہ وتر تو پہلے ہی سے واجب تھے۔ انی کرهت او خشیت کا تعلق تو اس نئی نماز کے ساتھ ہے جو رمضان میں آئی ہے بات اس کی تھی اور اسی کو باجماعت ترک فرمایا۔

المستفتی: محمد سلیمان خطیب جامع مسجد مرکزی گوجرہ، ضلع فیصل آباد

الجواب بکر کا قول درست ہے اور مذکورہ روایت میں ان یکتب علیکم الوتر سے مراد وتر اصطلاحی کی ایک یا تین رکعت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد وہی مجموعہ صلوۃ اللیل (تراویح) ہے جو پہلی رات پڑھی گئی تھی۔ ایک تو یہ امر خود سیاق ان یخص بہ فیصلی بنا سے ظاہر ہے۔ دوسرے اس کی تصریح صحیح مسلم میں بروایت صحیح موجود ہے۔ روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"ولکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوۃ اللیل فتعجزوا عنہا"

(باب الترغیب فی قیام رمضان ج ۱ ص ۲۵۹)

اور تقریباً اسی کے ہم مثل الفاظ شرح معانی الآثار میں موجود ہیں۔ "خشیت ان یکتب علیکم قیام اللیل" اھ (باب القیام فی شہر رمضان)۔ روایت مؤطا میں الفاظ دوسرے ہیں۔ ان تفرض اور ان یفرض، صاحب اوجز المسالک ان کی تشریح یوں لکھتے ہیں۔ "ان تفرض ای صلوۃ اللیل وفی نسخۃ ان یفرض ای القیام" پس جب لفظ "الوتر" کی تشریح خود دوسری صحیح روایت میں "صلوۃ اللیل" سے مصرح ہے تو بکر کے قول کی صحت اور زید کے قول کا غلط ہونا ظاہر ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ،
نائب مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۱/۷

الجواب صحیح
خیر محمد عفی عنہ

وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ نماز وتر ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ ایک شخص وتر کی تیسری رکعت کو سنت بتلاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مذکورہ رکعت میں ثناء پڑھنا بھی بتلاتا ہے۔ قنوت کے بعد درود شریف بھی پڑھتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب وتر کی تینوں رکعات واجب ہیں اور ان کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سبحانک اللّٰھم اور الحمد و سورۃ پڑھیں، دوسری رکعت میں صرف الحمد اور سورت پڑھیں، پھر قعدہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھیں۔ تیسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہیں اور دعاء قنوت پڑھیں پھر رکوع میں جائیں اور نماز پوری کر لیں۔ رکوع سے قبل درود[1] نہ پڑھیں۔ تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھیں۔ فقط واللہ اعلم

[1] مستحب ہے کہ پڑھیں کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ص ... ۔ (ازمرتب خیر الفتاویٰ)۔

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ غفر اللہ لہ مفتی خیر المدارس ملتان ۳۰-۹-۱۳۸۸ھ

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

وتر کی نیت میں واجب کی تصریح ضروری نہیں

ایک عالم سے وتر کی نیت پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ بہتر یہ ہے یوں کہو کہ ”وتر واجب اس بات کے مطلق واجب کہا جائے تب بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر وتر واجب عشاء کے کہنا بہتر ہے۔ اگر عالم کا جواب آپ کے نزدیک صحیح ہے تو حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب وفی الوتر ینوی صلوٰۃ الوتر کذا فی الزاہدی اھ (عالمگیری ج۱ ص۶۶) نماز وتر کے لئے اتنی نیت بھی کافی ہے کہ ”تین رکعات نماز وتر اللہ کے لئے پڑھتا ہوں“ واجب کا لفظ ساتھ کہہ لے تو بھی جائز ہے۔ کما فی الشامیۃ ج۱ ص۴۲۸۔

(ای لا یلزمہ تعیین الوجوب ولیس المراد منعہ من ان ینوی وجوبہ)

آج رات یا عشاء کے کہنے کی حاجت نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ
۳-۱-۱۳۹۲ھ

فرض عشاء ادا کرنے سے پہلے وتر نہیں پڑھ سکتے

زید جب مسجد میں پہنچا تو فرض ادا ہو چکے تھے اور وتروں کی جماعت تیار تھی تو کیا زید پہلے فرض ادا کرے یا وتروں میں شریک ہو سکتا ہے؟

الجواب عشاء کے فرضوں اور وتر میں ترتیب واجب ہے۔ لہٰذا وتروں کی جماعت میں شریک نہ ہو بلکہ پہلے فرض ادا کرے۔ ”ووقت العشاء والوتر منہ الی الصبح ولکن لا یقدم علیہا الوتر لوجوب الترتیب اھ (تنویر الابصار علی ہامش الشامیہ)“ فقط واللہ اعلم۔

محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۹/شوال ۱۴۰۲ھ

جو صبح سویرے اٹھ سکتا ہے وہ سونے سے پہلے پڑھے ۔

قوله وتاخير الوتر اى يستحب تأخيره لقوله صلى الله عليه وسلم من خاف ان لا يوتر من آخر الليل فليوتر أوله ومن طمع ان يقوم آخره فليوتر آخر الليل فان صلوة آخر الليل مشهودة وذلك افضل ۔ اه

(شامیہ ج ۱ ص ۳۴۲)۔

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

وتروں میں رکوع کے بعد قنوت پڑھی تو نماز کا حکم

امام صاحب نے وتروں میں قنوت سے پہلے رکوع کر لیا پھر واپس ہو کر دعاء قنوت پڑھی اور آخر میں سجدہ سہو کر لیا کیا نماز ہو گئی ؟

الجواب نماز ہو گئی بشرطیکہ سجدہ سہو کر لیا ہو۔ وان تذکر بعد رفع رأسه من الركوع لا يعيده للركوع ويسجد للسهو لزوال القنوت عن محله الاصلي وتاخيره الواجب اه (مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۲۱۶) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد صدیق غفر لہ مدرس خیر المدارس ملتان ۔ | محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی ۔ ۸-۹-۱۳۹۰ھ

تکبیر قنوت واجب ہے یا نہیں

دعاء قنوت میں جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اگر یہ سہواً نہ پڑھی گئی ہو تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

محمد شفیع بن حکیم الدین حیدرآباد ۔

الجواب تکبیر قنوت کے بارے میں اختلاف ہے بعض حضرات وجوب کے قائل ہیں ان کے مذہب پر سجدہ سہو لازم آجائے گا ۔ صاحب بحر وجوب کے خلاف ہیں ان کے نزدیک سجدہ سہو نہیں آئیگا ۔ اگر احتیاط پر عمل کرتے ہوئے سجدہ سہو کر لیا جائے تو بہتر ہے ورنہ ترک کی بھی گنجائش ہے ۔ (شامی ج ۱ [illegible])

فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۔

جس کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو وہ کیا پڑھے

اگر کسی کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو تو کوئی اور دعا جو قرآن میں ہے پڑھی جا سکے ؟

الجواب اگر کسی شخص کو دعاءِ قنوت یاد نہ ہو جو وتروں میں پڑھی جاتی ہے تو یہ آیت اس مقام پر پڑھے: ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ کما فی الشامیة ج ۱ ص ۴۴۵۔ ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا اٰتنا فی الدنیا الاٰیة۔ مع ہذا دعاءِ معروف کو یاد کرنے کی کوشش کرے جب تک یاد نہ ہو اس پر اکتفا کرے۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفرلہ ۱۵/۲/۱۳۹۱ھ	بندہ محمد عبید اللہ غفرلہ

دعاءِ قنوت سے پہلے تکبیر و رفع یدین کا ثبوت

نمازِ وتر میں دعاءِ قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر اللہ اکبر کہنے کا ثبوت حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مع حوالہ تحریر کریں۔

الجواب آنحضرت علیہ السلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے قنوت پڑھنے سے پہلے رفع یدین اور تکبیر ثابت ہے۔

۱۔ عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال ارسلت امی لیلة لتبیت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنظر کیف یوتر الی ان قال ثم قرأ قل ہو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بما شاء اللہ ان یدعو۔ (رواہ فی الاستیعاب لابن عبد البر)

۲۔ عن الاسود عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی اٰخر رکعة من الوتر قل ہو اللہ احد ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعة۔ اھ (رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین وقال صحیح)۔

۳۔ عن ابی عثمان قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یرفع یدیہ فی القنوت۔ اھ (واخرجہ البخاری فی الجزء وصححہ)

۴۔ عن ابراہیم ان القنوت فی الوتر واجب فی رمضان وغیرہ قبل

الرکوع واذا اردت ان تقنت فکبر. اھ (کتاب الحجج والآثار)۔

وان اراد ان یقنت کبر ورفع یدیه وقنت لقوله علیه السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن وذکر منها القنوت. اھ (ہدایہ ج ۱)

الجواب صحیح
عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
محمد انور عفا اللہ عنہ ۔ ۲۳/۲/۱۳۹۹ھ

قنوت وتر میں وضع یدین سنت سے ثابت ہے

قنوت وتر میں سینہ پر ہاتھ باندھنے کا سنت یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عمل سے کیا ثبوت ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: وضع الیدین سنت قیام ہے یہ مسئلہ تقریباً اجماعی ہے۔ فریق مخالف بھی وتروں کے علاوہ باقی تمام نمازوں میں قیام فرض میں وضع یدین کا قائل ہے۔ بلکہ نماز وتر میں بھی تکبیر قنوت تک اسی پر عامل ہے۔ تکبیر قنوت کے بعد سنت اجماعی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اپنے عمل کا حدیث صحیح سے ثبوت مہیا کرے جنہوں نے سنت اجماعی کو عند القنوت بھی ترک نہیں کیا۔ ان کے ذمہ ثبوت لگایا جائے۔ ایک حدیث سے ان حضرات کے طریق کار کا بدعت و مکروہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ طبرانی باب القنوت میں ہے۔

عن ابن عمر انه قال أرأیتم رفع ایدیکم فی الصلوۃ واللہ انه لبدعة ما زاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا قط فرفع یدیه حیال منکبیه. (الحدیث)

اس پر اعلاء السنن میں لکھا ہے۔

واما قوله أرأیتم رفعکم ایدیکم فی الصلوۃ واللہ انه لبدعة ففیه دلیل علی کراهة اطالة رفع الیدین فی القنوت کما یرفعونها فی الدعاء خارج الصلوۃ۔ (ج ۶ ص ۵۸)

اس سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا عمل خلاف سنت ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ وضع الیدین تحت السرۃ قیام میں مسنون کیوں ہے۔ اس پر بہت سی احادیث اور اقوال شاہد ہیں۔

۱۔ عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه رضی اللہ تعالی عنہما قال

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ اخرجہ ابن ابی شیبۃ ورجالہ ثقات وقال الشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی ان ھذا اسناد جید۔ (اعلاء السنن ج ۲ ص [illegible])

۲۔ عن علی قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔
(ھکذا فی بذل المجہود ج ۱ ص [illegible])

۳۔ عن ابی وائل قال قال ابو ہریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (ھکذا فی بذل المجہود ج ۱ ص [illegible])

حضرت امام طحاوی رحمہ نے امام ابن سیرین رحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے ۔ کل حدیث ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (اعلاء السنن ج [illegible] ص [illegible]) ابن سیرین رحمہ کے قول کے مطابق حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکماً مرفوع ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وضع الیدین تحت السرۃ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ [illegible] وضع بدعت ہے۔

الجواب صحیح
محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

فقط واللہ اعلم
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

وتروں کی جماعت صرف رمضان المبارک میں کرائی جائے

رمضان المبارک کے علاوہ بھی وتروں کی جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب وتروں کی جماعت صرف رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے۔ رمضان کے علاوہ باقی ایام میں وتر منفرداً پڑھے جائیں۔

ویوتر بجماعۃ استحباباً فی رمضان فقط علیہ اجماع المسلمین لانہ نفل من وجہ والجماعۃ فی النفل فی غیر رمضان مکروہۃ فالاحتیاط ترکہا فی الوتر خارج رمضان۔ (مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ ہذا [illegible]

مسبوق امام کے ساتھ ہی قنوت پڑھے

اگر کوئی شخص وتروں کی دوسری یا تیسری رکعت میں شامل ہوا ہے تو قنوت امام کے ساتھ پڑھے یا اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کے وقت پڑھے۔

الجواب: امام کے ساتھ ہی تیسری رکعت میں پڑھ لے اور بقیہ نماز ادا کرتے وقت نہ پڑھے۔ ولو ادرک الامام فی رکوع الثالثۃ من الوتر کان مدرکاً للقنوت حکماً فلا یأتی به فیما سبق به کما لو قنت المسبوق معه فی الثالثۃ اجمعوا انه لا یقنت مرۃ اخری فیما یقضیه لانه غیر مشروع۔ مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۲۰۸۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲/۳/۱۳۹۱ھ

جو ائمہ دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے ہوں حنفی ان کی اقتداء نہ کریں

وتر کے بارے میں یہاں کے اماموں کا طرزِ عمل کئی طرح پر ہے۔ بعض ہماری طرح تین رکعات پڑھتے ہیں۔ بعض دو پر سلام پھیر کر پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں۔ پاکستانی اور انڈین امام تین وتر پڑھتے ہیں۔ مقامی اور مصری حضرات ایک رکعت الگ پڑھتے ہیں۔ تو کیا ہم ان کی اقتداء کر سکتے ہیں؟ اور جب ان کی اقتداء کریں تو ہم سلام پھیریں یا نہ پھیریں؟

سید باقر حسین نقوی۔ لودھی

الجواب: جو ائمہ دو رکعت پر سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھتے ہوں ان کی اقتداء میں وتر نہ پڑھا کریں۔ ایسی صورت میں اگر اپنے ساتھی موجود ہوں اور کسی طرح

مناسب نہ ہو تو الگ جماعت کرالیا کریں۔ ورنہ اکیلے اکیلے حسب معمول وتر پڑھ لیا کریں۔

(وصح الاقتداء فیہ) ففی غیرہ اولٰی ان لم یتحقق منہ ما یفسدھا فی اعتقادہ علی الاصح کما بسطہ فی البحر۔ (بشافعی) مثلاً (ان لم یفصلہ بسلام) لا ان فصلہ (علی الاصح) فیھما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد۔ اھ (درمختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۴۹۴)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفی اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۷/۲/۱۴۱۰ھ

امام مقتدی کے قنوت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا جائے

اگر امام جلدی جلدی دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں چلا جائے اور مقتدی ابھی درمیان ہی میں ہو تو مقتدی پوری کر کے رکوع میں جائے یا اسی وقت چلا جائے؟

الجواب باسم ملہم الصواب جتنی پڑھ چکا ہے وہیں ختم کر کے امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے۔

ولو رکع فی الوتر قبل ان یتم المقتدی القنوت یتابعہ لان القنوت لیس بمقدر ولا معین اما ان کان لم یقرأ شیئاً من القنوت فیہ ینظر ان خاف فوت الرکوع بقراءۃ شیء منہ یرکع ویترکہ والا یقرأ مقدار ما لا یفوت الرکوع مع الامام ثم یرکع۔ اھ (حلبی کبیر ص ۴۰۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفی اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان
۲۴/ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

وتروں میں دعاءِ قنوت کی جگہ تین دفعہ قل ھو اللہ پڑھنے کا حکم

ایک شخص کو دعائے قنوت یاد نہیں تو وہ اس کے قائم مقام کون سی دعاء پڑھے۔ علاوہ ازیں یہ جو عام طور پر مشہور ہے کہ تین بار سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھے۔ یہ کس حد تک صحیح ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ سورۃ اخلاص بالکل نہیں پڑھ سکتا۔ صحیح صورت حال سے مطلع فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

المستفتی بندہ محمد طیب طاہر

الجواب حامداً ومصلیاً معروف دعاء قنوت یاد نہ ہو تو اس کی جگہ کوئی اور ماثورہ دعاء بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کوئی دعاء یاد نہ ہو تو قل ھو اللہ بحیثیت ثناء و دعاء پڑھ لیں تو بھی واجب ادا ہو جائے گا۔

ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ وقال ابو اللیث یقول اللهم اغفرلی یکررها ثلاثا وقیل یقول یارب ثلاثا ذکره فی الذخیرة۔ اهـ (شامی ج ۱ ص ۴۴۴)۔ فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۸/۲/۱۴۰۳ھ

واختلف المشائخ فی حقیقة القنوت الذی هو واجب عنده فنقل فی المجتبی انه طول القیام دون الدعاء وفی الفتاوی الصغری العکس وینبغی تصحیحه (باب الوتر، شامیة)۔

ایک قول یہ ہے کہ قنوت سے مراد طول صلوۃ ہے۔ اس کے مطابق سورۃ اخلاص کے تکرار سے واجب قنوت کا ادا ہو جانا ظاہر ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قنوت سے مراد دعاء ہے۔ اور سورۃ اخلاص گو بظاہر دعاء نہیں لیکن توحید و ثناء باری تعالٰی پر مشتمل ہے۔ اور ثناء علی الکریم کا دعاء ہونا متعدد مواقع پر حضرات علماء کرام نے لکھا ہے۔ اس لئے سورۃ اخلاص اگر اس نیت سے پڑھی جائے گی تو بھی قائم مقام دعاء کے ہو جائے گی۔ بالکل نہ پڑھ سکنے کی بات درست نہیں۔

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۶/۲/۱۴۰۳ھ

ہر چار تراویح کے بعد معروف دعا مستحب ہے

نماز تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد جو عام رواج کے مطابق سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ الخ پڑھتے ہیں کیا اس دعاء کے بارے میں کوئی ایسی حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جس میں صریح الفاظ میں اس دعاء کے پڑھنے کا حکم ہو۔ اگر ہو تو بحوالہ کتاب و صفحہ وغیرہ درج فرمائیں۔ نیز اس کا پڑھنا کیسا ہے سنت ہے یا مستحب ہے؟ اور دعا میں حدا و تعداد جس کا کتابوں میں ذکر ہے تحریر کریں۔ بعض حضرات دعا کے اختتام پر اللھم اجرنا من النار یا مجیر یا مجیر کے بعد درود شریف خواجہ صلوٰۃ بر محمد اور بعض درود صلوٰۃ بر محمد باواز بلند پڑھتے ہیں جس سے تقریباً مسجد گونج اٹھتی ہے کیا ان الفاظ کا بھی کوئی ثبوت ہے؟ وجہ ہو سکے تو تحقیق ہو سکے۔ اگر ہے تو کیا اس قدر زور و شور سے پڑھنا بھی جائز ہے؟

الجواب وفی الشامیۃ ج ۱ ص [illegible] ۔ قال القہستانی فیقال ثلاث مرات سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزۃ والعظمۃ والقدرۃ والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لا یموت سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح لا الہ الا اللہ نستغفر اللہ نسئلک الجنۃ ونعوذ بک من النار۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ تین دفعہ یہ دعاء پڑھنا مستحب ہے اور اس دعاء کو باواز بلند پڑھنا کوئی ضروری نہیں۔ اور یہ لفظ درود خواجہ صلوٰۃ بر محمد اس کا کہیں ثبوت نہیں۔

فقط واللہ اعلم ۔ بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح : محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ، ۲۳ ، ۹ ، ۱۳۹۲ھ

نابالغ کے پیچھے تراویح پڑھنے کا حکم

نابالغ کے پیچھے نماز تراویح ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب مختار قول کے مطابق نابالغ کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ، تراویح ہوں یا کوئی اور نماز ، بلخ کے مشائخ اس کے جواز کے قائل ہیں ۔ و المختار انہ لا یجوز فی الصلوات کلھا اھ (شامی ۔ ج ۱ ۔) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ، ۰ ، ۹ ، ۱۳۹۹ھ

عورت کا اپنے بیٹے کے پیچھے تراویح پڑھنا

عورت اپنے بیٹے کے پیچھے گھر میں نماز تراویح پڑھ سکتی ہے ؟

حبیب اللہ ، چاہ میرک والا ملتان

الجواب عورت اپنے بیٹے کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھ سکتی ہے ۔ کما قال فی الدر امامة الرجل لھن فی بیت لیس معھن رجل غیرہ ولا محرم منہ او زوجتہ او امتہ اما اذا کان معھن واحد ممن ذکر او امھن فی المسجد لا یکرہ ۔ اھ ۔ (درمختار علی الشامیة ج ۱ ۔)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ ہذا	الجواب صحیح
۲۱ ، ۱ ، ۱۴۰۰ھ	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

تراویح کا جو شفعہ فاسد ہو جائے تو اس میں پڑھی گئی منزل کا اعادہ کیا جائے

امام صاحب نماز تراویح میں تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو گئے جبکہ دوسری رکعت پر قعدہ

الجواب: یہ سجدہ واجب نہیں تھا بدون وجوب کے سہواً سجدہ کیا گیا۔ تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ رکوع دو دفعہ کیوں کر لیا۔ گویا سہواً تکرار رکن ہو گیا۔ تکرار رکن کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ کما فی الہندیۃ ج ۱ ص ۱۲۶۔

ولا یجب السجود الا بترک واجب او تأخیرہ او تأخیر رکن او تقدیمہ او تکرارہ الخ۔

پس صورت مسئولہ میں جب کہ سجدۂ سہو نہیں کیا گیا تو اس شفعہ کا اعادہ ضروری تھا۔ اس لئے بائیس رکعت ہی پڑھی جانی چاہیئے تھیں۔ البتہ اگر اس شفعہ میں سجدۂ سہو کر لیا جاتا تو اعادہ کی حاجت نہ تھی۔ اور بیس رکعت ہی کافی ہو جاتیں۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۰/۹/۱۳۹۲ھ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان

درمیانی قعدہ کئے بغیر چار رکعت پڑھنے کا حکم

ایک شخص دو رکعت تراویح میں قعدہ بیٹھنا بھول گیا اور اس نے مزید دو رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر دیا۔ کیا ایسے شخص کی چار رکعات تراویح شمار ہوں گی یا دو۔ بصورت ثانی قرآن کریم اول شفعہ کی تراویح کا لوٹانا ہوگا یا نہ؟

الجواب: وقال الفقیہ ابو جعفر والشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل فی التراویح تنوب عن تسلیمۃ واحدۃ وھو الصحیح لان القعدۃ علی راس الثانیۃ فرض فی التطوع فاذا ترکھا کان ینبغی ان تفسد صلوتہ اصلا کما ھو وجہ القیاس، وانما جاز استحساناً واخذنا بالقیاس فیما یرجع بفساد الشفع الاول واخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمۃ واذا بقیت التحریمۃ صح شروعہ فی الشفع الثانی وقد اتمھا بالقعدۃ فجاز عن تسلیمۃ واحدۃ

(فتاویٰ قاضی خان صـ۱۱۵ ج ۱)

صورت مسئولہ میں صرف آخری دو رکعت تراویح ہوں گی اس نیت پہلے شفعہ کی تلاوت لوٹانے یہ حوالہ بالا سے ظاہر ہے۔ اور اگر درمیانی قعدہ کرلیا تھا تو چار تراویح ہو جائیں گی۔

قال فی الخانیة وعلی قول العامة یجوز عن تسلیمتین وهو الصحیح (صـ۱۱۶ ج۱)۔

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۷ / ۵ / ۱۳۹۴ھ

فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
خیر المدارس ملتان ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ

تراویح میں پورے قرآن میں کسی ایک سورۃ کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھ لیں!

ایک حافظ صاحب تراویح کی نماز میں ہر صورت کے شروع میں تسمیہ بلند آواز سے پڑھتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر جائز ہے تو ہم بھی کیوں نہیں پڑھتے؟ — عبدالرحمٰن جھنگی۔

الجواب: تراویح میں قرآن سناتے ہوئے پورے قرآن مجید میں کہیں ایک مرتبہ کسی سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً پڑھ لی جائے باقی تمام جگہوں پر آہستہ پڑھا جائے۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیس تراویح کا ثبوت

زید کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک دن بھی بیس تراویح نہیں پڑھیں، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی ثبوت نہیں۔ اگر ہے تو ہم سنی ہو جائیں گے۔

الجواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعت تراویح منقول ہیں۔

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما انه صلی اللہ علیه وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة والوتر اخرجه عبد بن حمید فی مسنده والبغوی فی معجمه والطبرانی فی الکبیر

والبیہقی فی سننہ ھکذا فی اوجز المسالک (ج ۲، ص ۳۹۵)۔

اور خلفائے راشدین حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کے مبارک زمانوں میں بھی مسجد نبوی کے اندر بیس رکعت تراویح پڑھی گئیں۔

اخرجه البيهقي باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة وعلى عهد عثمان وعلي مثله. اھ (اوجز المسالک، ج ۲، ص ۳۹۶)۔

اور خصوصیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حکم فرمانا بھی ثابت ہے کہ بیس رکعت تراویح پڑھو۔ عن ابي عبد الرحمن السلمي عن علي رضي الله عنه دعا القراء في رمضان فامر منهم رجلا يصلي بهم في رمضان عشرين ركعة قال ابن تيمية في المنهاج لو كانت بدعة قبيحة كما زعم الروافض لكان علي ابطله لما صار امير المؤمنين بل روي عنه قال نور الله قبر عمر كما نور مساجدنا وعن ابي الحسناء ان عليا امر رجلا ان يصلي بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة.

علاوہ ازیں شیعوں کی معتبر کتاب "استبصار" اور "کافی" میں امام جعفر صادق سے بھی بیس رکعات منقول ہیں۔ مکہ اور مدینہ میں کبھی بیس سے کم تراویح نہیں پڑھی گئیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۵/ ۹/ ۱۳۹۶ھ

چار تراویح ایک سلام سے پڑھنے کا حکم

بجائے تراویح پانچ سلام کے ساتھ ادا کیں یعنی چار چار رکعت کی نیت کی

کیا اس صورت میں تراویح ادا ہو گئیں یا نہیں؟ — محمد شفیع، مکان نمبر ۱۳۹/۱ حیدرآباد۔

الجواب: اگر درمیانی قعدہ کرتا رہا ہے تو تراویح ادا ہو گئیں، مگر ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔ دو دو رکعت کر کے ادا کی جائیں۔ ایسی ہی صورت کے بارے میں لکھا ہے۔

وان قعد في الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه فعن قول العامة يجوز عن تسليمتين وهو الصحيح ۔ هكذا في فتاوى قاضي خان ۔ اھ ۔ (ھندیہ ، ج ۱ ، ص ۹۱) ۔

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	بندہ عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۔	ملتان ۔ ۱۹ ۔ ۱۰ ۔ ۱۳۸۱ھ

تراویح بیس رکعت ہی سنت ہیں

تراویح بیس رکعت پڑھنی چاہئیں یا آٹھ رکعت ؟ ہمارے قصبہ خیرپور سادات میں غیر مقلدین حضرات نے آٹھ رکعت کا بڑا شور وغل مچا رکھا ہے ۔ اور موطا امام مالکؒ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں ۔

" امر عمر بن الخطاب اُبی بن کعب وتمیم الداری ان یقوم للناس باحدی عشر رکعۃ "

مرقاۃ کی یہ عبارت بھی پیش کرتے ہیں ۔

" وفی صحیح ابن خزیمۃ وابن حبان انہ صلی بہم ثمان رکعات والوتر "

اس کے متعلق مفصل و مدلل لکھیں ۔ حدیث کی عبارت اور اس کا صفحہ ضرور لکھیں تاکہ مخلوق خدا ان کے دجل وفریب سے بچے ۔ احمد بخش خیرپور سادات ۔

الجواب ــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

" فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ الحدیث ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ ۔ (مشکوۃ بحوالہ اصح المطابع) ۔

" یعنی میرے طریقے کو لازم پکڑو اور میرے خلفاء راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں ان کے طریقے کو لازم پکڑو "

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا تعامل تراویح میں کتنی رکعات پر عمل

تھا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان بالا کے مطابق ہم ان کے طریقہ کو مضبوطی سے تھام سکیں۔ پس امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ صرف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی سے نہیں، بلکہ ان کے علاوہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نقل کیا ہے۔ کہ ان سب حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھی۔ کما رواہ البیہقی باسناد صحیح انھم کانوا یقیمون علی عہد

عمر بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان و علی۔

(فتح الملہم، ج ۲، ص ۳۲۰)۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح کا پڑھا جانا مؤطا امام مالکؒ میں بھی موجود ہے۔

عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن

عمر بن الخطاب بثلاث وعشرین رکعۃ۔

خلفاء راشدین کی اس سنت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان بالا کے پیش نظر جمہور فقہاءؒ اور ائمہ اربعہؒ اس پر متفق ہیں کہ بیس سے کم تراویح نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک روایت میں بیس تراویح پڑھنا وارد ہوا ہے۔ گو اس میں کلام کیا گیا ہے، لیکن خلفائے ثلاثہؓ اور حضرات صحابہؓ کے عمل مسلسل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ پس صحیح اور راجح یہی ہے کہ کم از کم بیس تراویح پڑھی جائیں۔ جیسا کہ سطور بالا میں حدیث نبویؐ، سنت خلفاء راشدینؓ، جمہور امت اور ائمہ اربعہؒ کے اقوال سے ثابت کیا گیا ہے۔

مؤطا کی جو روایت سوال میں پیش کی گئی ہے اس کا جواب مؤطا اور بیہقی کی دو روایتوں سے ثابت ہو گیا جن میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ پس دو کے مقابلہ میں ایک مرجوح قرار پائے گی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن عبدالبرؒ نے اسے وہم قرار دیا ہے اور صحیح اکیس کو قرار دیا ہے

قال ابن عبد البر روی غیر مالک فی ہذا الحدیث احد

وعشرون وھو الصحیح ولا اعلم احدا قال فیہ احدی

عشرۃ الا مالکا الی ان قال الا ان الا غلب عندی

الجواب: لاؤڈ سپیکر کا استعمال نماز میں تراویح ہو یا جمعۃ المبارک خلاف اولیٰ ہے۔ جہر کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد یوسف عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

تراویح میں ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ بالجہر کے بارے میں ایک اہم فتویٰ

ایک قاری صاحب تراویح میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ قراء سبعہ میں سے تین قاری راوی امام نافعؒ، امام ابن کثیرؒ، امام عاصمؒ اور امام کسائیؒ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جیسا کہ مالک یوم الدین میں ہے۔ کہ اس کو عاصمؒ اور کسائیؒ بالالف اور باقی بلا الف پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

جس طرح یہ اختلاف پڑھ کر ظاہر کیا جاتا ہے اسی طرح بسم اللہ کے بارے میں کہیں۔ اور بسم اللہ کا مسئلہ اجتہادی بھی نہیں۔ کیونکہ منقول چیزوں میں اجتہاد جائز نہیں۔ لہٰذا مجتہد فیہ مسائل میں تو امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ کیونکہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے۔ اور قرأت میں قرآن کے اماموں اور قرأت کے راویوں کے مقلد ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایک حرف اور ایک ایک کلمے کو متواتر اور متصل سند کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اور قرأت میں امام ابوحنیفہؒ بھی انہی حضرات کے مقلد ہیں۔ اور اس مسئلہ میں اجتہاد کا احتمال قبول کرنے کے لائق نہیں۔

پھر وہ قاری مذکور الصدر فرماتے ہیں کہ قراء سبعہ میں سے فصلین اور تارکین دونوں کی دلیلیں صحیح احادیث ہیں یعنی اختیار کا کوئی دخل نہیں ہے۔ دونوں گروہ قرآن میں اختیار کو دخل نہیں دیتے اور ہر قاری نے وہی قرأت پڑھی ہے جو اس کے نزدیک متواتر ہے اور فقہاء بھی اس بارے میں قراء کے تابع ہیں۔

امام مالکؒ نے امام نافعؒ سے بسم اللہ کے بارے میں پوچھا تو امام نافعؒ نے فرمایا البسملۃ کا جہر سنت ہے۔ تو امام مالکؒ نے ان کو تسلیم کیا۔ اور فرمایا کہ ہر علم کا مسئلہ اس کے جاننے

والے سے ہی پوچھنا چاہئے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی کہ متعدد شہروں کے ائمہ قرأت یعنی مکہ اور مدینہ اور شام وبصرہ اور عاصم اور کسائی کا دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ کو پکار کر پڑھنے پر اجماع ہے۔ اس لئے تراویح میں بھی ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھی جاوے۔ اور چونکہ سننا بھی مقصود ہوتا ہے اس لئے جہراً پڑھی جاوے تاکہ سامعین کی ایک سو تیرہ آیتیں نہ رہ جائیں۔

اس کے بعد میں نے ان قاری صاحب سے پوچھا کہ جب تراویح میں بسم اللہ کا آواز سے پڑھنا ضروری ہوا تو چاہئے کہ فرض نمازوں میں بھی آواز سے پڑھا کریں۔ تو ان قاری صاحب نے یہ فرمایا کہ تراویح اور فرائض میں یہ فرق ہے کہ تراویح میں تو مقصود یہ ہوتا ہے کہ قرآن پورا پڑھا جائے اور وہ اس پر موقوف ہے کہ جس روایت میں پڑھ رہے ہوں اس کا کوئی اختلاف بھی چھوٹنے نہ پائے۔ پس اگر بسم اللہ کو آواز سے نہ پڑھا جائے تو بسم اللہ والوں کی روایت پر ختم کامل نہ ہوگا۔ اور فرائض میں مقصود یہ ہوتا ہے کہ اتنا قرآن پڑھ لیا جائے جس سے نماز درست ہو جائے وہاں قرآن کا پورا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اس لئے قاری صاحب فرماتے ہیں کہ ہم فرائض اور واجب نمازوں میں تو امام صاحبؒ کے مقلد ہیں اور بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے ہیں اور تراویح میں بسم اللہ والے قاریوں کی تقلید کرتے ہیں اور بسم اللہ کو جہر پڑھتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اصول میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اسی لئے اس فروعی سے اختلاف کے باوجود بھی ہم ان کے مقلد رہیں گے کیونکہ امام صاحبؒ نے کسی جگہ بھی یہ نہیں فرمایا کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا واجب ہے اور آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ قرآن کا کوئی ختم ایسا نہ کیا جائے جو روایت کے بالکل موافق ہو۔

آخر صاحبین رحمہم بھی بہت سے مسائل میں امام صاحبؒ سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن اس پر بھی وہ مقلد ہی کہے جاتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اصول میں امام صاحب رحمۃ اللہ کے موافق ہیں۔

اور حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تلمیذ خاص حضرت شاہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہوں نے بھی تراویح میں بسم اللہ بالجہر پڑھنے کا فتوے اسی جہت سے دیا تھا اور وہ مقتدا بھی ہیں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ نے ان سے اجازت حدیث

حاصل کی ہے ۔

اور وہ قاری یہ فرماتے ہیں کہ "فتاویٰ رشیدیہ" میں مذکور ہے ۔ فارسیہ احادیث سے دونوں باتیں ثابت ہیں یعنی بسم اللہ کا نماز میں جہراً پڑھنا بھی آیا ہے سراً بھی ۔ ہاں اتنی بات ہے کہ بسم اللہ کا جہراً پڑھنا متروک ہو چکا ہے اس لئے سنت مردہ کے حکم میں ہے پس اس کو رواج دینے میں سو شہیدوں کا ثواب ہے ۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ اکثر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ نماز میں پڑھا کریں ۔ خواہ وہ فرض نمازیں ہوں جن میں قرأت جہراً کی جاتی ہے خواہ تراویح کی نماز ہو ۔

مذکورہ بالا امور کی بنا پر اگر ہم تراویح میں بسم اللہ کو بالجہر پڑھیں تو از روئے شریعت ماخوذ تو نہ ہوں گے ۔؟

مستفتی : مراد حسین بیٹراں والی گلی ملتان شہر

الجواب

اگر تراویح میں ہر سورت سے قبل بسم اللہ کے ساتھ جہر کیا جائے تو اس میں ماخوذ نہ ہوگا ۔ بلکہ ختم قرآن کی قرأت حفص کے لئے مناسب ہے کہ جہر کیا جائے تاکہ سامعین کو تمام قرآن کا سماع میسر آجائے ۔ لیکن اس کے ساتھ یہ امر بھی ضروری ہے کہ تاکید بھی جہر پر نہ کی جائے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ صرف ایک دفعہ جہراً پڑھ لینا ختم قرآن کے لئے کافی ہے جہر کرنے والے اور سراً پڑھنے والے دونوں فریق صواب پر ہیں ۔ اور الحمد شریف سے پہلے بسم اللہ کے ساتھ جہر نہ کیا جائے اور نہ ہی فرائض میں بسم اللہ جہری کا عمل کریں ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء خیر المدارس ملتان ۱۹ / ۵ / ۱۳۷۲ھ

" حنفی مذہب کی رو سے عدم جہر اولیٰ ہے ۔ بعدہ ہذا المستقیم

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ ، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان : ۲۲ / ۵ / ۱۳۷۲ھ

تراویح کے اولین دوگانہ سے پہلے تسبیح کا حکم نیز صلوٰۃ بر محمد کا نعرہ بدعت ہے

نماز تراویح کا اولین یعنی پہلا دوگانہ شروع کرتے وقت وہ تسبیح معروف پڑھنا جو کہ ہر چار تراویح کے بعد عموماً پڑھی جاتی ہے ۔ کہیں احادیث نبویہ یا آثار صحابہ یا فقہ حنفی سے ثابت ہے یا نہیں ؟

۲ ۔ ہر تراویح پر تسبیح معروف پڑھنے کے بعد بلند کرنا " الصلوٰۃ بر محمد " کا اونچا نعرہ لگانا مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ۱ ۔ نماز تراویح کا اولین دوگانہ پڑھتے وقت تسبیح معروف پڑھنا ثابت نہیں ۔ البتہ ہر چہار گانہ کے بعد چہار گانہ کی مقدار آرام کرنا ، پھر اس وقت میں تسبیح ، اذکار یا خاموش بیٹھے رہنا یا انفرادی طور پر نوافل پڑھنا فقہاء کی عبارات سے ثابت ہے ۔

فی الدر المختار و یخیرون بین تسبیح و قرأۃ و سکوت و صلوٰۃ فرادیٰ ۔

تسبیح کے تحت شرح رد المحتار میں لکھا ہے ۔

قال القہستانی فیقال ثلث مرات سبحان ذی الملک والملکوت الیٰ قولہ رب الملٰئکۃ والروح لا الٰہ الا اللہ نستغفر اللہ نسئلک الجنۃ و نعوذ بک من النار ۔

۲ ۔ ذکر نعرہ بلند کرنا اور آواز کو مسجد میں اونچا کرنا بدعت ہے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ	۲۳ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ

حافظات کے لیے تراویح کی جماعت کرانے کا حکم

ہمارے ہاں تقریباً ہر رمضان شریف میں عورتوں کی تراویح کا مسئلہ چل نکلتا ہے ۔ عرض یہ ہے کہ " فتاویٰ دارالعلوم ، ج ۴ ، ص ۲۹۶ " میں ہے کہ عورتوں کی جماعت اس طرح

کہ عورت بھی امام ہو مکروہ ہے خواہ تراویح کی جماعت ہو یا غیر تراویح کی ، سب میں عورتوں کا امام بننا عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ اس پر جو حاشیہ ہے وہ یہ ہے۔

« ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح » درمختار

اسی طرح کتاب مذکور کے صفحہ نمبر ۴۰۳ پر ہے۔

« تراویح کی جماعت عورتیں نہ کریں ۔ ویکرہ تحریما جماعۃ النساء ولو فی التراویح » (درمختار علی الشامی ج ۱ ص [illegible])۔

جب فتاویٰ کی یہ عبارتیں دکھائی جاتی ہیں تو ہمارے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ چونکہ مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے ہاں تراویح اور وتروں کی جماعت عورتیں کراتی ہیں تو ہم کیوں نہ کرائیں کیونکہ ہمارے لئے تو آپ حضرت حجت ہیں۔ اسی لئے اب صورت مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کے لئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ امید ہے کہ بار خاطر نہ ہوگا۔

شیخ مظفر طارق بوریوالا

الجواب پہلے زمانہ میں عورتیں مساجد میں آتی تھیں۔ اس کو شریعت نے مسدود کیا یعنی بند کر دیا۔ اسی طرح عورتوں کو جماعت کرانا مردوں کی طرح کہ امام آگے کھڑا ہو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ اور جب جماعت کرائیں تو امام کے وسط میں کھڑے ہونے کو تجویز کیا اور ساتھ ہی اسے مکروہ تنزیہی کہا۔

بعض مواضع میں مکروہ تنزیہی کا خلاف اولیٰ ہوتا ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تلاوت کا مہینہ ہے۔ بالخصوص حافظوں کے لئے ضروری ہے۔ اس مصلحت کے لئے اس کو مستحب قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امامت کرانا ثابت ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

۲۳ / ۱۰ / ۱۳۸۹ھ

قال المرتب حفظہ اللہ تعالیٰ: اگر عورتوں کے اس اجتماع سے دینی مفاسد کا اندیشہ ہو تو ترک جماعت اولیٰ ہونا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۵ / ۴ / ۱۴۰۰ھ

تراویح کے بعد دعاء کا حکم نیز ختم قرآن کے موقعہ پر بھی دعا مانگنے کا حکم

۱: تراویح کے ختم پر حافظ صاحب مختصر اجتماعی دعا مانگتے ہیں یہ ثابت ہے یا قابلِ ترک؟

۲: سنا گیا ہے کہ ختم قرآن پر حافظ صاحب لمبی لمبی دعاء مانگتے ہیں۔ اسی طرح اس دن وتروں اور نفلوں کے بعد بھی اس نیت سے کہ قرآن پاک ختم ہوا ہے، قبولیت کی گھڑی ہے دیر تک دعاء کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

۱: تراویح کے بعد دعاء کی اجازت ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۵ ص ۵۱)

۲: اگر یہ دعاء تراویح کے اختتام پر کرلی جائے تو زیادہ بہتر ہے جیسا کہ نوافل کے بعد جو دعاء ختم قرآن کے دن کی جاتی ہے وہ درحقیقت وعظ کے بعد ہوتی ہے کیونکہ اس موقعہ پر کچھ نہ کچھ فضائلِ قرآن بیان کردیئے جاتے ہیں۔ ویسے بھی کبھی کسی خاص داعیہ کی بناء پر اگر دعاء ہو جائے تو اس کی گنجائش ہونی چاہئے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ صدر مفتی

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۳ / ۱۰ / ۱۴۰۱ھ

رمضان المبارک میں حفاظ کو پیسے اور کپڑے دینا اجرت کے مشابہ ہے

۱۔ ہمارے ہاں رمضان المبارک میں ختم تراویح پر حافظ صاحب کو پیسے کپڑے وغیرہ دیتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں المعروف کالمشروط کے تحت یہ مشابہ اجرت کے ہے اس لئے جائز نہیں۔ نیز بعض مسافر حافظ ہوتے ہیں ان کے کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے کیا یہ بھی اجرت میں داخل ہے؟

۲: بعض تراویح کے بعد لوگ دعاء اجتماعی طور پر ضروری سمجھتے ہیں نہ مانگنے والے پر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا یہ التزام بدعت بنے گا یا نہیں؟

۳: اجتماعاً دعاء مانگنے سے توسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴ : پھر اسی طرح نوافل کے بعد بھی دعاء ضروری سمجھتے ہیں۔

۵ : داڑھی منڈے یا کتروانے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھ لیں تو واجب الاعادہ ہیں یا نہیں؟

سائل احسن الحکیم

مدرس مدرسہ قاسمیہ ڈیرہ اسمٰعیل خان

۱ : یہ پیسے کپڑے مشابہ باجرت کے ہیں۔ لہٰذا حضرت تھانویؒ نے اس سے منع کیا ہے کسی دوسرے موقعہ پر خدمت کر لی جائے تو گنجائش ہے۔ مسافر حافظ کے کھانے پینے کا انتظام کرنا چاہئے۔

۲ : بیس تراویح کے بعد وقفہ بمقدار استراحت تو مندوب ہے کذا فی الدر۔ پہلے وقفوں سے اطمینان کے لئے شاید دعا کرتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ تراویح ختم ہو چکی ہیں۔

۳ : جائز ہے۔

۴ : نوافل کے بعد اجتماعی دعا ثابت نہیں ہے نہ کی جائے۔

۵ : ایسے حافظ کی امامت مکروہ ہے لیکن تراویح کے اعادہ میں حرج ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱ - ۹ - ۱۴۰۲ھ

تراویح میں امام صاحب قرآن مجید سے دیکھکر پڑھیں تو تراویح کا حکم

یہاں سعودی عرب میں امام حضرات قرآن پاک ہاتھ میں پکڑ کر کھول کر دیکھ کر تراویح پڑھاتے ہیں۔ وہ پھر ہاتھ میں رکھے ہوئے زمین پہ رکھ کر سجدہ کرتے ہیں اور بعض جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ پھر پڑھنے کے وقت جیب سے نکال کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان حضرات کا اس طرح تراویح پڑھانا اور ہمارا ان کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

احناف کے نزدیک قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا مفسد صلوٰۃ ہے لہٰذا آپ اپنی تراویح کا الگ انتظام کر لیا کریں۔

ویفسدھا قراءتہ من مصحف عند ابی حنیفۃؒ مطلقاً لانہ

لأن حمل المصحف وتقليب الاوراق والنظر فيه عمل كثير والصلوة عنه تبدأ وعلى هذا لو كان موضوعا بين يديه على رحل وهو لا يحمل ولا يقلب او قرأ المكتوب في المحراب لا تفسد ، وفي التلقن من المصحف تعلم ليس من اعمال الصلوة وهذا يوجب التسوية بين المحمول وغيره فتفسد بكل حال وهو الصحيح اهـ (عالمگیری ج ۱ ص ۵۳)-

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۹ / ۳ / ۱۴۰۲ھ

تراویح میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ کا تکرار

تراویح میں سورۃ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنا سلف سے منقول ہے یا نہیں۔ تین مرتبہ پڑھنا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے بدعت تو نہیں ہوگا ؟

سائل مولوی حفظ الرحمٰن

امام زینب مسجد نقشبند کالونی ، ملتان

الجواب ومنہ الصدق والصواب آج کل کچھ لوگ اس کا التزام کرنے لگے ہیں اور نہ کرنے والوں پر نکیر کرتے ہیں اس لئے اگر قواعد کی رو سے درست بھی ہو ، تو بھی اس عارض کی وجہ سے اب اس کو ترک کر دینا چاہئے۔ ویسے کوئی پڑھے تو اس پر تشدید بھی نہ کریں کوئی مسئلہ تو مستحسن ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مورخہ ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

تراویح میں عذر دور کرنے کے لئے بسم اللہ جہر سے پڑھنا

ایک امام مسجد جو قادری و حافظِ قرآن ہے سوائے نماز پنجگانہ رمضان شریف میں تراویح خود اسی مسجد میں مع سنت مقتدیوں کے ادا کرتا ہے۔ ظاہری حالات سے بالکل پابند شرع ہے۔ اور اہل محلہ بھی اس امام سے خوش ہیں۔ مگر قدرتی طور پر امام کو بوجہ بیماری کے ایسا عارضہ درپیش ہے کہ نماز جہری خواہ وقتی فرض ہوں یا رمضان شریف میں تراویح۔ جہاں قرأت جہری کے پڑھنے میں خاص کر الحمد شریف کو افتتاح کرتے وقت تقریباً پانچ دس منٹ بندش آتی ہے جو کہ ظاہر طور پر امام و مقتدیوں کے سامنے نہایت گراں ہے۔ اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے کسی عالم متقتدرہ نے امام مذکور کو یہ رائے دی کہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ میں مولانا مرحوم نے مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو جہری قرأت میں بندش ہو، خواہ وقتی فرض ہو یا تراویح، تو الحمد شریف سے قبل ہر رکعت جہری میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہراً کر کے شروع کریں۔ کیونکہ امام حنفی رح کا فرمان ہے کہ بسم اللہ شریف کو جہراً پڑھنا چاہیے۔ گو احناف جہری و سرّی بسم اللہ پڑھنے کی اولویت میں کلام کرتے ہیں اور ساتھ حضرت مرحوم یہ بھی فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یہ نکتہ بسم اللہ کو جہراً پڑھنا سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس کی ادائیگی میں بڑا ثواب ہے۔"

چنانچہ امام مذکور نے بموجب ارشاد عالم مذکور جب بسم اللہ کو جہراً پڑھنا شروع کیا الحمد شریف سے قبل تو سب بندش جو پہلے تھی ختم ہو گئی۔ مگر اب شہر کے مختلف محلہ جات صاحبان اس عالم کے جتلانے ہوئے طریق کار و حافظ صاحب کی اس طرح ادائیگی نماز جہری کو خلاف شرع کی طرف نسبت کر رہے ہیں اور عوام میں عالم صاحب اور حافظ صاحب دونوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔

جناب سے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جناب عالم صاحب کا یہ فرمان بحوالہ فتاویٰ رشیدیہ درست ہے یا نہ؟ اور حافظ صاحب امام مذکور کا اس فتوے کے پیش نظر جہری نمازوں میں بسم اللہ کا جہر کرنا درست ہے یا نہ؟ اور دیگر علماء کا کہنا کہ یہ خلاف شرع امر ہے کیسا ہے؟ اور ان کا عوام میں پروپیگنڈہ سے حق ثابت کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: عطاء اللہ سرہار ملتان

دی جائیں۔ تو کیا ہر دو صورت جائز ہیں؟

حضرت قاری رحیم بخش صاحب، مسجد شجاع آباد ملتان

الجواب: دونوں صورتیں بلا کراہت جائز ہیں۔ پہلی صورت میں تو خیر کوئی شبہ ہی نہیں البتہ دوسری صورت میں تھوڑا سا اشکال تھا کہ امام تراویح پڑھ رہا ہے اور مقتدی پیچھے نفل کی نیت باندھے ہوئے ہیں تو یہ اشکال بھی عالمگیری کی مندرجہ ذیل عبارت سے رفع ہو جاتا ہے

امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لا یجوز ذلک کذا فی محیط السرخسی والفتوی علی ذلک کذا فی المضمرات والمقتدی اذا صلاها فی المسجدین لا بأس به (عالمگیری ج۱ ص۹۰) فقط واللہ اعلم

بندہ اصغر علی غفرلہ
نائب مفتی - ۱۲/۹/۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

چار رکعت تراویح ایک سلام سے پڑھائیں اور درمیانی قعدہ نہیں کیا تو پہلی دو رکعت تراویح ہوں گی یا آخری؟

امام نے چار رکعت تراویح بیک سلام پڑھائیں اور سہواً درمیانی قعدہ نہیں کیا تو دو رکعت تراویح ہوگئیں۔ (دیکھئے الخیر ص ۲۲ ، ۱ بابت ماہ رمضان ۱۴۰۱ھ)۔
لیکن الخیر میں یہ تصریح نہیں کہ پہلی دو رکعت تراویح ہوئیں یا دوسری دو رکعت۔ ایک اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ پہلی دو رکعت تراویح ہوئیں۔

صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ پہلے شفع کی قرأت قضا کی جائے یا دوسرے شفع کی؟

سائل محمد اسماعیل ڈیلانہ
کہروڑ پکا ضلع ملتان

الجواب: اذا صلی الامام اربع رکعات بتسلیمة واحدة ولم یقعد فی الثانیة فی القیاس تفسد صلاته وهو قول محمد

ولا يسره ويلزمه قضاء هذه التسليمة وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله وفي الاستحسان وهو أظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله لا تفسد وإذا لم تفسد اختلفوا في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله أنها تنوب عن تسليمة أو تسليمتين فإن الفقيه أبو الليث رحمه الله تنوب عن التسليمتين الأولى والفقيه أبو جعفر رحمه الله وشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله في التراويح تنوب الأربع عن تسليمة واحدة وهو الصحيح لأن القعدة على رأس الركعتين فرض في التطوع فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو وجه القياس وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول وأخذنا بالاستحسان في حق بقاء التحريمة وإذا بقيت التحريمة صح شروعه في الشفع الثاني وقد أتمها بالقعدة فيجزئ عن تسليمة واحدة۔ (فتاوی قاضی خان، ص ۲۳۲، ج ۱)

قاضی خان کی اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری دو رکعت تراویح ہو گئیں پہلی دو رکعت نہیں، اس لئے پہلے شفع کی قرأت لوٹا لی جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان: ۲۲ ، ۱۰ ، ۹ ، ۱۳۹۰ھ

ستائیس رمضان کی رات کو ختم کرنا زیادہ بہتر ہے

جب بھی رمضان ہو جاتا ہے تو قرآن مجید کے ختم شروع ہو جاتے ہیں کوئی بیس کی رات کو کرتے ہیں کوئی تئیس کی رات کو کوئی جمعرات کو ترجیح دیتے ہیں کوئی ستائیس کی رات کو ترجیح دیتے ہیں ان میں شریعت کا کیا حکم ہے کہ کس رات کو ختم کیا جائے؟

الجواب: افضل یہ ہے کہ ستائیسویں رمضان کی رات کو ختم کیا جائے۔

وینبغی للامام اذا اراد الختم ان یختم فی لیلۃ السابع والعشرین کذا فی المحیط۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۹)

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۰ رجب ۱۴۰۱ھ

امام کے رکوع کے انتظار میں بیٹھے رہنا

آج کل بہت سی مساجد میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ تراویح کی جماعت کے وقت بیٹھے رہتے ہیں، جب امام صاحب رکوع کے قریب ہوتے ہیں یا رکوع میں چلے جاتے ہیں تو اٹھ کر شریک ہو جاتے ہیں۔ ایسا کرنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: ایسا کرنا شرعاً مکروہ تحریمی ہے اور منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ ہاں اگر بڑھاپے یا کسی مرض کی وجہ سے ایسا کیا جائے تو گنجائش ہے۔

کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین (درمختار) (قولہ کما یکرہ) ظاہرہ انہا تحریمیۃ للعلۃ المذکورۃ وفی البحر عن الخانیۃ یکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم لان فیہ اظہار التکاسل فی الصلوۃ والتشبہ بالمنافقین قال اللہ تعالی واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی اھ قال فی الحلیۃ وینبغی ان یکون محلہ اذا لم یکن لعذر مثل الکبر ونحوہ لا یکرہ وھو کذلک (شامیہ ج ۱ ص ۴۷۴، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی

محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۲/۱۴۰۱ھ

رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کا حکم

زید تراویح کی نماز پڑھا رہا تھا اس نے سورۃ الفرقان کا سجدۂ تلاوت بھی اور دیگر کئی مقامات پر اس نے سجدۂ تلاوت نہیں کیا جب زید سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ سجدۂ تلاوت کی نیت میں رکوع کے اندر کر لیتا ہوں، لہٰذا سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ اس مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بحوالہ لکھیں۔

الجواب جہری نمازوں میں سجدۂ تلاوت مستقل کرنا چاہیئے۔ اور سری نمازوں میں سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کیا جائے۔

ذکر فی الشامیۃ انہ لو تلاھا فی السریۃ فالاولی ان یرکع بہا لئلا یلتبس الامر علی القوم ولو فی الجہریۃ فالسجود اولی۔ (شامیۃ ج ۱ ص ۷۱۸)

جہری نماز میں امام اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدیوں کے ذمہ سے سجدۂ تلاوت تب ساقط ہوگا جب کہ مقتدی بھی رکوع میں ادائیگی سجدہ کی نیت کرے یا امام کے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کر کے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لے۔

ولو نواھا فی رکوعہ ولم ینوھا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلاتہ کذا فی القنیۃ (ج ۱ ص ۷۱۸ درمختار مع الشامی)۔

اس لئے مقتدیوں کی نماز کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ امام تلاوت کے لئے الگ سجدہ کرے یا پھر رکوع میں ادائیگی سجدہ کی نیت نہ کریں سجدہ صلوٰۃ میں خود بخود ادا ہو جائے گا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
صدر مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲۲ / ۳ / ۱۴۰۶ھ

دو پر قعدہ کئے بغیر چار رکعت پڑھ لیں تو دو شمار ہوں گی یا چار

زید نے چار تراویح کی نیت کی اور چاروں کو ایک ہی قعدہ سے ادا کر لیا۔ یا صرف دو رکعت تراویح کی نیت کی اور پھر دوسری رکعت پر قعدہ کئے بغیر تیسری کی طرف کھڑا ہو گیا اور چار پوری کر لیں۔ ان دونوں صورتوں کا حکم مفصل مع حوالہ مطلوب ہے۔

قاری محمد طاہر رحیمی

صدر شعبہ تجوید، قاسم العلوم ملتان

الجواب در مختار اور شامی میں تراویح کے بیان میں اس کی تصریح ہے کہ ایسی صورت میں دو رکعات تراویح ہوتی ہیں۔

فلو فعلها بتسليمة فإن قعد لكل شفع صحت بكراهة و الا نابت عن شفع واحد به يفتى اهـ (ج ۱ ص ۴۴۳)

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ
نائب مفتی قاسم العلوم ۱۴ / ۸ / ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مہتمم مدرسہ ہذا

اگر دو پر قعدہ کئے بغیر تین رکعت پڑھ لیں تو کوئی بھی شمار نہ ہوں گی

اگر امام دو کی بجائے تین تراویح پڑھا دے اور سجدہ سہو بھی کر لے تو کیا یہ درست ہے؟ اور دو تراویح ادا ہو جائیں گی؟

الجواب اگر دو رکعت پر قعدہ کئے بغیر تیسری رکعت پڑھ لی خواہ سجدہ سہو بھی کر لے تب بھی نماز فاسد ہے۔ یہ تین رکعت تراویح اور جو اس میں قراءت کی گئی ہے اس کا اعادہ ہونا چاہئے۔

قال في الهندية ولو صلى التطوع ثلاث ركعات ولم يقعد على رأس الركعتين الأصح أنه تفسد صلاته (ج ۱ ص ۱۱۵)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۱۱ ۔ ۹ ۔ ۱۴۰۰ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

کوئی ازراہِ اخلاص قرآن سنانے والے کی خدمت کرے تو لینے کی گنجائش ہے

جو امام صاحب روزانہ پانچ وقت کی نماز پڑھاتے ہیں، وہی تراویح پڑھاتے ہیں۔ اور ان سے کسی بھی معاوضہ کی کسی قسم کی کوئی بات ہی نہیں۔ حافظ صاحب علانیہ کہتے ہیں کہ مجھے کسی معاوضہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ لینے کے لئے تیار ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اپنے طور پر ان کو کچھ دینا چاہے رمضان المبارک میں تو کیا حافظ صاحب کو قبول کرلینا چاہئے؟ جبکہ دینے والے کی نیت امداد کی ہے تراویح کے معاوضہ کی نہیں۔ وہ صرف فی سبیل اللہ خدمت کرنا چاہتا ہے۔ اگر لینے اور دینے والے کی نیتوں میں معاوضہ تراویح کی بجائے رضائے مولا موجود ہو تو کیا لینا اور دینا دونوں کے لئے جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلیاً: اگر واقعۃً خدمت کے جذبہ کے تحت دینا چاہتے ہیں تو حرج نہیں لیکن ایسی کیفیت ختم کی رات متعین نہ کریں تاکہ اجرت کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ شروع میں یا درمیان میں کچھ بطور خدمت دے سکتے ہیں۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔ ۱۱ ۔ ۹ ۔ ۱۴۰۲ھ

اصل یہ ہے جو فرض پڑھائے وہی وتر پڑھائے

ایک قاری صاحب نے عشاء کے فرض پڑھائے۔ اور دوسرے قاری صاحب تراویح پڑھاتے، تیسرا قاری صاحب وتر پڑھا سکتا ہے؟

۲: تراویح کے درمیان قاری صاحب نے بغیر غلطی کے سجدہ سہو کرلیا۔ نماز میں کوئی خلل واقع

تو نہیں ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً: اصل یہ ہے کہ جو امام فرض پڑھائے وہی وتر پڑھائے۔ جیسا کہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی معمول تھا۔

وقد كان عمر رضي الله تعالى عنه يؤمهم في الفريضة والوتر وكان أبي يؤمهم في التراويح كذا في السراج الوهاج

(عالمگیری ج۱: ص ۱۱۶)

معلوم ہوا کہ تراویح اور فرض میں امام الگ الگ ہو سکتا ہے۔ حسب ضرورت وتر کے لئے دوسرا امام بن سکتا ہے۔

۲۔ محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو نہیں کرنا چاہئے۔ اگر غلطی سے ہو جائے تو نماز ہو جائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں، آئندہ احتیاط کی جائے۔

ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان أن لا سهو فالاشبه الفساد (در مختار) وفي الفيض وقيل لا تفسد وبه يفتی (شامیہ قبيل باب الاستخلاف ج۱: ص ۵۹۰) وهكذا في فتاوی دار العلوم ج۴: ص ۵۲۔

جب مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوئی تو دوسروں کی بطریق اولیٰ نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی ۲۹؍۱۰؍۱۴۰۳ھ

تراویح کی ابتدائی رکعات میں زیادہ منزل پڑھنے کا حکم

س: تراویح کی پہلی رکعت میں پانچ پارہ تک پڑھے اور دوسری میں تھوڑا سا پڑھے۔ یا تراویح کی شروع رکعتوں میں بہت زیادہ پڑھے اور بعد کی رکعتوں میں تھوڑا سا پڑھے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: تراویح میں مقتدیوں کے نشاط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر ابتدا کی تراویح میں زیادہ پڑھنے سے خوش ہوتے ہوں تو اس کی اجازت ہے ورنہ قرأت

سب رکعتوں میں یکساں طور پر کی جائے۔

ومن ختم القرآن فیہا مرۃ فی الشہر علی الصحیح وھو قول الاکثر رواہ الحسن عن ابی حنیفۃ یقرأ فی کل رکعۃ عشر آیات ونحوھا وفی المحیط الافضل فی زماننا ان یقرأ بما لا یؤدی الی تنفیر القوم عن الجماعۃ۔ (مراقی ص ۲۲۳)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
محرم ۲۱ / ۱۲ / ۱۴۰۰ھ

پہلی چار رکعتوں میں پورا پارہ اور باقی میں ایک پارہ پڑھنے کا حکم

(سوال) نماز تراویح میں قرآن شریف کی منزل پہلی چار رکعتوں میں ایک پارہ اور سولہ رکعتوں میں ایک پارہ پڑھنا درست ہے یا کہ ہر رکعت میں تقریباً ایک رکوع پڑھے۔

الجواب اگر مقتدی مذکورہ طریق کو پسند کرتے ہوں اور تقلیل جماعت کا سبب نہ ہو تو امام صاحب کو چاہئے کہ سب رکعتوں میں ایک جیسی قرأت کریں بلکہ بہتر یہی ہے۔ مراقی میں ہے۔

یقرأ فی کل رکعۃ عشر آیات او نحوھا۔

چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

قرأ بقدر ما لا یؤدی الی تنفیرھم فی المختار (ص ۲۲۳)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی۔ ۱۴ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

عورتوں کا تراویح کے لئے مسجد میں آنا

فقہ حنفی میں عورتوں کے لئے مساجد میں تراویح ، نماز جمعہ ، اور عیدین کے لئے آنے کا کیا حکم ہے۔ سائل حافظ ناز قاسمی پیلسی

الجواب حامداً ومصلیاً عورتوں کو مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے جانا درست نہیں۔ مراقی میں ہے۔

ولا یحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنۃ والمخالفۃ۔

طحطاوی میں ہے۔

لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا فالافضل لہا ما کان استر لہا لافرق بین الفرائض وغیرہا کالتراویح (ص ۱۹۹)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

تسبیح مسنونہ کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا

نماز تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد تسبیح منقولہ سبحان ذی الملک والملکوت الخ پڑھی جاتی ہے اور بعض مساجد میں اس تسبیح کے علاوہ چند دفعہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور دوسرے دور کا نے کیلئے اٹھتے وقت " الصلوٰۃ یا محمد " پڑھا جاتا ہے۔ تراویح کے بعد ذکر ، اذکار یہ مذکورہ درود وسلام کے پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب حامداً ومصلیاً تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے اس وقفہ میں کوئی خاص عمل متعین نہیں۔ چاہے تسبیحات پڑھیں چاہے تلاوت کریں چاہے خاموش

ہیں کتب فقہ میں ۔ سبحان ذی الملک والملکوت الخ دعا منقول ہے اور الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ یا صلوٰۃ علی محمد کہیں منقول نہیں ۔ بلکہ پڑھنا بھی درست نہیں کہ یہ شعار ہے اہل بدعت کا نیز اس میں عقیدہ حاضر و ناظر کی طرف ایہام ہے ۔ درمختار میں ہے ۔

یجلس ندبا بین کل اربعة بقدرها وکذا بین الخامسة والوتر و یخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت وصلوة فرادی الخ (درمختار)

(قوله بین تسبیح) قال القهستانی فیقال ثلث مرات سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحان الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملئکة والروح لا اله الا الله نستغفر الله نسئلک الجنة ونعوذبک من النار الخ کما فی منهج العباد (شامی ج ۱ ص ۴۷۴)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۲۱/۱۰/۱۴۰۰ھ

تراویح میں ما کان محمد کے بعد درود شریف پڑھنا

ایک شخص نے رمضان المبارک میں قرآن مجید سناتے ہوئے یہ آیت پڑھی "ما کان محمد ابا احد من رجالکم الخ اس کو یوں پڑھا " ما کان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابا احد من رجالکم" الخ اور پھر" ان اللہ و ملئکته یصلون علی النبی الخ پڑھنے کے بعد مکمل طور پر درود شریف پڑھتا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتا ہے بلکہ ایسا کروایا گیا ہے ۔ حافظ کے استاد صاحب نے اسے کہا ہے کہ

اس طرح کر۔ آیا نماز تراویح ہوگئی یا نہیں؟

الجواب قرآن مجید کی تلاوت اسی ترتیب کے مطابق جاری رکھنی چاہیئے۔ چاہے نماز میں پڑھ رہے ہوں یا غیر نماز میں۔ نماز میں آخری قعدہ کے علاوہ کسی اور جگہ درود شریف پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

ومکروھۃ فی صلوۃ غیر تشہد الاخیر الخ (درمختار علی الشامیۃ ج۱ ص ۴۸۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴۰۱/۱۱/۲۰ھ

تراویح میں بدوں قعدہ اولیٰ کے تیسری کی طرف کھڑے ہوگئے تو سجدہ سے پہلے پہلے لوٹ سکتے ہیں

ایک شخص نے دو رکعت نماز تراویح کی نیت باندھی پھر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں اور دو رکعت پر قعدہ نہ کیا آخری قعدہ کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور سلام پھیر دیا۔ اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی یا نہ۔ اگر صحیح ہوگئی تو یہ دو رکعت ہو جائینگی یا چار رکعت ہوں گی اور اس صورت میں درمیانی قعدہ فرض سمجھا جائیگا یا واجب؟ اور تراویح کے مسائل نوافل پر قیاس کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب وعن ابی بکر الاسکاف انہ سئل عن رجل قام الی الثالثۃ فی التراویح ولم یقعد فی الثانیۃ قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم وان تذکر بعد ما سجد للثالثۃ فان اضاف الیہا رکعۃ اخری کانت ھذہ الاربعۃ عن تسلیمۃ واحدۃ (عالمگیری ج۱ ص۱۱۸)

ترجمہ: جناب مسئول ہو اکہ صورت مسئولہ میں دو رکعت نماز تراویح کی

درست ہو گئی ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ مفتی جامعہ ہذا نائب مفتی ۲۰ / ۹ / ۱۴۰۱ھ

ایک اہل حدیث عالم کا علماء حنفی کی عبارات سے

آٹھ تراویح پر استدلال کا مفصل جواب

مخدومی باخلاق مولانا بشیر احمد حسینی صاحب شورکوٹی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ خیریت طرفین مستدعی ۔

حقیقت مسئلہ معلوم کرنے کے لئے عریضہ ارسال کر رہا ہوں واللہ اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں ۔
احقر الانام آپ کی علمی و عملی حیثیت کے کمالات کا قدر کرتا ہے ۔ میں نے دوران خطبہ زیر قیام لیلہ تطوعاً الاحادیث ، کے تحت یہ الفاظ کہے تھے کہ تراویح کی تعداد رکعت میں مسلمانوں کے اندر اختلاف ہے جو بھائی بیس پڑھتے ہیں ہمیں ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ۔ لیکن ہماری جماعت مع وتر گیارہ رکعت پڑھتی ہے ۔ تو ہمارے بھائی ہمیں سب وشتم اور خدا جانے کیسے غلیظ القابوں سے نوازتے ہیں ۔ مصالی کا بھلا کرے مگر ان کوئی صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت پڑھنا پڑھانا یا پڑھنے کا ارشاد فرمانا روایت مرفوعہ صحیحہ غیر مجروحہ سے ثابت کر دے تو میں اس کے علم کا اعتراف کروں گا ۔ اور مبلغ بیس یکصد علی الاعلان ادا کروں گا ۔ (از خطبہ جمعہ) ۔

اخی المکرم ! مگر آپ نے عبدالستار صاحب کو بدعت کے چکر میں ان دو تین قسم کے الفاظ میں پھنسا کر دماغ کو منتشر کرنے کی کوشش کی جو کہ آپ کے مزاج مناظرہ کے عین مطابق مگر آپ کی شان ارفع سے بالکل بعید تھی ۔

نفس مسئلہ یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی وزنی دلیل بیس رکعت کی ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا تقابل کر سکے تو براہ کرم پیش فرمایئے ۔ مگر آپ اپنے بزرگوں کے ارشادات بھی سن لیجئے ۔

۱۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ رسالہ "الحق الصریح" صفحہ ۔۔ پر ارشاد فرماتے ہیں کہ "آٹھ رکعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت و مؤکد ہیں"

۲۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنے رسالہ "ما ثبت بالسنۃ" صفحہ ۔۔ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت ثابت نہیں جیسا کہ آج کل عمل ہے ہاں صرف ایک حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آئی ہے جس میں بیس رکعت ثابت ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے یہ روایت ضعیف ہے"

۳۔ علامہ ابو السعود صاحب "شرح کنز" میں لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھی بلکہ آٹھ رکعت ادا کی ہے"

(ابو السعود شرح کنز ج ۱ ص ۲۹۵ طبع مصر)

۴۔ علامہ طحطاوی "حاشیہ در مختار" میں فرماتے ہیں کہ:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعت ہی پڑھی ہیں۔ بیس رکعت کا ثبوت نہیں"

۵۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری "العرف الشذی ص ۳۰۹" میں لکھتے ہیں:

"وأما النبي صلى الله عليه وسلم فصح عنه ثمان ركعات وأما عشرون ركعة فهو عنه عليه السلام بسند ضعيف وعلى ضعفه اتفاق"

۶۔ مولانا عبدالحی صاحب کے پاس ایک سائل سوال کرتا ہے کہ یا حضرت جو حدیث ابن حبان نے روایت کی ہے کہ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف میں تین رات گیارہ رکعت مع وتر کے جماعت کرائی پڑھائیں فهل يكون تاركا للسنة۔ یعنی گیارہ رکعت پڑھنے والا تارک سنت ہوگا؟"

جواب: جمہور سنت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"جس فعل پر مواظبت رسول ہو اس کو سنت کہتے ہیں لہٰذا اس تعریف سے سنت گیارہ رکعت ہی ہوئیں اور جو زیادہ ادا کی جاتی ہیں وہ مستحب ہیں"

(ہدایہ حاشیہ ۔۔ ج ۱ ص ۱۰۱ طبع مصر)

۷ : قال الجوزی عن اصحابنا عن مالک انہ قال ما اجمع علیہ الناس احب الیّ۔ وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر قال نعم و ثلاث عشرۃ قریب قال لا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر ۔

العبد الراقم عبدالستار عابد
یکم رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

○

الجواب

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آٹھ تراویح کے لئے استدلال کرنا کئی وجوہ سے محل نظر ہے۔

۱ : یہ تہجد نماز کے بارے میں ہے جو رمضان وغیر رمضان میں پڑھی جاتی ہے وہ تہجد ہے رمضان وغیر رمضان کی تصریح حدیث عائشہ میں موجود ہے۔

۲ : تراویح باجماعت پڑھی جاتی ہیں اور اس میں انفرادی نماز کا ذکر ہے۔

۳ : تراویح دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ حدیث عائشہ میں چار چار رکعت ہیں۔

۴ : یہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی دیگر احادیث صحیحہ سے متعارض ہے۔

• عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی باللیل ثلاث عشرۃ رکعۃ ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین خفیفتین۔ اخرجہ مالک فی المؤطا ۔

اور ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

• کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث عشرۃ رکعۃ من اللیل ثم صلی احدی عشرۃ واوتر برکعتین ثم قبض وھو یصلی تسع رکعات ۔

اسی بناء پر بہت سے اہل علم نے صلوٰۃ لیل کے بارے میں حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مضطرب کہا ہے۔ قال الحافظ فی الفتح ۔ تین رکعات وتر نکال کر باقی رکعتیں یا آٹھ

اججۃ بھی تھی ہیں۔ پس اس سے آٹھ رکعات کے لئے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟ محققین نے اس اختلاف کو مختلف حالات پر محمول کیا ہے کہ کبھی آٹھ رکعت تہجد ہوتی تھی کبھی کم، کبھی زیادہ۔

مولانا عبدالحی صاحب رح حاشیہ موطا میں فرماتے ہیں۔

ما كان يزيد به هذا بحسب الغالب وإلا فقد ثبت عنها أنها قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي ثلاث عشرة ركعة ثم صلى احدى عشرة ركعة ثم قعد حين قبض وهو يصلي تسع ركعات وثبت عنها أنه صلى الله عليه وسلم كان يصلي ثلاث عشرة ركعة أخرجه في الموطا وثبت عن زيد وابن عباس رض أيضا ثلاث عشرة فمن ظن أخذا من حديث عائشة المذكور هنا أن الزيادة على إحدى عشرة بدعة فقد ابتدع أمرا ليس من الدين۔ اهـ

بہرحال اس سے آٹھ تراویح کے لئے استدلال کرنا صحیح نہیں۔

۲۔ بیس رکعت تراویح کا ثبوت حدیث پاک، اجماع صحابہ رض اور اتفاق ائمہ کرام رح سے ہے۔
حدیث ابن عباس رض یہ ہے۔

۔ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي عشرين ركعة والوتر في رمضان أخرجه ابن أبي شيبة وعبد بن حميد والبغوي والبيهقي والطبراني۔

اس میں ایک راوی متکلم فیہ ہے لیکن بیس رکعت پر اتفاق صحابہ رض و ائمہ رح سے اس کا ضعف منجبر ہے۔ اور ایسی عملی تائید شاید ہی کسی حدیث کو حاصل ہوگی جو اس حدیث کو حاصل ہے چنانچہ تعامل صحابہ رض کی موجودگی میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صرف نظر ممکن نہیں۔ مگر ایسے شخص کے لئے جس کی بصیرت ماؤف ہو چکی ہو۔

حدیث عائشہ رض مذکور سے حدیث ابن عباس رض کو معارض قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ تعارض تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ان دونوں حدیثوں میں جمع نہ ہو سکتی ہو۔ پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حدیث

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی نہیں بلکہ بعض احوال پر محمول ہے وہ بھی نماز تہجد پر۔ پس بیس رکعت تراویح اس سے کیونکر معارض ہوگی۔

مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

لکن الاخذ بالراجح وترک المرجوح انما یتعین اذا تعذر الجمع ولا یمکن الجمع وھھنا الجمع ممکن بان یحمل حدیث عائشة علی انه اخبار عن حاله الغالب کما صرح به الباجی فی شرح الموطا ویحمل حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ علی انه کان ذلک احیانا۔ (التعلیق الممجد حاشیہ مؤطا امام محمد)

دوسری حدیث یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ الحدیث۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے علاوہ خلفاء راشدین کی سنت اور طریقہ کو بھی لازم و واجب العمل قرار دیا ہے۔ اور تینوں خلفاء راشدین کے زمانے میں جو طریقہ رائج تھا وہ بیس رکعات تراویح ہے پس بموجب فرمان نبوی اس طریقے کے واجب الاتباع ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ فعل نبوی سے قول نبوی زیادہ حجت ہے۔ اس حدیث میں الفاظ تاکید کے لائے گئے ہیں۔ علیکم۔ تمسکوا بھا اور عضوا علیھا بالنواجذ۔ پس اس کا ترک ایک مسلمان کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

۳۔ تیسری حدیث: اخرجه البیہقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بعشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی مثله۔

۴۔ چوتھی حدیث: عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی عهد عمر فی رمضان بعشرین رکعة وشیئا۔

۵۔ پانچویں حدیث: وفی المغنی عن علی انه امر رجلا یصلی

منهم في رمضان بعشرين ركعة وهذا كالاجماع۔

(اوجز المسالك ج ۱ ص ۳۹۴)

خلفاء ثلاثہ اور اتفاق صحابہ کے بعد ائمہ اربعہ حتی کہ داؤد ظاہری کا مذہب بھی یہی ہے ان میں سے کوئی بھی بیس سے کم کا قائل نہیں ہے۔

وقال ابن رشد اختار مالك في احد قوليه وابو حنيفة و الشافعي واحمد وداؤد القيام بعشرين ركعة سوى الوتر

(اوجز المسالك ص ۳۹۷ ج ۱)

آثار اس بارے میں بے شمار ہیں بوجہ اختصار نقل نہیں کئے گئے۔ عہد فاروقی سے لے کر آج تک حرمین شریفین اور بلاد اسلامیہ کی تمام بڑی بڑی مساجد میں بیس سے کم تراویح نہیں پڑھی گئی۔ من ادعی فعليه البيان۔

فیما ثبت بالسنۃ میں ہے۔

الذي استقر عليه الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو العشرون۔ (اوجز المسالك ...)

بزرگوں کے اقوال کا

جواب یہ ہے کہ اول تو ان کے ثبوت میں کلام ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب کی ادھوری عبارت نقل کرکے خیانت کی گئی ہے۔ مترجم فی السوال عبارت سے آگے ذیل کی عبارت بھی حاشیہ ہدایہ میں مذکور ہے جس میں تصریح ہے کہ آٹھ تراویح پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہوگا۔

ومحققوهم يعترفون بان ما واظب عليه الرسول او الخلفاء والبه يشير عبارات الفقهاء في مواضع شتى وهو المستفاد من حديث عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين الحديث اخرجه ابو داؤد وابن ماجه فان كلمة عليكم تدل على اللزوم وكذا عطف سنة الخلفاء على سنتي الى ان قال فعلى هذا التعريف يكون السنة المؤكدة هو عشرون

ركعة لثبوت مواظبة الخلفاء الثلاثة عليها وان لم يثبت مواظبة الرسول عليها فمجموع ثمان ركعات يكون تاركها للسنة المؤكدة . اھ (حاشیہ ھدایہ ، ج ۱ فصل فی قیام رمضان)۔

۳ ۔ حضرت گنگوہی رحمہ نے بھی آٹھ رکعت پڑھنے والے کو تارک سنت لکھا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ ۔ ص ۴۴۴)۔ عقل کی بات بھی یہی ہے کہ بیس پڑھی جائیں۔ کیونکہ قیامت میں اگر بیس کا سوال ہوا تو موجود ہوں گی اور اگر آٹھ پڑھی تھیں تو باقی کہاں سے پوری کی جائیں گی؟

۴ ۔ اس مسئلہ میں ابن الہمام رحمہ کا تفرد بھی قابل قبول نہیں۔ ابن الہمام رحمہ کے عظیم شاگرد علامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ فرماتے ہیں۔

لا عبرة بابحاث شيخنا يعني ابن الهمام المخالفة للمنقول يعني في المذهب (شامی ج ۱ ، ص ۲۲۵)۔

بر تقدیر ثبوت " اقوال بزرگان " کا ایک جواب یہ ہے کہ ان سے بھی بڑے بزرگ ائمہ اربعہ رحمہم بیس رکعت تراویح کے " سنت مؤکدہ " ہونے کی تصریح فرما چکے ہیں۔ بس جو ملکہ اقوال فرمان ہوں گے ، اتفاق صحابہ رضی کی روشنی میں زیادہ قابل ترجیح ہیں۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مورخہ ۱۴ / ۹ / ۱۴۰۰ھ

تراویح میں ختم قرآن کے موقعہ پر متفرق آیات پڑھنا بدعت ہے

ایک حافظ قرآن نے قرآن کریم ختم کیا اور دوسری رکعت تراویح میں اولٰئک هم المفلحون کے بعد متفرق آیات مندرجہ ذیل

ان رحمت الله قريب من المحسنين ، دعواهم فيها سبحانك

اللّٰہم وتحیتہم فیہا سلام ، وآخر دعوٰہم ان الحمد

للّٰہ رب العالمین ، وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ،

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ و

خاتم النبیین وکان اللّٰہ بکل شیء علیما ، ان اللّٰہ

وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا

صلوا علیہ وسلموا تسلیما ، سبحان ربک رب

العزۃ عما یصفون ، وسلام علی المرسلین ، والحمد

للّٰہ رب العالمین ،

تک پڑھ کر رکوع کیا۔

۲ ، ساتھ ہی اس حافظ صاحب سے کہا بھی گیا کہ اس طرح متفرق آیات پڑھنے سے نماز

مکروہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا استفسار یہ ہے کہ کیا متفرق آیات پڑھنے سے نماز تراویح ہو جائے

گی یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں جو طریقہ ختم قرآن کریم کا ذکر کیا گیا ہے جس میں مختلف آیات

کو ایک رکعت میں جمع کر کے حافظ پڑھتا ہے اس سے نماز مکروہ ہو جاتی

ہے اور اس فعل کو اچھا سمجھنا اور اس پر اصرار کرنا بدعت سیئہ ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

۲ ، لیکن اگر کوئی شخص اسی طرح ختم کرے تو باوجود کراہت کے نماز تراویح ادا ہو جائے

گی ، کما یفہم من ابواب زلۃ القاری ۔

فقط واللّٰہ اعلم

بندہ محمد عبداللّٰہ عفا اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح ، خیر محمد عفا اللّٰہ عنہ مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

ہر چار تراویح کے بعد پڑھے گئے قرآن شریف کا خلاصہ بیان کرنا

آج کل لوگوں نے قرآن مجید کی تعلیمات مسلمانوں میں عام کرنے کی غرض سے یہ طریقہ اختیار کیا

کہ رمضان المبارک میں قیام اللیل کی نیت سے تراویح اس طرح ادا کی جاتی ہیں کہ ہر چار رکعت کے بعد تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح بیان کی جاتی ہے اور پھر حافظ صاحب چار رکعت تراویح سناتے ہیں اس طرح ترجمہ اور تشریح میں پینتالیس منٹ اور نماز میں پندرہ منٹ صرف ہوتے ہیں۔ بارہ رکعت کے بعد پندرہ منٹ تقریباً چائے کا وقفہ ہوتا ہے اس طرح تقریباً پانچ گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ تو کیا یہ طریقہ عبادت بدعت حسنہ کی تعریف میں آتا ہے؟

۲:- کیا ہمارے اسلاف میں اس طرح کی کوئی مثال ملتی ہے؟

۳:- کیا اس سے تراویح کی روح ختم ہو جاتی ہے؟

۴:- کیا اس طرح مسنون تراویح ادا ہو جاتی ہیں؟

۵:- کیا اس طرح قیام اللیل کا مقصد حاصل ہو جاتا ہے؟

الجواب ہر چار رکعت تراویح کے بعد ایک ترویحہ کی مقدار بیٹھنا مستحب ہے، اس وقفہ میں کیا کیا جائے یہ نمازیوں کے اختیار پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ مراقی میں ہے

ویستحب الجلوس بعد صلوٰۃ کل اربع رکعات بقدرها ..

وهم مخیرون فی الجلوس بین التسبیح والقراءة والصلوٰة

فرادی والسکوت۔ (ص [illegible])

اور علامہ شامی نے اہل مکہ سے نقل کیا ہے۔ واهل مکة یطوفون و اهل

المدینة یصلون اربعا۔ ج ۱ (ص [illegible])۔

پس صورت مسئولہ میں مقروءہ آیات کا خلاصہ بیان کرنا جائز ہے بشرطیکہ تقلیل جماعت کا باعث نہ ہو۔ اور مقصد ترویحہ کے بیان کو مخل کا استراحت تصور کرتے ہیں۔ اس سے نیز چونکہ سلف سے اور کتب فقہ میں منقول نہیں اس لئے ترک کر دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

استفسارات کے جوابات یہ ہیں۔

۱:- یہ طریقہ بدعت حسنہ ہونا محل کلام ہے۔

۲:- ہمارے علم میں نہیں۔

لیجئے بھی نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں ادا کرتا ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ اللہ کے لئے نہیں۔ فرائض و سنن نوافل سب کے سب اللہ کے لئے ہیں۔ غیر اللہ کے لئے ایک سجدہ بھی حرام ہے۔

والاحتياط في التراويح ان ينوي التراويح او سنة الوقت او قيام الليل وكذا في سنة المصلي والاحتياط في السنن ان ينوي الصلوٰة متابعا لرسول الله صلى الله عليه وسلم۔

(ھندیہ ج ۱ ص ۶۶)۔

۲۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال درود شریف اور تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے وقت شرعاً مطلوب ہے۔ چنانچہ مراقی میں ہے

فيقصد المصلي انشاء هذه الالفاظ مرادا له قاصدا معناها الموضوعة له من عنده كانه يحيي الله سبحانه وتعالى ويسلم على النبي صلى الله عليه وسلم وعلى نفسه واولياء الله. الخ (ص ۱۵۵)۔

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ آئے گا اور انشاء سلام کا قصد کرے گا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال آنا ایک لازمی امر ہے۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک خیال سے فساد صلوٰۃ کا حکم غلط ہے، نماز نہیں ٹوٹتی۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

خیر المصابیح فی عدد التراویح

بیس رکعات تراویح

احادیث، عمل صحابہ اور اجماع امت

کی روشنی میں

از

استاذ العلماء جامع المعقول والمنقول عارف باللہ

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری نور اللہ مرقدہ

بانی جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

○

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ

خاتم الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد

پاکستان کے اہل حدیث بہت زور سے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آٹھ ہی کا حکم دیا تھا۔ جمہور مسلمان جو بیس تراویح پڑھتے ہیں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ حالانکہ انہیں سمجھنا چاہئے کہ عمل سے ہر چیز کا پتہ چلتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ تراویح پڑھی ہوتیں اور حضرت عمرؓ نے آٹھ ہی کا حکم دیا ہوتا تو حضرات صحابہ کرامؓ تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، علماء ربانیین کا عمل بیس یا بیس سے زائد کا نہ ہوتا۔ حالانکہ مشترکہ ہندوستان میں دو صدی قبل پہلے بارہ سو سال تک تمام مساجد مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں بیس یا بیس سے زیادہ رکعت تراویح ہوتی تھیں۔ حرمین شریفین میں اب تک بیس رکعت یا بیس سے زائد تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں۔ کیا اہل حدیث کے سوا جمہور امت گمراہی میں رہی یا بغیر ثبوت کے بیس یا بیس سے زائد پڑھتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے بارھویں صدی تک کسی مسجد میں اگر آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہوں تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حتمی طور پر آٹھ رکعت نہیں پڑھی بلکہ بیس رکعت پڑھی گئی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں بھی بیس ہی تراویح پڑھی گئی ہیں۔ ورنہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ جیسا محقق حسب عادت کسی ایک کا مذہب تو آٹھ رکعت کا نقل کرتا۔ مگر تمام صحاح ستہ میں کسی ایک کا مذہب آٹھ کا نہیں ہے اور نہ آٹھ رکعت تراویح کسی کا عمل نقل کیا گیا ہے۔

بارہ سو سال تک مسلمانوں کا عمل رہا

امام بیہقی رحمہ نے سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ میں سائب بن یزید رضی سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو قیام کی شدت کی وجہ سے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اور پانچ سطر بعد لکھتے ہیں کہ شتیر بن شکل جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اصحاب میں سے تھے۔ رمضان میں امامت کرتے تھے اور بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

اس کے دو سطر بعد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔ یہ صحابہ کرام رض کے زمانہ میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کا حال تھا۔

نافع رہ حضرت ابن عمر رض کے مولیٰ جو حضرت عائشہ رض اور حضرت ابو ہریرہ رض اور حضرت ابو رافع رض کے شاگرد تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے تو لوگوں کو چھتیس تراویح اور تین وتر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (قیام اللیل، ص ۹۲، تحفۃ الاحوذی، ج ۲، ص ۷۳) نافع رہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی ہے۔

داؤد بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے عمر بن عبد العزیز رہ متوفی ۱۰۱ھ اور ابان بن عثمان رہ متوفی ۱۰۵ھ کے زمانہ میں مدینہ کے لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ نیز عمر بن عبد العزیز نے قاریوں کو چھتیس رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ (قیام اللیل، ص ۹۱، ۹۲)

امام مالک رہ متوفی ۱۷۹ھ کے زمانہ تک مدینہ طیبہ میں چھتیس رکعتوں کا معمول تھا۔ کبھی وتر کے اختلاف عدد کی وجہ سے اکتالیس رکعتیں ہو جاتی تھیں۔ چنانچہ امام ترمذی رہ نے اکتالیس کا معمول مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ اہل مدینہ پر کیا موقوف ہے۔ بلکہ امام مالک رہ کے متبعین جہاں کہیں ہوئے وہاں چھتیس پر عمل ہوتا تھا۔ جیسا کہ مذہب مالکیہ کی فقہ شاہد ہے کہ مکہ معظمہ میں عطاء بن ابی رباح رہ کے زمانہ تک بیس تراویح پر عمل تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) عطاء رہ کی وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی ہے اور نافع بن عمر کا بیان ہے کہ ابن ابی ملیکہ ہم کو رمضان میں بیس رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ کی وفات ۱۱۷ھ میں ہوئی۔

اور امام شافعی رہ متوفی ۲۰۴ھ کا بیس پر عمل تھا۔ اور چونکہ امام شافعی رہ خود بیس کے قائل تھے اس لئے ان کے بعد مکہ میں اور مکہ کے علاوہ ہر جگہ جہاں ان کے متبعین تھے سب بیس پر عمل کرتے تھے۔ چنانچہ فقہ شافعی اس کی شہادت دیتی ہے

کو وہ کمر دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور ان کے فقہی مسائل پر عمل ہو چکا تھا جو آج تک ثابت چلی آ
آج چاروں اماموں کی کتب مذہب اتنی ہیں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں بھی آٹھ
رکعت پر اتفاق کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بے شک ابن نصر، ابن حزم کے علاوہ دیگر مجتہد امام بھی تھے اور
ان کے کچھ دنوں تک اتباع بھی جاری رہا۔ جیسے حضرت سفیان ثوری اور داؤد ظاہری جو خود بھی آٹھ
کے قائل نہ تھے بلکہ بیس کے قائل تھے۔

قول و فعل نبوی سے کوئی عدد معین تراویح کا حتمی طور پر صحیح روایت سے ثابت نہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً و فعلاً عدد تراویح کا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس
پر علماء کی شہادتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

ومن ظن ان قیام رمضان فیہ عدد موقت عن
النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزاد ولا ینقص منہ فقد
اخطأ الخ (فتاوی ابن تیمیہ ... ص ...)

یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح کے باب میں کوئی معین عدد ثابت
ہے جو کم و بیش نہیں ہو سکتا وہ غلطی پر ہے۔

دوسری شہادت علامہ سبکی لکھتے ہیں۔

اعلم انہ لم ینقل کم صلی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی تلک اللیالی ھل ھو عشرون او اقل منہ
(شرح منہاج منقول از تحفۃ الاخیار ص ۲۶ و مصابیح ص ...)

یعنی یہ منقول نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کتنی رکعتیں پڑھیں بیس یا کم۔

تیسری شہادت علامہ شوکانی نیل الاوطار میں فرماتے ہیں۔

والحاصل ان الذی دلت علیہ احادیث الباب
وما یشابہہا ھو مشروعیۃ القیام فی رمضان والصلوۃ فیہ
جماعۃ وفرادی فقصر الصلوۃ المسماۃ بالتراویح علی

عدد معین وتخصیصها بقراءة مخصوصة لم ترد به سنة ۔ (نیل الاوطار ج ۳)

یعنی اس باب کی حدیثوں اور ان کے مشابہ حدیثوں کا ماحصل اتنا ہے کہ رمضان میں قیام اور اکیلے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مشروع ہے باقی کسی خاص عدد میں منحصر کر دینا اور اس میں خاص خاص سورتوں کا مقرر کرنا ایسی بات ہے جو سنت میں وارد نہیں ہوئی ۔

چوتھی شہادت مولوی وحید الزمان صاحب اہل حدیث لکھتے ہیں ۔

ولا یتعین لصلوة لیالی رمضان یعنی التراویح عدد معین ۔ (نزل الابرار ج ۱ ص ۱۲۶)

یعنی رمضان کی راتوں کی تراویح کے لئے کوئی عدد معین نہیں ہے ۔

پانچویں شہادت ابو الخیر میر نور الحسن خان اہل حدیث لکھتے ہیں ۔

وبالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ ۔ (عرف الجادی ص ۸۴)

یعنی تراویح کا کسی حدیث مرفوع میں کوئی عدد معین نہیں آیا ہے ۔

چھٹی شہادت نواب صدیق حسن خان مرحوم اہل حدیث لکھتے ہیں ۔

ان صلوة التراویح سنة باصلها لما ثبت انه صلی الله علیه وسلم صلاها في لیالي ثم ترکها شفقة علی الامة ان لا تجب علی العامة او یحسبوها واجبة ولم یأت تعیین العدد في الروایات الصحیحة المرفوعة لکن یعلم من حدیث کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجتهد في رمضان ما لا یجتهد في غیره رواه مسلم ان عددها کان کثیرا ۔ (الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

یعنی اصل نماز تراویح سنت ہے اس قدر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند راتوں میں اس کو پڑھا ہے ۔ پھر امت پر شفقت کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا کہ کہیں عام لوگوں پر واجب نہ ہو جائے یا اس کو واجب نہ سمجھ لیں ۔ اور عدد معین مرفوع صحیح روایتوں میں نہیں ہے لیکن صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جتنی محنت اور کوشش کرتے تھے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تراویح کا عدد زیادہ تھا ۔ صرف گیارہ یا تیرہ نہیں تھا بلکہ بیس یا زیادہ تھا ۔

سے روایت ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شد میزرہ واحیٰ لیلہ وایقظ اھلہ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۷۱)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آخری عشرہ رمضان کا داخل ہوتا تو تہبند مضبوط باندھتے اور ساری رات جاگتے اور اپنے اہل و عیال کو جگاتے تو سائل کو خیال آیا کہ شاید تہجد کی رکعتیں بھی زیادہ کر دیتے ہوں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ آپ تہجد کی گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

جب یہ حدیث نماز تہجد کے بارے میں ہے تو تراویح کا اس سے کیا تعلق؟

دوسرا جواب — اگر بالفرض محال اس کا تعلق بھی تراویح سے ہو تو اس سے بھی ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ج ص ۱۱)

حافظ ابن حجر وغیرہ شارح حدیث نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ان دونوں مختلف بیانات میں یوں تطبیق دی ہے کہ یہ بیانات مختلف حالات اور اوقات سے تعلق رکھتے ہیں یعنی یہ کہ عام حالات و اوقات میں گیارہ سے زائد نہیں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی تیرہ بھی پڑھتے تھے۔ لہذا آٹھ تراویح میں انحصار باطل ہو گیا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر رہ لکھتے ہیں۔

والصواب ان کل شئی ذکرتہ من ذلک محمول علی اوقات متعددۃ واحوال مختلفۃ ۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴) ۔

اور مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی یہ تسلیم کیا ہے۔

انہ قد ثبت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان قد یصلی ثلاث عشرۃ رکعۃ سوی رکعتی الفجر ۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۴)۔

یعنی یہ ثابت اور محقق ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تیرہ رکعت فجر کی سنتوں کے سوا پڑھتے تھے۔ جب گیارہ سے زیادہ کا ثبوت ہو چکا تو اہل حدیث کا یہ دعویٰ کہ گیارہ سے زیادہ تراویح نہیں ہوتی تھیں یہ دعویٰ باطل ہو گیا۔ اور گیارہ سے زیادہ والی روایت کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے مخالف کہنا سخت بھول اور غفلت پر مبنی ہے اس لئے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ کبھی یہ ہوا اور کبھی اس سے زائد ہوا۔

تیسرا جواب — بقول اہلحدیث جب یہ حدیث تراویح کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار چار رکعت پڑھتے تھے اور بہت لمبی پڑھتے تھے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔ اور بہت لمبی پڑھتے تھے تو اس حدیث پر عمل تب ہوگا جب کہ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جائیں اور تین وتر ایک سلام سے پڑھے جائیں۔ حالانکہ اہلحدیث کا اس پر عمل نہیں کہ دو دو رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں یا ایک ہی وتر پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث کل کی کل اہل حدیث کے نزدیک تراویح میں معمول بہا نہیں ہے۔ لہذا اس سے حنفیہ پر حجت قائم کرنا صحیح نہیں

چوتھا جواب — امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب "قیام اللیل" میں ایک باب کا عنوان یہ قرار دیا ہے "باب عدد الرکعات التی یقوم بہا الامام للناس فی رمضان"
یعنی باب ان رکعتوں کی تعداد کے بیان میں جنہیں امام لوگوں کے ساتھ رمضان میں پڑھے گا۔

اس باب میں وہ رکعات تراویح بتانے کے لئے بہت سی روایتیں لائے ہیں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث کو جو سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ درجہ کی ہے ذکر کرنا تو درکنار اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ جس سے صاف صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں ہے بلکہ تہجد کے نوافل سے ہے۔

پانچواں جواب — اس حدیث کے آخر میں ہے۔
قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی الخ

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ سوتے ہیں پہلے وتر پڑھنے کے ؟ سو فرمایا اے عائشہ ! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا ۔

ظاہر ہے کہ کسی روایت میں نہیں کہ آپ آٹھ تراویح پڑھ کے سو گئے ہوں ۔ اور صحابہ انتظار میں بیٹھے رہے ہوں ۔ البتہ گھر میں تہجد پڑھتے تھے اور اس میں کبھی کبھی وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں یعنی استنام الخ ۔ علاوہ ازیں تراویح میں تو حضرت عائشہ و عورتوں کی صف میں پیچھے مردوں کے کھڑی ہوں گی اگر آپ سوتے تو پہلے مردوں کو خبر ہوتی ۔ جب مردوں کو خبر نہیں تو تراویح کا معاملہ نہیں ۔ معلوم ہوا کہ تہجد کا واقعہ ہے ۔

چھٹا جواب

علاوہ ازیں قرطبی رح نے حدیث عائشہ رض کو مضطرب نقل کیا ہے ۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رح کہتے ہیں ۔

قال القرطبي اشكلت روايات عائشة رض على كثير من اهل العلم حتى نسب بعضهم حديثها الى الاضطراب الخ : فتح الباری جزء ۳ ص ۱۹ ۔

یعنی اکثر اہل علم پر حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی مشکل ہوئی ہے ۔ حتیٰ کہ بعض محدثین نے ان کی حدیث کو اضطراب کی طرف منسوب کیا ہے پس اس حدیث سے استدلال کرنا تحکم ہے ۔

ساتواں جواب

اس حدیث عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مراد تہجد کے نوافل ہیں تراویح مراد نہیں ۔ اس لئے محدثین رح نے اس پر تعداد تراویح کا باب منعقد نہیں کیا صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ وارد ہے مثلاً صفحہ ۱۵۴ میں " باب قيام النبي صلى الله عليه وسلم بالليل في رمضان وغيره "

اس جگہ قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل قرینہ ہے تہجد کا قیام رمضان تراویح کو کہتے ہیں اور قیام اللیل تہجد کو کہتے ہیں ۔ علاوہ ازیں سوال کیفیت سے ہے نہ کہ عدد سے جو کہ مطول کم سے ہے ۔ اور مثلاً صفحہ ۲۶۹ پر باب فضل من قام رمضان اس میں فضیلت بیان کی مقصود ہے نہ کہ عدد ۔ اور مثلاً صفحہ ۵۰۴ باب كان النبي صلى الله عليه وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه اس میں بھی تہجد کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ عدد تراویح اور مثلاً ص ۱۳۵ ج ۱ میں " باب صلوٰۃ الوتر "

اس میں بیان ہے کہ وتر تین رکعت ہیں عدد تراویح کا بیان مقصود نہیں۔

فکان یصلی احدی عشرة رکعة حتی مات ثلث صدره تعنی باللیل فیسجد السجدة من ذلك قدر ما یقرأ احدکم خمسین آیة الخ

کس صراحت کے ساتھ نماز تہجد کو بیان کیا ہے۔ حدیث میں اس قسم کے اشارات بکثرت ہیں۔

حکمت وظهر لی ان الحکمة فی عدم الزیادة علی احدی عشرة ان التهجد والوتر مختص بصلوة اللیل وفرائض النهار الظهر وهی اربع والعصر وهی اربع والمغرب وهی ثلاث وتر النهار فناسب ان تکون صلوة اللیل کصلوة النهار فی العدد جملة وتفصیلا الخ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۱)

اور میرے لئے ظاہر ہو گیا کہ گیارہ رکعت پر زیادتی نہ ہونے میں حکمت یہ ہے کہ تہجد اور وتر رات کی نماز کے ساتھ خاص ہیں اور فرائض دن کے ظہر ہے اور وہ چار رکعت ہیں اور عصر ہے وہ بھی چار رکعت ہیں۔ اور مغرب ہے اور وہ تین رکعت ہیں وتر دن کے۔

پس مناسب ہوا یہ کہ رات کی نماز مثل دن کی نماز کے عدد میں، یعنی گیارہ رکعت تہجد۔

واما مناسبة ثلاث عشرة فبضم صلوة الصبح لکونها نهاریة الی ما بعدها (فتح الباری ج ۳ ص ۲۱)

یعنی مناسبت تیرہ رکعت کی صبح کی نماز ملانے کے ساتھ بوجہ نہاری ہونے اس کے بعد کے ساتھ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس نکتہ و حکمت سے معلوم ہوتا ہے کہ گیارہ اور تیرہ رکعتیں نماز تہجد ہیں تعیین نہ کہ تراویح ہیں۔

تہجد اور تراویح کی نماز الگ الگ ہیں ایک نہیں

تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ ہیں ایک نہیں۔ دونوں میں فرق کئی وجوہ سے ہے۔

پہلی دلیل تہجد کی مشروعیت مکہ مکرمہ میں ہوئی ہے اور تراویح کی مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

دوسری دلیل تہجد کی مشروعیت نص قرآنی سے ہے۔ ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک۔ قم اللیل الا قلیلا۔ اور تراویح کی مشروعیت حدیث سے ہے۔ سننت لکم قیامہ (نسائی)۔ میں نے تمہارے لئے قیام رمضان کو مسنون کیا۔

تیسری دلیل تہجد کی رکعات بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ زیادہ سے زیادہ مع الوتر تیرہ اور کم از کم سات مع الوتر ہیں۔ بخلاف تراویح کے اس کا کوئی معین عدد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں۔ جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے ائمہ مجتہدین میں اختلاف ہے کوئی بیس کہتا ہے کوئی چھتیس یا اکتالیس بتاتا ہے۔

چوتھی دلیل حنبلی مذہب کی معتبر کتب فقہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ "مقنع" میں ہے۔

ثم التراويح وهي عشرون ركعة يقوم بها في رمضان في جماعة ويوتر بعدها في الجماعة فان كان له تهجد جعل الوتر بعده۔ (مقنع ص ...)

یعنی پھر تراویح ہے اور وہ بیس رکعت ہیں کہ ان کو باجماعت پڑھے۔ اور اگر وہ تہجد بھی پڑھتا ہو تو وتر تراویح کے بعد نہ پڑھے بلکہ تہجد کے بعد پڑھے۔ مقنع کے متعلق مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔

هذا كتاب في الفقه على مذهب ابي عبد الله محمد بن احمد بن حنبل رحمه الله۔

یعنی یہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق فقہ کی کتاب ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد بھی تراویح اور تہجد کو الگ الگ سمجھتے تھے۔ امام بخاری کا بھی عمل تھا کیونکہ رات کے اول حصہ میں اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر باجماعت نماز پڑھتے تھے اور اس میں ایک ختم کرتے تھے اور سحری کے وقت اکیلے پڑھتے تھے۔

پانچویں دلیل تہجد کا وقت سونے کے بعد ہوتا ہے اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح الگ الگ نمازیں ہیں۔

دوسری حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

حدثنا محمد بن حميد الرازي ثنا يعقوب بن عبد الله ثنا عيسى بن جارية عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال صلى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان لیلۃ ثمان رکعات والوتر فلما کان من القابلۃ اجتمعنا فی المسجد ورجونا ان یخرج الینا فلم نزل فیہ حتی اصبحنا قال انی کرھت او خشیت ان یکتب علیکم الوتر (قیام اللیل ص ۹۰)

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی ایک رات میں آٹھ رکعت اور وتر پڑھے۔ پس جب کہ دوسری رات ہوئی اور ہم جمع ہوئے مسجد میں اور امید کی کہ آپ ہماری طرف نکلیں گے۔ پس ہم رہے یہاں تک کہ صبح کی ہم نے۔ فرمایا کہ میں نے مکروہ سمجھا اور تم پر خوف کیا کہ فرض کیا جائے وتر۔

جواب حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرنے والا ایک شخص ہے اور وہ عیسیٰ بن جاریہ ہے۔

عیسیٰ بن جاریہ اس راوی کا حافظ ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں اور حافظ ابن حجر نے "تہذیب التہذیب" وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے۔ امام فن جرح و تعدیل یحییٰ بن معین نے اس کی نسبت لکھا ہے۔ لیس بذاک یعنی وہ قوی نہیں ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔ اور امام نسائی اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ منکر الحدیث ہے۔ اور امام نسائی نے اس کو متروک بھی کہا ہے۔ اور ساجی اور عقیلی نے اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں محفوظ نہیں ہیں۔

یہ چند حضرات ہیں جنہوں نے عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کی ہے۔ اور ان کے مقابل صرف ایک ابو زرعہ ہیں جنہوں نے عیسیٰ کو لا باس کہا ہے۔ اس میں کوئی معتد بہ نہیں۔ اور دوسرے ابن حبان ہیں جنہوں نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے۔ لہٰذا عیسیٰ مجروح قرار پائے گا۔ بالخصوص جب کہ اس پر جو جرحیں کی گئی ہیں وہ بہت سخت ہیں۔ چنانچہ امام نسائی اور ابو داؤد نے اس کو منکر الحدیث لکھا ہے۔ اور مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری اہلحدیث نے "ابکار المنن" میں مساوی کے حوالہ سے بغیر رد و کد کے یہ لکھا ہے۔

منکر الحدیث وصف فی الرجل یستحق بہ الترک لحدیثہ۔ (ابکار المنن ص ...)

یعنی منکر الحدیث ہونا راوی کا ایسا وصف ہے کہ راوی اس کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ

اس کی حدیث ترک کر دی جاتی تھی۔ اس سے حجت نہ پکڑی جاتی اور قبول نہ کی جاتی۔ اس لئے عیسیٰ کی یہ روایت قابل قبول نہیں۔ بالخصوص جب کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرنے میں عیسیٰ متفرد ہے۔ دوسرا کوئی اس کا مؤید و متابع موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی دوسرے صحابیؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ جابر سے متفرد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ امام طبرانیؒ نے عیسیٰ کی روایت نقل کرکے بعد لکھا ہے

لا یروی عن جابر بن عبد اللہ الا بہذا الاسناد ۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بجز اس سند کے کسی دوسری سند سے یہ حدیث مروی نہیں ہے

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن حمید الرازی ہے تقریب میں ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کو ضعیف کہا ہے (تقریب)۔ غرضیکہ یہ حدیث ضعیف ہے دو وجہ سے۔ ایک عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے کہ اس پر جرح قوی ہے۔ دوسرے محمد بن حمید الرازی کی وجہ سے۔ اس لئے کہ یہ ضعیف راوی ہے۔

حضرت جابرؓ کی دوسری روایت

وبہ عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاء ابی بن کعب فی رمضان فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان منی اللیلۃ شیء قال وما ذاک یا ابی قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرأ القرآن فنصلی خلفک بصلاتک فصلیت بہن ثمان رکعات والوتر فسکت عنہ وکان شبہ الرضاء اھ ۔

(قیام اللیل ص ۹۰)

اس سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رمضان میں حاضر ہو کر کہا کہ مجھ سے رات میں ایک بات ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ گھر کی عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتی ہیں تو ہم بھی تمہارے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ میں نے ان کو آٹھ رکعتیں پڑھا دیں اور وتر بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ بات رضامندی کے مشابہ تھی۔

جواب — اس کا جواب اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی سند بعینہ پہلی ہے۔ جس میں عیسیٰ بن جاریہ واقع ہے اور ان کا کلام گزر چکا ہے۔ یعنی یہ راوی مجروح ہے۔ لہٰذا یہ روایت

ضعیف ہے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف باجماعت تراویح تین رات ثابت ہوئی ہیں۔ اور ان میں کوئی عدد متعین تراویح کا منقول نہیں ہے۔ لہٰذا عدد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک گیارہ قول کا تھا جو سائب بن یزید سے منقول ہے۔

اہل حدیث کا دوسرا دعوےٰ

اس کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ رکعت کا حکم کیا تھا۔

تیسری حدیث .... مالک عن محمد بن یوسف عن سائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ الخ

(قیام اللیل ص ۹۱ و موطا امام مالک ص ۹۸ مطبع احمدی الطابع)

یعنی امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے اور وہ کہتے ہیں۔ امر کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ تراویح پڑھاویں لوگوں کو گیارہ رکعت۔ انتہیٰ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

پہلا جواب سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے محمد بن یوسف رحمہ اللہ۔ اور ان کے شاگرد پانچ ہیں۔ ۱: امام مالک رحمہ اللہ۔ ۲: یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ۔ ۳: عبدالعزیز ابن محمد رحمہ اللہ۔ ۴: ابن اسحاق رحمہ اللہ۔ ۵: عبدالرزاق رحمہ اللہ۔ اور پانچوں میں اختلاف ہے۔

۱: امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ کیا عمل ہوا اس کا کوئی ذکر نہیں اور اس میں رمضان کا بھی ذکر نہیں۔

۲: یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی اور تمیم رضی اللہ عنہما پر لوگوں کو جمع کیا پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم کا ذکر نہیں ہے اور رمضان کا بھی

ذکر نہیں۔

۳ ۔ عبدالعزیز بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس میں حکم کا ذکر ہے نہ ابی بن کعب رض و تمیم رض کا نہ رمضان کا۔

۴ ۔ ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں ماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس میں بھی حضرت عمر رض کے حکم اور ابی رض اور تمیم رض کا ذکر نہیں ہے۔ گیارہ کی بجائے تیرہ کا ذکر ہے۔

۵ ۔ عبدالرزاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا۔ اس میں گیارہ کی بجائے اکیس کا ذکر ہے۔

سائب بن یزید

↓

محمد بن یوسف

عبدالرزاق رح	ابن اسحاق رح	عبدالعزیز بن محمد رح	یحیی بن قطان رح	امام مالک رح
حضرت عمر رض نے اکیس رکعت کا حکم دیا تھا	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں ماہ رمضان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے	ہم حضرت عمر رض کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	حضرت عمر رض نے ابی اور تمیم داری پر لوگوں کو جمع کیا لیکن وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے	حضرت عمر رض نے ابی بن کعب رض اور تمیم داری رض کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں

جب اس اختلاف میں سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے گیارہ کا امر ثابت نہیں ہوتا کیونکہ یحیی بن قطان رح کی روایت میں گیارہ کا امر نہیں اور عبدالعزیز بن محمد رح کی روایت میں گیارہ کا امر ہے اور نہ رمضان کا ذکر ہے اور ابن اسحاق رح بجائے گیارہ کے تیرہ رکعت ذکر کرتے ہیں۔ اور عبدالرزاق کی روایت میں اکیس رکعت ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ سے خود راوی حدیث ابن اسحاق رح تیرہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ابن عبدالبر مالکی رح نے اکیس کو ترجیح دی ہے۔ لہذا عدد کے بارے میں یہ مضطرب ہے اور

قابلِ حجت نہیں ۔

دوسرا جواب یہ محمد بن یوسف رح راوی سائب بن یزید رض کے طریق میں گفتگو تھی اب محمد بن یوسف رح کے ساتھی یزید بن خصیفہ رح کی روایت سائب بن یزید رض سے سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ میں یوں ہے ۔

عن ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رض فی شهر رمضان بعشرین رکعة الخ

یعنی ابن ابی ذئب روایت کرتے ہیں یزید بن خصیفہ سے کہ سائب بن یزید رض فرماتے ہیں کہ عہد فاروقی میں ان کے زمانے کے لوگ رمضان میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے ۔

اس اثر کی سند کو امام نووی رح ، امام عراقی رح ، امام سیوطی رح وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے ۔ دیکھو (تحفة الاخیار ، عمدة القاری ، ارشاد الساری ، تحفة الاحوذی)

اس روایت میں یزید کے شاگرد ابن ابی ذئب ہیں اور یہی بات یزید سے ان کے دوسرے شاگرد محمد بن جعفر نے نقل کی ہے اور وہ روایت بیہقی کی دوسری کتاب " معرفة السنن والآثار " میں ہے ۔ اس کی سند کو علامہ سبکی رح نے " شرح منہاج " میں اور ملا علی قاری رح نے شرح مؤطا میں صحیح قرار دیا ہے ۔ دیکھو تحفة الاحوذی ج ۲ ص ۷۵ ۔

دیکھئے یزید کے دونوں شاگرد متفق اللفظ ہو کر یزید سے اور یزید حضرت سائب رض سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ عہد فاروقی رض میں بیس رکعت پڑھتے تھے ۔ برخلاف محمد بن یوسف رح کے کہ ان کے پانچ شاگرد صاحب رح کا بیان پانچ طرح نقل کرتے ہیں ۔

ایسی حالت میں اصول و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یزید بن خصیفہ رح کی روایت پر اعتماد کیا جائے مگر اہل حدیث نے محمد بن یوسف رح کی مختلف فیہ اور مشکوک روایت پر اعتماد کرکے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے ۔

بیس تراویح کا ثبوت

پہلی حدیث

عن العرباض بن ساریۃ قال فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ الخ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔

یعنی تم میری سنت کو اور سنت خلفاء راشدین ومہدیین کو لازم پکڑو اور اس پر عمل کرو، اور داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

اس حدیث میں سنت خلفاء کا عطف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جو مقتضی اس امر کو ہے کہ خلفاء خواہ سنت نبوی کو بیان کریں خواہ مسائل اجتہادیہ میں اجتہاد کریں بہرصورت خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ علیکم کلمہ لزوم کا ہے۔ تمسکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ سنت نبوی اور سنت خلفاء ..... دونوں کے ساتھ لگتا ہے۔

اور بقول بعض علماء کے خلفاء سے مراد عام ہے۔ شیخ مولانا عبدالغنی صاحب محدث دہلوی ماجہ کی لکھتے ہیں۔

ومن العلماء من حمم بکل من کان علی سیرتہ علیہ السلام من العلماء والخلفاء کالائمۃ الاربعۃ المتبوعین المجتہدین والائمۃ العادلین کعمر بن عبدالعزیز کلھم موارد لھذا الحدیث۔ (انجاح الحاجۃ ص ۵)

یعنی جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہیں جیسے چاروں امام (امام ابوحنیفہ رح امام مالک رح، امام شافعی رح، امام احمد بن حنبل رح) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیز رح سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع لازم ہے ایسے ہی سنت خلفاء راشدین کی اتباع ضروری ہے بلکہ بعض علماء کے ہاں جمہور مجتہدین کا اتباع لازم ہے۔ اب جمہور صحابہ کرام رض و تابعین و تبع تابعین رح و جمہور مجتہدین رح و مقلدین ائمہ اربعہ و عمر بن عبدالعزیز رح

بیس تراویح سے کم نہیں پڑھتے تھے۔ تو بیس تراویح کا پڑھنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنت خلفاء راشدین کے بھی مطابق ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور قول ہے کہ تم میری سنت اور خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلفاء راشدین کے قول اور فعل کی پیروی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ بھی سنت ہے۔

خلفاء راشدین کا عمل سنت ہے

بدرالدین عینی حنفیؒ "بنایہ شرح ہدایہ" میں لکھتے ہیں۔

سنة العمرين ولا شك أن في فعلهما ثواب وفي تركهما عقاب لانا امرنا بالاقتداء بهما بقوله عليه الصلوة والسلام اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر وعمر فلما كان الاقتداء مامور به يكون واجبا وتارك الواجب يستحق العقاب والذنب (مجموعة الفتاوى ج ۱ ص ۳۱۰)

یعنی اس میں شک نہیں کہ شیخین حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا اتباع کرنا ثواب ہے اور اس کے ترک میں عذاب ہے کیونکہ ہمیں ان دونوں حضرات کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"اقتداء کرو ان دو آدمیوں کی جو میرے بعد ہیں یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ"

پس ان کی اقتداء مامور بہ اور واجب ہے۔ اور واجب کے ترک کرنے والا عذاب اور عتاب کا مستحق ہے۔

۲۔ کمال الدین ابن ہمامؒ "تحریر الاصول" میں لکھتے ہیں۔

فسر الحنفية العزيمة في فرض ما قطع بثبوته ووجب ما ظن وسنة الطريق المسلوكة منه عليه الصلوة والسلام والخلفاء الراشدين او بعضهم الخ

یعنی حنفیہ نے عزیمت کی تفسیر فرض کی جاتی ہے جس کے لزوم کا ذکر ہو اور واجب کیا جس میں قطعی ظن ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کی روش سنت کی جانب۔

۳ : اور مولانا عبد العلی " بحر العلوم " شرح تحریر " میں لکھتے ہیں :

ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقۃ دینیۃ مستمرۃ فی الدین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم بان باشرہ اولا بان استمر الناس علیھا باذنہ او باذن الخلفاء ۔

(مجموعۃ الفتاوی ص ۱۰۵)

یعنی لائق ہے کہ عام مراد لی جائے ۔ خواہ دینی طریقہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا عمل رہا ہو ۔ آپ نے خود اس پر عمل فرمایا ہو یا نہیں بلکہ لوگ آپ کے یا خلفاء کے حکم سے اس کے پابند رہتے ہوں ۔

۴ : تبیین شرح حسامی میں ہے ۔

وفی عرف الشرع یراد بھا طریقۃ الدین اما للرسول او للصحابۃ حتی یقال سنۃ الرسول او سنۃ الخلفاء الراشدین ۔

(مجموعۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۴)

اور عرف شرع میں سنت طریقہ دین کو کہتے ہیں خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہ خلفاء راشدین کی سنت ہے ۔

غرضیکہ سنت کا اطلاق عام ہے ۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور سنت خلفاء راشدین پر ۔ تو بیس تراویح سنت خلفاء راشدین ہے اور بیس رکعت سے کم سنت خلفاء نہیں ۔

دوسری حدیث

عن یزید بن خصیفۃ عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ وقال وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکئون علی عصیھم فی عہد عثمان بن عفان من شدۃ القیام ۔ (رواہ البیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

یعنی یزید بن خصیفہ کہتے ہیں کہ حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ سب لوگ رمضان کے مہینہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور کہا کہ لوگ پڑھتے تھے ۔

دیکھتے تھے۔ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنی لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔ بوجہ ضعف ہونے قیام کے۔

شبہ اس حدیث میں ایک راوی ابو عبد اللہ بن فنجویہ دینوری ہے اور اس کا حال معلوم نہیں کہ ثقہ ہے یا نہیں؟

جواب ابو عبد اللہ بن فنجویہ رحمہ اللہ کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ نے مرنے والے مشاہیر کے تذکرہ میں یوں ذکر کیا ہے۔

و المحدث ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین بن عبد اللہ بن فنجویہ الثقفی الدینوری الحافظ ... الخ۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۲۲)

یعنی ابن فنجویہ کو لفظ محدث سے یاد کیا ہے۔ اور ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

"عرف بہا ابو عبد اللہ الحسین بن محمد بن الحسین فنجویہ الفنجوی الدینوری الحافظ روی عن ابی الفتح محمد بن الحسین الازدی الموصلی و ابی بکر بن مالک القطیعی وغیرہما روی عنہ ابو اسحاق الثعلبی فاکثر فی تفسیرہ و یذکرہ کثیرا فیقول اخبرنا الفنجوی ... الخ"

یعنی اس نسبت فنجوی کے ساتھ حافظ ابو عبد اللہ حسین مشہور و معروف ہے۔ وہ ابو الفتح ازدی اور ابو بکر قطیعی وغیرہ محدثین سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بکثرت روایات نقل کی ہیں اور وہ ان کا ذکر بہت کرتا ہے۔ اور یوں کہتا ہے کہ ہم کو فنجوی رحمہ اللہ نے خبر دی۔

اور سمعانی نے برقان دینوری رحمہ اللہ کے شاگردوں میں اس کا نام لیا ہے۔ اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ان سے بکثرت روایت کی ہے۔

جب ذہبی رحمہ اللہ ابن فنجویہ رحمہ اللہ کو محدث لکھ رہے ہیں اور ابن اثیر جزری رحمہ اللہ اس کو مشہور و معروف اور حافظ لکھ رہے ہیں۔ اور ابو الفتح رحمہ اللہ اور ابو بکر بن مالک قطیعی رحمہ اللہ وغیرہما سے یہ روایت کر رہے ہیں اور اس سے روایت ابو اسحاق ثعلبی رحمہ اللہ کر رہے ہیں۔ تو اب ثقہ اور عادل ہونے میں کیا

شک وشبہ رہا۔

مقدمہ ابن الصلاح اصولِ حدیث کی مشہور کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں۔

عدالة الراوي تارة تثبت بتنصيص المعدلين على عدالته وتارة تثبت بالاستفاضة فمن اشتهرت عدالته بين أهل النقل أو نحوهم من أهل العلم وشاع الثناء عليه بالثقة والأمانة استغني فيه بذلك عن بينة شاهدة بعدالته تنصيصا هذا هو الصحيح في مذهب الشافعي رح وعليه الاعتماد في فن أصول الفقه۔ (ص ۴۸)

یعنی راوی کی عدالت کبھی ثابت ہوتی ہے کہ معدلین اس کی عدالت پر تصریح کردیں اور کبھی ثابت ہوتی ہے ساتھ شہرت اور استفاضہ کے۔ پس جس کی عدالت اہلِ علم کے درمیان مشہور ہو اور اس پر ثقہ ہونے کی اور امین ہونے کی تعریف شائع ہو تو وہ مستغنی ہوتا ہے ایسے بینہ سے جو اس کی عدالت پر صراحۃً شاہد ہو یہی صحیح ہے مذہب شافعی رح میں اور اسی پر اعتماد ہے۔ فن اصول فقہ میں۔ بلکہ حافظ ابو عمرو بن عبد البر نے تو اور توسیع کرکے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

كل حامل علم معروف العناية به فهو عدل محمول في أمره أبدا على العدالة حتى يتبين جرحه الخ (مقدمہ ص ۴۸)۔

یعنی ہر صاحب علم جس کا اشتغال علم کے ساتھ معروف ہو عادل ہے اور ہمیشہ عادل قرار دیا جائے گا جب تک اس پر جرح ثابت نہ ہو۔

اس روایت پر جرح محض تعصب ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے عہد میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ عہد عثمان رضی میں بوجہ طویل قیام کے لاٹھیوں پر سہارا لگاتے تھے۔

اس حدیث کو بیہقی نے معرفت میں باسنادِ صحیح روایت کیا ہے۔ نووی رح نے خلاصہ میں اور ابن العراقی رح نے شرح تقریب میں۔ اور سیوطی رح نے مصابیح میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہیں۔

تیسری حدیث

عن يزيد بن رومان أنه قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رض في

وقال الشافعی رح یقبل اذا اعتضد بمجیئه من وجه آخر یباین الطریق الاولی مسندا کان او مرسلا الخ ۔

اور شیخ الاسلام زکریا انصاری رح نے یہ تعمیم بھی کی ہے کہ مرسل کا موید گو ضعیف ہو تب بھی مرسل مقبول ہو جائے گی ۔ (حاشیہ شرح نخبہ) ۔

خطیب بغدادی رح "کفایہ ص ۳۸۴" میں لکھتے ہیں ۔

فقال بعضهم انه مقبول ویجب العمل به اذا کان المرسل ثقة عدلا وهذا قول مالک واهل المدینة وابی حنیفة و اهل العراق وغیرهم ۔

جب یہ ذہن نشین ہو چکا تو سمجھئے کہ یزید بن رومان رح کا یہ اثر اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی تائید دوسرے کئی مرسلوں سے ہوتی ہے ۔ جو عنقریب ذکر ہوں گے ۔ لہٰذا بالاتفاق مقبول اور حجت ہے ۔ علاوہ اس کے ہمارا اصل استدلال سائب رح کی حدیث سے ہے ۔ اور یزید بن رومان رح کا اثر تائید کے لئے پیش کیا گیا ہے ۔

چوتھی حدیث عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب رض امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة رواه ابوبکر بن ابی شیبة رح فی مصنفه اسناده مرسل قوی ۔

یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ایک آدمی کو کہ لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھائیں ۔

پانچویں حدیث عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث رواه ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه اسناده مرسل قوی ۔

یعنی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں لوگوں کو مدینہ طیبہ میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے ۔

چھٹی حدیث — عن معاذ قال ادركت الناس وهم يصلون ثلاثا وعشرين ركعة بالوتر (رواه ابن ابي شيبة اسناده حسن)۔

یعنی معاذ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سب لوگ تراویح کی نماز تئیس رکعت مع وتر کے پڑھتے تھے۔

ساتویں حدیث — عن ابي الخصيب قال كان يؤمنا سويد بن غفلة في رمضان فيصلي خمس ترويحات عشرين ركعة (رواه البيهقي ج ۲ ص ۴۹۶ واسناده حسن)۔

یعنی ابو الخصیب کہتے ہیں کہ ہمیں سوید بن غفلہ ماہ رمضان میں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

آٹھویں حدیث — عن نافع بن عمر قال كان ابن ابي مليكة يصلي بنا في رمضان عشرين ركعة (رواه ابو بكر بن ابي شيبة اسناده صحيح)۔

یعنی نافع بن عمر کہتے ہیں کہ رمضان میں ابن ابی ملیکہ ہم کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

نویں حدیث — عن سعيد بن عبيد ان علي بن ربيعة كان يصلي بهم في رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلاث (اخرجه ابو بكر بن ابي شيبة في مصنفه واسناده صحيح)۔

یعنی سعید بن عبید سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ انہیں پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

دسویں حدیث — عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر (الخ ابن ابي شيبة والبيهقي ج ۲ [illegible])

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

شبہ: اس حدیث کا ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان رح ہے اور وہ مجروح راوی ہے اس لئے اس کی یہ روایت ضعیف قرار دی گئی ہے۔

جواب: ابراہیم کو مجروح ثابت کرنے میں کچھ مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے۔ دیکھو ابن عدی رح ابراہیم کے متعلق کہتا ہے۔

له احادیث صالحة وهو خیر من ابراهیم بن ابی حیة (تہذیب ج ۱ ص ۱۴۵)

اس (ابراہیم) کی حدیثیں درست بھی ہیں اور ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ اور یزید بن ہارون رح جو امام بخاری رح کے استاد الاستاذ اور نہایت ثقہ ہیں اور زبردست حافظ حدیث تھے۔ ابراہیم رح کے بڑے مداح تھے فرماتے تھے۔

ما قضی علی الناس یعنی فی زمانه اعدل فی قضاء منه (تہذیب)

یعنی ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ عادل کوئی قاضی نہیں ہوا۔

تنبیہ: یزید رح سے بڑھ کر ابراہیم کا پرکھنے والا اور ان کے حالات سے باخبر ان جارحین میں کوئی بھی نہیں ہے اس لئے کہ یزید ان کے نگرین کا تب یعنی ان کے منشی تھے۔ اس لئے یزید کی شہادت ابراہیم کے علم اور دیانت داری دونوں پر زبردست شہادت ہے۔

راوی کی عدالت: اور کسی راوی کی روایت کو قبول کرنے کے لئے دو باتیں بنیادی طور پر دیکھی جاتی ہیں۔ ایک تدین اور دوسرے اس کی قوت حافظہ۔ چنانچہ اس شہادت کے بعد ابراہیم کے تدین میں تو کوئی شک نہیں رہتا۔ اب رہی قوت حافظہ۔ تو ابن عدی رح کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ابراہیم کا حافظہ بھی بہت زیادہ خراب نہ تھا۔ اس لئے کہ ابن عدی نے اقرار کیا ہے کہ ابراہیم رح کی مرویات میں درست اور ٹھیک حدیثیں بھی ہیں۔

بہر حال ہم کو اتنا تسلیم ہے کہ ابراہیم رح ضعیف راوی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ اور ابراہیم رح کی حدیث چاہے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہو مگر اس لحاظ سے وہ بے حد قوی اور مضبوط ہے کہ عہد فاروقی رض کے مسلمانوں کا علانیہ عمل بھی اسی کے موافق ثابت ہوتا ہے۔ اور ہر چہار ائمہ مجتہدین کے اقوال بھی اسی کے مطابق ہیں اور عہد فاروقی رض کے بعد سے ہمیشہ امت کا عمل بھی بلا اختلاف زمانہ کے ساتھ اسی کے موافق رہا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم نے ایک موقعہ پر اعتراف کیا ہے کہ بعض ضعیف حدیثیں بھی

جماعت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں۔ الخ (اخبار اہلحدیث مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۱۰ء)

گیارھویں حدیث

وروینا عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمہم فی رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث وفی ذلک قوۃ لہ

(بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

یعنی شتیر بن شکل سے روایت ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے وہ رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ امامت کرتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور اس میں قوت ہے۔ بیہقی نے اخیر عبارت میں تصریح کر دی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ اثر قوی ہے۔

عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم وروینا ذلک من وجہ آخر عن علی۔ (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

یعنی ابو عبد الرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قاریوں کو رمضان میں بلایا پھر ان میں سے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھاتے اور یہ اثر حضرت علی سے دوسرے طریق سے بھی آیا ہے۔ بیہقی نے اثر علی رضی اللہ عنہ کو قوی بتلایا۔ اور دوبارہ کہا دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ تو مجموعہ سے قوی تر ہو گیا کہ اس میں کلام ابن کیا تحسین بھی نہیں دوسرا طریق اگرچہ ضعیف ہو تب بھی اس کے لئے مؤید ہونا کوئی مضر نہیں۔ دوسرا طریق یہ ہے۔

عن حماد بن شعیب عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بہم عشرین رکعۃ الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ کذا فی الجوہر النقی بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

یعنی ابی الحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو امر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے بیس رکعت۔

ابی الحسناء اگرچہ ضعیف راوی ہے مگر اس کا ضعف حدیث کے مؤید ہونے کو مضر نہیں ہے۔

فعند المحدثین وان کان ضعیفا لکن صالح للتعضید ...

یعنی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن وہ متعدد طرق کے ساتھ مروی ہے۔

وهو وان كان ضعيفا فهي مجموعها تبلغ درجة الحسن

التعلیق الحسن ص ...

یعنی اگر تسلیم کیا جائے کہ حدیث کے سارے راوی ضعیف ہیں تو وہ مجموعی حیثیت سے درجۂ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔

شبہ ابوالحسناء کے متعلق تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ ابوالحسناء مجہول راوی ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب اصول حدیث کا مسئلہ ہے کہ جس شخص سے دو راوی روایت کریں تو وہ شخص مجہول العین نہیں رہتا لہٰذا جب ابوالحسناء سے ابوسعد اور عمرو بن قیس دو شخص روایت کرتے ہیں تو وہ مجہول کیسے ہوا۔ مجہول دو قسم کے ہیں۔ ایک مستور، مستور کی روایت ایک جماعت کے نزدیک مقبول ہے اور جمہور کے نزدیک اگر اس کا کوئی مؤید ہو تو مقبول ہے اور اس کا مؤید ابوعبدالرحمن سلمی کی روایت موجود ہے۔

شبہ ابوالحسناء راوی کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔

جواب ابوالحسناء دو ہیں ایک وہ ہے جو حکم بن عتیبہ سے روایت کرتے ہیں۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد کے شاگرد ہیں اور ان سے شریک نخعی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا ابوالحسناء وہ ہے جس سے ابوسعد بقال اور عمرو بن قیس روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے لہٰذا جب دونوں کے شاگرد اور استاد الگ الگ ہیں تو دونوں ایک کیسے ہوئے؟

بارہویں حدیث وقال محمد بن كعب القرظي كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان عشرين ركعة يطيلون فيها القراءة ويوترون بثلاث. الخ

قیام اللیل ص ۹۱

یعنی محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ سب لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے۔ لمبی کرتے تھے ان میں قرأت کو اور وتر تین رکعت

پڑھتے تھے۔

تیرہویں حدیث قال الاعمش کان عبد اللہ بن مسعود یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔ الخ (قیام اللیل ص ۹۱)

یعنی اعمش رحمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

چاروں امام بیس تراویح سے کم کے قائل نہ تھے

۱۔ فالمسنون عند ابی حنیفۃ رحمہ والشافعی رحمہ واحمد رحمہ عشرون رکعۃ وحکی عن مالک رحمہ ان التراویح ست وثلاثون۔ (المیزان الکبریٰ)

یعنی مسنون تراویح بیس رکعت ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اور امام شافعی رحمہ اور امام احمد رحمہ کے نزدیک۔ اور حکایت کیا گیا ہے امام مالک رحمہ سے کہ تراویح چھتیس رکعت ہیں۔

۲۔ فاختار مالک فی احد قولیہ وابوحنیفۃ والشافعی واحمد وداؤد القیام بعشرین رکعۃ سوی الوتر وذکر ابن القاسم عن مالک انہ کان یستحسن ستا وثلاثین رکعۃ والوتر ثلاث رکعات (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ...)

یعنی امام مالک رحمہ نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اور امام شافعی رحمہ و امام احمد رحمہ اور امام داؤد ظاہری رحمہ نے بیس رکعت تراویح کا قیام پسند کیا ہے اور تین رکعت وتر اس کے علاوہ۔ اور ابن القاسم رحمہ نے امام مالک رحمہ سے یہ نقل کیا ہے کہ وہ چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قیام کو مستحسن سمجھتے تھے۔

وذکر ابن القاسم عن مالک انہ الامر القدیم یعنی القیام بست وثلاثین رکعۃ۔ الخ

یعنی ابن القاسم رحمہ شاگرد امام مالک رحمہ نے امام مالک رحمہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ چھتیس رکعت کا قیام قدیم معمول ہے۔ ابن رشد مالکی رحمہ کے اس کلام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ امام مالک رحمہ نے بھی بیس تراویح کو پسند کیا ہے۔ اس کی مزید تائید قسطلانی رحمہ کی اس نقل سے ہوتی ہے۔

وقد قال المالكية انها كانت ثلاثة وعشرين ثم جعلت ستا وثلاثين ۔

یعنی مالکیہ نے کہا ہے کہ تراویح کی رکعتیں مع وتر تئیس تھیں پھر وہ مع وتر انتالیس کر دی گئیں ۔
دوسروں نے حضرت امام مالکؒ کے دو قول بتلائے ہیں۔ ایک بیس رکعت کا دوسرا چھتیس کا۔ اور گیارہ رکعت کے قول کو بیشتر اہل مذہب نے روایات میں اتنا کمزور سمجھا کہ اس کو قابل شمار قرار نہیں دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ چاروں امام بیس رکعت تراویح پر متفق ہیں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے ۔

فقہائے کرام سے بیس رکعت تراویح کا ثبوت

واختلف اهل العلم في قيام رمضان فرأى بعضهم ان يصلي احدى واربعين ركعة مع الوتر وهو قول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثر اهل العلم على ما روي عن عليؓ وعمرؓ وغيرهما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عشرين ركعة وهو قول سفيان الثوريؒ وابن المباركؒ والشافعيؒ وقال الشافعيؒ وهكذا ادركت ببلدنا بمكة يصلون عشرين ركعة وقال احمد روي في هذا الوان لم يقض فيه بشيء وقال اسحاق بل نختار احدى واربعين ركعة على ما روي عن ابي بن كعبؓ الخ

(ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۶۶)

یعنی قیام رمضان میں اہل علم نے اختلاف کیا ہے۔ بعض تو اکتالیس رکعت مع الوتر کے ہی قائل ہیں اہل مدینہ کا یہی قول ہے اور عمل بھی اسی پر ہے مدینہ میں۔ اور اکثر اہل علم بیس رکعت کے قائل ہیں۔ موافق اس کے جو حضرت علیؓ و حضرت عمرؓ وغیرہما اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے اور یہی سفیان ثوریؒ اور عبد اللہ بن مبارکؒ و شافعیؒ کا قول ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔ اور امام احمدؒ نے کہا تراویح میں مختلف روایات ہیں اس لئے کہ اکتالیس تک ہیں اس پر کوئی حکم نہیں لگایا۔ اور امام اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ ہم اکتالیس رکعت کو اختیار کرتے ہیں۔ موافق اسکے جو حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے ۔ (انتہیٰ)

دیکھو زمانہ نبوی میں یا صحابہ کرام رضی یا تابعین رح یا تبع تابعین رح کے زمانہ میں کہیں جماعت آٹھ کی ہوئی یا اکیلا آدمی مشہور و معروف کوئی فقیہ یا امام آٹھ رکعت پڑھتا تو امام ترمذی ضرور اسکا تذکرہ کرتے۔ امام حسن علی شافعی لکھتے ہیں۔

"ومن عباداته التراويح عشرون ركعة - الخ"

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

شیخ منصور بن ادریس حنبلی رح "کشاف القناع عن متن الاقناع" ص ۲۰۰ میں لکھتے ہیں

"وهي عشرون ركعة في رمضان الخ"

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں۔ "شرح منتہی الارادات" ص ۲۴۹ ج ۱ میں فرماتے ہیں

"وهي عشرون ركعة في رمضان جماعة الخ"

یعنی تراویح بیس رکعت ہیں رمضان میں جماعت سے۔ "توشیح شافعیہ" میں ہے۔

"والثالث منها صلوة التراويح وهي عشرون ركعات ولو فرادى وتسن الجماعة الخ"

یعنی اور ان میں سے تیسری نماز تراویح ہے اور وہ بیس رکعات ہیں اگرچہ اکیلا ہی پڑھے اور جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے۔ اور روضہ میں ہے۔

"ومنه صلوة التراويح عشرون ركعة بكل ركعتين بتسليمة - الخ"

یعنی صلوۃ تراویح کی بیس رکعت ہیں ہر دو رکعت ایک سلام سے ہونی چاہئے۔

(کتب مالکیہ) "وتأكد صلوة التراويح في رمضان عشرون ركعة بعد صلوة العشاء يسلم من كل ركعتين الخ" (انوار ساطعہ)

یعنی رمضان میں نماز عشاء کے بعد بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔

(کتب حنابلہ) "التراويح سنة مؤكدة عشرون ركعة برمضان والاصل في مسنونيتها الاجماع" - (نیل المآرب)۔

یعنی رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور ان کا سنت ہونا اجماع سے ثابت ہے۔ الغرض جمہور صحابہ کرام رضی اور ائمہ اربعہ رح اور جمہور مسلمین کا مذہب یہی ہے کہ تراویح بیس ہیں

بجز کسی کا مذہب نہیں۔

تعامل و توارث

وهكذا جرى التوارث من زمن امير المؤمنين عمر رضي الله تعالى عنه الى هذا الآن وهذا الاحكام مما اتفق عليه فقهاء المذاهب الاربع من غير خلاف۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے کر آج تک یہی توارث اور تعامل ہے اور یہ ان احکام میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ کے فقہاء بغیر کسی اختلاف کے متفق ہیں۔

عن علي رضي الله عنه انه امر رجلا يصلي بهم في رمضان عشرين ركعة وهذا كالاجماع (مغني لابن قدامة جز ۲ ص ۱۶۸)۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور یہ مثل اجماع کے ہے۔

امام نووی شافعی لکھتے ہیں۔

ثم استقر الامر على عشرين فانه المتوارث۔ الخ

یعنی پھر بیس رکعت پر امر مستقر ہو گیا یہی ہی متوارث اور مسلسل عمل ہے۔

ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

ولكن اجمعت الصحابة على ان التراويح عشرون ركعة (مرقاة)

لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ وهو الذي يعمل به اكثر المسلمين۔ الخ۔

یعنی اور اکثر اہل اسلام اسی پر عامل ہیں۔

اہل حدیث علماء سے بیس تراویح کا ثبوت

پس منع از بست و زیادہ چیزے نیست الخ (عرف الجادی ص ۸۴)

پس منع کرنا بیس تراویح یا زیادہ سے کوئی چیز نہیں ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

" پس آں بزیادت عامل بسنت ہم باشد الخ " (ہدایۃ السائل ص ۱۱۰)

گیارہ سے زیادہ تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے۔

نیز فرماتے ہیں۔

" اما آنکہ جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند و در ہر رکعتے قرآنے معین را مستحسن داشتہ ایں عدد بخصوصہ ثابت نشدہ ولیکن مجمل چیزے ہست کہ برآں ایں معنی صادق است کہ

انہ صلوٰۃ انہ جماعۃ و انہ فی رمضان

پس حکم بتبدیع آں حسبے نیست۔ (مجموعۃ الافتاوی ص ۳۵۶)

ترجمہ :- لیکن جو اہل علم کی ایک جماعت نے اس نماز کو بیس رکعت قرار دیا ہے اور ہر رکعت میں معین قرأت کو مستحسن رکھا ہے یہ عدد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لیکن ایک مجمل چیز ہے جس پر یہ صادق ہے کہ یہ نماز ہے یہ جماعت ہے یہ رمضان میں ہے پس اس کے بدعت ہونے کا حکم لگانے کا کیا معنی؟

نیز فرماتے ہیں۔

ان صلوٰۃ التراویح سنۃ باصلہا لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاھا فی لیالی ثم ترکھا شفقۃ علی الامۃ ان لا تجب علی العامۃ او یحسبوھا واجبۃ ولم یأت تعیین العدد فی الروایات الصحیحۃ المرفوعۃ ولکن یعلم من حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان ما لا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم ان عددھا کان کثیرا۔

(الانتقاد الرجیح ص ۶۱)

ترجمہ :- نماز تراویح اپنی اصل کے لحاظ سے سنت ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے چند راتوں میں تراویح پڑھی ہیں پھر اس اندیشہ سے کہ لوگوں پر واجب نہ ہو جائیں و نیز لوگ انہیں واجب نہ سمجھیں پڑھنا ترک فرما دیا۔ اور روایات صحیحہ مرفوعہ میں کسی جگہ بھی عدد کا تعیین نہیں آیا لیکن اس حدیث سے کہ

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجتهد في رمضان ما لا يجتهد في غيره - رواه مسلم -

معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کا عدد کثیر ہے۔

تطبیق

اب اگر بالفرض گیارہ کا ثبوت ہو تو یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے گیارہ کا حکم دیا اور قرات لمبی کی۔ پھر جب اس کو مشقت سمجھا تو قرات میں تخفیف کر دی اور تعداد بڑھا کر بیس رکعت کر دیں اور وتر تین رکعت کے علاوہ ہیں۔ مجموعہ تئیس رکعت ہوئیں۔

علامہ سبکی رحمہ ابن عبد البر رحمہ سے اسی طرح تطبیق نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

قال السبكي عن ابن عبد البر انهم كانوا في وقت تطويل القيام يصلونها احدى عشرة ركعة وفي وقت عدد الركعات فيصلونها عشرين وقد استقر العمل على هذا۔ (هداية السائل ص [illegible])

یعنی ابن عبد البر رحمہ سے سبکی نے نقل کیا ہے کہ ایک وقت میں طول قرات کو ملحوظ رکھتے ہوئے گیارہ رکعت کو مقرر کر دیا۔ دوسرے وقت عدد رکعات بڑھا دیا تو بیس رکعت کو مقرر کر دیا۔ بے شک عمل سب امت کا اسی بیس رکعت تراویح پر مستقر ہوا۔

علامہ قسطلانی رحمہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں۔

قال القسطلاني رح في شرح البخاري جمع البيهقي بانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم قاموا بعشرين و اوتروا بثلاث وقد عدوا ما وقع في زمان عمر كالاجماع۔ (رجوع المسائل ص [illegible])

یعنی قسطلانی رحمہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بیہقی رحمہ نے اس طرح جمع کیا ہے کہ لوگ پہلے گیارہ رکعت سے قیام کرتے تھے۔ پھر بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنے لگے۔ اور تحقیق شمار کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوا اجماع کی طرح۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے۔

« من رأى منكم منكرا فليغيره بيده الخ »

یعنی جو تم سے خلاف شرع بات ہوتے ہوئے دیکھے تو چاہیئے کہ اس کو ہاتھ سے اور زبان سے اور دل سے بدل ڈالے۔

اگر بیس خلاف شرع ہوتیں تو ہزاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ کے زمانہ میں اور مابعد میں لاکھوں علماء ہوتے ہیں کوئی تو ان پر انکار کرتا۔ اور جب کسی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

وروى أسد بن عمرو عن أبي يوسف قال سألت أبا حنيفة عن التراويح وما فعله عمر رضي الله تعالى عنه فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرصه عمر رضي الله تعالى عنه من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يأمر به الا عن أصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا في مراقي الفلاح نقلا من الاختيار (صفحہ ۲۲۴)۔

وفيه اشعار بكون التراويح سنة مؤكدة على الحال التي امر بها عمر رضي الله عنه وهي عشرون ركعة. انتهى (اعلاء السنن ج ۷)

ترجمہ

اسد بن عمروؒ امام ابو یوسفؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے متعلق سوال کیا تو ارشاد فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی طرف سے نہیں گھڑا اور نہ ہی بدعتی ہی تھے کہ ان کے پاس کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو اس کا حکم دیا ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کے پاس کوئی دلیل ضرور موجود ہوگی۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بیس رکعت تراویح اسی حال پر سنت مؤکدہ ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔

۲۔ ایک تطبیق کی صورت یہ ہے کہ آپ نے اکیس، تئیس کا حکم باعتبار مجموع کے دیا تھا۔ یعنی بیس واحد کر کے بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا اور وتر ایک رکعت یا تین رکعت کبھی یہ پڑھاتے اور کبھی وہ پڑھاتے۔ (اوجز المسالک، ص ۲۹۴، ج ۲)

بیس رکعت کے متعلق دوسرے علماء امت کے اقوال

ہر چند کہ تابعین اور اتباع تابعین کے خیر القرون میں بعض اکابر بیس سے زیادہ رکعت بھی پڑھتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مدینۃ الرسول میں جو مہبط وحی اور انوار رسالت کا مطلع ہے ڈیڑھ دو سو سال تک برابر چھتیس رکعتیں معمول بہا رہی ہیں۔ تاہم انجام کار بیس پر ہی ساری امت کا اتفاق ہو گیا اور حالت بدستور سابق عود کر آئی۔ اور اصل یہ ہے کہ بعض بزرگ چاروں درمیانی وقفوں میں جن کو ترویحے کہتے ہیں چار چار رکعتیں بلا جماعت ادا کر کے تعداد رکعت چھتیس تک پہنچا دیتے تھے لیکن جماعت بیس ہی رکعتوں کی ہوا کرتی تھی۔ اور گو صراحت کے ساتھ نام بنام سب علماء حق کا مسلک کتابوں میں مذکور نہ ہو۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ خیر القرون کے بعد بھی تمام علماء اہل سنت والجماعت بیس ہی کا حکم دیتے تھے اور ترویحوں کے زائد نفلوں سے دستبردار ہو کر گویا بیس ہی پر عمل پیرا رہے۔ ذیل میں ان علماء و صلحاء متاخرین کے اسماء گرامی درج کئے جاتے ہیں جن کی نسبت صراحتہً مذکور ہے کہ وہ بیس رکعت کے قائل تھے۔

امام ابن عبد البرؒ :-

حافظ امام ابن عبد البرؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک تئیس (بیس تراویح اور تین وتر) کی روایت معتبر ہے۔ اور امام مالکؒ کی روایت جس میں گیارہ رکعت (آٹھ تراویح اور تین وتر) مذکور ہیں وہم ہے امام مالکؒ کے سوا دوسرے محدثین نے اکیس رکعتیں بتائی ہیں اور میں امام مالکؒ کے سوا کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جس نے گیارہ رکعت کی حدیث کا ذکر کیا ہو۔

(المصابیح مترجم مطبوعہ عثمانی برقی پریس امرتسر)

حافظ مغرب شیخ الاسلام امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البرؒ قرطبی ۳۶۸ھ میں ہسپانیہ کے شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ حفظ اور اتقان میں اہل زمانہ کے استاد تھے۔ باجی کا قول ہے کہ اندلس (اسپین) بھر کے اندر کوئی عالم علم حدیث میں ان سے برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔

ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں کہ کتاب تمہید ہمارے دوست ابو عمرؒ (ابن عبد البرؒ) کی تصنیف ہے فقہ، حدیث میں کوئی کتاب اس تصنیف کی ہم پایہ نہیں چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ علامہ ابن عبد البرؒ تمام علوم میں بیش بہا تالیفات رکھتے ہیں۔ ان کی ایک مشہور آفاق کتاب "کافی" جو امام مالکؒ کے مذہب پر ہے چند جلدوں میں ہے۔ کتاب "استیعاب" میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حالات

قلمبند کئے ہیں۔ یہ ایسی بلند پایہ تصنیف ہے کہ جس کی مثل کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ ان کی بہت سی دوسری بلند پایہ تصنیفات بھی ہیں۔ جن کے نام "تذکرۃ الحفاظ" میں درج ہیں۔

حدیث، فقہ اور معانی میں بصیرت تامہ رکھنے کے علاوہ علم نسب و انساب کے بھی بڑے ماہر تھے۔ ثقہ، حجت اور صاحب سنت و اتباع تھے۔ پہلے ظاہری تھے۔ پھر مالکی مذہب اختیار کر لیا تھا۔

حمیدی کا بیان ہے کہ ابو عمرو فقیہ، حافظ، قرأت و خلاف اور علوم حدیث و رجال کے بڑے فاضل اور قدیم السماع بزرگ تھے۔ عمر کی پچانوے منزلیں طے کر کے ۴۶۳ھ میں واصل بحق ہو گئے بیہقی کے ہمعصر اور عمر میں ان سے سولہ سال بڑے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد اول صفحہ ۳۰۳)

امام محمد غزالیؒ۔

حکیم الامت امام محمد غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

التراويح وهي عشرون ركعة وكيفيتها مشهورة وهي سنة مؤكدة.

(احیاء العلوم، جلد اول، ص ۱۳۲)

تراویح بیس رکعت ہیں اور اس کے پڑھنے کا طریقہ مشہور و معروف ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے۔

قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانیؒ۔

حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز رقم فرماتے ہیں۔

"صلاة التراويح سنة النبي صلى الله عليه وسلم وهي عشرون ركعة"

(غنیۃ الطالبین، ص ۲۶۴ - ۲۶۵)

نماز تراویح حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے بیس رکعت ہے۔

امام ابن قدامہ حنبلیؒ۔

امام ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ المتوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں۔

"والمختار عند أبي عبد الله فيها عشرون ركعة وبهذا قال الثوري وأبو حنيفة والشافعي، وقال مالك: ستة وثلاثون وزعم أنه الأمر القديم وتعلق بفعل أهل المدينة ولنا أن عمر رضي الله عنه لما جمع الناس على أبي بن كعب كان يصلي بهم عشرين ركعة."

[مغنی ابن قدامہ مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۸۰۳]۔

عام اہل علم کے نزدیک بیس رکعت مختار ہیں۔ سفیان ثوری رح ابوحنیفہ رح اور شافعی رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے اور امام مالک رح چھتیس رکعت کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر قدیم ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو ابی بن کعب رض کی اقتداء پر جمع کیا تو وہ بیس رکعت ان کو پڑھایا کرتے تھے۔

امام نووی رح:۔ امام محی الدین نووی رح شارح مسلم فرماتے ہیں۔

اعلم ان صلوٰۃ التراویح سنۃ باتفاق المسلمین وھی عشرون رکعۃ۔ (کتاب الاذکار، ص ۸۳)۔

یاد رکھو کہ نماز تراویح سنت ہے تمام مسلمان اس مسئلہ پر باہم متفق ہیں اور یہ بیس رکعت ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ رح:۔ شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقد ثبت ان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی رمضان ویوتر بثلاث فرای کثیر من العلماء ان ذلک ھو السنۃ لانہ قام بین المہاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ، ج ۱، ص ۱۹۶)۔

یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو رمضان میں تراویح کی بیس رکعت اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے اسی بنا پر اکثر علماء بیس رکعت کو ہی سنت قرار دیتے ہیں کیونکہ ابی رض حضرات مہاجرین و انصار رض کی جماعت میں بیس رکعت کا قیام فرماتے تھے اور ان حضرات میں سے کسی نے بھی ان پر انکار نہ کیا۔

علامہ سبکی رح:۔ علامہ سبکی رحمہ اللہ "منہاج" میں لکھتے ہیں کہ۔

• اس بات کا یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے ان راتوں میں کتنی رکعات پڑھائیں اور ہمارا مذہب بیس رکعت پڑھنے کا ہے۔ (المصابیح مترجم ص ۱۰ مطبوعہ مصری)۔

علامہ عینی رح:۔ علامہ بدرالدین عینی رح شارح بخاری رح بھی بیس رکعت کے قائل تھے چنانچہ انھوں نے شرح بخاری میں اس کے بڑے بڑے دلائل قلمبند کئے ہیں اور اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں۔

وقال ابن عبد البر وھو قول جمھور العلماء وبہ قال الکوفیون

والشافعیؒ واکثر الفقہاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من
غیر خلاف من الصحابۃ۔ (عینی شرح بخاری)

حافظ ابن عبد البرؒ نے فرمایا ہے کہ جمہور علماء کا قول بیس رکعت کا ہے اور مجتہدین کوفہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد اور سفیان ثوریؒ اور شافعیؒ اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طور پر یہی ثابت ہوا ہے۔ اور کوئی صحابی اس مسلک کے خلاف نہیں گیا۔

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانیؒ :- شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ولعلہم فی وقت اخر تجوزوا تطویل القیام علی عدد الرکعات فجعلوھا
عشرین وقد استقر العمل علی ھذا۔ (المصابیح، ص ۱۸)۔

اور شاید صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کسی وقت قیام کی طوالت کو مختصر کرکے اور رکعتیں بڑھا کر بیس کر دیں اور پھر بیس پر ہی عمل مستقر و استمرار ہو گیا۔

امام عبد الوہاب شعرانیؒ :- امام عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ومن ذلک قول ابی حنیفۃ والشافعی، واحمد رحمہم اللہ ان
صلاۃ التراویح فی شہر رمضان عشرون رکعۃ وانہا فی الجماعۃ
افضل۔ (میزان شعرانیؒ، ص ۱۴۸)۔

اور اسی قبیل سے امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہم اللہ کے اقوال ہیں کہ نماز تراویح ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت ہے اور اس کا باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔

علامہ شامیؒ :- علامہ ابن عابدین شامی الدر المختار کی شرح میں لکھتے ہیں۔

التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اجماعاً بعد
صلاۃ العشاء وھی عشرون رکعۃ وھو قول الجمہور وعلیہ عمل
الناس شرقاً وغرباً۔ (رد المحتار، ج ۱، ص ۴۹۴)۔

تراویح باجماعت سنت مؤکدہ ہے کیونکہ اس پر خلفاء راشدین ؓ نے مواظبت فرمائی۔ اس کا وقت نماز عشاء کے بعد ہے اور اس کی رکعتیں بیس ہیں۔ یہی جمہور علماء کا قول ہے اور اسی پر شرق و غرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

خاتمہ

۱ - اہلِ حدیث گیارہ رکعتیں تراویح کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے میں اپنے سلف کے مخالف ہیں کیا نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم اور میر ابوالحسن صاحب ، مولوی وحید الزمان صاحب علامہ شوکانی ، علامہ سبکی ، علامہ ابن تیمیہ نے بخاری شریف نہیں پڑھی تھی ؟ واس لئے آج کل کے اہلِ حدیث امہات الکتب سے گیارہ کا ثبوت دیتے ہیں ۔ تو وہ ذرا یہ بھی بتا دیں کہ بارہ ماہ کی نماز تہجد کیوں نہ ہو ۔ بہرحال یہ بتلائیں کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا مذکورہ حضرات کو ۔

۲ - پہلی رات جب کہ تہائی رات تک تراویح پڑھی تھیں ۔ اس میں آٹھ رکعت تھیں اس کے بعد آخر رات تک کچھ نہیں پڑھا مگر کس دلیل سے ثابت کیا جاسکتا ہے کہ سو گئے تھے یا پچھلے پہر پڑھتے رہے یا خاموش بیٹھے رہے تھے جیسے نماز میں بیٹھے ہیں یہ حدیث (احیا اللیل یعنی ساری رات جاگتے رہے) کے خلاف ہے ۔

۳ - عہد فاروقی سے لے کر اب تک یعنی ۱۴ صدیوں کے اواخر تک بیس رکعت یا بیس رکعت سے زائد کے سب لوگ قائل رہے ہیں اور کسی مسجد میں جماعت آٹھ کی نہیں ہوا کرتی تھی ۔ اگر کہیں یا کسی مسجد میں آٹھ رکعت کی ہوتی تھی تو اس کو صاف واضح کیا جائے ۔

۴ - نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم کی تحقیق میں بیس رکعت تراویح پڑھنے والا بھی سنت پر عامل ہے اور مکروہ نہیں ہے ۔

۵ - اہلِ حدیث کی جرح بیس رکعت تراویح پر اصولِ حدیث کی رو سے بھی صحیح نہیں ہے ۔

۶ - حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر جماعت آٹھ رکعت تراویح کی ہوئی ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو ۔

۷ - حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کبھی مسجد کے اندر آٹھ رکعت تراویح کی جماعت ہوئی ہو یا کسی نے بیس رکعت تراویح سے انکار کیا ہو تو اس کا ثبوت پیش کیا جائے ۔

۸ - سلف میں سے کس نے مسجد میں آٹھ تراویح باجماعت پڑھی اور اس پر انکار نہیں کیا ؟ کس سن میں ؟ اور کس شہر میں ؟

۹ - بخاری شریف میں قاعدہ لکھا ہے ۔

" انما یوخذ من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الآخر فالآخر ۔ "

اس قاعدہ کی رو سے آخری فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول کے لئے ناسخ ہوگا۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری رات عشاء سے سحری تک تراویح پڑھائی تھیں تو اہل حدیث کو چاہئے کہ سنت کی اتباع میں ساری رات قیام کیا کریں یہاں تک کہ سحری ہوجائے۔

۱۲۔ اور اس میں صریحاً تصریح ضروری ہے کہ آٹھ رکعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھیں یا بیس رکعت یا زیادہ بھی ہے۔

۱۱۔ محمد بن یوسف کے شاگردوں میں اختلاف ہے۔ اس میں آٹھ رکعت متعین نہ ہوئیں۔ کسی نے آٹھ نقل کی ہیں، کسی نے گیارہ اور کسی نے بیس رکعت روایت کی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ پہلے نقل کو دیکھتے ہیں اور آخری نقل کو نہیں دیکھتے جس پر کہ اہل سنت کا عمل مستقر ہوا اور بیس رکعت ہے۔ جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

ثم استقر الامر علی عشرین رکعة فانه المتوارث .

یعنی پھر تراویح کا معاملہ بیس رکعت پر مستقر ہوگیا۔ اور یہی اہل اسلام کا مسلسل عمل ہے۔

○

کتبہ

سیف اللہ خالد قادری غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ

شاہ جمال کالونی لاہور

زید کے ذمہ کافی نمازیں قضاء ہیں جن کا اندازہ تین چار سال کے برابر ہے ۔ اب وہ ان کو ادا کرنا چاہتا ہے ۔ کیا وہ یہ نمازیں صبح کی اذان کے بعد اور نماز یعنی فرائض کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے کیونکہ وقت تھوڑا ہے ؟

الجواب بعون الوہاب قضاء نمازیں تین اوقات کے علاوہ جس وقت دل چاہے کر سکتا ہے ۔ جن تین اوقات میں نماز قضاء کرنا درست نہیں وہ یہ ہیں :

١ ۔ طلوع شمس کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے ۔

٢ ۔ استواء شمس کے وقت یہاں تک کہ زوال ہو جائے ۔

٣ ۔ سورج کے زرد ہونے کے وقت سے غروب ہونے تک ۔

ان تینوں اوقات میں کوئی فرض نماز قضاء نہیں کی جا سکتی اور نہ نوافل پڑھنا درست ہے ۔ "نور الایضاح" میں ہے ۔

ثلاث اوقات لا يصح فيها شئ من الفرائض له عند طلوع الشمس الى ان ترتفع و عند استوائها الى ان تزول و عند اصفرارها الى ان تغرب ۔ فلصحة ذلك صرت ثم ليس للقضاء وقت معين بل جميع اوقات العمر وقت له الا ثلاثة وقت طلوع الشمس و وقت الزوال

ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلوة في هذه الا وقات هكذا في البحر الرائق — وعالمگیری ج ۱ ص ۵۲۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ — ۲۴/
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۳۹۰ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

نمازوں کا اضافی ثواب اصل نمازوں میں محسوب نہیں ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار اور بیت اللہ شریف میں پڑھی ہوئی ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ ملتا ہے۔ اگر کسی شخص کے ذمہ فرض نمازیں رہ گئی ہوں تو کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بروز قیامت بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی نمازوں کا ثواب، فرض نمازوں کے بدلے قبول فرمائیں گے؟

الجواب ضابطہ کے لحاظ سے یہ اضافی ثواب فرض وقت کی جگہ محسوب نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ ارحم الراحمین محسوب کرلے یا ویسے ہی مطالبہ نہ کرے تو وہ اس کی شان کریمی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — ۳/
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۴۰۰ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قضاء نماز پڑھنے والا وقتیہ پڑھنے والے کی اقتداء نہیں کرسکتا

ظہر کی نماز پڑھ لینے کے بعد ایک مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ابھی جماعت تیار ہو رہی تھی میرے ذمہ ایک اور دن کی ظہر باقی تھی تو سوچا کہ اس کی قضاء کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جاؤں پھر خیال آیا کہ شاید اس طرح جائز بھی ہے یا نہیں۔ یہ سوچ کر رک گیا۔ تو کیا اس طرح جماعت کے ساتھ کوئی پچھلی رہی ہوئی نماز قضاء پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں؟

محمد لطف اللہ خالد ۳۵۳ ربن شاہ جمال ٹاؤن، لاہور

صاحبِ ترتیب پہلے قضاء پڑھے پھر وقتیہ ادا کرے

زید صاحبِ ترتیب ہے ایک دفعہ اس کی سفر کی حالت میں چار نمازیں قضاء ہو گئی تھیں اور جب وہ گھر پہنچا تو عشاء کی جماعت ہو رہی تھی۔ کیا وہ اب وقتی نماز ادا کرے یا پہلے قضاء کرے جا بدل نمازوں کی جمعیت تو ہو جاء۔

احسان اللہ فاروقی بہاولپور

الجواب: اگر زید اصطلاحاً صاحبِ ترتیب ہے تو اسے پہلے قضاء نمازیں ادا کرنی چاہئیں خوفِ فوتِ جماعت عذر نہیں۔

الترتيب بين الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم۔

(قوله) الا اذا ضاق الوقت المستحب ونسيت الفائتة اھ۔

(در مختار علی الشامیۃ، ج۱، ص ٥٣٦)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح — محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۲/۱۰ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

فدیہ کی رقم اپنے بھائیوں کو دینے کا حکم

ہندہ فوت ہوگئی اس نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی۔ اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے ذمے ایک ماہ کے روزے اور نمازیں باقی ہیں ان کا فدیہ ادا کر دینا۔ اس کا بیٹا بھی زیادہ مالیت نہیں رکھتا۔ وہ کہتا ہے کہ میرے بھائی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میں فدیے سے ان بھائیوں پر خرچ کر دوں۔ کیا وہ بھائیوں پر خرچ کر سکتا ہے؟

الجواب: زید اگر اپنے مال سے یہ فدیہ دے رہا ہو تو فدیہ کی یہ رقم اپنے بھائیوں کو دے سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان	۱۴/۵/۱۴۰۳ھ

قضاء نمازوں کا فدیہ اصول و فروع کو دینا جائز نہیں

ہمارے والد صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ انتقال سے پہلے شدید بیماری کی حالت میں تین ماہ کی نمازیں قضاء ہو گئی تھیں۔ قضاء نمازوں کی رقم مسکین بیوہ بہن خالدہ کو دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ یہ واضح ہو کہ ہماری بیوہ بہن کا کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔ نیز ہماری بہن میت کی سگی بیٹی ہے میت نے مرنے سے پہلے اس سلسلہ میں کوئی وصیت وغیرہ نہیں کی؟

الجواب مسمات خالدہ کو میت مرحوم کے ترکہ سے اس کی نمازوں کا فدیہ نہ دیا جائے۔ کیونکہ صدقات واجبہ اصول و فروع کو دینے کی اجازت نہیں۔ نمازوں کا فدیہ بھی میت مرحوم کے ذمہ واجب تھا اور اس کی ادائیگی بھی ترکہ سے کی جا رہی ہے۔ ہاں اگرچہ تبرعاً دے دیا ہے لیکن کفایت تو میت کی جانب سے ہوگی۔

وفی مجمع ما قال فی تبرع الوارث بالاطعام فی الصوم یجزیه ان شاء الله تعالیٰ الخ مراقی الفلاح ص ... فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲/۲/۱۳۹۳ھ

طویل بیہوشی میں رہی ہوئی نمازیں معاف ہیں

ایک بیمار کی حالت یہ ہے کہ بے ہوشی کی وجہ سے حواس درست نہیں۔ نماز ادا کرنے پر بوجہ بیماری قادر نہیں کیا وہ فدیہ کی وصیت کرے یا کیا حکم ہے؟

الجواب ایسی بے ہوشی کی حالت میں اگر ایک دن رات سے زیادہ کی نمازیں قضاء ہو جائیں تو وہ ساقط ہیں ان کا ادا کرنا یا فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں۔

کما فی الدر المختار وان تعذر الایماء برأسه وکثرت الفوائت بان زادت علی یوم ولیلة سقط القضاء عنه الخ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح ۔ بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ھذا۔

مروجہ قضاء عمری کسی حیثیت سے بھی جائز نہیں

جمعۃ الوداع میں جھنگ کی ایک بڑی مسجد میں علماء کرام کے مابین اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا کہ اگر کسی سے عمر بھر کی نمازیں قضاء ہوئی ہوں تو وہ جمعۃ الوداع میں صرف پانچ نماز بہ نیت قضاء عمری باجماعت مع الاذان و الاقامۃ نکلی و حدہ منہا پڑھنے سے ذمہ بری ہو جاتا ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ غلط ہے بلکہ جو نماز قضاء ہو جائے اس کا قضاء پڑھنا ضروری ہے ورنہ ذمہ فارغ نہیں ہوتا اور قضاء عمری مروجہ مذکورہ بالا بدعت ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ آخر نماز تو ہے اس سے تو بہتر ہے کہ لوگ بازاروں میں پھرتے رہیں۔ کیا اس قضاء عمری کا کوئی ثبوت ہے؟

ڈاکٹر میر گل اکبر شاہ جھنگ

الجواب احادیث صحیحہ اور کتب معتبرہ میں قضاء عمری کا مسئلہ نہیں ملتا اور مسئلہ حکم خداوندی کو کہتے ہیں۔ تو جب تک باسناد معتبرہ اس مسئلہ کی نسبت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مجتہدین کی طرف ثابت نہ ہو تو یہ شریعت اور خداوند قدوس پر افتراء ہوگا کہ یہ بھی حق سبحانہ کا حکم ہے اور واقع میں حکم ہونا ثابت نہیں۔ کفار نے چند من گھڑت مسئلے بنا رکھے تھے حق تعالیٰ نے ان کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

سیجزیہم بما کانوا یفترون۔ (پ ۸، سورۃ انعام رکوع ۲)

آگے چل کر اسی سلسلہ میں مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم

ان اللہ لا یہدی القوم الظلمین۔ (پ ۸، رکوع ۲)

اس سے معلوم ہوا کہ من گھڑت مسئلہ کو منسوب کرنا افتراء علی اللہ اور نہایت ظلم ہے۔ لہٰذا فریق اول کی غلطی واضح ہوگئی۔ غلط مسئلہ بحیثیت خیر ایجاد کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ افتراء علی اللہ کی معصیت شدید ترین ہے۔ بعض صوفی مزاج بزرگوں نے لوگوں کی ترغیب کے پیش نظر ثواب کی حدیث وضع

احتیاط کی بناء پر نمازیں قضاء کر رہے ہوں تو مغرب اور وتر چار چار رکعت پڑھیں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام مسئلہ ذیل میں کہ نماز مغرب کی قضائے عمری کے بارے میں سوال ہے۔

۱: قعدہ اولیٰ میں "التحیات" کہاں تک پڑھی جائے۔ یعنی تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعا ختم کی جائے یا نہ؟

۲: دوسرے قعدہ میں "التحیات" کہاں تک پڑھی جائے یعنی تشہد کے ساتھ درود شریف اور دعا ختم کی جائے یا نہ؟

۳: قعدہ اولیٰ سے کھڑے ہو کر تیسری رکعت ثناء سے شروع کی جائے یا الحمد سے، اور الحمد کے بعد ضم سورت کی جائے یا نہ؟

۴: دوسرے قعدہ سے کھڑے ہو کر چوتھی رکعت ثناء سے شروع کی جائے یا الحمد سے۔ اور الحمد کے بعد ضم سورت کی جائے یا نہ؟

نعمت علی ننگلیور، ضلع تھانہ

الجواب ایسی نمازیں جو احتیاطاً قضاء کی جا رہی ہوں، چونکہ وہ نوافل ہیں لہٰذا مغرب اور وتر چار چار رکعت پڑھیں۔ اور ایسی نمازوں کے ہر قعدہ میں دعا تک پڑھنا مناسب ہے۔ ایسے ہی تیسری رکعت میں ثناء بھی پڑھیں۔ اور سورت بھی ملائیں۔ چوتھی رکعت میں ثناء نہ پڑھیں سورت ملائیں۔ واضح رہے کہ یہ قضاء بعد فجر و عصر مکروہ اوقات میں نہ پڑھیں۔

ومن قضى صلوة عمره مع أنه لم يفته شيء منها احتياطاً قيل يكره وقيل لا لأن كثيراً من السلف قد فعلوا ذلك لكن لا يقضي في وقت مكروه فيه النافلة والأفضل أن يقرأ في الأخريين السورة مع الفاتحة لأنها نوافل من وجه فلأن يقرأ الفاتحة والسورة في أربع الفرض هو احتياط أولى من أن يدع

فالواجب في النفل ركعتين حتى يوقت ويقعد قدر التشهد في ثالثة ثم يصلي ركعة رابعة فاتت كان وترا فقد اداه وان لم يكن فقد صلى تطوعا اربعا ولا يضره القعود وكذا يصلي المغرب اربعا بخلاف قضاء الفوائت۔ اهـ (طحطاوي۔ ص٣٣٦) فقط والله اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ١٠/٢/١٤٠١ھ

ایک دن رات کی نمازوں کا فدیہ بارہ سیر گندم ہے

ایک عورت جو کہ ساری عمر پانچ وقت باقاعدگی سے نماز ادا کرتی تھی جب مرض الموت میں مبتلا ہوئی تو چالیس روز کی نمازیں قضاء ہو گئیں۔ اس نے کوئی وصیت بھی نہیں کی اور وہ فوت ہو گئی جب کہ اس کی ایک لڑکی ہے جو کہ اپنی والدہ کی چالیس روز کی قضاء نمازوں کا فدیہ دینا چاہتی ہے۔ مگر وہ فدیہ دے تو فی نماز کتنا ادا کرے۔ مرحومہ کے نام جو زمین تھی وہ اپنی لڑکی کے نام کروا دی ہے۔

الجواب ایک نماز کا فدیہ نصف صاع (دو سیر) گندم یا اس کی قیمت ہے۔ وتر دن کا فدیہ مستقل ہے۔ گویا بارہ سیر گندم ایک دن کا فدیہ ہے۔ مراقی میں ہے۔

وكذا يخرج للصلوة لكل وقت حتى الوتر نصف صاع من بر او قيمته وان لم يوص وتبرع عنه وليه او اجنبي جاز ان شاء الله تعالى۔ الخ۔ (ص٢٣٤) فقط والله اعلم۔

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ٥/٣/١٤٠١ھ

قضاء فوائت کی وجہ سے سنن مؤکدہ ترک نہ کرے

زید کے ذمہ زندگی کی بہت سی نمازیں باقی ہیں وہ چاہتا ہے کہ ان کی قضاء کرنا ہے مگر اسطرح

کو فرائض کے ساتھ جو سنن مؤکدہ وغیر مؤکدہ ہیں ان کی جگہ وہ قضاء نمازیں پڑھا کرے۔ تو کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب قضاء نمازوں کی وجہ سے سنن مؤکدہ ترک نہ کرے البتہ سنن غیر مؤکدہ اور عام نوافل کی بجائے قضاء نمازیں پڑھ لینا بہتر ہے۔

والاشتغال بالفوائت اولیٰ واھم من النوافل الا سنن المعروفة وصلوة الضحی وصلوة التسبیح والصلوات التی رویت فی الاخبار فیھا سور معدودة واذکار معھودة فتلک بنیة النفل وغیرھا بنیة القضاء۔ اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۵) فقط واللہ اعلم۔

العبد محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۳/۲/۱۴۰۰ھ

قضاء نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ توبہ بھی ضروری ہے

فضائل نماز میں مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں۔

" روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال من ترک الصلوۃ حتی مضی وقتھا ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنۃ۔ الخ "

اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز چھوڑنے کے بعد اگر پھر وہ قضاء بھی پڑھ لے تو بھی ایک حقب جہنم میں رہے گا۔ سوال یہ ہے کہ جب اس نے قضاء بھی پڑھ لی تو پھر کیوں معذب ہوگا؟ تشریح فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی قاری محمد رمضان ۱۱/۲ ڈیرہ ساہیوال

الجواب وقت پر تعمیل حکم نہ کرنا جرم اور گناہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کے منادی کی ندا (اذان) کو سن کر اپنے کام میں مشغول رہنا اور دربار ایزدی میں حاضر نہ ہونا بڑی شدید گستاخی ہے۔ اگر قضاء کے ساتھ توبہ کے ذریعہ اس گناہ کو معاف نہیں کرایا گیا تو اس کی سزا اصولاً ضرور ملنی چاہئے۔ اپنے فضل وکرم سے حق تعالیٰ شانہ معاف فرمادیں تو الگ بات ہے۔

طحطاوی میں ہے۔ والتاخیر بلا عذر کبیرۃ لا تزول بالقضاء بل بالتوبۃ

فی الصحیح فالقضاء عزیمۃ لانہ التزم لا الاثم بتاخیرہ۔ (ص ۲۴۹)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۱۳۹۱ھ

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

قدیم فوائت بھی مسقط ترتیب ہیں

(۱) ایک آدمی کو یقین ہے کہ زمانہ ماضی میں کافی نمازیں (پانچ سے زائد) اس سے قضاء ہوئی ہیں جن کو ابھی تک ادا نہیں کیا۔ اب اگر اس کی مثلاً صبح کی نماز فوت ہوگئی اور ظہر کی نماز اس نے بغیر صبح کی قضاء کے پہلے پڑھا دی۔ یا درمیان نماز میں قعدۂ اخیرہ سے پہلے اس کو صبح کی فوت شدہ نماز یاد آگئی۔ یاد آنے کے باوجود اس نے ظہر کی نماز پڑھا دی۔ آیا اس کی اور باقی مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہ ہوئی اور ترتیب اس کے ذمہ ہے یا نہ؟

(۲) ایک آدمی امام کے ساتھ نماز میں شریک تھا۔ قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ سلام پھیرنے سے قبل اس مقتدی نے سلام پھیر کر سنتوں کی نیت کھڑے ہو کر باندھ لی۔ پھر معلوم ہوا کہ امام نے ابھی سلام نہیں پھیرا۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور امام کے ساتھ سلام پھیرا۔ آیا اس کی نماز ہوئی یا نہ؟

الجواب: (۱) قدیم فوت شدہ نمازیں مفتی بہ قول کے مطابق مسقط ترتیب ہیں لہذا صورت مسئولہ میں امام اور مقتدی کی نماز درست ہے لیکن امام صاحب پر لازم ہے کہ سابقہ فوت شدہ نمازیں بہت جلد قضاء کریں اور آئندہ نماز قضاء کرنے اور پھر دوسری نماز تک مؤخر کرنے سے احتراز کریں۔ ہندیہ میں ہے۔

فالحدیثة تسقط الترتیب اتفاقا وفی القدیم اختلاف المشائخ وذلک کمن ترک صلوۃ شهر ثم صلی مدة ولم یقض تلک الصلوات حتی لو ترک صلوۃ ثم صلی اخری ذاکرا للفائتة الحدیثة لم تجز عند البعض وقیل یجوز وعلیه الفتوی۔ (ج ۱ ص ۱۲۲)

(۲) مقتدی کی نماز صحیح ہے۔ امام سے پہلے سلام پھیرنا مکروہ ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ — بندہ محمد انور عفا اللہ عنہ — ۱۴۰۰ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

قضاء فوائت کے مسئلہ میں صاحب ہدایہ کی ایک عبارت کی توضیح

صاحب ہدایہ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کا حل بندہ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ "ولو قضی بعض الفوائت حتی قل ما بقی الخ" اس کے تحت صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

روی عن محمد رحمہ اللہ فی من ترک صلوۃ یوم ولیلۃ وجعل یقضی من الغد مع کل وقتیۃ فائتۃ فالفوائت جائزۃ علی کل حال والوقتیات فاسدۃ ان قدمہا وان اخرہا فکذلک۔

خلاصہ یہ ہے کہ "ولو قضی بعض الخ" کے تحت صاحب ہدایہ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کا حل تحریر فرمائیں مع صورت۔ نیز اس صورت میں بندہ کو یہ چیز ہے کہ مقدم و مؤخر ہر دو صورتوں میں جب وقتیہ فاسد ہے تو پھر قضاء فائتہ کی کیا صورت بن جائے گی۔

(ہدایہ باب قضاء الفوائت، ص ۱۴۸)

الجواب فائتہ جب قلیل ہو جائیں تو ترتیب لوٹ آئے گی یا نہیں۔ ہدایہ میں امام محمدؒ کی عبارت سے اسی پر استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ جب زید نے دوسرے دن کی وقتیہ پڑھی تو یہ فاسد ہو گئی۔ کیونکہ اس کے ذمہ پانچ کل کی قضا ہیں ان کی ادائیگی سے قبل یہ صحیح نہ ہوئی۔ اب اس کے ذمہ چھ نمازیں ہو گئیں۔ پھر اس کے بعد قضا پڑھی تو باقی پانچ رہ گئیں۔ یہ پانچ ایسی ہیں جو چھ میں سے باقی رہ گئی ہیں۔ یعنی کثیر ہونے کے بعد قلیل ہوئی ہیں۔ آئندہ وقتیہ کو بھی امام محمدؒ نے فاسد کہا۔ تو معلوم ہوا کہ جو فائتہ قلیل ہو گئی ہوں وہ بھی صحت وقتیہ کے لئے مانع بنتی ہیں۔ تو امام محمدؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ فوائت کثیرہ کو دور الی القلۃ کے بعد بھی مقتضی ترتیب نہیں۔ ترتیب ان میں لوٹ آنے کی وجہ مطلوب۔ دوسری وقتیہ کو اگر پہلے پڑھا تو وہ نہ ہوئی۔ فائتہ پھر چھ ہو گئیں۔ پھر جب فائتہ پڑھی تو پھر پانچ رہ گئیں۔ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اگر قضا پہلے پڑھتا ہے تو فائتہ قلیل ہو گئی ہیں ان سب کو پڑھ کر پھر

وقتیہ کو پڑھنا چاہئے تھا۔ تب وقتیہ صحیح ہوتیں۔

صحت وقتیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ادائیگی کے وقت فائتہ یاد نہ ہو۔ اور قضاء نمازوں کی صحیح صورت یہ ہے کہ پہلے سب قضاء پڑھے پھر ادا پڑھے۔ کیونکہ وقت قلیل کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

(دفتر افتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۔ ۲/۳/۱۴۰۲ھ)

فوت شدہ نمازیں بہت ہوں تو نیت کیسے کرے؟

بالغ ہونے پر نماز کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی۔ جب سے تبلیغی جماعت سے تعلق ہوا ہے اس وقت سے قضاء نمازوں کی ادائیگی کا سلسلہ شروع کیا ہے اس سلسلہ میں پہلے کچھ مسائل آپ سے زبانی پوچھے تھے اب یہ پوچھنا مطلوب ہے کہ آپ کے کہنے کے مطابق میں نے اپنے غالب گمان سے متعین کر دیا کہ میرے ذمہ مثلاً اتنی نمازیں باقی ہیں تو اب ان کو ادا کرتے وقت ان کی نیت کیسے کروں؟ وضاحت سے لکھیں۔

صوفی محمد اقبال مستان آباد ملتان

الجواب اگر کسی خاص دن کے بارے میں بالیقین یاد ہو کہ اس دن فلاں نماز نہیں پڑھی تھی پھر تو اسی دن کی تعیین سے نیت کریں۔ مثلاً "میں اتوار ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ کی ظہر کی نماز قضاء پڑھتا ہوں" اور اگر فوائت زیادہ ہوں تو مجموعہ کا حساب لگا کر بوقت قضاء یوں نیت کریں کہ "میرے ذمہ جو اول ظہر کی نماز باقی ہے وہ ادا کرتا ہوں" اس کی ادائیگی کے بعد جو اس کے بعد ہوگی وہ اول ہو جائے گی۔ یہ طریقہ آخر تک نیت کرتے جائیں۔

اور چاہیں تو یوں بھی نیت کر سکتے ہیں کہ "میں سب سے آخری ظہر کو قضاء کرتا ہوں جو میرے ذمہ ہے" ہر نماز میں اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ تمام ادا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق و استقامت عطاء فرمائیں۔

فاذا کثرت الفوائت یحتاج لتعیین کل صلوٰۃ یقضیہا لتزاحم الفروض والاوقات کقولہ اول ظہر لاثنین ثانی عشر

جمادی الثانية سنة اربع وخمسين والف وهذا فيه كلفة
فاذا اراد تسهيل الامر عليه نوى اول ظهر عليه ادركه وقته ولم
يصله فاذا نواه كذلك فيما يصليه يصير اولا فيصح بمثل
ذلك وهكذا وله ان شاء نوى آخره فيقول اصلى آخر ظهر
ادركته ولم اصله بعد فاذا فعل كذلك فيما يليه يصير آخر
بالنظر لما قبله فيحصل التعيين ويخالف هذا ما قاله في
الكنز في مسائل شتى انه لا يحتاج للتعيين وهو نص على
ما قاله في القنية من يقضي الفوائت عليه ان ينوى اول صلاة كذا او
آخرها فينوى ظهر يوم او عصره او نحوهما على ما صحح الشمني وانه
خالفه تصحيح الزيلعي فقد اشتبه الامر باختلاف التصحيح فليرجع
للكنز فانه واسع والله رؤف رحيم. اه مراقی علی الطحطاوی ص ٢٣٢،
وقيل لا يلزمه التعيين ايضا كما في صوم ايام من رمضان واحد و
مشى عليه المصنف في مسائل شتى آخر الكتاب تبعا للكنز و
صححه القهستاني عن المنية لكن استشكله في الاشباه
وقال انه مخالف لما ذكره اصحابنا كقاضي خان وغيره
والاصح الاشتراط. اهـ. قلت وكذا صححه في الملتقى
هنالك وهو الاحوط وبه جزم في الفتح كما قدمناه في بحث
النية وجزم به هنا صاحب الدرر ايضا شامی جزء ١ ص ٥٣٤،
مطبوعہ کوئٹہ ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

یوم الاحد ثالث وعشرین من ربیع الاول سنہ ١٤٠٣ھ

تم ما يتعلق بقضاء الفوائت
والحمد لله اولاً وآخراً

وتروں میں قعدۂ اولیٰ میں درود پاک پڑھ لیا تو سجدۂ سہو کا حکم

وتروں کی نماز میں قعدۂ اولیٰ میں درود شریف بھی پڑھ لیا پھر حسب قاعدہ تیسری رکعت بھی پڑھ لی کیا نماز صحیح ہوگئی ہے؟ عبدالحمید پکھرار سلامت کار خانیوال

الجواب صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہے۔

ولا يزيد في الفرض على التشهد في القعدة الأولى إجماعا فإن زاد عامدا كره فتجب الإعادة أو ساهيا وجب عليه سجود السهو إذا قال اللهم صل على محمد فقط على المذهب المفتى به (در مختار) وفي الشامية قوله ولا يزيد في الفرض أي وما ألحق به كالوتر والسنن الرواتب [illegible]

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان ۱۳۸۰ھ
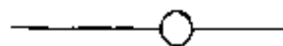
فاتحہ سے پہلے سورۃ شروع کر دی تو سجدہ سہو کا حکم

زید نماز پڑھ رہا تھا جب دوسری رکعت شروع کی تو بسم اللہ کے بعد سورۃ شروع کر دی۔ جب تین چار آیتیں پڑھ چکا تو خیال آیا۔ پھر سورۃ چھوڑ کر فاتحہ شروع کر دی۔ پھر فاتحہ کے بعد دوبارہ سورۃ پڑھی تو نماز ہو گئی یا نہیں؟ قاری سعید احمد خطیب مسجد باب الفتح شیر شاہ کالونی ملتان

الجواب باسمہٖ تعالیٰ صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہو گیا تھا لہٰذا اگر کر لیا تھا تو نماز ہو گئی ورنہ وہ نماز واجب الاعادہ ہے۔ درمختار میں واجباتِ صلوٰۃ میں ہے۔

"وتقدیم الفاتحۃ علی کل السورۃ" اھ

اس کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں۔

حتی قالوا لو قرأ حرفا من السورۃ ساھیا ثم تذکر یقرأ الفاتحۃ ثم السورۃ و یلزمہ سجود السھو (بحر) وھل المراد بالحرف حقیقتہ او الکلمۃ یراجع ثم رایت فی سھو البحر قال بعد ما مر وقیدہ فی فتح القدیر بان یکون مقدار ما یتأدی بہ رکن۔ اھ (شامی ج۱ ص ...) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ...ھ

منفرد سری نماز میں جہراً قرأت کرے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہو گا

کوئی آدمی سنتِ مؤکدہ یا فرض پڑھ رہا تھا سری۔ لیکن اس نے قرأت یا تسبیحات کو آواز سے پڑھا کہ پاس والا آدمی سن لیتا ہے۔ یہ جہر شمار ہو گا یا نہیں؟ نیز سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب باسمہٖ تعالیٰ نماز درست ہے سجدۂ سہو نہیں ہو گا۔

فادنی الجھر ان یسمع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ او من بقربہ من رجل او رجلین اھ (شامی ج۱ ص ۴۹۹) فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

قال المرتب عفا اللہ عنہ : اگر نمازی منفرد ہو اور سری نماز میں جہر متحقق ہو جائے تو بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

والحاصل ان الجهر في السرية لا يجب على المنفرد اتفاقاً و انما الخلاف في وجوب الاخفاء عليه في السرية وظاهر الرواية عدم الوجوب كما صرح به في التتارخانية عن المحيط وكذا في الذخيرة و شروح الهداية كالنهاية و الكفاية و العناية و معراج الدراية و صرحوا بأن وجوب السهو عليه اذا جهر فيما يخافت رواية النوادر اهـ فعلى ظاهر الرواية لا سهو على المنفرد اذا جهر فيما يخافت فيه و انما هو على الامام۔ فقط (شامی ص [illegible])

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

قیام چھوڑ کر درمیانی قعدہ کی طرف آئیں تو سجدہ سہو کا حکم

امام مغرب کی نماز پڑھا رہا تھا کہ قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا۔ مقتدیوں نے لقمہ دیا تو فوراً واپس بیٹھ گیا۔ قعدۂ آخری میں سجدۂ سہو کیا۔ آیا اس کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب صورت مسئولہ میں نماز درست ہو گئی۔ امام کو واپس نہیں لوٹنا چاہئے تھا یہ اس نے غلط کیا۔ بعض فقہاء نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ نماز ہو جاتی ہے۔

وفي الدر وان استقام قائماً لا يعود لاشتغاله بفرض القيام و سجد للسهو لترك الواجب فلو عاد الى القعود بعد ذلك تفسد صلوته لرفض الفرض لما ليس بفرض و صححه الزيلعي وقيل لا تفسد لكنه يكون مسيئاً و يسجد لتاخير الواجب و هو الاشبه كما حققه الكمال و هو الحق بحر۔ (در مختار على الشامية [illegible]) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ١٠/٣/١٤٠٠ھ

الجواب صحیح : بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

زید نے کسی فرض یا سنت یا نفل نماز میں ایک ہی سورۃ کئی بار پڑھی یا ایک ہی رکعت میں دو سے زیادہ سورتیں پڑھیں۔ الحمد شریف کے ساتھ سورت ملاتے وقت ہر سورۃ شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ بھی پوری کی پڑھ لیتا ہے۔ کیا اس طرح بسم اللہ شریف پڑھ لینا بہتر ہے۔ اور ایسی صورت میں سجدۂ سہو تو لازم نہیں آتا؟

الجواب: فاتحہ اور سورت کے درمیان اور ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

لا تسن بين الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية ولا تكره اتفاقاً

(در مختار)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے تحت لکھتے ہیں۔

وذكر في المحيط المختار قول محمد وهو أن يسمي قبل الفاتحة وقبل كل سورة في كل ركعة۔ اھ ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سرا أو جهرا كان حسنا عند أبي حنيفة رح ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونها آية من كل سورة بحر۔ اھ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۲۹ و ۳۳۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴۱۰/۷/۲ھ

ثنا، تعوذ اور تسمیہ کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو کا حکم

ہماری مسجد میں یہ واقعہ پیش آیا کہ امام صاحب موجود نہ تھے ان کے بیٹے نے نماز پڑھائی اس نے نماز

شروع کرتے ہی تکبیر تحریمہ کے بعد سورۃ فاتحہ شروع کر دی اور شروع میں سبحانک اللھم وغیرہ کچھ نہیں پڑھا اور بدون سجدۂ سہو نماز پوری کرادی۔ کیا اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی؟

طالب حسین ضیاء ملتان

الجواب ثناء اور تعوذ و تسمیہ کا پڑھنا سنت ہے ان کے ترک سے نماز نہ فاسد ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے۔ البتہ اگر دانستہ ترک کرے تو غلطی ہے اور اس نماز کا اعادہ کرنا مستحب ہے۔

(وسننها) ترك السنة لا يوجب فسادا ولا سهوا بل اساءة لو عامدا غير مستخف وقالوا الاساءة ادون من الكراهة ثم هي على ما ذكره ثلاثة وعشرون رفع اليدين للتحريمة (الى قوله) والثناء والتعوذ والتسمية والتامين. اھ (در مختار)۔ (قوله لو عامدا غير مستخف) فلو غير عامد فلا اساءة ايضا بل تندب اعادة الصلوة كما قدمناه في اول بحث الواجبات. اھ (شامی ج ۱ ص ۴۷۴)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۳/۶/۱۴۰۲ھ

○

سجدۂ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے

سجدۂ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے یا دونوں طرف سلام پھیر کر کیا جائے؟

الجواب ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے۔ در مختار میں ہے۔ يجب له بعد سلام واحد عن يمينه. — فقط

شامی میں اس کی شرح میں لکھا ہے۔

(قوله واحد) هذا قول الجمهور منهم شيخ الاسلام وفخر الاسلام وقال في الكافي انه الصواب وعليه الجمهور اھ (ج ۱ ص ۶۶۸)

ومحله بعد السلام سواء كان من زيادة او نقصان ولو سجد قبل السلام اجزاه عندنا و يأتي بتسليمتين هو الصحيح والصواب ان يسلم تسليمة واحدة وعليه الجمهور اھ (عالمگیری ج ا صفحہ)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — ۱۳/۱
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۰/ ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

پہلے بائیں طرف سلام پھیرنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا

س: زید نے بھول کر بائیں طرف پہلے سلام پھیر دیا اور پھر دائیں طرف سلام پھیرا۔ اب زید کے لئے سجدہ سہو ضروری ہے یا بغیر سجدہ سہو کے نماز ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

الجواب: نماز ہوگئی سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ لیکن سنت یہ ہے کہ پہلے دائیں جانب سلام پھیرا جائے۔ عالمگیری باب سجود السہو میں ہے۔

ولا يجب بترك رفع اليدين في العيدين وغيرهما ومن ذلك ما لو سلم عن الشمال اولا ساهيا۔ اھ (ج ا ص ۱۲۵)۔

درمختار کے قول "وتحويل الوجه يمنة ويسرة للسلام" کے تحت علامہ شامیؒ لکھتے ہیں "ويسن للبداءة باليمين" اھ (شامی ج ا ص ۴۹۵)۔

اذا سلم المصلي عن يساره قبل السلام عن يمينه لا سهو عليه و يسلم عن يمينه۔ (قاضی خان ج ا ص ۹۵)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — ۱۴۰۲ھ — مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

رکوع میں فاتحہ پڑھنے سے سجدہ سہو کا حکم

س: اگر کوئی شخص رکوع میں یا سجدے میں التحیات پڑھ لے یا الحمد پڑھ لے تو اس صورت میں

سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟ — حافظ محمد عرفان ہاشمی [illegible]

الجواب بحالت رکوع و سجود فاتحہ یا تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہو جائے گا۔

ولو قرأ الفاتحة او آية من القرآن في القعدة او في الركوع او في السجود او قرأ التشهد في الركوع او في السجود كان عليه السهو. اهـ (قاضیخان ج ۱ ص ۱۲۰). فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۲/۱۱/۱۳۹۹ھ

فاتحہ کی جگہ تشہد پڑھنے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

(۱) نماز میں بحالت قیام آدمی التحیات پڑھ لے۔

(۲) یا بحالت التحیات الحمد پڑھ لیتا ہے تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب (۱) اگر تشہد فاتحہ سے پہلے پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔ اور اگر فاتحہ کے بعد پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

ولو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح لان بعد الفاتحة محل قراءة السورة فاذا تشهد فيه فقد اخر الواجب وقبلها محل الثناء كذا في التبيين. اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۷)

(۲) اگر فاتحہ تشہد سے پہلے پڑھی ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور اگر تشہد کے بعد پڑھی ہے تو واجب نہیں ہوگا۔

ولو قرأ (اي الفاتحة) في ركوعه او سجوده او في تشهده يلزمه وعندنا اذا بدأ بالقراءة ثم بالتشهد وان بدأ بالتشهد ثم بالقراءة فلا سهو عليه. اھ

(عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۷)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۲۳/ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

چار رکعت پوری کرکے پانچویں کیلئے کھڑا ہوگیا تو کیا کرے

کیا چار رکعت فرض ظہر کی پڑھ کر اگر پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو جائے تو پھر پانچویں رکعت میں یاد آئے کہ یہ پانچویں رکعت ہے۔ تو پھر واپس بیٹھ کر سجدہ سہو کرے یا رکعت پوری کرے۔

الجواب اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کرکے پانچویں کی طرف اٹھا ہے تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ جائے تو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرکے نماز پوری کرلے۔ اور اگر پانچویں کے سجدے کے بعد یاد آئے تو اب ایک رکعت اور ساتھ ملالے اور آخر میں سجدہ سہو کرلے۔ چار فرض ہو جائیں گے اور دو نفل۔

رجل صلی الظهر خمسا وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذکر قبل ان یقید الخامسة بالسجدة انها الخامسة عاد الی القعدة وسلم کذا فی المحیط ویسجد للسهو کذا فی السراج الوهاج وان تذکر بعد ما قید الخامسة بالسجدة انها الخامسة لا یعود الی القعدة ولا یسلم بل یضیف الیها رکعة اخری حتی یصیر شفعا ویتشهد ویسلم هکذا فی المحیط ویسجد للسهو استحسانا هکذا فی الهدایة وهو المختار هکذا فی الکفایة ثم یتشهد ویسلم کذا فی المحیط والرکعتان نافلة ولا تنوبان عن سنة الظهر علی الصحیح کذا فی الجوهرة النیرة قالوا فی العصر لا یضم الیها سادسة وقیل یضم وهو الاصح کذا فی التبیین وعلیه الاعتماد لان التطوع انما یکره بعد العصر اذا کان عن اختیار واما اذا لم یکن عن اختیار فلا یکره کذا

فی فتاوی قاضی خان۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۸ و ۱۲۷)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

فاتحہ کا اکثر حصہ پڑھ لیا جائے تو ترکِ باقی کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

اگر کوئی امام پہلی رکعت میں تلاوتِ سورۂ فاتحہ کے وقت مالک یوم الدین سہواً ترک کردے تو اس نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ آفتاب احمد راولپنڈی

الجواب حامداً ومصلیاً (فی العالمگیریۃ ج ۱ ص ۱۲۶) وان قرأ اکثر الفاتحۃ ونسی الباقی لاسہو علیہ وان بقی الاکثر فکان علیہ السہو انما کان او مقصوداً کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔

عبارتِ بالا سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا۔ لہذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر سورۂ فاتحہ کا اکثر حصہ بھول جائے تو سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ

نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عشاء کی چوتھی رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

امام عشاء کی نماز پڑھا رہا ہے جب تین رکعت پڑھ چکا، دو پہلی رکعت میں قراءت پکار کر پڑھی اور بعد التحیات کے تیسری رکعت میں خاموشی قراءت کی اور چوتھی رکعت میں زور سے قراءت فاتحہ کی کیا اس سے سجدۂ سہو کرنے کا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورتِ مسئولہ میں امام مذکور پر سجدۂ سہو واجب تھا۔ کیونکہ عشاء کی اخیر کی دو رکعتوں میں سراً پڑھنا واجب ہے اس واجب کے خلاف کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا اگر امام نے سجدۂ سہو کئے بغیر نماز ختم کردی تو اس نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے

كما في الشامية ج ۱ ص ۴۹۳ . والاسرار يجب على الامام والمنفرد فيما يسر فيه وهي صلوٰة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء ۔ وهكذا في العالمگيري ج ۱ ص ۷۲ ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان [illegible]

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ غفر اللہ لہ مفتی جامعہ ہٰذا ۔

سجدہ سے تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر سجدہ میں چلے جانے سے سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں

نماز میں جیسے کہ دونوں سجدے فرض ہیں کوئی امام یا منفرد کسی ایک سجدہ میں لیٹنا بالکل تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر واپس اسی سجدہ میں رکھ دیتا ہے کہ اس نے پورا سجدہ نہیں کیا یا تھوڑی دیر کیا ہے۔ جس سے تسبیح سجدہ پوری نہیں ہوئی۔ لیکن سجدہ سے سر کا اٹھانا سوائے اس نمازی کے اور کسی دیکھنے والے کو معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ دوسرا سجدہ بھی کرتا ہے اس وجہ سے کہ جس میں تھوڑا سا سر اٹھا کر پھر اسی سجدہ میں رکھا تھا اس کو دوسرا نہیں سمجھتا۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب صاحب ہدایہ اور صاحب شرح نے لکھا ہے کہ اگر بیٹھنے کے قریب ہو جائے تو سجدۂ ثانیہ شمار ہوگا ورنہ نہیں۔ شامی اور شرح منیہ میں اسے ہی راجح قرار دیا ہے۔ لہٰذا معمولی سر اٹھانے سے چونکہ زائد سجدہ نہیں بنا اس لئے سجدۂ سہو کی امام و منفرد کو ضرورت نہیں۔ مقتدی کی وہ غلطی جو حالت اقتدا میں پیش آئے وہ قابل مواخذہ نہیں۔

وصحح في الهداية انه ان كان الى القعود اقرب صح والا لا و رجحه في الشرح والشرنبلالية ۔ (در مختار مع رد المحتار ج [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء [illegible] نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

دو کی بجائے تین سجدے کرلئے تو سجدۂ سہو کا حکم

اگر امام بھول کر دو سجدوں کے بجائے تین سجدے کر دے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں۔ نماز میں اگر سجدۂ سہو نہ کیا گیا ہو تو کیا نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب باسمہ تعالیٰ صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر سجدۂ سہو واجب ہو، اور نہ کیا جائے تو نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

ولا یجب السجود الا بترک واجب او تاخیره او تاخیر رکن او تقدیمه او تکراره۔ (ج ۱ ص ۱۲۶)۔

مراقی میں ہے۔

ویجب سجدتان لترک واجب بتقدیم او تاخیر او زیادة او نقص و سنة۔ (ص ۲۵۰)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — تحریر ۲۰۸/۳/ھ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسافر امام کا مقیم مقتدی بقیہ نماز میں سہواً قرأت کرے تو سجدۂ سہو کا حکم

اگر امام مسافر سلام پھیر لے، اور مقتدیوں میں سے مقیم مقتدی بقیہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا شروع کردیں جبکہ نہیں پڑھنا چاہئے۔ تو کیا پڑھنے کے بعد نماز کا اعادہ ہے یا نہیں؟

الجواب باسمہ تعالیٰ صورت مسئولہ میں اگر مقتدی نے بھول کر قرأت کرلی تو مقتدی پر سجدۂ سہو اور اعادہ واجب نہیں کیونکہ مقیم مقتدی حکماً لاحق ہے اور لاحق کے بھول جانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں۔ مراقی میں ہے۔ " لا یسجد اللاحق" (ص ۲۴۳)۔

ہندیہ میں ہے۔

اللاحق وهو الذي ادركها اولها وفاته الباقي لنوم او حدث او بقي قائما للزحام او الطائفة الاولى في صلوة الخوف فانه خلف

الامام لا یقرأ ولا یسجد للسہو۔ (ج ۱ ص ۱۰۶)

ایک حدیث پاک میں آیا ہے۔

"قال صلی اللہ علیہ وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم سہوکم وقراءتکم"

اس حدیث کو صاحب مراقی نے ذکر کیا جس پر علامہ طحطاوی ؒ لکھتے ہیں۔

فمن رفع السہو یرفع القراءۃ لیفید انہ کما لا اثم علی المؤتم بترک القراءۃ کذلک لا اثم علیہ بترک السہو بل ہو الواجب علیہ وفیما فی التعبیر مقتضی حکم مرسم انہ یعید ھذا لعدم ثبوت الکراھۃ مع تعذر الجابر وقد علمت معناہ للحدیث۔ (ص ۲۵۲)

علامہ طحطاوی ؒ کا رجحان اسی طرف ہے کہ حالت اقتداء میں سہو موجب اعادہ نہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں اعادہ واجب نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — [illegible] — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

دوسری اور تیسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو کا حکم

اگر ایک شخص نماز میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ سے قبل ثناء پڑھ دے تو کیا اس پر سجدہ سہو آئے گا۔؟

محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب حامداً و مصلیاً: فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنا موجب سہو نہیں۔ ولو تشہد فی الاخیرین لا یلزمہ السہو۔ عالمگیریہ ج ۱ ص [illegible]

دوسری رکعت میں فاتحہ سے پہلے ثناء پڑھنے سے سجدہ سہو کا وجوب مختلف فیہ ہے۔ اصح عدم وجوب ہے۔ سورت فاتحہ کے بعد پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہے۔ جیسا کہ [illegible] میں ہے۔

ولو قرأ التشهد في القيام إن كان في الركعة الاولى لا يلزمه شئ وإن كان في الركعة الثانية اختلف المشائخ فيه والصحيح انه لا يجب كذا في الظهيرية ولو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه سجود السهو وهو الاصح - (ج۱ ص ۱۲۷)

کبیری میں ہے۔

من محمد رحمه لو تشهد في قيامه قبل قراءة الفاتحة فلا سهو عليه وبعدها يلزمه قال السروجي وهو الاصح لانه محل قراءة السورة فقد اخر الواجب انتهى وحينئذ يقال انه بقرأته قبل الفاتحة اخر الفاتحة فقد اخر الواجب ايضاً - (ص ۴۶۳)۔ ثنا تشہد کی طرح ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۱۴/۱/ھ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملانے سے سجدہ سہو کا حکم

اگر فرضوں کی تیسری چوتھی یا دونوں رکعتوں میں سورۃ ملا دے تو اس سے سجدۂ سہو واجب ہو تو نہیں آتا؟
حافظ محمد فاروق نائب امام مسجد جامعہ نقشبندیہ کالونی ملتان

الجواب باسمہ تعالیٰ
ہندیہ میں ہے۔ ولو قرأ في الاخريين الفاتحة والسورة لا يلزمه السهو وهو الاصح - (ج۱ ص ۱۲۶)۔ لہٰذا سجدۂ سہو نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
۱۴/۸/ھ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

دعاء قنوت کے بعد کوئی سورۃ پڑھ لینے کی صورت میں سجدہ سہو کا حکم

وتروں میں دعاء قنوت پڑھ کر سہواً سورت پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں۔ لما قال فی الدر المختار مع الشامیۃ وقرأۃ قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء (ج ۱ ص ۴۴۶)۔ ولما فی المراقی اذا شرع الامام فی الدعاء وهو اللهم اهدنا او بعد ما تقدم من قوله اللهم انا نستعینك الخ (طحطاوی)

معلوم ہوا کہ قنوت پر زیادتی بطور دعاء کے جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء [illegible] نائب مفتی خیر المدارس ملتان

سری نماز میں ایک دو آیت جہراً پڑھ لیں تو سجدہ سہو کا حکم

اگر امام نماز سری میں پہلی رکعت میں بھولے سے سورۃ فاتحہ کی ایک آیت یا دو آیتیں بآواز جہر پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن قاضی ابو یوسف رح اور امام محمد رح کے نزدیک دو آیت جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔ البتہ اگر تین آیتیں پڑھ جائے تو پھر ان کے نزدیک بھی سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ پس صورت مسئولہ میں اگر نماز سجدۂ سہو ادا کئے بغیر ادا کی گئی ہے تو اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ آئندہ کے لئے ایسی صورت میں سجدۂ سہو کر لینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد اسحاق غفرلہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

؎ والجهر فيما يخافت فيه للامام وعكسه لكل مصل في الاصح والاصح تقديره بقدر ما تجوز به الصلوة في الفصلين اھ

(در مختار)۔

(قوله والاصح) صححه في الهداية وفتح والتبيين والمنية لأن اليسير من الجهر والاخفاء لا يمكن الاحتراز عنه وعن الكثير يمكن وما تصح به الصلوٰة كثير غير ان ذلك عنده آية واحدة وعندهما ثلاث آيات. (رد المحتار ج ۱ ص ۴۹۸)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاوی

وجوبِ سجدۂ سہو میں شک ہو تو غلبۂ ظن کا اعتبار کرے

اگر قعدہ اخیرہ میں گمان ہو کہ شاید سجدۂ سہو واجب ہو چکا تھا لیکن ابھی تک کیا نہیں تو کیا کرے؟ بینوا توجروا۔ قاری غلام قادر لاہور

الجواب: بحر الرائق ج ۲ ص ۱۰۰ میں ہے۔ ولو شك في سجود السهو فانه يتحرى ولا يسجد لهذا السهو۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں غلبہ ظن کے مطابق عمل کرے۔ اگر کسی جانب کو غلبہ ظن نہ ہو تو پھر سجدۂ سہو ادا کرنا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۲۱/۳/۱۴ھ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مغرب کی تیسری رکعت میں شریک ہونے والا بقیہ نماز میں صرف ایک قعدہ کرے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

ایک شخص مغرب کی جماعت میں تیسری رکعت میں شریک ہوا۔ اب اس کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد دو رکعات میں دو قعدے کرنے تھے۔ لیکن اس نے صرف ایک آخری قعدہ کیا۔ کیا اس کی نماز ہو گئی اور سجدۂ سہو اس پر لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں شخص مذکور کی نماز ادا ہو گئی۔ اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں تھا۔ شامی ج ۱ ص ۴۶۹ - میں ہے۔

ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ وآخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما (درمختار)۔

وفی الرد قولہ وتشھد بینھما قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمہ سجود السہو لکون الرکعۃ اولی من وجہ۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء
۱۳۹۹ھ

آخری قعدہ کے بعد سہواً کھڑا ہو گیا تو واپس لوٹنے کی صورت میں سجدۂ سہو کرے

ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد ختم کر کے غلطی سے کھڑا ہو گیا۔ پھر یاد آنے پر فوراً بیٹھ گیا۔ تو کیا وہ دوبارہ تشہد پڑھے اور سجدۂ سہو کرنے کے بعد سہ بارہ تشہد پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً بیٹھ کر سلام پھیر دے پھر سجدۂ سہو کرے پھر تشہد پڑھے۔

وفی الدر وان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشھد ثم قام عاد وسلم وسجد للسہو۔ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۰۸)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رکن الافتاء خیر المدارس ملتان

تراویح میں بھی سجدۂ سہو کیا جائے

آیا تراویح میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟

دعاءِ قنوت مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا

وتروں میں دعاءِ قنوت دو دفعہ پڑھ گئے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں ؟

الجواب صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا۔ کما فی مجمع الانہر ج ۱ (وتشہد والدکورہ) ای التشہد و فیہ اشعار بانہ لو تشہد وا حدا لم یجب السہو۔ اھ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ ہذا — ۳۰۰ ۱۳ھ — نائب مفتی جامعہ خیرالمدارس ملتان

سجدۂ سہو کرنے کے بعد شک ہو تو کیا کرے

سجدۂ سہو کرنے کے بعد شک ہو گیا کہ سجدۂ سہو کیا ہے یا نہیں تو اب کیا کرے ؟

الجواب اگر سجدہ کرنا یاد ہے تو محض شک و وہم کا اعتبار نہ کرے اس وہم کو دفع کرے۔ لان الیقین لا یزول بالشک۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲۳ / ۲ / ۱۳۹۱ھ

ترک واجب کی وجہ سے اعادہ کی جانے والی نماز میں نئے فرض پڑھنے والے شامل نہ ہوں!

نماز قعدہ اولیٰ بھول گیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا پھر دوبارہ جماعت کرائی گئی۔ کیا اس جماعت میں وہ آدمی شامل ہو سکتا ہے جس نے پہلے فرض نہیں پڑھے ؟

الجواب ترک واجب کی وجہ سے جو نماز دوبارہ پڑھی جائے اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مختار یہ ہے کہ پہلی جابر ہیں اور قواعد کا مقتضیٰ بھی یہی ؛

قال الطحطاوی فی حاشیتہ علی المراقی: واستحسان الاعادۃ لترک واجب نفل جابر (ص ۲۴۷)۔
پس اگر مقتدی اس اعادہ والی نماز میں شمولیت کریں اس سے ان کا فرض ادا نہ ہوگا
لزوم اقتداء المفترض خلف المتنفل۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان — ۱۳۹۰ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

عیدین میں مجمع کثیر نہ ہو تو سجدہ سہو کیا جائے

بروز عید امام سے سہو ہوا یعنی اوّل رکعت میں بعد از ثنا تکبیرات زائدہ کہنا بھول جاتا ہے اور قرأت شروع کر دیتا ہے لیکن درمیان قرأت اس کو سہو یاد آجاتا ہے۔ چنانچہ بعد قرأت تینوں تکبیر کہہ کر رکوع کر لیا۔ آیا تکبیروں کو مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو لازم ہو گیا اور یہ نماز بلا سجدۂ سہو جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہو گیا تھا لیکن اگر عید کی نماز میں بہت زیادہ لوگوں کا اجتماع ہو تو بغیر سجدۂ سہو ادا کئے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ اور اگر مجمع زیادہ نہ ہو تو سجدۂ سہو ادا کرنا واجب ہوگا۔

كما في الدر مع الشامية ص ۹۲ ج ۱: والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه في الأوليين لدفع الفتنة وفي الشامية (قوله وبه جزم في الدرر) لكنه قيده محشيه الواني بما إذا حضر جمع كثير وإلا فلا داعي إلى الترك. اهـ فقط والله اعلم۔

الجواب صحیح — بندہ محمد اسحاق غفرلہ
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان — ۱۳۹۰ھ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مقدار رکن خاموش کھڑے سوچتے رہنے کی صورت میں سجدۂ سہو کا حکم

امام کو نماز فجر کی پہلی رکعت میں سورۃ فاطر کے دوسرے رکوع کی پانچویں آیت سالم اور چھٹی آیت کل یجری لاجل مسمّٰی پڑھ کر اشتباہ لگا اور سورۃ رعد رکوع نمبر ایک آیت نمبر ۲ ۔ کل یجری لاجل مسمّٰی یدبر الامر یفصل الآیات لعلکم بلقاء ربکم توقنون یہاں تک پڑھنے کے بعد انہیں خیال آیا پھر مقدار رکن سے زائد وقت تک خاموش کھڑے رہ جانے کے بعد دوبارہ سورۃ فاطر کی وہی آیات پڑھیں اور پھر پڑھتے ہوئے رکوع کیا ۔ تو امام پر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں ۔ اس صورت میں واجب ترک ہوا اور پھر نماز نہیں لوٹائی تو کیا حکم ہے نیز اس قسم کے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ؟

غلام مصطفیٰ مانگا منڈی ضلع لاہور

الجواب اگر امام صاحب تین دفعہ سبحان ربی العظیم کہنے کی مقدار خاموش کھڑے سوچتے رہے ہیں تو اس کی وجہ سے ان پر سجدۂ سہو واجب ہو گیا تھا اب اس نماز کا اعادہ ضروری ہے تاکہ ادائیگی علی وجہ الکمال ہو جائے ۔ امام صاحب کو مسئلہ سے آگاہ کر دیا جائے ۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس وجہ سے اعادہ نہ کیا ہو کہ ان کے خیال میں نماز درست ہو گئی ہے ۔ ہاں اگر مسئلہ معلوم ہونے کے بعد بھی اپنی ضد پر قائم رہیں تو حکم معلوم کر لیا جائے ۔

اذا شغله التفكر عن اداء واجب بقدر ركن و شغله عن الوضوء بعد سبق الحدث فشكه انه صلى ثلاثا او اربعا يجب السهو و الا فلا هكذا في ستورة ولم يبينوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم ان يعتبر الركن مع سنته وهو مقدار ثلاث تسبيحات . ط : الطحطاوي على مراقي الفلاح ص۲۶۳

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۲۰/۱۰/۱۳۹۸ھ

رکوع و سجود میں تشہد پڑھنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا

ایک آدمی رکوع یا سجدہ میں بجائے تسبیحات پڑھنے کے تشہد پڑھنے لگا یاد آنے پر تسبیحات پڑھ کے کھڑا ہوگیا۔ کیا اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا؟

الجواب رکوع یا سجدے میں التحیات پورا یا اس کا اکثر حصہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ کما فی الخانیۃ والخلاصۃ او قرأ التشہد فی الرکوع او فی السجود کان علیہ السہو۔ (فتاویٰ قاضی خان ج ۱ ص ۵۸)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۲؍۲؍۱۳۸۹ھ

پہلی یا تیسری رکعت پر تھوڑی دیر قعدہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا

رکعت اولیٰ پر تھوڑی دیر قعود کر دیا یا تیسری رکعت پر تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور پھر اٹھ گیا تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟ کتنی دیر معاف ہے؟

الجواب ایک دو تسبیح کی مقدار بیٹھنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹؍۹؍۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

[1] والتفکیر الیسیر وھو ما دون رکن معفو عنہ (شامی ج ۱ ص ۴۴۴)۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ

وجوب کے بعد سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ صبح کی نماز میں امام نے پوری سورۂ فاتحہ سراً تلاوت کرلی۔ خاتمہ پر امام کو یاد آیا کہ نماز جہری ہے۔ تو امام صاحب نے سورۂ فاتحہ ابتداء سے

الجواب

صورت مسئولہ میں اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

قال فی الدر المختار لها واجبات لا تفسد بترکها وتعاد وجوبا فی العمد والسهو ان لم یسجد له وان لم یعدها یکون فاسقا آثما۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۰۶۔ بحث واجبات)۔

درمختار میں ہے۔

وقد علمت فیما مر ترجیح القول بالوجوب فیکون المرجح وجوب الاعادة فی الوقت وبعده اھ (ج ۱ ص ۵۳۵ بحث قضاء الفوائت)۔

تصریحات بالا کی موجودگی میں مسلک فتویٰ کی یہ عبارت قابل تعجب ہے: "سجدہ سہو بھول جانے سے نماز کے اعادہ کا حکم کسی نے نہیں دیا"۔ درمختار کی عبارت بالا میں یہ مصرح ہے کہ بصورت سہو اگر سجدہ نہیں کیا تو اعادہ واجب ہے اور تارک اس کا فاسق ہوگا۔ جو مسئلہ مسلکہ فتویٰ میں تحریر کیا گیا ہے کہ بعد سلام بھی اگر سجدۂ سہو یاد آجائے تو سجدہ کرے۔ تا وقتیکہ مسجد سے نہیں نکلا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں یہ مسئلہ درست ہے۔ لیکن صورت مسئولہ یہ ہے کہ اگر سلام کے بعد بھی سجدۂ سہو نہیں کیا۔ تو اب کیا حکم ہے جب کہ بعد سلام خروج عن المسجد بھی پایا گیا ہے۔ اس خروج کا مفتی صاحب نے جواب نہیں لکھا۔

بیانه انه لا یمکن العود الی السجود اھ بحوالہ درمختار جو عبارت نقل کی ہے یہ درمختار کی نہیں بلکہ علامہ شامی کی عبارت ہے وہ اس کے قائل ہیں۔

ثانیاً یہ عبارت غلط نقل کی گئی ہے۔ صحیح یوں ہے۔

والجواب بالنص هو الواقع فی آخر الصلاة ولو ادخلها قبل التمام فقلنا بانه تمت صلاته وخرج منها قطعا للدور۔ اھ [illegible]

ثالثاً یہ کہ یہ عبارت ایک خاص صورت سے متعلق ہے وہ یہ کہ اگر کسی مسافر شخص پر سجدۂ سہو تھا اس نے سلام پھیر دیا اب اسے سجدۂ سہو یاد آیا اور اس نے اسی وقت اقامت کی نیت بھی کرلی تو اس کی نیت معتبر ہوگی یا نہیں۔ ترجیح یہ ہے کہ اس کی نیت اقامت معتبر نہیں۔ بعد میں سجدۂ سہو کرلیا ہے یا نہیں کیونکہ بصورت سجدۂ سہو اگر اس کی نیت اقامت معتبر ہو تو یہ وسط صلوٰۃ میں واقع ہوگا حالانکہ نص سے

ثابت ہے کہ جاہل کا خروج عن الصلوٰۃ بھی ہو جاتا ہے۔ ورنہ "خروجها قبل السلام" تو اس مجبوری کی وجہ سے سہو کی
بنا پر کہنا پڑے گا کہ سلام سے خروج موقوف نہیں ہوا بلکہ قطعی خروج ہو گیا ہے جس کی وجہ سے پھر
نیت اقامت معتبر نہیں ہوگی۔ تمت صلوتہ سے عدم استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ بنا سبب
درجہ ارکان وسفر وغیرہ سب پائے گئے ہیں پس یہ منافی وجوب اعادہ نہیں۔ کیونکہ ترک
واجب کی وجہ سے ہے نہ کہ ترک فرض کی وجہ سے۔ علامہ شامی نقل فرماتے ہیں

قال فی شرح التحریر وهل تکون الاعادة واجبة فصرح غیر واحد
من شراح اصول فخر الاسلام بانها لیست بواجبة وان الاولیٰ
یخرج عن العهدة وان کان علی وجه الکراهة علی الاصح
وان الثانی بمنزلة الجبر و [illegible] الوجوب (شامیہ ج ۱ ص [illegible])۔

دیکھئے خروج عن العهدة کے باوجود وجوب اعادہ کا قول کیا گیا ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اعادہ صلوٰۃ
واجب ہے۔ یہ مسئلہ فتویٰ کا صحیح نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان ۳۰ / ۱۰ / ۱۴۰۰ھ

○

خیر المدارس ملتان کے جواب "نماز کے وجوب اعادہ پر" مولانا لطافت الرحمٰن صاحب
نے دوبارہ مفصل جواب لکھا جس میں ثابت کیا کہ صورت مسئولہ میں اعادہ لازم نہیں۔ یہ سوال و
جواب جب دوبارہ آیا تو سوال کی عبارت

"عمداً یا سہواً ترک کر دیتے ہیں تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟"

کے لفظ "عمداً"[1] پر یہ حاشیہ تحریر کیا

[1] یہ لفظ غلط ہے اصل صورت نسیان کی ہے جس پر میری تحریر میں بالتصریح موجود ہے۔

لطافت الرحمٰن

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم: اما بعد

بندہ سعودی اس مسئلہ صورت مسئلہ میں پہلے جو کچھ لکھا ہے اور پھر اس پر حکیم محمد شریف صاحب کے
عدم جواز استفتاء پر مفتی عبد الستار صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس بارہ میں ایک مختصر تنبیہ ضروری ہے

نیز فرماتے ہیں کہ " ردالمحتار " کی عبارت باب میں مصرح ہے کہ بصورت سہو اگر سجدہ نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور تارک اس کا فاسق ہے۔ غیر اس میں کوئی ابہام نہیں کہ مفتی صاحب پر اپنے مستفتی کی طرح نسیان اور سہو کے درمیان ابہام مسلط رہا ہے۔ اور مستفتی صاحب نے تو قلم زنی کر کے میری تحریر میں بھول جانے کا لفظ نظر انداز کر دیا اور اپنی ہی طرف سے نہایت عجز کے ساتھ عمداً و نادانستہ انداز میں عمداً یا سہواً لکھ مارا۔ گویا اس بے چارے کو پتہ ہی نہیں کہ ان تین امور میں فرق ہے یا نہیں۔ ورنہ یہ صورت مسئولہ ان تینوں امور میں سے کون سی صورت ہے۔ اس طرح کے مواقع کے لئے ایک عربی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؎

اقول له زيدا فيسمع خالدا

ويكتبه بشرا ويقرؤه عمرا

پھر ایک عامی آدمی سے تو گلہ نہیں ہے عربی اور قلت تأمل کا گلہ تو مفتی صاحب سے ہے۔ وما أحسن ما قاله سعد الدين التفتازاني: "ومقاصد قلة التأمل ما يضيق عنه نطاق البيان" (مطول بحث تعريف علم المعاني)۔

مفتی صاحب نے میری نقل کردہ عبارت میں قبل والے جملے کو فروگذاشت "درمختار" اور "ردالمحتار" کے چکر پر روشنی ڈالی ہے۔ اور اس طرح "نسبت صلوٰۃ" پر استدلال کو غلط قرار دیا ہے۔ لیکن یہ تمام باتیں بے مقصد ہیں۔ اسی طرح انہوں نے فتاویٰ حسب سیدھے کے نفسانی فوائت کی طویل غیر متعلق بحث کی عبارت سے وجوب اعادہ یا ترجیح اعادہ کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر ایک تو بحث ما نحن فیہ سے مجہول ہے۔ اور دوسری عبارت اور فقیہ صاحب کا فیصلہ عدم اعادہ کا ہے۔ مثلاً اس کلیہ۔

كل صلاة اديت مع الكراهة تعاد اي وجوبا في الوقت واما بعده فندبا۔

پھر جو ابا چوڑا بیان ہے اس میں یہ بھی ہے۔

وقال في المجتبى فعلى القولين لا وجوب بعد الوقت۔

بہر کیف اصل مسئلہ میں میری طرف سے عدم اعادہ کے لئے ذیل کے چند حوالے پیش خدمت ہیں۔

۱- خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۵۹ میں ہے۔

واذا سلم الرجل وعليه سجدتا السهو فطلعت الشمس بعده

السلام قبل ان يسجد للسهو او اصفرت الشمس او احمرت سقطت عنه سجدتا السهو۔

۲۔ "كتاب الفقه على المذاهب الاربعة" ، ص ۴۳۲ ، میں ہے۔

حكم سجود السهو عند الحنفية قالوا سجود السهو واجب على الصحيح يأثم بتركه ولا تبطل صلاته وانما يجب اذا كان الوقت صالحا للصلوٰة فلو طلعت الشمس عقب الفراغ من صلوة الصبح وكان عليه سجود سهو سقط عنه لعدم صلاحية الوقت للصلوة الى ان قال وكذا اذا خرج من المسجد بعد السلام ونحو ذلك مما يقطع البناء وكما تقدم ففي كل هذه الصور تسقط عنه سجود السهو ولا يجب عليه اعادة الصلوة۔

۳۔ فتاویٰ عالمگیری ، ج ۱ ، ص ۱۲۹ ، میں ہے۔

ولو سلم بنية القطع من وجب عليه سجود سهو فهو في الصلوة ان سجد للسهو والا لا عندهما وهو الاصح وعند محمد وزفر هو فيها وان لم يسجد فبعد السلام ان اقتدى به رجل صح عند محمد مطلقا وعندهما ان سجد للسهو وان قهقه انتقض الوضوء عنده خلافا لهما وصلوته تامة اجماعا وسقط عنه سجود السهو۔

۴۔ مغنی ابن قدامہ ، ج ۱ ، ص ۶۹۲ ، میں ہے۔

الكلام في هذه المسئلة في فصول الفصل الاول اذا نسي سجود السهو ثم ذكر قبل طول الفصل في المسجد فانه يسجد سواء تكلم او لم يتكلم وبهذا قال مالك والاوزاعي ومحمد۔ وقال ابو حنيفة ان تكلم بعد الصلوة سقط عنه سجود السهو لانه اتى بما ينافيها فاشبه ما لو احدث۔

میں حیران ہوں کہ مفتی [illegible] صاحب کی نگاہ فتاویٰ شامیہ کی متزاحم ، متعارض اور

ما نحن فیہ سے بالکل غیر متعلق ہی ہے۔ اور باقی کسی واضح چیز پر نگاہ ڈالنے کی زحمت یا مسعی نہیں
ہے۔ ع حفظت شیئا وغابت عنک اشیاء

باقی اس مقصد پر کتب فقہ میں اتنے حوالے موجود ہیں کہ کتاب لکھوں تو بھی کچھ ہے۔ حوالہ جات کا مابہ الاشتراک ہے۔ یعنی یہ کہ سجدہ سہو بھول جانے اور پھر ذکر کرنے پر مذکور سجدہ کرنا ضروری ہے اور مزید اس نماز کا اعادہ جس میں سجدہ سہو اپنے مقررہ امور کے سبب ہوا تھا۔

آخر میں مفتی صاحب سے اپنے بعض الفاظ کی تیزی پر معذرت خواہ ہوں۔ ع

والعذر عند کرام الناس مقبول

العبد الخاطی المذنب الضعیف میاں محمد لطافت الرحمٰن عفا اللہ لہ ولوالدیہ

واحسن الیہما والیہ۔ استاذ العلوم الشرعیہ والادب العربی اسلامیہ یونیورسٹی

بہاولپور۔ تاریخ ۱۷ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ = ۳۰/۹/۱۹۸۰ء

نوٹ :- ہر صاحب عقل اس چیز کو جانتا ہے کہ مفتی صاحب کا یہ لکھنا کہ مسئلہ فتوی غلط ہے یعنی ـــــ لطافت الرحمٰن کی تغلیط نہیں بلکہ میری نقل کردہ حوالہ کتابوں کے علاوہ پوری فقہ کو غلط بتانا ہے جس کی جرأت بلکہ جسارت تو کچھ عبدالستار صاحب کی طرح کا بہادر شخص ہی کر سکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من مثل هذه الجسارة والخسارة۔ اللهم آمین۔

لطافت الرحمٰن عفا عنہ ۳۰/۹/۱۹۸۰ء

○

الجواب :- تمہید غیر متعلق ہے کیونکہ یہ روزے کے بارے میں ہے۔ نماز سے متعلق کوئی جزئیہ ـــــ نقل کرنا چاہیے تھا۔ صوم میں تو اکل ناسیاً اور متعمداً کا فرق مسلّم ہے لیکن مفسدات نماز میں ایسا نہیں۔ مثلاً دیکھئے۔ اکل عمداً ہو یا نسیاناً دونوں صورتوں میں مفسد صلوٰۃ ہے بلکہ اصل تو یہ تھا کہ زیر بحث مسئلہ سجدہ سہو میں نسیان و سہو کا فرق بالکل اٹھا دیا جاتا۔ مگر مسائل سجدہ سہو کے بارے میں صرف دونوں کے فرق پر اکتفا کیا گیا ہے جو بلا دلیل مقبول نہیں۔

جب فرق مذکور ان مسائل میں ثابت نہیں بلکہ الٹا سہو ونسیان کا توحد دلائل سے ثابت ہے تو

---

[1] واضح رہے کہ یہ فرق صوم میں بھی نسیان وخطا کے درمیان ہے سہو ونسیان میں نہیں ہے۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۴ : سب سے فیصلہ کن تصریح علامہ حصکفی کی ہے آپ باب سجود السہو کے شروع میں لکھتے ہیں۔

وھو ای السھو (ناقل) والنسیان والشک واحد عند الفقہاء ۔

۵ : و ذکر فی التحریر انہ لا فرق فی اللغۃ بین النسیان والسہو وھو

عدم الاستحضار فی وقت الحاجۃ ۔ (ج ۲ ص ۹۹ - بحر)۔

واضح رہے کہ مسائل سجدۂ سہو میں ان دونوں کے مابین فرق ثابت نہیں ہے اس وقت مقصود ہے اس کے علاوہ کسی نے فرق بیان کیا ہو تو وہ ناقل غیر کے خلاف ہے۔ بلکہ تفلسف فی اللغۃ ہے۔

۶ : حضرت تھانوی قدس سرہ نے بہشتی زیور میں بتایا ہے کہ جو مسائل ذکر کئے ہیں سہو کا ترجمہ بھول جانا کیا ہے۔ نیز حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بھی لکھا ہے۔

" سہو کہتے ہیں بھول جانے کو " اھ

تصریحات بالا سے یہ واضح ہے کہ سہو و نسیان میں ترادف ہے اور بھول جانا سہو کا ترجمہ ہو سکتا ہے (یعنی فاضل مفتی صاحب کا فرمان درست نہیں)۔

علاوہ ازیں فاضل موصوف درمختار کی اس عبارت " ولہا واجبات لا تفسد بترکہا وتعاد وجوبا فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ الخ " کو بھی سمجھ نہیں سکے ہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ ترک واجب اگر سہواً ہو اور سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب ہے اور موصوف یہ سمجھے ہیں کہ سجدہ سہو اگر سہواً نہیں کیا تو یہ حکم ہے اور اگر نسیاناً سجدۂ سہو ترک ہو گیا تو یہ حکم نہیں۔ حالانکہ عبارت مذکورہ میں جو سہو مذکور ہے۔ وہ موجب سجدۂ سہو متعلق ہے۔ خواہ عمداً ہوا ہو یا نسیاناً و سہواً ہو دونوں صورتوں میں نماز واجب الاعادہ ہو گی جب کہ وقت صالح للسجدۃ تھا۔ حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند نور اللہ مرقدہ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

سوال :- ترک سجدۂ سہو بھول میں اور عمداً میں فرق ہے کہ نہیں۔ اعادہ نماز کرے یا نہ کرے؟

الجواب : قضا دینی نماز کی واجب ہے۔ اور ترک سجدۂ سہو عمداً و سہواً برابر ہے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند جدید، ج ۴، ص ۴۰۴)

ایک ایسے ہی دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

" اور باوجود وجوب سجدۂ سہو کے اگر سجدۂ سہو نہ کیا۔ نماز میں نقصان آیا۔ اعادہ واجب ہے "

(ج ۴، ص ۴۰۰)

اب موصوف خود ہی غور فرمائیں کہ تفتازانی کا قول "ومعناہ قلۃ التأمل" کس پر صادق آتا ہے۔ بہرحال درمختار اور شامیہ کے جزئیات و نیز فتاویٰ بالا کی رو سے صورت مسئولہ میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔ راجح یہی ہے۔ کما صرح بہ فی شرح المنیۃ اور ابن نجیم کا یہ قول "نقل القول بعدم الوجوب بعد الوقت" قابل اعتماد نہیں۔

قال فی المنحۃ نقل خیر الرملی عن العلامۃ المقدسی انہ یجب
انہ لا یعتمد علی ھذا لما ذکرہ قریبا من قولھم کل صلوۃ ادیت
مع الکراھۃ سبیلھا الاعادۃ اھ

بعد ازاں فاضل موصوف نے اصل مسئلہ کے لئے چار عبارات نقل فرمائی ہیں۔ پہلی، تیسری، چوتھی میں بعض صورتوں کے اندر مشروع سجدہ کا ذکر ہے۔ ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ان لوگوں سے سجدہ سہو کا مطالبہ نہیں سلام پھیرنے کے بعد جب کوئی منافی نماز مثلاً کلام یا خروج از مسجد وغیرہ پایا گیا تو سجدہ سہو کا وقت جاتا رہا سجدہ سہو کے بقاء و ثبوت میں بحث ہی نہیں۔ بات تو یہ ہے کہ ترک واجب کی وجہ سے جو نماز میں نقص آگیا تھا اس کی تلافی بذریعہ سجدہ سہو نا ممکن ہو گئی ہے۔ اور یہ امتناع بھی خود سماوی بطلوع شمس وغیرہ سے نہیں بلکہ فعل اختیاری کلام وغیرہ سے ہے۔ تو ایسی صورت میں اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟ درمختار وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ "... ایسی صورت اعادہ واجب ہے۔ اعادہ نہ کیا تو گنہگار اور فاسق قرار پائے گا۔ آخر جس پر تینوں عبارتیں محل نزاع میں غیر مفید ہیں۔ "صلاۃ ..." کا جواب پہلے فتویٰ میں ہم لکھ چکے ہیں۔ البتہ عبارت ۲ میں یہ ہے۔

یسقط عنہ سجود السھو فلا تجب علیہ اعادۃ الصلوۃ - اس کا جواب یہ ہے کہ فاضل مفتی صاحب نے اس عبارت کے بعد والے استثناء کو حذف کر دیا ہے جس کی وجہ سے غلط فہمی ہو رہی ہے۔ پوری عبارت یہ ہے۔ "ولا تجب علیہ اعادۃ الصلوۃ الا اذا کان فاعلا سقوط السجود بعمل مناف لھا عمدا" (دیکھئے کتاب مذکور) یعنی جب سقوط سجدہ سہو کسی عمل منافی الصلوۃ کی وجہ سے ہوا تو عدم وجوب اعادہ کا حکم نہیں بلکہ اعادہ کا حکم ہوگا۔ (ملخصاً)

یہی تفصیل علامہ شامی نے ایک مقام پر کی ہے۔ طلوع شمس نماز فجر میں ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اگر سجدہ سہو ساقط ہو گیا ہو تو اعادہ واجب ہوگا یا نہیں؟ لکھتے ہیں۔

بقی اذا سقط السجود فھل یلزمہ الاعادۃ لنقصان ما اداہ اولا ناقصا

بلاحاجة الى والذى ينبغى انه ان سقط بعضه كحدث عمد مثلا

يلزم والا فلا تأمل ۔ (ج ۱، ص ۴۹۲)

حاصل یہ ہے کہ فاضل مفتی صاحب نے پہلے اور بعد والے فتوے میں جو عبارتیں نقل کی ہیں سب کے کل میں بحث سقوط سجدہ کی نہیں بلکہ وجوب اعادہ نماز کی ہے۔ ان عبارات میں اعادہ کا نفیاً یا اثباتاً کوئی ذکر نہیں۔ صرف " کتاب الفقہ " کی عبارت میں لفظ اعادہ ہے۔ جب کہ اسی کے استثناء سے اعادہ مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ ہمارے فتوے کی تائید میں ہے۔ پس ان عبارات سے فاضل مفتی صاحب کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکا۔ یہ کسی کتاب یا پوری فقہ کی تغلیط نہیں ہے۔ اور اس کے برعکس ہم نے ردالمحتار، کتاب الفقہ، فتاویٰ دارالعلوم وغیرہ کی تصریحات سے یہ ثابت کیا ہے کہ بصورت سہو اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادۂ نماز واجب ہے۔ اور بقول علامہ حصکفیؒ۔ [illegible]

جہاں تک مسئلے کی وضاحت اور جواب کا تعلق تھا وہ لکھ دیا گیا ہے۔ باقی فاضل مفتی صاحب کے بقول ان کے تیز الفاظ سے صرف نظر کیا گیا ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱/۱/۱۴۰۱ھ

بدون سلام سجدۂ سہو کرنے کا حکم

زید پر نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا مگر بے خیالی میں بدون سلام پھیرے سجدۂ سہو کر لیا۔ تو کیا سجدۂ سہو ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب سجدۂ سہو کا وقت تو سلام کے بعد ہی ہے لیکن کسی نے بدون سلام بھی کر لیا تو سجدۂ سہو ادا ہو جائے گا۔

ومحله بعد السلام سواء كان من زيادة او نقصان

ایک ہی جگہ بیٹھ کر پورا قرآن مجید پڑھا تو کتنے سجدے واجب ہونگے

اگر کوئی شخص ایک ہی جگہ پر نماز میں یا غیر نماز میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرے اور قرآن پاک کے ختم پر وہ سجدہ تلاوت ایک کرے تو کیا ایک سجدہ کرنے سے باقی تیرہ سجدوں کی ادائیگی ہو جائے گی یا نہیں ؟

الجواب حامداً ومصلیاً — سجدوں میں تداخل کے لئے آیت اور مجلس کا ایک ہونا شرط ہے۔ آیات یا مجالس کے متعدد ہونے کی صورت میں ان مجالس و آیات کے مطابق سجدوں کا وجوب ہوگا۔ چنانچہ محیط میں ہے۔

وشرط التداخل اتحاد الآیۃ واتحاد المجلس حتی لو اختلف المجلس واتحدت الآیۃ او اتحد المجلس واختلفت الآیۃ لا تتداخل هکذا فی المحیط (ج ۱ ، ص ۹۹)

لہٰذا شخص مذکور پر چودہ سجدے پورے کرنا ضروری ہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبداللہ عفی اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۸ / ۳ / ۱۴۰۳ھ	

سجدۂ تلاوت قبل وجوب سے پہلے ادا کرنیکا حکم

تراویح میں آیت سجدہ سے پہلے امام نے سجدہ کرلیا تو وہ سجدہ تلاوت کے لئے کافی ہوگا یا نہیں؟

الجواب آیت سجدہ تلاوت کرنے سے پہلے یا بیچ میں سجدہ کرلینے سے سجدۂ تلاوت کا وجوب ادا نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم

خیر محمد عفی عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۷۰ھ

سجدۂ تلاوت نماز کے سجدہ میں بلا نیت بھی ادا ہوجاتا ہے

ایک حافظ صاحب تراویح میں قرآن مجید پڑھتے ہوئے سجدہ والی آیت پر رکوع میں چلے جاتے ہیں اور نیت کرلینے سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہوجاتا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ اگر نہیں تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع کرلیا جائے تو رکوع میں سجدہ کی نیت کرلینے سے سجدہ ادا ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر مقتدیوں نے نیت نہ کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہذا امام صاحب کو چاہئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے تاکہ سجدۂ نماز میں جاکر سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے۔ کیونکہ سجدۂ تلاوت جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً یا چھوٹی دو تین آیتیں پڑھنے کے بعد رکوع کردے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرے تو ادا ہوجائے گا۔ اور اگر رکوع میں نیت نہ کرے تو نماز کے سجدہ میں بغیر نیت کے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔ اور اگر رکوع میں نیت نہ کرے تو نمازیوں کو علیحدہ نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر امام نے رکوع میں نیت کرلی اور مقتدیوں نے نہ کی تو امام کا سجدۂ تلاوت تو ادا ہوجائے گا اور مقتدیوں کا پھر اگلے سجدہ میں جاکر بھی ادا نہیں ہوگا۔ اس لئے آسان صورت یہی ہے کہ امام رکوع میں نیت نہ کرے تو سجدۂ صلوٰۃ میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: محمد عبداللہ غفرلہ

بندہ محمد علی غفرلہ

آیت سجدہ کا ترجمہ سننے سے بھی سجدہ واجب ہوجائے گا

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھنے سے یا سننے سے سجدہ واجب

ہوتا ہے یا نہیں ؟ محمد شفیع کالی مسجد حیدرآباد .

الجواب سجدہ تلاوت کی آیت کا ترجمہ پڑھنے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے ۔ قاضیخان میں ہے۔ ولو تلا بالفارسية تجب عليه وعلى من سمعها السجدة فهم السامع او لم يفهم اذا اخبر السامع انه قرأ آية السجدة اه (ج ۱ ص ۸۳)

فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

سجدہ تلاوت کے احکام

وہ مکان جس میں امام کی اصلی آواز سن کر یا اس کو دیکھ کر ایک طرف نماز پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو سکتی ہے ایک مجلس کے حکم میں ہے ۔ اگر یہی سبب ہے تو اتنا بڑا کمرہ (ہال) جو مذکورہ بالا صفات سے بڑا ہو ۔ اس میں مجلس بدلنے کا کیا طریقہ ہوگا ۔ ایک یا تین قدم چلنے سے مجلس بدل جائے گی ۔ ایک کونے میں پڑھ کر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت دہرانے سے مجلس بدلے گی اور دوسرا سجدہ واجب ہوگا ؟

۲ : کیا کمرہ کی کوئی بڑی وسعت ایسی بھی ہے جس پر اس کمرہ کو میدان کا حکم دیا جا سکے جہاں تین قدم چلنے سے مجلس بدل جائے ؟

۳ : کتنا بڑا مکان ہو جس کے ایک کمرے سے چل کر دوسرے کمرے میں آ جانے یا برآمدہ یا صحن میں آ جانے تو مجلس بدل جائے گی ؟

الجواب وفی الشامية ثم الاصل على ما فى البدائع والخلاصة ان كل موضع يصح الاقتداء فيه بمن يصلى فى طرف فيه يجعل كمكان واحد . (ج ۱ ص ۷۲۵)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ جس مکان میں ایک طرف پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف پڑھنے والے کے پیچھے درست ہو وہ مکان واحد کے حکم میں ہے ۔ اس کے اندر چلنے پھرنے سے تبدیل مجلس نہیں ہوگا ۔

شامی میں ہے ۔ ولا يتكرر الوجوب فيه ۔ لہٰذا بڑا کمرہ یعنی اتنا بڑا کہ جو مسجد کے حکم میں ہے کہ اس میں ایک طرف پڑھنے والے کی اقتداء دوسری طرف پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے ۔ پس اس میں تبدیل مجلس کا طریقہ یہ ہوگا ۔ کہ جب ایک کام کر رہا ہو تو دوسرا کام شروع کرنے سے مجلس بدل جائے گی ۔ تین یا زیادہ

قدم چلنے سے ایسے شخص کی مجلس نہیں بدلے گی۔

والحاصل ان ما لہ حکم المکان الواحد کالمسجد والبیت لا یختص الانتقال فیہ بأکثر من ثلاث خطوات ما لا یقترن بعمل اجنبی (شامی ج ۱ ص ۷۲۵)

(۱) نہیں۔ (۲) نہیں۔ (۳) بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چالیس ذراع کا مکان کبیر ہے۔ اور اس سے کم صغیر ہے۔ وبعضھم قال ان کانت اربعین ذراعا فھی کبیرۃ والا فصغیرۃ ھذا ھو المختار۔ (شامی ج ۱ ص ۷۲۵)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: عبدالستار عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ

آیت سجدہ سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے گو علم نہ ہو!

زید نے سجدۂ تلاوت کی آیت بلند آواز سے پڑھی تو کیا سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہو گیا؟ جبکہ ان کو معلوم بھی نہیں اور نہ ہی ان کو بتلایا گیا۔ زید مطلع نہ کرنے پر گنہگار ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: حاجی عبدالسلام ملتان والے، حیدرآباد۔

الجواب سامعین پر سجدۂ تلاوت تو واجب ہو گیا لیکن اگر ان کو یہ معلوم نہیں کہ زید نے آیت سجدہ تلاوت کی ہے اور زید نے بھی ان کو اطلاع نہیں دی تو وہ سجدہ نہ کرنے میں معذور ہیں۔ فاذا قرأ آیۃ السجدۃ بالفارسیۃ فعلیہ وعلی من سمعھا السجدۃ فھم السامع اولا اذا اخبر السامع انہ قرأ آیۃ السجدۃ وعندھما ان کان السامع یعلم انہ یقرأ القرآن یلزمہ والا فلا ھکذا فی الخلاصۃ وقیل تجب بالاجماع ھو الصحیح ھکذا فی محیط السرخسی ولو قرأ بالعربیۃ یلزمہ مطلقا لکن یعذر بالتأخیر ما لم یعلم اھ (عالمگیریہ ج ۱ ص ۱۳۳)۔

تلاوت کنندہ پر لازم ہے کہ ان لوگوں کو اطلاع کر دے کہ میں نے آیت سجدہ تلاوت کی ہے سجدہ کر لیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: نصیر محمد عفا اللہ عنہ | بندہ محمد اسحاق غفر لہ ۱۳/۷/۱۳۹۵ھ

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنے کے لئے نیت ضروری ہے!

فرض یا تراویح میں آیت سجدہ پر رکوع کرنے سے کیا سجدہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب آیت سجدہ مکمل کر کے رکوع کریں اور رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی بھی نیت کرلی تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ وفی الہندیۃ ولو لم یسجد ولکن رکع ونوی السجدۃ یجزیہ قیاسا وبہ نأخذ (ج ۱، ۱۹)۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننے کا حکم

ٹیپ ریکارڈ، لاؤڈ سپیکر یا ٹی وی پر سجدہ تلاوت پڑھنے سے سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننے پر سجدہ واجب نہیں۔ ٹی وی سے جو ٹیپ شدہ پروگرام نشر ہوتا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر براہ راست پروگرام نشر ہو رہا ہو تو سجدہ کیا جاوے۔ لاؤڈ سپیکر سے آیت سجدہ سننے پر بھی سجدہ واجب ہے۔ احتیاط اسی میں ہے کہ ٹیپ اور ٹی وی سے آیت سجدہ سننے پر بھی سجدۂ تلاوت کیا جائے فقط واللہ اعلم۔ محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۵/۳/۱۴۰۴ھ

دوران نماز غیر نمازی سے آیت سجدہ سنے تو سجدہ کب کرے

ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا آدمی اس کے قریب آیت سجدہ پڑھتا ہے آیا وہ اس حالت میں سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب نماز کے بعد سجدہ کرے نماز کے اندر نہیں۔ ولو سمع المصلی السجدۃ من غیرہ لم یسجد فیہا لانہا غیر صلاتیۃ بل یسجد بعدہا اھ (رد المحتار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۷۲۴)۔

فقط واللہ اعلم بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۳/۹/۱۴۰۱ھ

اساتذہ حفظ کیلئے سجدۂ تلاوت کا ایک حکم

درجۂ حفظ کے اساتذہ کو دن میں بہت سی آیات سجدہ سننے کا اتفاق ہوتا ہے۔ تو کیا ہر آیت پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز گزشتہ سجدوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب مختلف بچوں سے ایک ہی آیت ایک ہی مجلس میں سنے تو سننے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا۔ اور اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیات سنیں تو جتنی آیات ہوں اتنے سجدے واجب ہوں گے اور اگر مجلس بدل جائے تو جتنی مجلسیں ہوں اتنے سجدے واجب ہوں گے۔

وشرط التداخل اتحاد الآية واتحاد المجلس حتى لو اختلف المجلس واتحدت الآية او اتحد المجلس واختلفت الآية لا تتداخل هكذا في المحيط اهـ (عالمگیری ج ۱ ص [illegible])۔

گزشتہ سجدوں کو بھی ادا کیا جائے۔ صحیح تعداد یاد نہ ہو تو ظن غالب کا اعتبار کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳؍۵؍۱۴۰۰ھ

سجدۂ تلاوت کیلئے قبلہ رُو ہونا ضروری ہے

الاستفتاء سجدۂ تلاوت کیلئے قبلہ رخ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب سجدۂ تلاوت کے لئے قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔ وشرط لصحتها ان تكون بشرائط الصلوٰة موجودة فيلزمها جد الطهارة من الحدث والخبث وستر العورة واستقبال القبلة الخ (مراقی الفلاح ص ۲۶۰)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۳؍۱؍۱۴۰۰ھ

سجدۂ تلاوت رکوع یا سجدہ میں ادا کرنے کا معمول بنانا چاہئے

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب: رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ فوراً یا آیت سجدہ کے ایک دو آیت بعد رکوع میں چلا جائے اور سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرلے۔ ایسے ہی سجدۂ نماز میں بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ سجدہ فوراً ہو۔ لیکن تراویح میں حافظ صاحب کو چاہئے کہ وہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کریں۔ کیونکہ صرف امام کی نیت کافی نہیں۔ اگر وہ رکوع میں نیت کرے گا تو صرف اسی کا ادا ہوگا مقتدیوں کا رہ جائے گا۔ واجب ان کے ذمہ بھی ہے لہٰذا مستقل ادا کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

تراویح میں آیت سجدہ تلاوت کرکے سجدہ نہ کیا تو

اگر تراویح میں امام نے آیت سجدہ تلاوت کرکے سجدہ نہ کیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب: اگر امام صاحب نے آیت سجدہ تلاوت کرتے ہی رکوع کرلیا اور رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ کے ضمن میں سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو گیا۔ لہٰذا کسی پر گناہ نہیں۔ اور اگر یہ صورت نہیں پائی گئی تو سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوا۔ اب قضا بھی نہیں ہو سکتی توبہ لازم ہے۔

ولم تقض الصلاتية خارجها لكن۔ اى خارج الصلوة لان السجدة المتلوة فى الصلوة افضل من غيرها لان قراءة القرآن فى الصلوة افضل منها فى غيرها فلم يجز اداؤها خارج الصلوة لان الكامل لا يتأدى بالناقص ...... الى قوله ثم مقتضى قواعدهم انه اذا لم يسجد فى الصلوة حتى خرج فانه يأثم لانه لم يؤد الواجب ولم يمكن قضاؤها لما ذكرنا وهذا من الواجبات الذى اذا فات وقته تقرر الاثم على المكلف ولا مخرج له عنه الا التوبة كسائر الذنوب اهـ (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۱)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح   احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء   [illegible]ھ   مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مکروہ وقت میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ کب کرے؟

سجدہ تلاوت زوال، طلوع اور غروب کے وقت بھی ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ویصح اداء ما وجب فیہا مع الکراھۃ کجنازۃ حضرت وسجدۃ آیۃ تلیت فیہا۔ (نور الایضاح)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر ان اوقات میں آیت سجدہ پڑھی ہے اور اسی وقت سجدہ بھی کر لیا تو سجدہ ہو گیا، لیکن بہتر ہے کہ دوسرے وقت میں کرے۔ اور اگر کسی دوسرے وقت میں آیت سجدہ پڑھی تو طلوع، غروب اور زوال کے وقت میں سجدہ کرنے سے سجدہ ادا نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۵/۱۳۹۵ھ

سجدۂ تلاوت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا

سجدۂ تلاوت واجب ہو جانے کے فوری بعد ادا کرنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر بھی کر سکتے ہیں، تاخیر کرنے سے نقصان تو نہ ہوگا؟   محمد لطف اللہ خالد لاہور

الجواب: اگر آیت سجدہ نماز میں تلاوت کی ہے تو فوری ادا کرنا ضروری ہے، تاخیر سے گناہ ہوگا۔ وصفتہا الوجوب علی الفور فی الصلوۃ وعلی التراخی ان کانت غیر صلاتیۃ۔ اھ (مراقی)

(قولہ علی الفور) ای فور التلاوۃ وظاھرہ انہ لو اخرھا الی رکعۃ ثانیۃ اثم قال فی شرح الدرر: الفور حتی طالت التلاوۃ تصیر

محفلِ قرأت میں آیتِ سجدہ پڑھنا

اگر کہیں محفل قرأت منعقد ہو تو اس میں ایسی سورۃ بھی پڑھ سکتے ہیں جس میں سجدہ ہو یا نہ پڑھنا بہتر ہے۔

الجواب: اگر تو محفل خواص کی ہو اور معلوم ہو کہ یہ حضرات باوضو ہیں اور اہتمام سے سجدۂ تلاوت ادا کریں گے پھر تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایسی سورت نہ پڑھی جائے۔

ومن قرأ آیۃ السجدۃ وعندہ ناس فان کانوا متوضئین متأھبین للسجود قرأھا جھراً وان کانوا غیر متأھبین ینبغی ان یخفض قراءتھا لانہ لو جھر بھا لصار موجباً علیھم شیئاً ربما یتکاسلون عن ادائہ فیقعون فی المعصیۃ اھ (البحر الرائق ج ۲ ص [illegible])۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۲/۲/۱۴۰۲ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

سجدۂ تلاوت کا طریقہ

سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

سائل: ارشد احمد [illegible] لاہور

الجواب: اگر خارج صلوٰۃ سجدۂ تلاوت ادا کرنا ہو تو اس کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں اور پھر سجدہ میں تسبیحات اور دعائیں جو چاہیں پڑھیں۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائیں۔ التحیات اور سلام پھیرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر بیٹھے بیٹھے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

ومستحب لادائھا ان یقوم فیسجد لان الخرور سقوط من القیام والقرآن ورد بہ وھو مروی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا وان لم یفعل لم یضرہ اھ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۰)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

سجدہ تلاوت فوراً ممکن نہ ہو تو یہ کلمات پڑھ لیں

اگر کسی وجہ سے سجدۂ تلاوت فوراً ادا کرنا متعذر ہو تو کیا کیا جائے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: یہ کلمات پڑھ لیں: سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ پھر جب توفیق ہو سجدہ کر لیں۔

وفی التاتارخانیۃ عن الحجۃ ویستحب للتالی والسامع اذا لم یمکنہ السجود ان یقول سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر ثم یقضیہا۔ اھ (مراقی علی الطحطاوی)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۶/۲/۱۴۱۰ھ

سوئے ہوئے سے آیت سجدہ سنی تو سجدہ کرنا لازم ہے

ہمارے مدرسہ والے وظیفہ میں ایک طالب ہے جو نیند میں مسلسل کئی پارے متواتر پڑھ جاتا ہے تو ایسی حالت میں اگر وہ سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھے تو سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اس حالت میں اگر وہ آیت سجدہ تلاوت کرے تو سامعین پر سجدہ واجب ہے۔ تلا آیۃ سجدۃ وھو نائم فسمعہ رجل تلزمہ السجدۃ (بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۱) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

سجدہ سے بچنے کے لئے آیت سجدہ کو چھوڑنا

میرا معمول ہے کہ دوران سفر تلاوت کرتا رہتا ہوں، چونکہ زبانی پڑھنا ہوتا ہے تو بسا اوقات

وضو نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آیت سجدہ کو چھوڑ دیا کروں تاکہ سجدہ واجب نہ ہو۔ یا جیسا ہو تو بہتر ہو۔

الجواب: ایسا کرنا مکروہ ہے۔ سجدہ فوراً ادا واجب بھی نہیں۔ بعد میں جب باوضو ہوں تو ادا کر لیا کریں۔

ویکره ان یقرأ سورة فی صلوة او غیرها ویترک آیة السجدة لانه یشبه الفرار عن السجدة والاستنکاف عنها وذالیس من اخلاق المؤمنین ۔ اھ (عالمگیری ص ۱۳۶)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

۲۴/۳/۱۴۰۸ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

آیت سجدہ کی کتابت سے سجدہ کا حکم

بندہ کا ذریعۂ معاش کتابت ہے۔ تو اگر قرآن حکیم کی کتابت کے دوران آیت سجدہ آجائے تو اس کی کتابت سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں؟

السید حنیف اللہ قادری لاہور

الجواب: کتابت کے دوران زبان سے نہ پڑھیں تو محض کتابت سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

وکذا لا تجب بالکتابة و النظر من غیر تلفظ لانه لم یقرأ ولم یسمع اھ (عالمگیری ص ۱۳۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۴۰۹ھ

۲۲/۱۲/۱۴۰۹ھ

محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

ما یتعلق

بصلوٰۃ المسافر

مسافت قصر کتنی ہے

کتب فقہ میں باب المسافر میں دیکھنے سے واضح و لائح ہوتا ہے کہ صحیح مذہب میں تعداد میل مسافت میں کوئی تحدید نہیں۔ چنانچہ درمختار باب المسافر میں ہے ۔ ولا اعتبار بالفراسخ علی المذہب ۔ تو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ جن جن چھوٹی موٹی کتب میں تعداد میل لکھی ہیں ہر صاحب نے تخمیناً لکھی ہے۔ اور صحیح تو شتربانوں سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہیئے کہ (مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها) من اقصر ایام السنة ولا یشترط سفر کل یوم الی اللیل بل الی الزوال ... بالسیر الوسط مع الاستراحة المعتادة) سے خوب ظاہر ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے دنوں میں صبح صادق ہونے کے وقت اونٹ چلے سیر متوسط اور استراحت معتادہ (یعنی راستہ میں پیشاب وغیرہ کرتا چلے) تو دوپہر تک جس قدر سفر کر سکے۔ اسی طرح تین روز کی مسافت ہو۔ تو جس قدر ان تین دنوں میں مسافت ہوگی وہ سفر شرعی ہے۔ مختلف شتربانوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بعض اندازہ فی یوم چھ کوس، بعض سات کوس، آخر کے آٹھ کوس بتلاتے ہیں۔ احتیاطاً ہر روز نو کوس کا حساب کر کے ستائیس کوس زیادہ طول کو حکم سفر شرعی بنتا ہے اس حساب سے کل ستائیس کوس بنتے ہیں۔ انگریزی میلوں کے حساب سے فی کوس ڈیڑھ میل یا اس سے زائد ہے ۔ زید عمرو بھی اسی پر عمل کرتا ہے اور مستفتی شخص کو بھی کم از کم ستائیس کوس کا حکم دیتا۔

الجواب: یہ صحیح ہے کہ ظاہر الروایۃ میں فرسخ یا میلوں کے ساتھ تقدیر متعین کی گئی ہے بلکہ تین دن کا سفر معتاد مذکور ہے اس لئے یا تو آپ تقدیر نہ کریں اور اگر آپ میلوں یا فرسخ کے ساتھ تقدیر کرتے ہیں تو پھر آپ اور ہماری تقدیر اور تحقیق کے بجائے متاخرین کی تحقیق اور تقدیر زیادہ صحیح ہے۔ چونکہ ۲۱، ۱۸، ۱۵ فرسخ کے تین قول شامی میں مذکور ہیں۔ جن میں ترجیح مختلفہ کی ہے اس لئے آپ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔ حضرت تھانویؒ نے احتیاطاً فرمایا بہشتی زیور میں جو اڑتالیس میل کو مسافت قصر قرار دیا ہے وہ صحیح ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد عبداللہ غفرلہٗ خادم دارالافتاء

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۴۰۳

مسافت قصر کے بارے میں تحقیق انیق

گرامی قدر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتکم العالیہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کتب احناف میں مسافت قصر کے بارے میں تین قول منقول ہیں۔ پندرہ فرسخ، اٹھارہ فرسخ، اکیس فرسخ۔ ان میں سے مفتیٰ بہ قول کون سا ہے؟ نیز حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے رسالہ "ارجح الاقاویل" میں ہے کہ "الغرض مذہب حنفیہ کے مطابق مسافت قصر تین منزل یا اڑتالیس میل انگریزی ہیں" (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۳۸)۔

کیا اڑتالیس میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دینا صحیح ہے؟ اڑتالیس میل انگریزی ان تینوں اقوال میں سے کس کے مطابق ہے؟

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ۔

الجواب: مسافت قصر ظاہر مذہب کے مطابق مقدر بالایام ہے کہ تین دن کی مسافت پر قصر وغیرہ احکام سفر ثابت ہو جائیں گے۔ ہدایہ میں ہے۔ السفر الذی یتغیر بہ الاحکام ان یقصد مسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیہا اھ

اور امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت تقدیر بالمراحل کی بھی ہے۔ وعن ابی حنیفۃؒ التقدیر بالمراحل وھو قریب من الاول (ہدایہ ج ۱ ص ۱۴۴)۔

تقدیر ایام و مراحل کے باوجود عامہ مشائخ حنفیہ نے تقدیر فراسخ کو اختیار کیا ہے اور ہمارے زمانہ کے لحاظ سے
صورت بظاہر اسی کی ہے۔ اس لئے علماء ہند و پاکستان اکابر و اصاغر سب میلوں سے ہی اس کی تعیین
فرماتے ہیں۔ مشائخ حنفیہ کا فراسخ کی تعداد میں اختلاف ہے۔ قول اول اکیس فرسخ۔ قول ثانی اٹھارہ
فرسخ۔ اور قول ثالث پندرہ فرسخ کا ہے۔ اور ان میں سے ائمہ خوارزم کا فتویٰ قول ثالث پر ہے۔ اور صاحب
کفایہ وغیرہ نے محیط سے قول ثانی پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ اور اول کا مفتی بہ ہونا نظر سے نہیں گزرا۔

ثم اختلفوا فقيل احد و عشرون فرسخا و قيل ثمانية عشر
و قيل خمسة عشر و الفتوى على الثاني لانه الاوسط و في المجتبى
فتوى ائمة خوارزم على الثالث اھ ([illegible])۔

اس سے معلوم ہوا کہ مفتی بہ قول دو ہوئے۔ پندرہ فرسخ اور اٹھارہ فرسخ۔ اور فرسخ بالاتفاق تین میل
شرعی کا ہوتا ہے۔ قال فی الشامیة والمراد من المیل هنا ثلث الفرسخ [illegible]
لہٰذا مسافت قصر پینتالیس میل شرعی یا چون میل شرعی ہوئی۔ یہ مسافت انگریزی میلوں کے حساب سے علی
ترتیب اکیاون میل ایک فرلانگ ایک سو چالیس گز۔ یا اکسٹھ میل تقریباً تین فرلانگ بنتی ہے۔ اس حساب میں انگریزی
میل ۱۷۶۰ گز۔ اور گز انگریزی ۳۶ انچ کا لیا گیا ہے۔ جب کہ شرعی میل چار ہزار ذراع کا۔ اور ہر
ذراع چوبیس انگل مساوی اٹھارہ انچ کا ہوتا ہے۔

ففي الهندية اقرب الاقوال ان الميل هو ثلث الفرسخ اربعة
آلاف ذراع طول كل ذراع اربع و عشرون اصبعا اھ [illegible]
وفي [illegible] قال صاحبنا ابو العباس احمد [illegible]
والذي يرجع في هذا الباب البريد اربعة فراسخ والفرسخ
ثلاثة أميال والميل الف باع والباع أربعة اذرع والذراع أربعة
وعشرون اصبعا والاصبع ست شعيرات مرصوصة بالعرض
والشعيرة ست شعرات من شعر البرذون انتهى كلامه وهو موافق
لما في الزيلعي الى ان قال فالقول المتحصل من هذا كله ان ما
نقله الزيلعي هو المعول اھ ملخصا از حاشیہ [illegible] ج ۱ ص [illegible])۔

وفي رحيم الاقناع [illegible]۔ الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار و محقق یہ ہے کہ میل چار ہزار گز

گیا ہے جس میں گز سے تحریری کا اشتباہ کرکے چوبیس انگشت کا قرار دیا گیا ہے جو انگریزی گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے۔" (احسن ج ۴، ص ۳۳۳)۔

حساب بالا کے مطابق میل شرعی مروجہ میل سے دو سو چالیس انگریزی گز بڑا ہوا۔ کیونکہ ذراع شرعی معروف گز کا نصف ہے۔ تو میل شرعی دو ہزار انگریزی گز کا ہوا۔ پس میل شرعی کا میل انگریزی سے دو صد چالیس گز بڑا ہونا ثابت ہو گیا۔ جس کی بنا پر مسافت قصر کیاون میل تقریباً ایک فرلانگ، یا اکسٹھ میل تقریباً تین فرلانگ (انگریزی) بنتی ہے۔ پس مسافت قصر اڑتالیس میل انگریزی قرار دینا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

"مروج الفتاویٰ میں غالباً میل شرعی کو صرف دو سو چالیس گز شرعی بڑا خیال کر لیا گیا ہے جس کی بنا پر چالیس میل شرعی کو اڑتالیس میل انگریزی کے مساوی قرار دے دیا گیا۔ حالانکہ میل شرعی ۲۴۰ انگریزی گز بڑا ہوتا ہے۔ پس ۴۸ میل شرعی ۔ ۱۰ گز۔ ایک فرلانگ اکیاون میل انگریزی ہوگا۔ نہ کہ اڑتالیس میل انگریزی کے مساوی۔

اب قابل تحقیق یہ امر ہے کہ ان میں سے کس قول پر فتویٰ دیا جائے۔ کیاون میل پر یا اکسٹھ میل والے پر۔ بندہ کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں کی بجائے ایک تیسرے قول پر عمل ہونا چاہئے۔ یعنی اڑتالیس میل شرعی مساوی تقریباً چھپن (۵۶) میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دیا جائے۔ وجوہ ترجیح یہ ہیں۔

۱: یہ قول ظاہر حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق ہے باقی اقوال تقریبات مشائخ ہیں حدیث نبوی یا قول صحابی یا قول امام منقول نہیں ہے۔ اور تمثیل ایام و لیالیہن کے الفاظ میں احتمال سب اقوال پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ مگر ظاہر حدیث عبداللہ بن عباس رض یہ ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اہل مکۃ لا تقصروا الصلوٰۃ فی ادنیٰ من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۱)۔

گو اس حدیث میں ایک راوی ضعیف ہے۔ اور احناف نے خلاف مذہب سمجھتے ہوئے اس حدیث کے جوابات بھی دیئے ہیں۔ مگر یہ مخالفت اس وقت تک ہے۔ جب تک ہم ظاہر مذہب احناف پر عمل کرنا چاہیں۔ لیکن جب ظاہر مذہب کے بجائے مشائخ احناف کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور ان میں سے کوئی قول لیا جائے گا تو یہ مخالفت معتبر نہیں۔ کیونکہ ایسی مخالفت تو اقوال مشائخ کیساتھ بھی موجود ہے۔

۲ ۔ موافقت ائمہ: قال ابن رشد فی البدایۃ والعلماء اختلفوا فی ذلک اختلافا کثیرا فذهب مالک والشافعی واحمد وجماعة کثیرة الی ان الصلوة تقصر فی اربعة برد (کذا فی الاوجز)

وفی العمدة وعن مالک لا یقصر فی اقل من ثمانية واربعين ميلا بالهاشمي وذلک ستة عشر فرسخا وهو قول احمد ۔ (کذا فی الاوجز، ج ۲، ص ۱۰)۔

کفایہ میں ہے۔

والشافعی قدره بيوم وليلة فی قول وبيومين وليلتين فی قول اثنا عشر بريدا كل بريد اربعة اميال وكل ثلاثة اميال فرسخ فيكون ثمانية واربعين ميلا ويكون بالفراسخ ستة عشر ميلا ۔

(فتح القدیر، ج ۲، ص ۴)۔

۳ ۔ موافقت علماء فقہائے ہندوستان: کہ بعض قدیم اکابر علماء کا فتویٰ بھی اڑتالیس میل شرعی یا اڑتالیس کوس ہے۔ خصوصاً حضرت گنگوہی قدس سرہ جیسا کہ ذیل کے فتویٰ سے ظاہر ہے۔

سوال: کتنی مسافت سفر میں نماز قصر کرنا چاہئے حسب احادیث صحیحہ۔

الجواب: چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں۔ حدیث مؤطا مالک سے ثابت ہوتی ہے مگر مقدار میل کی مختلف ہے۔ لہٰذا تین منزلیں جامع سب اقوال کو ہو جاتی ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ رشید احمد عفا اللہ عنہ (جواہر الفقہ، ج ۱، ص ۳۴۴)۔

مخفی نہیں کہ چار برید اڑتالیس میل شرعی ہیں نہ کہ انگریزی۔ جیسا کہ سنن بیہقی کی عبارت گذشتہ سے ظاہر ہے مگر "مقدار میل مختلف ہے" کے الفاظ سے بھی یہی ظاہر ہے کیونکہ میل شرعی کی مقدار میں اختلاف ہے۔ میل انگریزی تو متعین ہے۔ ۱۷۶۰ گز۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ کے بعض فتاویٰ سے ۴۵ میل شرعی، بعض سے ۴۸ میل شرعی، اور بعض سے ۴۶ میل شرعی مسافت قصر معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھئے ج ۴ ص ۴۲۴۔ ج ۴ ص ۴۱۵۔ فتاویٰ دار العلوم جدید۔

"مالابد منہ" میں ہے۔

مسئلہ: شخصے کہ از خانۂ خود برآید بہ نیت سفر سہ مرحلہ یعنی ہژدہ کروہ ..... قصر کند

فرض چہار گانہ را دوگانہ گزارد اھ (ص ۶۴)۔

ظاہر ہے کہ یہ اڑتالیس میل انگریزی نہیں ہیں بلکہ اڑتالیس کروہ ہیں۔ اور کروہ کوس کو کہتے ہیں جو انگریزی میل سے کافی بڑا ہوتا ہے۔

فتاوی دار العلوم جدید میں ہے۔

در حاشیہ مالا بد منہ لیکن آنچہ گرد در مذہب حنفیہ اعتبار امیال و فراسخ نیست و در عالمگیری از ہدایہ آمدہ ولا معتبر بالفراسخ ہو الصحیح و ہشت چنانکہ مصنف اختیار کردہ مذہب شافعی است۔ جب کہ حنفیہ کے نزدیک میل و فرسخ کا اعتبار نہیں تو جہاز کے سفر میں کس طرح نماز قصر پڑھیں گے؟

الجواب:- اصل مذہب بے شک یہی ہے کہ منازل کا اعتبار ہے یعنی تین دن کی مسافت معتبر ہے۔ لیکن اڑتالیس میل بھی تین منزل ہوتے ہیں۔ اس لئے معمول بہ یہی ہے اور مالا بد منہ میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔ (ج ۴ ص ۴۶۶)

سوال و جواب سے ظاہر ہے کہ مفتی عزیز الرحمن صاحب قدس سرہ بھی اڑتالیس میل انگریزی نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اڑتالیس میل شرعی کو معمول بہ قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ صاحب مالا بد منہ میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اسی کو معمول بہ قرار دے رہے ہیں۔ اور وہ اڑتالیس کروہ ہے جو اڑتالیس میل شرعی کے قریب بنتا ہے۔

الحاصل اڑتالیس میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دینا کہیں نہیں آیا یہ مسافت ۵۴، ۵۸ یا ۶۵ میل شرعی ہونی چاہئے درمیانی قول کو راجح اور معمول بہ بنایا جائے بوجوہ بالا تو اولیٰ ہوگا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۴۔۳۔۱۴۰۱ھ

عورت شادی کے بعد میکے میں قصر کرے یا اتمام

شادی کے بعد عورت جب اپنے والدین سے ملنے کے لئے گئے اور وہاں چند روز رہے

سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو وہاں قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟

الجواب باسم ملہم الصواب رخصتی کے بعد اقامت وسفر میں عورت خاوند کے تابع ہے۔ والدین کا گھر اس کا وطن نہیں رہا۔ لہٰذا اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہو تو قصر کرے۔

ثم المعتبر فی السفر والاقامۃ نیۃ الاصل دون التبع علی الخلیفۃ والامیر مع الجند والزوج مع زوجتہ۔ اھ الکبیری ص ۵۰۹۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مسافر آخری قعدہ میں شرکت کرے تو بھی اتمام کرے

اگر مسبوق مسافر مقیم امام کے پیچھے صرف تشہد میں شرکت کرے اور کوئی رکعت اس کو نہ ملے تو کیا وہ ظہر، عصر اور عشاء میں پوری رکعتیں پڑھے؟

الجواب باسم ملہم الصواب وان اقتدی مسافر بمقیم یصلی اربعۃ ولو فی التشہد الاخیر۔ اھ نور الایضاح مع مراقی الفلاح ص ۲۳۲

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ مسبوق مسافر اگرچہ قعدۂ اخیرہ میں شریک جماعت ہو تب بھی اتمام واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۲۳ / ۶ / ۱۳۹۸ھ

سفر کے ارادے سے اسٹیشن پر پہنچ جائیں تو اسٹیشن پر اتمام کریں یا قصر

سفر کے ارادہ سے جب آدمی اپنے شہر کے اسٹیشن پر پہنچ جائے اور نماز کا وقت ہو جائے تو نماز قصر کرے گا یا پوری؟

الجواب حامداً ومصلیاً اگر اسٹیشن شہر کی آبادی ہی کا حصہ ہو تو وہاں نماز پوری پڑھیں۔
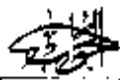
من فارق بيوت موضع هو فيه من مصر او قرية ناويا الذهاب الى موضع بينه وبين ذلك الموضع المسافة المذكورة صار مسافرا فلا يصير مسافرا قبل ان يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذي خرج منه حتى لو كان ثمه محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلة به لا يصير مسافرا ما لم يجاوزها ولو جاوز العمران من جهة خروجه يصير مسافرا اذ المعتبر جانب خروجه وان كانت هناك قرية متصلة بربض المصر فلا بد من مجاوزتها على الصحيح وان كانت متصلة بفنائه دون ربضه لا تعتبر مجاوزتها على الصحيح

(كبيرى . ص ٥٣٩). فقط والله اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۱۴۰۱/۱۲/۳ھ

سفر میں سنن مؤکدہ ادا کرنے نہ کرنے کے بارے میں تفصیل

زید کہتا ہے کہ حالتِ سفر میں سنن و نوافل معاف ہیں کیا اس میں کوئی اختلاف ہے یا نہیں۔ اگر اختلاف ہے تو دلائل پر بالتفصیل واضح کیجئے۔ زید کہتا ہے ابوداؤد میں روایت آئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سنتیں نہیں پڑھتے تھے۔ کیا کوئی روایت ابوداؤد میں ہے۔ اگر ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟
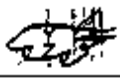
الجواب حامداً ومصلیاً وفي البحر وقيد بالفرض لانه لا قصر في الوتر والسنن واختلفوا في ترك السنن في السفر فقيل الافضل هو الترك ترخيصا وقيل الفعل تقربا وقال الهندواني الفعل حال النزول والترك حال السير وقيل يصلي سنة الفجر خاصة

وقیل سنۃ للقربین؛ فی التجنیس والمختار انہ ان کان حال امن وقرار یأتی بہا لانہا شرعت مکملات والمسافر الیہ محتاج وان کان حال خوف لا یأتی بہا لانہ ترک بعذر وعلی ہامشہ: قولہ وقال الہندوانی الخ قال الرملی قال فی شرح المنیۃ المصلی ولا عدل عما قالہ الہندوانی اھ (حاشیۃ بحر ج ۲ ص ۱۳۲)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ سفر کی حالت میں سنن مؤکدہ کے بارے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں لیکن افضلیت اس میں ہے کہ سفر کے دوران چلتے ہوئے ترک سنن افضل ہے اور ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں ادائے سنن افضل ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ محمد اسحاق غفر لہ
۱۳-۱۱-۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

جو نماز سفر میں ادا نہیں کرسکے حالتِ اقامت میں اس کی قضا کیسے کریں

اگر کسی آدمی کی حالتِ سفر میں نماز قضا ہو جائے تو کیا وہ اپنے مقام پر پہنچ کر نماز قصر ادا کرے یا پوری ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: اگر سفر ہی میں اس نماز کا وقت ختم ہوگیا اور ادا نہیں کی تو گھر پہنچ کر قصر قضا کرے۔

۱- والقضاء یحکی ای یشابہ الاداء سفرا وحضرا لانہ بعد ما تقرر لا یتغیر غیر در مختار (قولہ سفرا وحضرا) ای فلو فاتتہ صلوۃ السفر وقضاہا فی الحضر یقضیہا مقصورۃ کما لو اداہا وکذا فائتۃ الحضر تقضی فی السفر تامۃ. رد (شامی ج ۱ ص ۵۳۵)

۲- والمعتبر فی تغییر الفرض آخر الوقت وہو قدر ما یسع التحریمۃ فان کان المکلف فی آخرہ مسافرا وجب رکعتان والا فاربع لانہ المعتبر فی السببیۃ عند عدم الاداء قبلہ اھ (در مختار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۵۸۵)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۲ ، ۱۰ ، ۱۴۰۹ھ

مسافر امام کا مقیم مدرک مقتدی بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کرے

جب امام مسافر ہو تو وہ دو رکعت پر سلام پھیر دے گا۔ جب مقیم مقتدی کھڑے ہو کر باقی دو رکعت پڑھیں گے تو وہ اس میں قرأت کریں یا نہ کریں؟

حافظ حبیب اللہ

جامع مسجد اڈہ چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

الجواب مقیم مقتدی بقیہ رکعتوں میں قرأت نہ کریں بلکہ فاتحہ کی مقدار خاموش کھڑے رہ کر رکوع میں چلے جائیں۔ فان صلى المسافر ركعتين يسلم ويقوم المقيم فيتم صلوته بغير قرأة في الاصح وقيل يتم بقراءة لانه منفرد ولهذا يجب عليه سجود السهو لسهوه والاصح انه كالمصلي اي كونه مقتديا تحريمة حيث ادرك اول صلوة الامام فتكره له القراءة تحريما و بالنظر الى كونه غير مقتد فعلا وقد سقط عنه فرض القراءة تستحب له القرأة فاذا دار فعل بين كونه مستحبا وحراما يرجح الحرمة اهـ (غنية المستملي ص ۵۰۰)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان۔ ۱۳ ، ۹ ، ۱۴۰۴ھ

فوجی کا قیام ایک جگہ پر نہ ہو تو اتمام کرے یا قصر؟

فوجی اپنے گھر سے نکلا اور فوج میں جہاں قیام ہوا وہاں فوجی کو علم نہیں ہوتا کہ میں یہاں کتنے دن

قیام کریں گے افسر کی نیت پر اطلاع بعض دفعہ مشکل ہوتی ہے۔ بعض دفعہ اچانک دس دن کے اندر دوسری جگہ منتقل ہونے کا حکم ہو جاتا ہے اور ہمیشہ ایک جگہ قیام نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورت میں نماز قصر ہو گی یا پوری؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئولہ میں سپاہی اور فوجی قصر کریں گے تا وقتیکہ افسر کی نیت اقامت کا علم نہ ہو جائے۔

ولا بد من علم التابع بنية المتبوع فلو نوى المتبوع الاقامة ولم يعلم التابع فهو مسافر حتى يعلم على الاصح وفي الفيض وبه يفتى كذا في المحيط رحمتي (در مختار ج ۱ ص ۵۲۵ - شامی) فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
مفتی جامعہ ہذا	۲۵ / ۱۰ / ۱۳۹۱ھ

مسافر کو خلیفہ بنانے کا حکم

اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو مسافر مقتدی کو خلیفہ بنا سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا غلام محمد جامعہ اشرفیہ، شاہ کوٹ شیخوپورہ

الجواب حامداً ومصلیاً امام مسافر مقتدی کو بھی خلیفہ بنا سکتا ہے۔

وكل من يصلح اماما للامام الذي سبقه الحدث في الابتداء يصلح خليفة له ومن لا يصلح اماما له في الابتداء لا يصلح خليفة له كذا في المحيط (عالمگیری ج ۱ ص ۹۵)

اور رباعی میں اقتداء کی وجہ سے مسافر مقتدی کے فرض بھی چار ہی ہوں گے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	نائب مفتی جامعہ ہذا ۱۷ / ۲ / ۱۳۹۴ھ

سفر میں تکلیف نہ ہو تو بھی قصر کرے

س اگر دوران سفر کسی قسم کی تکلیف نہ ہو تو بھی محض سفر کی وجہ سے نماز قصر کرے یا نہ کرے۔ آج کل سفر میں بہت سہولت ہوگئی ہے؟

الجواب سفر میں بہرحال قصر کرے پوری نماز پڑھنے سے گنہگار ہوگا۔

فیحکم بالاتمام عنده حتی روی عن ابی حنیفة انه قال من اتم الصلوة فقد اساء وخالف السنة۔ اھ (شامی ص۱۲۳ ج۲)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۲۹ / ۱۲ / ۱۳۹۹ھ

○

مسافت قصر اڑتالیس میل شرعی ہے نہ کہ انگریزی

س مسافر کی نماز قصر کے سلسلہ میں فقہ حنفی میں "اڑتالیس کوہ" کا لفظ بعض جگہ ذکر ہوا ہے۔ میل کے بارے میں بھی اڑتالیس میل کا فتویٰ دیتے ہیں حالانکہ کوہ میل سے بڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی وضاحت فرمائیں کہ کوہ سے مراد کون سا میل ہے۔ اور میل کے اعتبار سے کتنے میل مسافت ضروری ہے اور کلومیٹر کے اعتبار سے کتنی مسافت بنتی ہے؟

الجواب مسافت قصر میں ۴۸ میل سے مراد میل شرعی ہے جس کے انگریزی میل تقریباً ۵۴ اور کلومیٹر کے حساب سے اٹھاسی کلومیٹر بنتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۹ / ۲ / ۱۴۰۶ھ

○

سفر شرعی تک جانے کا ظن غالب ہو تو قصر واجب ہے

س لوگ وعظ کرتے کرتے دور دراز تک چلے جاتے ہیں مثلاً تبلیغی جماعت والے تو قصر کریں یا نہ

○

الجواب صحیح

خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

فوجی جنگل میں ٹھہرے ہوئے ہوں تو نیت اقامت کے باوجود قصر کریں

اسلامی لشکر جنگی مشقوں کے لئے جاتا ہے جن سفر اپنی چھاؤنی سے طے کر جاتا ہے جس میں قصر کی اجازت ہوتی ہے جہاں پڑاؤ ڈالتا ہے کبھی کرنل صاحب مدت قیام متعین کر دیتے ہیں کبھی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ فوجی حکموں کے اعتبار سے مستقل اختیار کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتے بلکہ ہر کمانڈر بالائی کمانڈر کے اختیار میں ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں کس کمانڈر کی نیت قیام پر عمل کر کے قصر کرے یا پوری پڑھے۔ اگر پوری پڑھے تو قابل اعادہ ہے یا گناہ ہوگا؟

خادم زین العابدین

ڈی کاڈ رجمنٹ ۔ اسماعیل

الجواب موجودہ کرنل کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر وہ بتلا دے کہ پندرہ دن قیام کرنا ہے تو پوری نماز پڑھی جائے جب کہ پڑاؤ کسی شہر، قصبہ یا بستی کے متصل ہو۔ اور اگر پڑاؤ جنگل میں ہے تو پندرہ روز قیام کی نیت ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قصر واجب ہے۔

قال شمس الائمۃ الحلوانی عسکر المسلمین اذا قصدوا موضعا ومعهم اخبیتهم وخیامهم وفساطیطهم فنزلوا مفازة فی الطریق ونصبوا الاخبیة والفساطیط وعزموا فیها علی اقامة خمسة عشر یوما لم یصیروا مقیمین لانها حمولة وفیه ... هکذا فی المحیط ۔ ہندیہ ج ۱ ص ۱۴۲ ۔

اعادہ کرنا ضروری نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مفتی خیر المدارس ملتان ۔ ۲۰/۱۱/۱۳۹۹ھ

جنگی قیدی دارالحرب میں قصر کریں یا اتمام

ہم پاکستانی جنگی قیدی اس وقت انڈیا میں مقیم ہیں کیا ہم قصر کریں یا پوری نماز ادا کریں ؟

المستفتی حافظ عطا اللہ خان ۔ مولوی محمد صادق

جنگی قیدی پاکستانی ۔ انڈیا

الجواب آپ سب پوری نماز ادا کریں قصر نہ پڑھیں ۔ کیونکہ آپ لوگ اس وقت بعد ان افسروں کی تبعیت میں مقیم ہیں مسافر نہیں ہیں نیز اگر آپ کے کیمپ کسی شہر یا قصبہ کے فناء میں واقع ہیں تو جمعہ وعیدین بھی ادا کریں ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۔ ۲۱ ر ۱ ر ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ

کم از کم مسافت جس پر احکام سفر شروع ہو جاتے ہیں

کتنی مسافت طے کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے کہ اس پر مسافر والے احکام مثلاً قصر صلوٰۃ وغیرہ لاگو ہو جائیں ۔ حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی مرحوم کی کتاب "علم الفقہ" میں مسیرۃ ثلاثۃ ایام کی مسافت چھتیس ۳۶ میل تحریر کی ہے کہ روزانہ بارہ میل بنتی ہے ۔ دوسری مسافت صبح سے دوپہر تک تحریر کی ہے ۔ مگر صبح سے شام تک چلنا ۔ کیا یہ درست ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی اس پر عمل کرے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب مسافت قصر کے بارے میں مشائخ حنفیہ کے تین قول ہیں ۔ کم از کم ہندہ فرسخ لکھا ہے جس کے بیالیس ۴۲ میل شرعی اور ۴۸ میل انگریزی ایک فرلانگ ۴۰ میں گز ہوتے ہیں ۔ پس ۳۶ میل پر قصر کرنا درست نہیں ۔ معلوم "علم الفقہ" میں یہ مغالطہ کیسے لکھی گئی ہے ۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۔ ۷ ر ۱۰ ر ۱۳۹۲ھ

مسافر چار رکعت کی نیت کر کے نماز شروع کردے تو کیا کرے

میں مسافر تھا جب میں مصلی پر امامت کے لئے کھڑا ہوا تو چار رکعت نماز ظہر کی نیت باندھ لی۔ دفعتاً خیال آیا کہ میں مسافر ہوں مجھے تو دو رکعت نماز پڑھنی ہے۔ اسی کشمکش و پیچ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر میں نے نماز توڑ دی۔ میں نے یہ سمجھا کہ نیت فرض ہے۔ اگر نیت درست نہیں تو نماز نہیں ہوگی۔

۱: کیا نماز کی نیت کے فوراً بعد میرا یہ عمل درست تھا؟

۲: کشمکش و پیچ میں مبتلا رہنے کے بعد میرا یہ عمل درست تھا؟

۳: کیا اس کا کوئی متبادل نماز کی حالت میں ممکن ہے؟

۴: نماز میں سے ایسے وقت میں نکلنے کا کوئی خاص طریقہ اپنانا چاہئے تھا۔ مثلاً دونوں طرف گردن پھیر کر سلام پھیرنا وغیرہ ہے یا نہیں؟

۵: دوستوں نے کہا کہ مجھے اسی وقت قیام کی نیت کرلینی چاہئے تھی یا مکمل پڑھ لینی چاہئے تھی۔

الجواب تعداد رکعات کا تذکرہ نیت کے وقت شرعاً ضروری نہیں بلکہ غلط وقت ذکر ہو جانے سے بھی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ شامی میں ہے۔

ولا یشترط نیة عدد الرکعات مطلقاً فی شرح الوقایة حتی لو نواها خمس رکعات وقعد علی رأس الرابعة أجزأه وتلغو نیة الخمس (ج ۱ ص ۴۲۲)۔

اس لئے آپ کو نماز توڑنی نہیں چاہئے تھی مسافر والی نماز پڑھا کر سلام پھیر دیتے اور یہ اعلان کر دیتے کہ میں مسافر ہوں تم اپنی نماز پوری کرو۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی ۲۲/۹/۱۴۰۰ھ
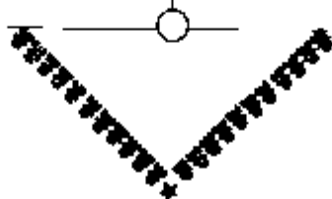
اسلامی فوج نے دارالحرب کے کسی علاقہ پر قبضہ کیا ہوا ہو تو وہاں قصر کریں یا اتمام؟

ہم پاکستان میں دارالحرب کی مقبوضہ زمین میں رہتے ہیں چونکہ رمضان شریف کا مہینہ آرہا ہے ہمارے لئے روزوں کا کیا حکم ہے۔ کیونکہ سحری کھانا مشکل ہے رات کو آگ جلانا یا حرکت کرنا کٹھن ہے اب تک ہم یہاں قصر پڑھتے ہیں لیکن اب بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اب ہم کو زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اس لئے ہم کو پوری نماز پڑھنی چاہئے۔ اور نماز جمعہ و عید کا کیا حکم ہے۔

الجواب وفی البحر عن التجنیس اذا دخلوا علی مدینة الحرب ان اتخذوها دارا اتموا وان لم یتخذوها دارا ونووا الاقامة بها شهرا او اکثر قصروا لانها دار حرب وهم محاربون فيها بخلاف اهل البغی۔ الدر مع الشامیة ج۲ ص [illegible]

صورت بالا سے معلوم ہوا کہ حکومت پاکستان جب تک مقبوضہ علاقوں کو اپنا علاقہ تصور نہ کرے اس وقت تک یہ علاقے دار حرب رہیں گے جیسا کہ حکومت کے اعلانات سے ظاہر ہے۔ لہٰذا آپ حضرات ان علاقوں میں اب تک مسافروں کے حکم میں ہیں۔

روزے کے متعلق یہ حکم ہے کہ اگر رکھ سکتے ہوں تو بہتر ہے۔ ورنہ چھوڑنے کی اجازت ہے اور قضاء لازم ہے۔ تراویح اگر پڑھ سکتے ہوں تو بہتر ہے چھوڑنے کی بھی اجازت ہے۔ فرائض میں قصر لازم ہے۔ جمعہ اور عید کی نماز آپ لوگوں کے ذمہ فرض نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی
[illegible]

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم مدرسہ ہذا
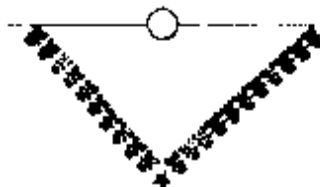
وطن اقامت مشابہ بہ وطن اصلی میں ایک دفعہ

بہ نیت اقامت پندرہ دن ٹھہرنا ضروری ہے

زید اپنے وطن اصلی سے تقریباً ساٹھ میل دور کسی جگہ بسلسلہ ملازمت قیام پذیر ہے اور وہ ہر جمعہ گھر چلا جاتا ہے ایک یوم کے لئے تو گویا کہ وطن اقامت میں چھ دن رہتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں وطن اقامت میں قصر کرے گا؟ پہلے ہمارا اسی پر عمل تھا۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے سنا ہے کہ مفتیان خیر المدارس نے اپنا فتویٰ تبدیل کر دیا ہے۔ کہ وطن اقامت اس وقت تک باطل نہ ہوگا جب تک کہ وہاں سے ترک سکونت نہ کرے کیا یہ صحیح ہے؟

مستفتی سلطان احمد قریشی

وطن اقامت بننے کے لئے اس جگہ میں ایک دفعہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے قیام کرنا ضروری ہے۔ بعد ازاں وطن اقامت میں اتمام کیا جائے۔ خواہ بنیت اقامت کے قیام کیا جائے۔ اور اگر کسی دفعہ بھی پندرہ دن کی نیت سے قیام نہیں کیا تو اس وطن اقامت میں قصر کیا جائے۔ یہ درست ہے کہ جب تک ترک سکونت نہ کی جائے، ایسا وطن اقامت سفر سے یا وطن اصلی کی طرف جانے سے باطل نہیں ہوتا۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
۸ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

مسافر امام نے اتمام کیا تو مقتدیوں پر بہرحال اعادہ واجب ہے

زید سفر پر گیا وہاں امامت کرائی اور نماز پوری پڑھائی۔ بعد میں خیال آیا۔ بعض علماء سے پوچھا گیا تو انہوں نے گنجائش نکالی کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قصر نہیں ہے۔ لہذا انتشار کے خطرہ

کی وجہ سے نماز درست ہوگئی۔ نیز فتاویٰ دارالعلوم دیوبند وغیرہ میں ہے۔

و ذلك بما ورد في رد المحتار انه لا اعتبار لاعتقاد المقتدي ولا اعتبار لاعتقاد الامام الخ۔ وضاحت فرماویں۔

المستفتی حافظ یعقوب حسن

بحوالہ جامع مسجد بھیرہ ضلع سرگودھا

الجواب صورت مسئولہ میں مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ انہیں اطلاع دینا ضروری ہے تاکہ وہ فرض سے سبکدوش ہوسکیں، اختلاف کوئی عذر نہیں جو مانع ہو۔ سوال میں مذکور عبارات کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کے لئے جب امام کی آخری دو رکعت نفل ہیں تو اس کی نماز اقتداء کی وجہ سے فاسد ہو جائے گی امام خواہ انہیں نفل کی حیثیت سے پڑھ رہا ہو یا شافعی ہونے کی بنا پر فرض کی حیثیت سے پڑھ رہا ہو لیکن چونکہ مقتدی حنفی ہے اور اس کے لحاظ سے آخری دو رکعتیں نفل ہیں لہذا اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ وہاں جانا بھی ضروری نہیں اطلاع ضروری ہے۔ جہاں تک ممکن ہو کوشش کرکے اطلاع دی جائے۔

فلو اتم المقيمون صلوتهم معه فسدت الخ۔ (شامی ج ۱ ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	مفتی خیرالمدارس ملتان ۱۲/۱/۱۳۹۹ھ

مسافر اتمام کرے تو اس کی نماز کا حکم

ایک آدمی سفر میں جاتا ہے بمقدار سفر اتنی ہے کہ اس میں قصر نماز پڑھی جاتی ہے لیکن بوجہ غلبہ نسیان کے وہ بھول گیا اور بالکل یاد نہیں رہا اور بجائے قصر کے پوری نماز پڑھتا رہا۔ اسی حالت میں امامت بھی کی اور اکیلے نماز بھی ادا کی گھر آنے پر یاد آیا۔ اب ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب ان صلى اربعا وقعد في الثانية قدر التشهد اجزأته والاخريان نافلة ويصير مسيئا لتاخير السلام۔

(عالمگیری ج ۱ ص [illegible])

٢ - ولو اقتدى مقيمون بمسافر واتم بهم بلا نية اقامة وتابعوه فسدت صلوتهم (فتح وشامی ج ۱ ص ۴۴۵)۔

عبارت اول سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں مسافر کی نماز صحیح ہے خواہ امام ہو یا منفرد بشرطیکہ قعدہ اولیٰ کیا ہو۔ اور کراہت بھی نہیں۔ کیونکہ سہواً ایسا ہوا ہے۔ (کذا فی السعایۃ ج ۱ ص ۳۴۶)۔

عبارت ثانی کی بناء پر ان مقتدیوں کی نماز البتہ فاسد ہے جو مسافر امام کے پیچھے پوری نماز پڑھتے رہے ہیں۔ اس لئے امام مذکور پر لازم ہے کہ وہ حتی الامکان ان مقتدیوں کو اطلاع کرے کہ وہ اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
معین مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

۳ / ۹ / ۱۳۹۹ھ

صرف زمین یا مکان کا باقی رہنا وطن اصلی کے ختم ہونے کے لئے مانع نہیں ہے

میری زرعی اور مکانی جائیداد ضلع لائلپور میں ہے۔ لیکن تقریباً عرصہ تیس سال سے وہاں کی سکونت بالکل ترک کردی ہے۔ اور ضلع بہاولپور میں زرعی اور سکنائی جائیداد بنا رکھی ہے اور رہائش بھی یہیں جگہ اختیار کرلی ہے۔ اور ضلع لائلپور میں جہاں جائیداد ہے وہاں دوبارہ سکونت پذیر ہونے کا کوئی خیال نہیں ہے لیکن اقرباء کی ملاقات کے لئے یا اپنی جائیداد کی آمدنی وصول کرنے کے لئے سال بھر میں ایک دو دفعہ جانا ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر میں وہاں جاؤں اور تین روز اقامت کا ارادہ بھی ہو تو نماز قصر ادا کروں یا نہ۔ اگر ایک شخص کی جائیداد دو، تین یا اس سے زائد جگہوں میں ہے اور سکونت اس کی ایک جگہ ہے مستقل۔ تو جب وہ اپنی جائیداد کی دیکھ بھال کرنے جائے اور تین روز رہائش کا ارادہ ہو تو کیا وہ قصر کر سکتا ہے یا صرف جائیداد کا ملکیت میں ہونا وطن اصلی کے لئے کافی ہے؟

الجواب

(الوطن الاصلی یبطل بمثله) اذا لم یبق له بالاول اهل ای وان بقی له فیه عقار قال فی النهر ولو نقل اهله ومتاعه وله دور فی البلد لا تبقی وطنا له وقیل تبقی کذا فی المحیط وغیره (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۸۹)

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ وطن اصلی کے بطلان کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ وہاں سے بالکلیہ ترک سکونت کر کے مستقل طور پر رہائش دوسری جگہ پر کر لی جائے۔ پہلے وطن میں اپنے مکان یا جائیداد کا باقی رہنا وطن اصلی کے بطلان کے لئے مانع نہیں۔ پس صورت مسئولہ میں جب لاکپور جائیں اور وہاں چندہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو تو قصر کرنا پڑے گی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۱۹۷۰/۳/۱۹

ملازمت کی جگہ کبھی ہفتہ سے زائد نہ ٹھہرے ہوں تو قصر کریں یا اتمام

۱۔ ہم اپنے گاؤں سے ایک سو میل دور پشاور میں ملازم ہیں۔ ہم ہر ہفتہ باقاعدگی سے اپنے گاؤں جاتے ہیں اور ہر ہفتے کے دن واپس پشاور آجاتے ہیں۔ یہ معمول گزشتہ پانچ سال سے جاری ہے اور آئندہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔ تو نماز قصر ہے یا پوری؟

۲۔ اگر قصر ہے تو گزشتہ پانچ سال جو ہم نے پوری نماز پڑھی ہے کافی ہے یا قصر کی قضا کریں۔

الجواب

۱۔ اگر جائے ملازمت میں کسی ایک مرتبہ پندرہ روز بہ نیت اقامت مقیم نہیں ہوئے تو آپ اس جگہ مسافر ہی تصور ہوں گے۔ نماز قصر کریں۔ بصورت دیگر آپ مقیم ہوں گے۔ آئندہ کے لئے خواہ تھوڑے دن ہی قیام رہے تب بھی پوری نماز پڑھی جائے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز جماعت سے ادا کریں۔ درمختار میں ہے۔

فیقصر ان نوی الاقامة فی اقل منه ای فی نصف شهر الخ (شامی ص ۵۲۹)

۲۔ اگر مسافر قصداً پوری نماز پڑھے تو اس کی نماز مع الکراہت درست ہے۔ بشرطیکہ درمیانی قعدہ کر لیا ہو۔ فلو اتم مسافر ان قعد فی القعدة الاولی تم فرضه و لکنه اساء لو عامداً۔ (رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۵۳)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

۱۴۰۰/۲/۱۶

زرعی زمین کی دیکھ بھال کے لیے جائیں تو وہاں قصر کریں یا اتمام

زید کا آبائی وطن ملتان ہے یعنی اس کا مولد، اس کا خاندان، اس کا مکان، بیوی بچے اور آبائی قبرستان یہیں ہے لیکن اس شہر میں اس کا ذریعہ معاش کوئی نہیں۔ اس کا ذریعہ معاش زمین کا ایک قطعہ ہے جو کہ مضافات شہر بہاولنگر میں ملتان سے تقریباً ڈیڑھ سو میل پر واقع ہے۔ زید کا جہاں رقبہ ہے وہیں اس کا اپنا علیحدہ مکان بھی ہے۔ بلکہ پوری ایک بستی ہے جو زید کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے دیگر خاندان کی زمینیں اور مکانات بھی عرصہ قدیم سے وہاں ہیں۔ زید کا وہاں جانا تقریباً مہینہ میں دو مرتبہ ہو جاتا ہے۔ لیکن قیام عموماً دس چودہ دن تک مسلسل ہوتا ہے۔ سال میں ایک دو مرتبہ زید اپنے بیوی بچے بھی وہاں لے جاتا ہے۔ زید کے آدھا سامان بستر، ظروف وغیرہ بھی مکان میں ہر وقت موجود رہتا ہے۔ نیز زید کے والد کی بھی جائیداد مختلف موضع میں تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور وہاں والد صاحب کی دوسری اہلیہ اور بچے بھی ہیں اور وہاں زید کے والد کا قیام بھی مستقل ہے۔ اندریں صورت مسئلہ درپیش یہ ہے کہ کیا جب زید اپنی بستی میں جاتا ہے اور اس کی نیت وہاں چند دن ٹھہرنے کی ہو تو کیا وہ شرعاً اپنے آپ کو مسافر سمجھ کر قصر کرے یا مقیم رہ کر وطن سمجھ کر نماز پوری پڑھے۔ نیز یہ بھی بیان فرمائیں کہ اگر زید اپنے والد کے گھر میں جائے تو کیا وہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔

الجواب اگر زید قبل ازیں مسکونہ وطن میں چند دن کے قیام کی نیت کے ساتھ ٹھہر چکا ہے تو یہ وطن اقامت مثل وطن اصلی ہے لہٰذا یہاں اتمام کیا جائے گا۔ البتہ اگر سیدھا والد کے گھر جائے تو وہاں قصر کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح — احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء — مفتی خیر المدارس ملتان

ایک ہی شہر میں رہ کر مختلف مساجد میں تبلیغی کام کرنا ہو تو بصورت نیت اقامت اتمام کریں

ہماری تبلیغی جماعت کی تشکیل ہوتی ہے۔

(۱) بسا اوقات ایک بڑے شہر میں ہم جاتے ہیں وہاں چھوٹی چھوٹی مسجدیں ہوتی ہیں اور پندرہ دن سے زیادہ اسی شہر کے اندر رہنے کے ارادہ سے جاتے ہیں تو اس شہر میں ایک مسجد سے دوسری مسجد میں جب جائیں گے تو قصر کریں یا نہیں ؟

قریب قریب کے مختلف دیہاتوں میں پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو قصر کریں

(۲) بسا اوقات ایک ایسے علاقے کی طرف تشکیل ہوتی ہے کہ اس میں چھوٹے چھوٹے دیہات ہوتے ہیں۔ اس پورے علاقے میں تو پندرہ دن سے زیادہ قیام کرتے ہیں لیکن کسی ایک دیہات میں پندرہ دن سے کم ٹھہرتے ہیں اور یہ دیہات کبھی تو ایک دوسرے سے آدھے میل کے فاصلے پر ہوتے ہیں اور کبھی ایک میل اور کبھی اس سے بھی زیادہ، تو اس علاقے میں ہم قصر کریں گے یا پوری نماز پڑھیں گے۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد صدیق نائب امیر مرکز سیسران شاہ

الجواب

(۱) اس صورت میں پندرہ دن قیام کی نیت کرنے پر اتمام کریں گے۔

(۲) قصر کریں گے۔ ولو نوی الاقامة خمسة عشر یوما فی موضعین فان کان کل منهما اصلا بنفسه نحو مکة ومنی والکوفة والحیرة لا یصیر مقیما وان کان احدهما تبعا للآخر حتی تجب الجمعة علی سکانه یصیر مقیما اھ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۰)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح

۲۳/۳/ ۰۳ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

بحری جہاز میں نیت اقامت درست نہیں

ہمارے ایک بزرگ حاجی صاحب نے حج کے لئے بحری سفر ایسا اختیار کیا کہ جس میں پندرہ دن سے زائد جہاز میں رہنا تھا تو انہوں نے اس دوران خود بھی نماز پوری پڑھی اور دوسروں

کو بھی یہی کہتے رہے۔ اور دلیل یہ دی کہ چونکہ جہاز میں ایک طرح کی بستی آباد ہے اور تمام ضروریاتِ زندگی یہاں مل جاتی ہیں اور ہم نے پندرہ دن سے زائد یہاں رہنا ہے۔ لہٰذا ہم مقیم ہیں اور ہمیں پوری نماز پڑھنی چاہیئے۔ کیا ان کا یہ عمل اور قول درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حاجی صاحب موصوف نے پوری نماز پڑھ کر غلطی کی ہے قصر ضروری تھی نیز ان کی دلیل بھی درست نہیں۔ کیوں کہ نیتِ اقامت اس جگہ صحیح ہوتی ہے جو جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو۔ کشتی یا بحری جہاز میں مستقل رہائش کوئی نہیں رکھتا۔ لہٰذا کشتی یا جہاز کے سفر میں قصر ہی ضروری ہے خواہ کتنے دن اس میں سفر کرنا ہو۔

ولا تصح نية الاقامة في مفازة لغير اهل الاخبية لعدم صلاحية المكان في حقه۔ الخ (مراقي الفلاح) (قوله ولا تصح نية الاقامة في مفازة) مثلها الجزيرة والبحر والسفينة والملاح مسافر وسفينته ليست بوطن۔ الخ (طحطاوي۔ ص ۲۳۴)۔ فقط واللّٰہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللّٰہ عنہ مفتی جامعہ ہذا

مقیم بننے کے لئے پندرہ دن مسلسل قیام کی نیت ضروری ہے

محترم جناب مہتمم صاحب جامعہ خیر المدارس ملتان۔

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

چند مسائل پیشِ خدمتِ اقدس ہیں اگر ان کے شرعی حل سے مشرف فرمائیں تو مشکور ہوں گا۔ مسائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ حج کے دنوں میں چند حاجی صاحبان مکہ مکرمہ ایسے وقت پہنچتے ہیں کہ اگر پہنچنے والے دن سے شمار کیے جائیں تو سات ذی الحجہ تک پندرہ دن پورے نہیں ہوتے۔

۲۔ اگر آٹھ ذی الحجہ تک دن گنے جائیں تو بھی پندرہ دن پورے نہیں ہوتے۔

۳۔ چند حاجی صاحبان سات یا آٹھ ذی الحجہ کے دن سے پچیس دن قبل مکہ مکرمہ پہنچے مگر عرفات

پانچ دن رہ کر مدینہ منورہ چلے گئے وہاں آٹھ دن گزار کر پھر مکہ مکرمہ آگئے۔ مگر اب سات یا آٹھ ذی الحجہ تک صرف بارہ دن رہتے ہیں۔

اوپر بیان شدہ صورتوں میں سے کن کن صورتوں میں حاجی صاحبان مسافر رہیں گے۔ اور کن کن صورتوں میں مقیم رہیں گے ؟

الجواب تینوں صورتوں میں مذکورہ حجاج مسافر ہیں۔ پندرہ روز قیام کی نیت سے مقیم بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس دوران کوئی سفر درپیش نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے۔

فلو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الى منى وعرفة فصار كنية الاقامة فى غير موضعها و بعد عودها من منى تصح۔ (شامية ج ۱ ص ۵۲۸)۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء	نائب مفتی ۴ / ۹ / ۱۴۰۹ ھ

مستقل وطن اقامت سفر سے باطل نہیں ہوتا

اس بارے میں سندھی مسافر العین سے ایک استفتاء آیا تھا جس کا جواب حضرت الشیخ العلامہ مفتی عبد الستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے دیا کہ ایسا وطن اقامت سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ یہ جواب حضرت العلامہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بغرض تصدیق بھیجا گیا تو انہوں نے بھی اس کی تصویب فرمائی

یہ پوری خط وکتابت دارالافتاء جامعہ خیر المدارس کے رجسٹروں میں موجود ہے اور مرتب خود پر " احسن الفتاوی " جلد چہارم میں بنام " وطن الارتحال یبقی بعد الاشتغال " شائع ہو چکی ہے۔ چونکہ " احسن الفتاوی " میں جامعہ خیر المدارس کے جواب سے متعلق ایک زائد سوال وجواب بھی ہے اس لئے یہ خط وکتابت جیسا یہاں سے نقل کی جاتی ہے۔

وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب

وطن الارتحال

يبقى

ببقاء الأثقال

سفر مع ترک انتقال سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا

مخدوم مکرم جناب حضرت مفتی صاحب مدظلہم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی
ایک مسئلہ برائے تحقیق و تصدیق ارسال خدمت ہے امید ہے کہ مدلل جواب سے نوازیں گے ۔ ادارہ
میں بحمد اللہ خیریت ہے ۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہم العالی بھی بخیریت ہیں ۔ فقط والسلام

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱/۹/۱۳۸۶ھ

سوال : میں منڈی بہاء الدین میں خطیب ہوں اور مستقل طور پر ملازمت کر رہا ہوں ۔ مجھے محکمۂ اوقاف کی طرف سے ایک رہائشی مکان بھی ملا ہوا ہے ۔ میرے بال بچے مع گھریلو سامان کے بھی میرے ہمراہ ہی مکان میں رہائش رکھتے ہیں ۔ البتہ میرا وطن اصلی سلانوالی ضلع سرگودھا ہے ، وہیں کا رہنے والا ہوں اور وطن اقامت یہ منڈی بہاء الدین ہے ۔ ایک عالم تو مثل فرماتے ہیں کہ سفر شرعی کے لئے منڈی بہاء الدین سے باہر جب بھی میں جاؤں اور پھر واپس منڈی میں آؤں تو نماز قصر کروں تاوقتیکہ واپسی کے بعد منڈی میں پندرہ یوم ٹھیرنے کا ارادہ نہ ہو ۔ مثلاً اگر کسی سفر شرعی سے واپسی کے بعد ہفتہ عشرہ تک کہیں دوبارہ سفر پر جانا ہو تو قصر لازم ہوگی اور پوری نماز مقتدیوں کو نہیں پڑھا سکتے ۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ منڈی بہاء الدین میں باقاعدہ رہائش رکھنے اور بال بچے موجود ہونے کے باوجود پھر بھی کیا سفر شرعی سے واپسی کے بعد اقامت شرعی کے لئے پندرہ روز کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں ۔ اور منڈی سے باہر اکثر جانا ہی پڑتا ہے ۔ اور گاہ گاہ یہ اسفار مختصر وقفات کے بعد مسلسل ہوتے ہیں تو میں امامت کیسے کرا سکتا ہوں ؟ مدلل ارقام فرمایا جائے ۔

الجواب : فاضل موصوف کا مذکورہ بالا فتویٰ غالباً متون کے اطلاق سفر پر مبنی ہے ۔ متون کی عبارت یہ ہے ویبطل الوطن الاصلی بمثلہ والسفر ووطن الاقامۃ بمثلہ و بالسفر والاصلی (کنز وغیرہ) اس عبارت سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض خروج بنیت سفر اسکے لئے مبطل ہے ۔ لیکن اس کے ظاہر کو کافی سمجھنے کی بجائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکی صحیح مراد تک پہنچنے کے لئے دیگر عبارات فقہیہ پر بھی نظر کر لی جائے ۔ عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اقامت سے محض سفر کرنا ہی مبطل نہیں بلکہ دراصل سفر بصورت انتقال مبطل ہے ۔ یعنی یہ بطلان اسوقت ہوگا جبکہ وطن اقامت سے

بنیت سفر جاتے وقت اپنا سامان وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے جس سے یہ سمجھا جائے کہ شخص مذکور کا ارادہ فی الحال یہاں واپس آنیکا نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ وطن اصلی سفر سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ وطن اصلی سے سفر کرنا ترک توطن بالوطن الاصلی یا اعراض عن التوطن پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اہل وعیال وغیرہ کی موجودگی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جانیوالا اس مقام پر واپس لوٹ آنے کے قصد وارادہ سے جا رہا ہے حتیٰ کہ اگر وطن اصلی سے جانے والا اہل وعیال سمیت چلا جائے اور دوسری جگہ وطن اصلی بنالے تو پہلے وطن اصلی کی وطنیت بھی ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ تمام کتب فقہ میں مصرح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراصل بطلان وطن کا مدار سفر وغیرہ مع ترک توطن یا اعراض عن التوطن پر ہے محض خروج بنیت سفر پر نہیں۔ پس جس وطن سے بھی ترک توطن کا عزم کرلیا اور وہاں سے نکل پڑا یا دوسری جگہ وطن بنالیا وہ وطن باطل ہوجائے گا خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت، البتہ ان دونوں وطنوں سے سفر کرنے میں عام طور پر ایک فرق ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے ان دونوں اوطان کے متعلق سفر کا حکم مختلف بتلایا گیا کہ سفر وطن اصلی کے لئے مبطل نہیں اور وطن اقامت کے لئے مبطل ہے وہ فرق یہ ہے کہ وطن اصلی سے سفر عام حالات میں بدون ارادۂ ترک توطن ہوتا ہے۔ کسی حاجت کے لئے سفر ہوا واپس پھر وہیں آنا ہوتا ہے اور یہ سفر بصورت ارتحال نہیں ہوتا اور وطن اقامت سے سفر عموماً بارادۂ ترک توطن ہوتا ہے۔ کیونکہ اصلی رہائش تو کسی دوسری جگہ ہے یہاں قیام برائے حاجت تھا ضرورت پوری ہونے پر یہاں سے جانا ہی ہوگا جیسے اسفار تجارت وملاقات وحج وغیرہ۔ پس یہ سفر عموماً بصورت ارتحال ہی ہوتا ہے۔ اس فرق کے پیش نظر یہ کہا گیا ہے کہ سفر وطن اقامت کے لئے مبطل ہے کیونکہ وطن اقامت کے بارے میں سفر کا عام معروف ومعتاد فرد ایسا سفر ہی ہوتا ہے والمطلق اذا اطلق یراد بہ الفرد الکامل، پس متون کی تعبیر سفر کے اسی فرد مطلق کے بارہ میں ہوگی تمام سفروں کے بارہ میں نہیں، چنانچہ بدائع کی تعلیل سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جو سفر وطن اقامت کے لئے مبطل ہے وہ کونسا سفر ہے؟ اور متون میں اس مقام پر جو لفظ سفر مذکور ہے اس سے یہی مراد ہے؟ ملک العلماء امام ابوبکر الکاسانی تحریر فرماتے ہیں۔ وینتقض بالسفر ایضا لان توطنہ فی ھذا المقام لیس للقرار ولکن لحاجۃ فاذا سافر منہ یستدل بہ علی انقضاء حاجتہ فصار معرضا عن التوطن بہ فصار ناقضا لہ دلالۃ (بدائع ج ۱)

وطن الارتحال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳

تعلیل سے ظاہر ہے کہ یہ وہ سفر ہے جو اس امر کی دلیل بن سکے کہ اب یہاں رہائش کی حاجت نہیں رہی اور جانے والا اس مقام کی وطنیت کو ختم کر چکا ہے اور یہ اس سفر میں ہوتا ہے جو کہ بصورت ارتحال ہوتا ہے اور جس شہر میں زید کے بیوی بچے ہیں اور کامل رہائش ہے ایک دو دن کے لئے اگر زید کہیں جائے تو زید کا یہ سفر قضاء حاجت اعراض عن التوطن اور نقض للتوطن کسی امر پر بھی ہرگز ہرگز دلالت نہیں کرتا بلکہ بقاء ثقل بقاء توطن کی قطعی دلیل ہے اور اگر لفظ سفر سے مراد سفر شرعی کا ہر فرد ہو خواہ وہ بصورت ارتحال ہو یا بصورت ارتحال نہ ہو تو دلیل اور دعوی میں انطباق کیسے ہوگا؟ جبکہ دعوی عام اور دلیل خاص ہے۔

اس کے علاوہ صاحب بحر وغیرہ نے اس امر کی تصریح نقل کی ہے کہ بقاء ثقل سے وطن اقامت باقی رہتا ہے گو دوسری جگہ بھی مقیم ہو جائے اس تصریح سے تعلیل بدائع کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ وھذا نصہ وفی المحیط ولو کان لہ اھل بالکوفۃ واھل بالبصرۃ فمات اھلہ بالبصرۃ وبقی لہ دور وعقار بالبصرۃ لا تبقی وطنًا لہ وقیل تبقی وطنًا لانہا کانت وطنًا لہ بالاھل والدار جمیعا فبزوال احدھما لا یرتفع الوطن کوطن الاقامۃ یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر اھ (ص۱۳۸ ج ۲) اور بحوالہ محیط بعینہ یہی جزئیہ مجمع الانہر (ص۱۶۳ ج ۱) میں بھی موجود ہے صاحب بحر اور صاحب نہر نیز منحۃ الخالق میں علامہ شامیؒ نے اس پر کوئی کلام نہیں فرمایا۔

فائدہ:

تفصیل بالا اور دیگر عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت درحقیقت اسوقت باطل ہوتے ہیں جبکہ ان کے شمار کردہ مبطلوں میں دلالۃ علی نقض الوطن السابق پائی جائے۔ دیکھئے وطن اصلی کے لئے دوسرے وطن اصلی کو مبطل قرار دیا گیا ہے اور متون میں یہ بطلان مطلق ہے کسی قید کے ساتھ مقید نہیں حالانکہ دوسرا وطن اصلی علی الاطلاق پہلے کے لئے مبطل نہیں بلکہ اس صورت میں مبطل ہے جبکہ پہلے سے نقض وطنیت کرتے ہوئے دوسرے کو بھی وطن اصلی بنالے ورنہ اگر پہلے وطن کو حالت سابقہ پر رکھتے ہوئے دوسرے مقام پر بیوی کر لیتا ہے اور اسے بھی مستقل رہائش کے لئے تجویز کر لیتا ہے تو پہلا وطن اصلی اس سے باطل نہیں ہوگا۔ کما فی البحر وغیرہ قید نا بکونہ انتقل عن الاول باھلہ لانہ لو لم ینتقل بھم ولکنہ استحدث اھلاً فی بلدۃ اخری فان الاول لم یبطل ویتم فیھما (فتم)

بلکہ علامہ طحطاوی نے لکھا ہے کہ دو سے زائد بھی وطن اصلی ہوسکتے ہیں اور متون میں دوسرے نمبر پر مبطل وطن اقامت کو شمار کیا گیا ہے کہ دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے مبطل ہے اور الفاظ میں یہاں بھی اطلاق ہے اور بظاہر کوئی قید موجود نہیں حالانکہ جیسے صورت اولی میں بطلان مقید ہے ایسے ہی یہاں بھی مقید ہے۔ یعنی دوسرا وطن اقامت پہلے کے لئے تب ہی مبطل ہوگا جبکہ پہلے کی وطنیت کو ختم کرکے وطن اقامت بنایا گیا ہو۔ اور اگر پہلے کی وطنیت کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ اسکی رہائش بدستور باقی ہے۔ یعنی بچے اور سامان وہیں ہے اور دوسرے مقام میں شرعی اقامت کے ساتھ مقیم ہوگیا تو اس سے پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا جیسا کہ جزئیہ محیط میں مصرح ہے کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر اھ پس جیسے ان دونوں مبطلوں میں الفاظ مطلق ہیں لیکن مراد خاص ہے اسی طرح مبطل ثالث (سفر) کے بارے میں کہا جائیگا کہ گو لفظوں میں عموم ہے مگر مراد خاص سفر ہے جو بصورت ارتحال ہوتا ہے جیسا کہ تعلیل ہدایہ سے مفہوم ہوتا ہے۔

بقاء اہل وثقل سے بقاء اقامت وتوطن رہتا ہے عرف سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے چنانچہ جو شخص بال بچوں سمیت ایک شہر میں ہو گو یہ اسکا وطن اصلی نہ ہو محض اسکے ایک دو دن کے لئے سفر پر چلے جانے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ یہاں سے ترک سکونت کر گیا ہے نہ اس سفر کو کوئی ترک سکونت کہتا ہے اور نہ ہی سفر سے واپسی کو کوئی تجدید توطن یا استیناف سکونت قرار دیتا ہے۔ البتہ اگر بیوی بچے وغیرہ بھی ہمراہ لیجائے اور ارادہ یہاں واپسی کا نہ ہو تو اب یقیناً کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں سے رہائش ترک کر گیا ہے۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہے اور اسکا ذریعہ معاش بھی اسی شہر سے متعلق ہو تو اسکا یہ توطن تب باطل ہوگا جبکہ اس شہر سے رہائش ختم کر کے چلا جائے۔ محض عارضی اور وقتی اسفار سے اسکا یہ وطن اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت سے جب سفر بصورت ارتحال ہوگا تو یہ اسکے لئے مبطل ہوگا۔ پس صورت مسئولہ میں سائل سفر کے بعد جب بھی منڈی بہاء الدین پہنچے گا مقیم تصور کیا جائیگا اور نماز پوری پڑھیگا بلکہ بعض عبارات سے تو ایسے مقام کے وطن اصلی ہونیکا بھی ثبوت ہوتا ہے۔ کتاب الفقہ للعلامہ عبدالرحمن الجزیری مطبوعہ مصر میں وطن اصلی کی تعریف یہ کی گئی ہے۔ وهو الذي ولد فيه او له فيه زوج في عصمته او قصد ان يرتزق فيه وان لم يولد به ولم يكن له به زوج اھ [illegible] واللہ اعلم۔ عبد الستار نائب مفتی خیر المدارس ملتان

وطن الاقامة

الجواب باسم ملهم الصواب

مسئلہ صحیح ہے کہ ابقاء ثقل سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا، البتہ تحریر میں اُمور ذیل قابلِ اصلاح ہیں۔

① کتاب الفقہ کی عبارت "او قصد ان یتوطن فیہ" سے اس پر استدلال یا اس کی تائید صحیح نہیں۔ کیونکہ قصد ارتزاق سے مقصد یہ ہے کہ قصد ارتزاق علی سبیل الدوام ہو، جیسا کہ مطلقاً تولد یا تزوج سے وطن اصلی نہیں بن جاتا جب تک کہ اس میں اقامت علی سبیل الدوام کا قصد نہ ہو۔ قال فی الخانیۃ المسافر اذا اتخذ دارا بمصر (الی قولہ) ان کان ذلک وطنا اصلیا بان کان مولدہ وسکن فیہ او لم یکن مولدہ ولکنہ تأھل بہ وجعلہ دارا الخ (خانیۃ علی ھامش العالمگیریۃ ص۱۶۵ ج۱)

اس سے ثابت ہوا کہ موضع تولد و تأہل وطن اصلی جب ہوگا جبکہ اس میں سکونت و جعل دار کا قصد بھی ہو، اثبات مسئلہ کے لئے جو دوسرے دلائل تحریر کئے گئے ہیں وہ کافی و وافی ہیں۔

② اس امر کی توضیح ضروری ہے کہ بقاء وطن اقامت کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں اہل و عیال چھوڑ کر گیا ہو یا سامان اپنے مقبوضہ مکان میں رکھ کر گیا ہو، اگر سامان کسی کے پاس ودیعت رکھ کر گیا تو وطن اقامت باطل ہو جائے گا اس لئے کہ اسے عرفاً سکونت نہیں کہا جاتا۔ وقال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قولہ حلف لا یساکن فلانا) فان کان ساکنا معہ فان اخذ فی النقلۃ وھی ممکنۃ والا حنث قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فان کان وھب لہ المتاع وقبضہ منہ وخرج من ساعتہ ولیس من رأیہ العود فلیس بساکن وکذلک اذا اودعہ المتاع او اعارہ ثم خرج لا یرید العود (بحر) (رد المحتار ص۱۲۸ ج۳)

③ تحریر میں عبارت "دراصل بطلان وطن کا مدار (الی) خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت" کی ترمیم ضروری ہے۔ کیونکہ وطن اصلی صرف اعراض عن التوطن سے باطل نہیں ہوتا بلکہ اعراض کے ساتھ توطن بوطن آخر بھی شرط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

رشید احمد عفا اللہ عنہ
۱۴ رمضان المبارک سنہ ۹۶ ہجری

مسئلہ مذکورہ بالا سے متعلق متضاد جوابات میں فیصلہ

مخدوم العلماء جناب حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی، گرامی نامہ بوساطت حضرت مولانا خیر محمد صاحب دامت برکاتہم موصول ہوا۔ مسئلہ وطن اقامت کے بارے میں بعینہٖ فتویٰ قاسم العلوم مع تحریر خیر المدارس ارسال خدمت ہے۔ اُمید ہے کہ رائے عالی سے جلد مطلع فرمایا جائیگا۔

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہٗ

از دار الافتاء خیر المدارس، ملتان

فتویٰ قاسم العلوم

هو المصوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبارات فقہیہ متون وشروح وحواشی پر غور کرنے سے بظاہر جو معلوم ہوتا ہے وہ فی الواقع تدبر وتامل کے بعد بھی اس کی یہی صحیح مراد ہے وہ یہ کہ وطن اقامت مطلق خروج بنیت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ خواہ خروج مذکور کے وقت یہاں واپس آنیکا کوئی ارادہ نہ ہو یا خروج کے وقت چند روز کے بعد کسی وقت اس وطن اقامت میں واپس آنے کے ارادے سے سفر پر گیا ہو۔ نیز ساز وسامان، متاع وثقل ساتھ لیجا چکا ہو یا اسی وطن میں سامان وثقل چھوڑ چکا ہو بہرصورت سفر شرعی سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔ متون وشروح کی عبارتوں پر بار بار غور فرمائیں یہی مطلب صاف طور پر سمجھ میں آ جائے گا۔ اور یہی چیز ہی وطن اصلی اور وطن اقامت کے درمیان ما بہ الامتیاز ہے۔ وطن اقامت کے لئے سفر شرعی کا ہر فرد مبطل ہے اور وطن اصلی کے لئے سفر شرعی کا کوئی فرد مبطل نہیں۔ چنانچہ وطن اصلی سے نکلنے والا بقصد اعراض عن توطنہ اگرچہ سارا ساز وسامان اہل وعیال وغیرہ یہاں سے اُٹھا لے، کوئی گھر مکان وغیرہ بھی اس کا یہاں نہ رہ جائے۔ دُور دراز سفر کرتا پھرے کئی مقامات کو یکے بعد دیگرے محض وطن سکنیٰ یا وطن اقامت بنالے تب بھی اسکا وہ وطن اصلی باطل نہیں ہوا ہے اور یہ اسفار کے افراد کا سلسلہ نیز یہ اوطان اقامت وطن اصلی کے لئے ہرگز مبطل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ کسی مقام کو وطن اصلی زوجگی یا رہائش گاہ نہ بنالے۔ کما قال

وطن الارکان ــــــــ ـــ ـ

الشامیؒ تحت قول التنویر الوطن الاصلی یبطل بمثلہ (صفحہ ۶۱۴ ج ۲) (قولہ یبطل بمثلہ)
سواء کان بینهما مسیرة سفر اولا - ولا خلاف فی ذلک کما فی المحیط قہستانی
وقید بقولہ بمثلہ لانہ لو انتقل منہ قاصداً غیرہ ثم بدا لہ ان یتوطن فی مکان
آخر فمر بالاول اتم لانہ لم یتوطن غیرہ - نہر - وفی الدر المختار ایضاً (صفحہ ۱۲۵ ج ۲)
ویبطل (وطن الاقامة بمثلہ و) بالوطن (الاصلی) و بانشاء (السفر) وقال الشامیؒ
تحتہ مطلقاً (قولہ و بانشاء السفر) ای منہ ولو من غیرہ اذا لم یمر فیہ علیہ
قبل سیر مدة السفر الخ

باقی بحر کی عبارت بحوالہ محیط "کو وطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر" سے بمثلہ کی تقیید معلوم ہوتی ہے نہ کہ والسفر کی تقیید۔ اور اس عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ بدون انشاء سفر اگر ایک شخص وطن اقامت سے نکل کر کسی دوسری قریب جگہ کو وطن اقامت بنالے تو بنا بر اطلاق اس عبارت متون کے کہ "و وطن الاقامة بمثلہ" بہر صورت وہ پہلا وطن اقامت باطل ہو جائے گا لیکن محیط نے یہ قید لگادی ہے کہ یہ بطلان تب ہوگا کہ ساز و سامان ثقل وغیرہ منتقل کر کے قریب کی دوسری جگہ میں نیت اقامت کرچکا ہو۔ اور اگر ثقل منتقل نہ کیا ہو تو پہلا وطن اقامت بھی بدستور باقی ہے اور وہ دوسرا بھی وطن اقامت اس کا بن گیا ہے۔ هذا هو الظاهر۔ فکذا نفهمہ
باقی بدائع کی عبارت مذکورہ میں دعویٰ عام ہے اور تعلیل خاص ہے اور ایسا استدلال فقہاء کے کلام میں متعدد مقامات میں موجود ہے۔ نیز رسم المفتی کا اصول ہے کہ تعلیلات فقہاءؒ سے احکام فقہیہ ثابت نہیں ہوا کرتے۔ اس کے لئے نقل یا اصل درکار ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم — کتبہ عبداللطیف معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ رمضان سنہ ۸۶ھ

جواب از خیر المدارس

مدرسہ قاسم العلوم کے نائب مفتی صاحب اپنا جواب تحریر کر کے مدرسہ خیر المدارس میں خود تشریف لائے تھے۔ زبانی بات چیت ہوتی رہی۔ جواباً ہم نے ان کی خدمت میں یہ

عرض کر دیا تھا کہ :

(۱) آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر سفر شرعی وطنِ اقامت کے لئے مبطل ہے۔ اور اس کی دلیل میں جو عبارات آپ نے پیش کی ہیں یہ وہی عام عبارات ہیں جن میں سے ایک عبارت ہم اپنی تحریر کے شروع میں لکھ چکے ہیں اور یہ عبارات اثباتِ استغراق کے لئے ناکافی ہیں۔ کیونکہ کوئی لفظ دال علی الاستغراق موجود نہیں۔ ورنہ ہر وطن اصلی پہلے وطن اصلی کے لئے مبطل ہو جائے گا اور ہر وطن اقامت پہلے وطن اقامت کے لئے مبطل بن جائیگا (حالانکہ آپ ان میں جواز تعدد کے قائل ہیں) کیونکہ متون میں تینوں مبطلوں کی تعبیر تقریباً یکساں ہے۔

(۲) عبارت محیط کو صاحب بحر نے کسی مبطل کی تقیید کے لئے نقل نہیں کیا بلکہ دوسرے وطن اصلی کی بحث میں اس کا تذکرہ آگیا ہے اور نیز یہ کہ اس عبارت میں جو "اذا اقام بموضع آخر" موجود ہے اس "موضع آخر" کو مادون السفر کی قید کے ساتھ مقید کرنا بلا دلیل ہے اور جیسا کہ اس کے مشبہ وطن اصلی میں ایسی کوئی قید موجود نہیں لہٰذا ہر اس مشبہ میں بھی ایسی کوئی قید موجود نہیں۔

(۳) تعلیل بدائع کے متعلق یہ عرض کیا گیا تھا کہ تعلیل ہذا سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ کم از کم صاحب بدائع یقیناً اس لفظ سفر کو ہر سفر کے لئے عام نہیں لے رہے ہیں بلکہ سفر کا وہ مخصوص فرد سمجھ رہے ہیں جس میں دلالت علی نقض الوطن پائی جائے۔ پس اس لفظ سفر سے یہی مراد لینا چاہئے اور اگر کسی فقیہ کے کلام سے اس لفظ کا عموم اور تمام افرادِ سفر کو شامل ہونا تحقیق ہو جائے گا تو تسلیم کر لیا جائے گا۔

باقی یہ کہنا کہ فقہاء کے کلام میں ایسا استدلال متعدد مقامات پر موجود ہے اسکے معنی تو یہ ہوئے کہ فقہاء ایسے دعویٰ اور دلیل کے عدم انطباق کو نہیں سمجھتے اور صاحب بدائع بھی اس موٹی سی بات سے بے خبر ہیں۔ یہ بات کم از کم ہم تو تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔

تعلیل مسئلہ سے صورت مسئلہ کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ تتبع کرنے سے اس کی بے شمار نظائر مل سکتی ہیں۔ فقط

خادم بسنزلی
عبد الستار عفا اللہ عنہ
۲۴ / ۱۰ / ۱۳۸۶ھ

الجواب باسم ملهم الصواب

قاسم العلوم کے فتوی میں جزئیہ محیط کا جو مطلب بیان کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ اسمیں "بدون انشاء سفر کسی دوسری قریب جگہ کو وطن اقامت بنانے" کی قید بلا دلیل ہے اگر صورت زیر بحث میں دوسری جگہ وطن اقامت بنا لینا سابق وطن اقامت کے لئے مبطل نہیں تو انشاء سفر کیسے مبطل ہے؟ دونوں میں مابہ الفرق کیا ہے؟

جب وطن اقامت مبطل نہیں تو سفر بطریق اولیٰ مبطل نہ ہوگا کیونکہ سفر کی بنسبت وطن قوی ہے یہ امر معقول ہونے کے علاوہ عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ جملہ کتب میں یہ مصرح ہے کہ وطن اصلی کے لئے سفر مبطل نہیں اور دوسرا وطن اصلی مع الاعراض عن الاول مبطل ہے اس سے معلوم ہوا کہ سفر کی بنسبت وطن میں قوت ابطال زیادہ ہے۔ وهو ظاهر جدّا، وطن اقامت کا مبطل نہ ہونا اور سفر کا مبطل ہونا بالکل غیر معقول ہے۔ تعلیل مانع سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی قرین قیاس نہیں۔ اگرچہ حکم علت پر احکام شرعیہ کے وجود و عدم کا مدار نہیں ہوتا مگر علت پر معلول کا مدار لازم ہے۔ وہ علت کیا ہوئی جس پر معلول کا مدار نہ ہو؟

ہاں ایسے مواقع کہ جہاں وجود علت ایسا مخفی ہو کہ اسکا علم حاصل کرنا متعسر ہو وہاں شریعت مقدسہ نے سبب کو علت کے قائم مقام قرار دیکر حکم نافذ کر دیا ہے جیسے کہ نوم کو خروج ریح اور سفر کو مشقت کا قائم مقام قرار دیکر نقض وضوء اور قصر و افطار کے احکام جاری کئے گئے ہیں۔ مسئلہ زیر بحث اس نوعیت کا نہیں کہ اسمیں سبب یعنی سفر کو علت یعنی اعراض عن التوطن کے قائم مقام کر کے نفس سفر پر ہی ابطال وطن کا حکم لگایا جا سکے بلکہ ایجاد علت خود مسافر کے اختیار میں ہے اور اس کی نیت پر موقوف ہے۔

خلاصہ یہ کہ بندہ کی نظر میں خیر المدارس کا جواب صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد عفا اللہ عنہ

۳۰/ ذی قعدہ سنہ ۹۸ ہجری

سوال مثل بالا

بخدمت اقدس حضرت مفتی صاحب، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب سے درج ذیل مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے۔ ملتان کے ایک عالم اور مفتی صاحب کی تحقیق بھی پیش خدمت ہے۔ بغور مطالعہ فرمانے کے بعد اس کی تائید یا تردید بالدلائل تحریر فرمائیں

تاکہ تشفی ہو۔ امید ہے کہ جناب والا اپنی تحقیق سے ضرور مطلع فرمائیں گے۔

سوال : زید ملتان میں ملازمت کرتا ہے جہاں اس کی رہائش ہے یعنی ملتان اسکا وطن اقامت ہے۔ اس کا گھریلو سامان، بیوی بچے سب ملتان میں رہائش پذیر ہیں جبکہ اس کا وطن اصلی فاضل پور ہے۔ جب وہ سفر شرعی کے لئے ملتان سے باہر جاتا ہے اور واپسی پر ملتان میں پندرہ روز ٹھیرنے کا ارادہ نہیں کرتا، کیونکہ ہفتہ عشرہ تک اس کو دوبارہ کہیں سفر پر جانا ہے تو اس حالت میں وہ قصر کریگا یا تمام؟ سفر شرعی سے وطن اقامت میں واپسی کے بعد اتمام صلوٰۃ کے لئے پندرہ روز اقامت کی نیت شرط ہے یا نہیں؟

جواب :

یہ جواب بھی مفتی عبدالستار صاحب ہی کا نوشتہ ہے۔ اسمیں بھی مضمون اور دلائل کا اکثر حصہ وہی ہے جو اوپر گزرا۔ اس لئے اس جواب میں سے صرف وہ امور نقل کئے جاتے ہیں جو سابق جواب سے زائد ہیں۔ مرتب

جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہو تو اسکا یہ توطن تب باطل ہوگا جبکہ وہ اس شہر سے رہائش ختم کرکے چلا جائے، محض عارضی اور وقتی اسفار سے اسکا یہ وطن اقامت باطل نہیں ہوگا اور متون کے جزئیہ کا یہی مطلب ہے کہ وطن اقامت سے جب ارتحال ہوگا تو یہ اس کے لئے مبطل ہوگا محض سفر مبطل نہیں ہوگا۔

جس وطن سے ترک وطن کر لیا وہ وطن باطل ہوگیا خواہ یہ وطن اصلی ہو یا وطن اقامت البتہ وطن اقامت سے سفر عام طور پر چونکہ ایسا ہی ہوتا تھا یعنی ارتحال ہوتا تھا کیونکہ یہاں پر قیام برائے حاجت تھا ضرورت پوری ہونے پر ارتحال ہی ہوگا۔ خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ آمدورفت کے موجودہ ذرائع مفقود تھے لہٰذا نفس سفر کو اس سفر کے لئے مبطل قرار دیا ہے اور کسی قید کی حاجت نہیں سمجھی گئی جیسا کہ دوسرے وطن اصلی کو پہلے کے لئے بلا کسی قید کے مبطل ٹھیرایا ہے حالانکہ یہ بطلان پہلے کے ترک کے ساتھ مقید ہے (اسکی قدرے تفصیل آگے آرہی ہے) مگر چونکہ عام طور پر جب دوسرے مقام کو مستقل وطن بنایا جاتا ہے تو پہلے کو چھوڑ کر ہی بنایا جاتا ہے لہٰذا اس قید کی تصریح کی "متون" میں ضرورت نہیں سمجھی گئی تو گویا متون کی تعبیر وطن اقامت سے ایک خاص سفر کے بارے میں ہے تمام سفروں کے بارے میں نہیں۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے۔ کتاب الفقہ لعبدالرحمٰن الجزیری میں اس کی

وطن عدم تحفظ — 1:

تعبیر ان الخانیۃ متعدی آتی ہے۔ ثانیہا یحمل متاعہ او فلوسہ فی مسافۃ قصر الی مکان دار الحول لا قصد و اقام بہ خمسۃ عشر یوما ناویا ثم ارتحل عنہ الی مکان آخر و اقام بہ کذالک الخ

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ شرعی سفر نہو بلکہ وطن اقامت میں اپنا سامان وغیرہ چھوڑ کر کسی قریبی مقام میں چلا جائے کیونکہ یہ تقیید بلا دلیل ہے اور موضع آخر مطلق ہے جو کہ دونوں مسافتوں سفر اور ما دون السفر کو شامل ہے اور اگر متون کے اطلاق سفر کو دلیل تقیید قرار دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ متون میں شرعی سفر کو وطن اقامت کے لئے مطلقاً مبطل قرار دیا گیا ہے خواہ یہ ارتحال ہو یا نفس سفر شرعی، لہٰذا پیش نظر جزئیہ ہذا کو ما دون السفر کے ساتھ مقید کیا جائیگا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکے برعکس کیوں نہیں کر لیا جاتا (یعنی جزئیہ محیط کو مطلق رکھا جائے اور متون کے اطلاق کو مقید کیا جائے) وجہ ترجیح کیا ہے؟ خصوصاً جبکہ متون کے اطلاق کی دلیل تقیید صاحب بدائع کی تعلیل سے واضح ہو جاتی ہے۔ پس جب دونوں امر محتمل ہوئے تو تقیید کا ثبوت نہ ہو سکے گا اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مبتلا کا جزئیہ ما دون السفر پر محمول ہے تو بھی نفس مسئلہ کے ثبوت پہ کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ جزئیہ ہذا میں یہ بھی مصرح ہے کہ دوسرے موضع میں مقیم ہو جانے سے پہلا وطن اقامت باطل نہو گا بلکہ موجودگی سامان کیوجہ سے باقی رہے گا (جیسا کہ دوسرا وطن اصلی بنا لینے سے پہلا وطن اصلی باطل نہیں ہو گا تا وقتیکہ پہلے کو قصداً باطل نہ کرے اور وہاں سے رہائش وغیرہ ختم نہ کر دے) حالانکہ متون میں دوسرے وطن اقامت کو پہلے کیلئے مبطل لکھا ہے پس جزئیہ ہذا سے "بقاء ثقل" کا وطن اقامت کے لئے مانع بطلان ہونا ثابت ہو گیا اور یہی مطلوب تھا۔ پس جیسے دوسرے وطن اقامت سے اندریں صورت پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوتا ایسے ہی سفر سے بھی باطل نہیں ہو گا کیونکہ وجود مقتضی اور وجود مانع میں دونوں برابر ہیں (متون کے اطلاق کے اعتبار سے ملا ہیں) دوسرا وطن اقامت بنا لینا مقتضی بطلان ہے (اور جزئیہ محیط کے اعتبار سے) بقاء ثقل مانع بطلان ہوا، اسی طرح یہ میں سفر شرعی کرنا مقتضی اور بقاء ثقل مانع بطلان۔۔

یمین کے بارے میں بھی فقہاء نے اسی امر کو مبنی قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شہر میں نہ رہنے کی قسم کھائے تو شہر سے محض چلے جانا بر یمین کے لئے کافی نہیں ہو گا بلکہ اس کے

ساتھ عدم عود کا عزم ہونا بھی ضروری ہے۔ اور اگر واپس آنے کے ارادہ سے گیا ہے تو اس سفر کے باوجود شہر مذکور کے اعتبار سے اسکی سکونت کو باقی تصور کیا جائیگا گو وہ وہاں موجود نہ ہو جبکہ صاحب نہر نے اس پر یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ بال بچوں سمیت چلا جائے تو حانث ہو جائیگا ورنہ نہیں۔ گو رملی وغیرہ نے اسکی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ ضروری نہیں البتہ عزم عدم عود لازمی ہے۔

في الكنز والبحر: لا يسكن هذه الدار او البيت او المحلة فخرج وبقي متاعه واهله حنث لانه يعد ساكنا ببقاء اهله ومتاعه فيها عرفا (الى ان قال) قيد بالثلاثة والسكة كالمحلة لانه لو كان اليمين على المصر او القرية لا يتوقف البر على نقل المتاع والاهل كما روى عن ابي يوسف لانه لا يعد ساكنا في الذي انتقل عنه عرفا بخلاف الاول وقال ابن عابدين في منحة الخالق وفي النهر وفي مصرنا يعد ساكنا بترك اهله ومتاعه فيها ولو خرج وحده فينبغي ان يحنث على الاول كونه يعد ساكنا مطلقا غير مسلم بل انما يعد ساكنا اذا كان قصد العود اما اذا خرج منها لا بقصد العود لا يعد ساكنا ولعله مقيد بذلك كما يفهم مما ياتي من قوله ولو كان ابوابت المرأة الخ (بحر ص۳۳۰ ج۴) وكذا في الشامية (ص۸۰ ج۳) ومسئلة لو ابت المرأة ان تنتقل معه وغلبته وخرج هو ولم يرد العود اليه (الى قوله) لم يحنث (بحر ص۳۰۶ ج۴) وكذا في الشامية ص۸۱ ج۳)

"ولو يرد العود اليه" کی قید سے معلوم ہوا کہ بیوی اسی شہر میں چھوڑ کر نیت واپسی اگر شہر سے چلا گیا تو حانث ہو جائیگا۔ اور لا يسكن في هذا المصر میں اسے ساکن نہیں تصور کیا جائیگا بلکہ اسکی سابقہ سکونت واقامت کو باقی سمجھا جائیگا۔ سکونت اور اقامت شرعی دونوں کا مصداق تقریباً ایک ہی ہے جیسا کہ جزئیہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ وفي الواقعات لا يساكن فلانا فنزل منزله فمكث فيه يوما او يومين لا يحنث لانه لا يكون ساكنا معه حتى يقيم معه في منزله خمسة عشر يوما وهذا بمنزلة ما لو حلف لا يسكن الكوفة فمر بها مسافرا فنوى اربعة عشر يوما لا يحنث فان نوى خمسة عشر يوما حنث (بحر ص۳۴۴ ج۴)

اور صاحب نہر ورملی کے کلام سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک باشندہ جب کسی شہر سے سفر پر جائے اور اسکے بیوی بچے وہیں ہوں اور واپسی کا ارادہ بھی ہو تو شہر میں اسکی سکونت باقی تصور کیا جائیگا تو جیسے اس صورت میں سکونت کو باقی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح ایسی صورتمیں اقامت کو بھی باقی سمجھا جائیگا تاکہ اقامت وسکونت میں جیسے حدوثاً مساوات ہے ایسے ہی زوالاً بھی مساوات باقی رہ سکے۔

واضح رہے کہ بقاء نقل سے یہ مراد ہے کہ سامان پر اس کا قبضہ بھی باقی ہو اور اگر کسی کے پاس سامان و ودیعت رکھ دیا یا کسی کو عاریت پر دے دیا تو اس سامان کا بقاء موجب بقاء اقامت و سکنیٰ نہیں ہوگا۔ کما یدل علیہ قول محمد الآتی حلف لا یساکن فلاناً وان کان ساکنہ معہ فان اخذ فی النقلۃ وھی ممکنۃ والا حنث قال محمد فان کان وھب لہ متاعہ وقبضہ منہ وخرج من ساعتہ ولیس من رأیہ العود فلیس بساکن وکذلک ان اودعہ المتاع او اعارہ ثم خرج لا یرید العود الخ (شامی ج ۳ ص ۸۰)۔

پس صورت مسئولہ میں زید سفر کے بعد جب بھی وطن ملتان پہنچے گا خود بخود مقیم تصور ہوگا اور نماز پوری پڑھے گا۔ نیز ایک وجہ یہ بھی ہے کہ موضع اشتباہ میں اتمام لازم ہے۔ مزید یہ کہ وطن اقامت کا جہاں بیوی بچے موجود ہوں محض عارضی سفر سے باطل نہ ہونا اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ عارضی سفر سے واپسی پر بلا تجدید نیت اقامت اسکا مسافر رہنا بعید ہے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کی سابقہ اقامت کو باقی سمجھا جائے۔ اگر سفر سے وطن اقامت باطل ہوگیا ہوتا تو یہ شخص ہمیشہ مسافر رہتا تا وقتیکہ پندرہ روز ٹھہرنے کی جدید نیت نہ کر لیتا، تو معلوم ہوا کہ محض سفر سے وطن اقامت باطل نہیں ہوتا۔ فقط واللہ اعلم

عبدالستار نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱ ۹/ ۹۶

الجواب باسم ملھم الصواب

بندہ کے نزدیک یہ جواب صحیح ہے۔ کچھ عرصہ قبل اسی مسئلہ سے متعلق خیر المدارس اور قاسم العلوم ملتان کے متضاد جوابات خیر المدارس کی طرف سے بندہ کے پاس بھیجے گئے تھے اس وقت بھی جانبین کے دلائل پر غور کرنے کے بعد بندہ نے خیر المدارس کے جواب کو صحیح قرار دیا تھا اور اسکے مطابق فیصلہ لکھا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

رشید احمد عفا اللہ عنہ

۱۵ / جمادی الاولیٰ سنہ ۹۶ھ

ما یتعلق باحکام المساجد

مساجد میں جہر معتدل کیساتھ اجتماعاً یا انفراداً ذکر کرنا

حضرات مشائخ کا ذکر کے بارے میں مختلف معمول ہے۔ کچھ حضرات صرف ذکر قلبی کرتے ہیں کچھ معمول جہر کے ساتھ اور بعض حضرات جہر سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ ذکر کی جملہ اقسام مشروعہ تفصیل سے تحریر فرمائیں نیز مانعین جہر جن دلائل سے استنباط کرتے ہیں ان کا جواب بھی تحریر فرمادیں اور یہ بھی وضاحت فرمادیں کہ جہر کے ساتھ اجتماعاً یا انفراداً مسجد میں بھی جائز ہے یا صرف خارج مسجد جائز ہے پوری تفصیل سے بیان فرمادیں

المستفتی: احقر محمد صفدر الحق

خطیب مرکزی جامع مسجد محلہ اندرکوٹ وہوا، تحصیل تونسہ شریف

الجواب

قرآن حکیم اور احادیث مرفوعہ صحیحہ سے مجالس ذکر کا جواز بلکہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

- انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والاشراق والطير محشورة كل له اواب الآية (پ ۲۳، سورۃ ص)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت مسائل السلوک میں لکھتے ہیں۔

"یؤخذ منه امر الاجتماع علی الذکر تنشیطاً للنفس وتقویۃ لہمتہ و تعاکس برکات الجماعۃ من بعض علی بعض"

(بیان القرآن)

اور احادیث شریفہ سے محض استنباطی طور پر نہیں بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات سے مجلس ذکر کا ثبوت ملتا ہے۔ اور حضرات محدثین نے بھی ان احادیث پر مجالس الذکر یا حلق الذکر کے ابواب منعقد کئے ہیں۔ دیکھئے مسلم شریف، ریاض الصالحین اور حیاۃ الصحابہ رض وغیرہ

۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان للہ تبارک وتعالیٰ ملٰئکۃ سیارۃ فضلا یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلسا فیہ ذکر قعدوا معھم الخ

ترجمہ:۔ اللہ تعالے کے کچھ ملائکہ صرف اس کام کے لئے مخصوص ہیں کہ وہ زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور ذکر کی مجلسیں تلاش کرتے ہیں۔ جہاں کوئی ذکر کی مجلس ملتی ہے اس میں بیٹھ جاتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے "مجالس ذکر" میں حاضری کی ترغیب معلوم ہوتی ہے کہ ملائکہ کی طرح اہل اسلام کو بھی ایسی مجالس کی تلاش و جستجو کرنی چاہئے تاکہ ہمیں بھی اس رحمت سے حصہ ملے جو ان مجالس پر نازل ہوتی ہے۔ شبہ نہ کیا جائے کہ ان مجالس سے مراد وعظ و تقریر کی مجالس ہیں کیونکہ یہ تخصیص خلاف دلیل ہے۔ اس حدیث پاک میں آگے صراحۃً مذکور ہے

"یسبحونک ویکبرونک ویھللونک ویحمدونک ویسئلونک"

اس سے اجتماعی ذکر تسبیح، تکبیر اور تہلیل وغیرہ کا ثبوت ظاہر ہے۔ اور ثانوی درجہ میں مجالس وعظ بھی مجالس ذکر کے حکم میں ہوں تو اس کا مضائقہ نہیں۔ نیز یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ یہ حدیث ایسی مجالس ذکر کے بارے میں ہے جن میں اجتماع کا قصد نہ ہو۔ بس ویسے ہی بیٹھے بیٹھے ذکر کرنے لگ گئے ہوں۔ کیونکہ یہ دعوئے تخصیص بھی بلا دلیل ہے۔

بظاہر حدیث پاک اپنے اطلاق و عموم کی وجہ سے دونوں قسم کی مجالس ذکر کو شامل ہے۔ بلکہ آخر حدیث سے یہ عموم صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ اصل تو اس مجلس ذکر میں وہی لوگ تھے جو قصداً

اس مجلس میں شریک ہو گئے ہیں۔ اور بعض لوگ ایسے بھی تھے جو بلا قصد اس مجلس میں شامل ہو گئے تھے۔ جب فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں ایسے لوگوں کا غیر قصدی طور پر شامل ہونا عرض کیا تو ارشاد خداوندی ہوا کہ رحمت سب کو پہنچے گی ایسے لوگ بھی محروم نہیں رہیں گے۔

"هم القوم لا يشقى بهم جليسهم" (مسلم شریف، ج۲ ص ۳۴۴)

علامہ نووی رح اس حدیث کے فوائد میں لکھتے ہیں۔

وفي هذا الحديث فضيلة الذكر وفضيلة مجالسه والجلوس

مع أهله وان لم يشاركهم۔ (نووی، مسلم شریف، ص ۳۴۴ ج ۲)۔

۲:- ارشاد نبوی ہے

"لا يقعد قوم يذكرون الله عز وجل الا حفتهم الملائكة و

غشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله

فيمن عنده" (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۵)۔

۳:- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو لوگ بھی اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصد صرف اللہ کی رضا ہو۔ تو ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے۔ اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔ (احمد، بزار، ابو یعلی وغیرہ)۔

۴:- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن کچھ لوگ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ لوگ ان پر رشک کریں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مختلف جگہوں اور مختلف قبیلوں سے آکر ذکر کے لئے جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کا ذکر کرتے ہوں۔ (طبرانی باسناد حسن)

۵:- ایک صحابی رض نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجالس ذکر کا مال غنیمت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجالس ذکر کی غنیمت جنت ہے جنت ہے۔"

(اخرجہ الطبرانی واحمد)

۶:- حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسی جماعت میں تھے جو ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ اتنے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو یہ حضرات چپ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ذکر کئے جاؤ میں نے رحمت کو دیکھا ہے کہ تم پر اتر رہی ہے تو میں نے چاہا کہ تمہارے اس رحمت میں شرکت کروں۔ (ابو نعیم فی الحلیہ)۔

۷۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے پاس سے گزرے۔ یہ اپنے اصحاب کو ذکر کرا رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ بے شک تم ایسی جماعت ہو کہ اللہ پاک نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے آپ کو تمہارے ساتھ رکھوں۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ واصبر نفسک الآیۃ (اخرجہ الطبرانی)

۸۔ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون۔ (رواہ احمد و ابویعلی و ابن حبان والحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد)۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔

۹۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً اذکروا اللہ ذکرا یقول المنافقون انکم مراؤن۔ (اخرجہ الطبرانی)۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر خوب کرو حتی کہ منافق کہیں کہ یہ ریاکار ہیں۔ مجملاً ریاکار جب ہی کہا جائے گا جب کہ زور سے ذکر کیا جائے آہستہ ذکر کرنے میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔

۱۰۔ حضرت عبد اللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہیں جو بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ چچا کے پاس رہتے تھے اور وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے۔ چچا کو خبر ہو گئی تو اس نے غصہ میں کپڑے چھین کر گھر سے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر ماں تھی۔ ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی۔ جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا اور دوسرا اوپر ڈال لیا۔

مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پڑے رہتے تھے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح سے ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ اواہین

لہ یہ احادیث حیاۃ الصحابہ سے ماخوذ ہیں۔ کہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

میں مجھ سے غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش میری ہوتی۔ (فضائل ذکر ص ۱۰۴)

۱۱۔ یقول اللہ عز وجل سیعلم اھل الجمع الیوم من اھل الکرم فقیل من اھل الکرم یا رسول اللہ قال اھل مجالس الذکر فی المساجد۔ (من حسان طبرانی کبیر ابو یعلی بحوالہ حصن حصین)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اہل محشر کو آج معلوم ہو جائے گا کہ اہل کرم کون ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اہل کرم کون ہیں؟ فرمایا مسجدوں میں ذکر الٰہی کی مجلسوں والے۔

۱۲۔ حدیث قدسی میں ہے، جس نے میرا اکیلے ذکر کیا میں اسے اکیلا یاد کرتا ہوں۔ اور جس نے کسی مجلس میں میرا ذکر کیا میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

۱۳۔ ابن ابزیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر کا سلام پھیرتے تو تین مرتبہ سبحان الملک القدوس پڑھتے اور تیسری مرتبہ بلند آواز سے کہتے۔

قال المظہر ھذا یدل علی جواز الذکر مع الصوت بل علی

لہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان کو ریاکار کہنے سے یہ مستفاد ہوا کہ حضرت عمرؓ کو نفس ذکر جہر پر اعتراض نہ تھا بلکہ اندیشۂ ریا کی وجہ سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندیشۂ ریاکاری کی تردید فرماتے ہوئے انہیں "اوّابین" میں سے قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر اوّابین کی علامت ہے جب کہ ریاکاری سے خالی ہو۔

الاستحباب۔ ہ وقال الشیخ المحدث الدہلوی فی الحدیث دلیل علی مشروعیۃ الجہر وھو ثابت فی الشرع بلا شبہۃ لکن الخفی منہ افضل فی غیر الماثور انتہی (حاشیۃ المشکوٰۃ)

۱۴۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا "ذکر کے حلقے"۔ (اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ)۔

۱۵۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں صبح سے طلوع شمس تک ذکر اللہ کرنے والی جماعت کے ساتھ بیٹھوں یہ مجھے اولاد اسماعیلؑ میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ اور عصر سے غروب شمس تک اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھوں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (اخرجہ ابوداؤد قال العراقی اسنادہ حسن)۔

چار عمل ہیں جن پر یہ فضیلت وارد ہے۔ ذکر اللہ، اس کے لئے بیٹھنا، ذکر اللہ کے لئے جمع ہونا، اور صبح سے طلوع تک اسے لمبا کرنا۔ قالہ البیضاوی، کذا فی تحفۃ الذاکرین للشوکانی۔

بعض دلائل ممانعت کے جوابات

باقی رہا اثر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ما اراکم الا مبتدعین جس سے بظاہر اجتماعی ذکر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ تو حضرات علماء و مشائخ نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔

۱۔ بعض نے اس کے ثبوت میں کلام کیا ہے جیسا کہ "راہ سنت" میں بحوالہ علامہ سیوطیؒ اور تفسیر روح البیان، ذکر بالجہر کی بحث میں نقل کیا گیا۔ لیکن حضرات فقہاء نے اس اثر کو صحیح کہا ہے اور اس کی سند دارمی ص ۶۸ پر موجود ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انکار کسی ہیئت خاصہ کی بناء پر تھا نفس اجتماعی ذکر پر نہ تھا۔ اجتماعی ذکر کی ایک شکل یہ ہے کہ سب ذاکرین متفقہ آواز سے ذکر کرنے کا التزام کریں۔ یا ایک کہلوائے اور باقی مجمع اس کے پیچھے اسی کلمہ کو دہرائے جیسے بچوں کو گنتی یا پہاڑے یاد کرائے جاتے ہیں۔ اجتماعی ذکر کی یہ دونوں صورتیں محل کلام ہیں۔ اور تیسری شکل یہ ہے کہ ذاکرین ایک جگہ مجتمع ہوں اور سب اپنا اپنا ذکر کریں، کسی دوسرے کے ذکر کی طرف

قطعاً متوجہ نہ ہوں۔ وقت اور محل کی وحدت کے اعتبار سے یہ اجتماعی ذکر ہے لیکن نفسِ ذکر کے لحاظ سے انفرادی ہے۔ یہ درست ہے بیں ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انکار بھی دوسری قسم کے بارے میں ہو جس کا آپ نے وہاں مشاہدہ کیا۔

۴۔ حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ اپنے مکتوبات میں اجتماعی ذکر کی احادیث مرفوعہ صحیحہ نقل کر کے اس اثر کی مندرجہ بالا توجیہ کرنے کے بعد مزید لکھتے ہیں کہ۔

۵۔ ان مرفوعات صحیحہ کے مقابلہ میں دارمی کی یہ روایت کیا حیثیت رکھتی ہے جب کہ یہ موقوف ہے ..... اور اگر معارضہ کیا جائے گا تو احادیث مرفوعہ ہی کو ترجیح ہوگی۔ خصوصاً جب کہ آیات ذکر ان کی مؤید ہیں فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبکم وغیرہ جن سے جماعۃ اور انفراداً سب کا ثبوت ہوتا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۱۲ ص ۱۴۴) علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بھی یہی جواب دیا ہے۔

۶۔ قلت ھذا الاثر عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ ..... علی تقدیر ثبوتہ معارض بالاحادیث الکثیرۃ الثابتۃ وھی مقدمۃ علیہ عند التعارض۔ (الحاوی ج ۲ ، ص ۳۹۳)

خصوصاً جب کہ اجتماعی ذکر کی کسی خاص صورت کو ضروری اور واجب بھی نہ قرار دیا جائے اور تارک پر نکیر بھی نہ کی جا رہی ہو۔

واضح رہے کہ جن بعض روایات سے ذکر جہری کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ روایات جہر مفرط یا جہر موذی پر محمول ہیں۔ بلکہ قساوتِ قلبی کے علاج کی غرض سے اگر شیخ جہر مفرط تجویز کر دے تو علاجاً اس کی بھی اجازت ہے۔ لیکن یہی جگہ کیا جائے جہاں پر کسی کی نماز و تلاوت یا نیند وغیرہ میں خلل نہ آئے۔ آیت قرآنیہ واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃ ودون الجھر من القول الایۃ کے فائدہ میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

• حاصل ادب کا یہ ہے کہ دل میں ہیبت ہیں تذلل اور خوف ہو اور آواز کے اعتبار سے جہر مفرط نہ ہو یا تو بالکل آہستہ ذکر ہو یعنی مع حرکت لسانی کے۔ یا جہر معتدل ہو۔ اور جہر کی نفسہ ممنوع نہیں جیسی حدیثِ ماجہ میں اس کی ممانعت آئی ہے مراد اس سے جہر مفرط ہے۔ البتہ اگر کسی عارض کی وجہ سے مثل دفعِ خطرات یا دفعِ قساوت و تحصیل رقت وغیرہ کسی شیخ محقق نے تجویز کیا ہو یا کسی کو ایذاء نہ ہو اس جہر

سننے کے معنی ظاہر ہے کہ آواز کو جہر معتدل ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لغوی تعبیر در حدیث بھی معمولی جہر سے دعائیں کرنا بے شمار مواقع پر ثابت ہے جنہیں حضرات صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نقل فرمایا۔

الحاصل ذکر کی چار اقسام ہیں قلبی، ذکر لسانی خفی (سر فی النفس)، جہر معتدل اور جہر مفرط۔ ان میں سے صرف جہر مفرط "لا یحب المعتدین" کے تحت داخل ہو کر ممنوع ہے۔ جہر معتدل اعتدا میں داخل نہیں ورنہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السلام اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرضی خداوندی کے خلاف کام کیسے صادر ہو سکتا ہے اور آیت کریمہ ولا تجہر بصلاتک ولا تخافت بہا وابتغ بین ذلک سبیلا۔ سے بھی معمولی جہر ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ حدیث پاک میں ہے۔

یٰایھا الناس اربعوا علیٰ انفسکم انکم لا تدعون اصم
ولا غائبا انکم تدعون سمیعا قریبا وھو معکم الخ
وفی روایۃ انکم لا تنادون اصم ولا غائبا (مسلم ج ۲ ص)

اس سے بھی جہر مفرط" کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، معمولی جہر کی نہیں۔ کیونکہ بہرے شخص کو اور دور سے بلانے کے لیے جہر مفرط اور چیخ پکار کر بلانے کی حاجت ہوتی ہے۔ اسی کی ممانعت فرمائی ہے نہ کہ معمولی جہر سے ذکر کی، اجازت دی گئی ہے۔ جیسے پاس بیٹھے سننے والے سے باتیں کی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے کان میں بات تو نہیں کی جاتی بلکہ حسب عادت معمولی جہر کے ساتھ اس سے گفتگو کی جاتی ہے تاکہ وہ سن سکے۔ حدیث شریف میں ذکر کردہ تعلیل کا یہی حاصل اور مقدار ہے کہ جہر مفرط نہ ہونا چاہئے۔ یہ الگ بات ہے کہ حق جل شانہ کے جاننے کے لیے بالکل آہستہ آواز سے ہونا بھی کافی ہے، بلکہ ان کے لیے تو سرے سے آواز کی حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ اللہ کی ذات عالم تو خطرات تدبیر پر بھی مطلع ہے۔ لیکن اس وجہ سے کسی نے ذکر خفی کی ممانعت کے مسئلہ کا استنباط نہیں کیا۔

اس حدیث پاک کے خطاب اربعوا سے بھی یہی توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ مشقت جہر مفرط ہی میں ہوتی ہے معمولی جہر میں نہیں۔ ورنہ اربعوا کا مفہوم اسی طرف مشعر ہے۔ یہ سب

اس صورت میں ہے کہ بلا ضرورت مشقت میں پڑے بوقت ضرورت اس کی گنجائش ہے۔ اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

وفيه خفض الصوت بالذكر اذا لم تدع حاجة الى رفعه فان دعت حاجة الى الرفع رفعه۔ (ج ۲ - ص ۳۴۶)۔

اس حدیث کے جواب میں "لمعات" کے اندر لکھا ہے۔

والمنع عن الجهر للتيسير والارفاق لا لان يكون الجهر غير مشروع اھ

سوال :- رفع صوت کے ساتھ ذکر کرنے کو بعض فقہاء نے منع لکھا ہے؟

جواب :- یہ ہے کہ معتدل جہر اور " رفع صوت " میں فرق ہے۔ " رفع صوت " جہر مفرط کے قبیل سے ہے جو ممنوع ہے " جہر معتدل " منع نہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے۔

قال ابوبكر رض امر الاقرع وقال عمر رض امر القعقاع فقال ابوبكر رض ما اردت الا خلافي فقال عمر رض ما اردت خلافك فتماريا وارتفعت اصواتهما۔

روایت بالا سے ظاہر ہے کہ جو گفتگو عام لہجہ میں ہوئی تو اسے دونوں جگہ " قال " سے تعبیر کیا گیا۔ اور جب یہی گفتگو نزاع کی صورت اختیار کر گئی اور بلند آوازی پیدا ہو گئی تو اسے " رفع صوت " سے تعبیر کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ عام گفتگو اور " رفع صوت " میں فرق ہے۔

نیز آگے علامہ شامی رح کے حوالے سے اس کی تصریح بھی آ رہی ہے کہ " مطلق جہر " اور " جہر مفرط " دونوں الگ الگ ہیں۔

سوال :- مذاہب اربعہ کے علماء نے نماز کے بعد ذکر بالجہر کو منع کیا ہے؟

(شرح مسلم شریف - ج ۱ ، ص ۲۱۷)

جواب :- یہ ہے کہ علماء کا یہ فیصلہ نماز کے متصل بعد ذکر بالجہر کے مسنون نہ ہونے کے بارے میں ہے۔ علی الاطلاق ذکر بالجہر کی ممانعت کے متعلق نہیں۔ چنانچہ علامہ نووی شافعی رح، علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رح، امام شعرانی شافعی رح، علامہ شامی حنفی رح وغیرہ حضرات نے احادیث ذکر میں تطبیق دیتے ہوئے ذکر بالجہر کو جائز لکھا ہے۔

علامہ سیوطی رح متعدد احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

— واذا تأملت ما اوردناه من الاحادیث عرفت من مجموعها —
انه لا کراهة البتة فی الجهر بالذکر بل فیه ما یدل علی
استحبابه اما صریحا او التزاما کما اشرنا الیه و اما
معارضته بحدیث خیر الذکر الخفی فهو نظیر معارضة
احادیث الجهر بالقرآن بحدیث المسر بالقرآن کالمسر
بالصدقة وقد جمع النووی بینهما بان الاخفاء افضل
حیث خاف الریاء او تأذی به مصلون او نیام والجهر
افضل فی غیر ذلک لان العمل فیه اکثر ولان فائدته
تتعدی الی السامعین ولانه یوقظ قلب القاری ویجمع
همه الی الفکر ویصرف سمعه الیه و یطرد النوم و
یزید فی النشاط۔ اھ — (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۳۳)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

و اما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان و
الخطبة و الجمعة و الحج اھ وقد حرر المسئلة فی
الخیریة وحمل ما فی فتاوی القاضی علی الجهر المضر
وقال ان هناک احادیث اقتضت طلب الجهر واحادیث
طلب الاسرار و الجمع بینهما بان ذلک یختلف باختلاف
الاشخاص و الاحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او
تأذی المصلین او النیام والجهر افضل حیث خلا مما
ذکر لانه اکثر عملا و لتعدی فائدته الی السامعین
و یوقظ قلب الذاکر فیجمع همه الی الفکر و یصرف
سمعه الیه و یطرد النوم و یزید النشاط۔ اھ
(شامی ج ۵ ص ۲۶۳)

— امام شعرانیؒ سے منقول ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فریقین کے دلائل پر مفصل بحث کرنے کے بعد آخر میں تحریر فرماتے فرماتے ہیں کہ۔

"بعد از ثبوت مشروعیت جہر کسی طور و ہیئت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ بوجہ اطلاق ادلہ مطلق ہے خواہ منفرد ہو یا مجمع حلقہ باندھ کر ہو یا صف باندھ کر یا کسی اور صورت سے ... ہر طور سے جائز ہے۔" (امداد الفتاوی، ج ۵، ص ۱۵۱)

ہاں عوارض و اشخاص کے اعتبار سے اس کی افضلیت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ البتہ ذکر بالجہر میں یہ شرط ہے کہ بطور ریا نہ ہو، کسی نائم یا مصلی کو اذیت نہ ہو۔ بلا تجویز شیخ جہر مفرط نہ ہو۔ پھر اس جہر مفرط اور اس کی ہیئات خاصہ کو قربت مقصودہ نہ سمجھے، تارک پر نکیر نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ھذا

الجواب صحیح

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

للہ در المجیب

فقیر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

○

مسجد کا پیسہ ذاتی ضروریات میں استعمال کرنے کا حکم

ہمارے محلہ میں ہمارے مسلک کی کوئی مسجد نہ تھی۔ ہم نے چندہ کر کے مسجد کے لئے پلاٹ خریدا۔ اہل محلہ نے مجھے ہی متولی بنا دیا تھا جو چندہ ملتا میں لکھ لیتا اور یہ سمجھتا کہ مسجد کے اتنے پیسے میرے ذمہ ہو گئے اور پیسے اپنی ضرورت میں خرچ کر لیتا۔ اب مسئلہ معلوم ہوا ہے کہ ایسا کرنا درست نہ تھا۔ اب اہل محلہ کو یہ بتا بھی نہیں سکتا۔ دل پریشان رہتا ہے کہ کس طرح اس غلطی کا تدارک ہو جائے؟

الجواب ـ مسجد کا پیسہ اپنی ضروریات میں استعمال کرنا جائز نہ تھا بوجہ غلطی کے ہے اب اصل حکم تو یہ ہے کہ جن جن افراد نے چندہ دیا تھا ان کو ان کا پیسہ واپس کریں یا ان سے دوبارہ اجازت حاصل کرکے اپنے پاس سے مسجد میں جمع کرادیں ان میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو پھر اتنے پیسے بہرحال مسجد کو واپس کردیں نیز توبہ واستغفار کرتے رہیں امید ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں مواخذہ نہ فرمائیں گے واللہ یعلم المفسد من المصلح ۔

رجل جمع مالا من الناس لينفقه في بناء المسجد وانفق من تلك الدراهم في حاجة نفسه ثم رد بدلها في نفقة المسجد لا يسعه ان يفعل ذلك واذا فعل ذلك ان كان يعرف صاحب المال رد الضمان عليه او يسأله ليأذن له بانفاق الضمان في المسجد وان لم يعرف صاحب المال يرفع الامر الى القاضي حتى يأمره بانفاق ذلك في المسجد فان لم يقدر على ان يرفع الامر الى القاضي قالوا نرجو له في الاستحسان ان ينفق مثل ذلك في المسجد فيجوز ويخرج عن الوبال فيما بينه وبين الله تعالى (قاضيخان ج ۳، ص ۲۹۰) ـ فقط واللہ اعلم ۔

حررہ محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۔

مسجد اگر معروف مربع شکل پر نہ ہو تو اسے گرانے کا حکم

شہداد کے العیال ٹاؤن نے محلے میں چندہ کیا گیا پھر اس چندہ سے ایک مسجد تعمیر کی گئی جو مربع شکل پر ہونے کے بجائے سات کونے شکل پر بنائی گئی ہے ۔ اور اس کے ساتھ ماتھ [illegible] جیسا مینار بنایا گیا ہے ۔

۱۔ مسجد نبوی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مربع تعمیر کیا۔ شیخ محمد بن مسعود مدنی متوفی ۹۰۲ھ نے اپنی کتاب "الدرة الثمينة في تاريخ المدينة" میں تصریح کی ہے ۔

بنى النبي صلى الله عليه وسلم مسجده مربعا وجعل قبلته الى بيت المقدس ۔

احتمال اول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گرجا گھر کو تحویل کے بعد مسجد قرار دیا معلوم ہوا کہ مسجد کی کوئی خاص شکل واجب نہیں۔ جس کی مخالفت ہو جانے پر مسجد کو واجب الہدم کہا جاسکے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ گرجا گھر کی شکل مساجد معروفہ سے قطعی مختلف ہوتی ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۹/۸/۱۳۹۰ھ

کنوؤں پر بنی ہوئی پرانی مساجد کا حکم

ہمارے دیہات میں رواج ہے کہ ہر کنوئیں پر ایک تھڑا نما مسجد ہوتی ہے جس کو نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ چار دیواری پر چھوٹے مینار کی شکل میں علامتیں بھی بنا دی جاتی ہیں اور احترام وغیرہ میں وہ مسجد کے برابر تصور ہوتی ہے۔ جانوروں کے دخول سے حفاظت اور ہر مسجد کی وجہ سے لیپ وغیرہ قسم کے مراسمات کا التزام کیا جاتا ہے جو کہ مساجد سے مخصوص ہیں۔ ہر آدمی کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

۲۔ اس قسم کی مساجد غیر مسلم لوگوں کے کنوؤں پر بنا دی جاتی تھیں جن کے مزارع مسلمان ہوتے تھے اور ان میں بھی ہر کوئی نماز پڑھنے کے لئے آجاتا تھا۔ اس طرح کی مساجد کا شرعاً کیا حکم ہے کیا یہ حقیقی مساجد ہیں جو کہ ہر طرح سے حفاظت اور احترام کے لائق ہیں۔ یا کہ وقتی طور پر جائے نماز کا حکم رکھتی ہیں جن کو توڑا جاسکتا ہے۔ یہ بات بھی غور کے لائق ہے کہ اکثر مقامات پر ایسی مساجد کے بنانے والے اب ملک عدم ہو چکے ہیں۔ ان کی نیت پر اطلاع پانا بھی مشکل ہے۔ جواب باصواب سے نوازیں۔

الجواب: مسجد شرعی بننے کے لئے اصل اعتبار تو مالک زمین کی نیت کا ہے۔ اگر مالک اول نے مسجد شرعی کی نیت نہیں کی مگر مالک ثانی نے نیت کرلی تھی تو بھی وہ مسجد شرعی بن جائے گی۔ واللہ اعلم۔

غیر مسلم مالک اراضی نے اگر وہ زمین کسی مسلمان کو تملیکاً دے دی اور اس نے اس میں مسجد بنالی تو بھی اس کو بنانے اور نیت کرنے سے وہ مسجد بن جائے گی۔ جن مساجد کی تعیین مشتبہ ہو جائے ان میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے انہیں مسجد ہی سمجھا جائے۔ ظاہر یہی ہے کہ پہلے سادہ لوگ مسجد میں

شخصی دشمنی کا فرق کم کرسکتے ۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۲ / ۳ / ۱۴۰۳ھ

مسجد میں رومال وغیرہ رکھ دینے سے جگہ مخصوص ہوتی ہے یا نہیں

زید کہتا ہے کہ اگر ایک آدمی مسجد میں جگہ مقرر کرکے نماز پڑھتا ہے تو یہ جائز نہیں ۔ یا وضو کرنے کی غرض سے اپنی جگہ پر کپڑا رکھ دیتا ہے اور ابھی جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہے تو اس کا کپڑا اٹھا کر پیچھے رکھ دیا جائے تو ایسا کرنا منع نہیں ۔

عمرو کہتا ہے کہ جگہ مقرر کرکے نماز پڑھ سکتا ہے ۔ اور درست ہے ۔ اور اگر ابھی جماعت کھڑی ہونے میں دیر ہے تو اس کپڑے کو اٹھا کر پیچھے رکھنا بھی منع ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مقررہ مقصورہ میں نماز پڑھتے تھے ۔ مقصورہ وہ جگہ جہاں مسجد یا سلطان وقت کھڑے ہو کر نماز ادا کریں ۔ اگر جگہ مقرر کرکے نماز پڑھنا ناجائز ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل کا کیا حکم ہے ؟

الجواب اگر کوئی شخص کسی جگہ پر پہلے سے بیٹھا ہو ، پھر بضرورت وضو وغیرہ رومال وغیرہ رکھ کر چلا گیا تو اس جگہ کا وہی زیادہ مستحق ہے ۔ اگر کوئی اور بیٹھ گیا تو یہ اس کو اٹھا بھی سکتا ہے ۔ بدون اس حالت مذکورہ کے درست نہیں ہے ۔

(عزیز الفتاوی ج ۱ ص ۳۳۴)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل حفاظتی انتظام کے طور پر تھا ۔ عام حالات کے لئے اسے دلیل نہیں بنا سکتے ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸ / ۵ / ۱۴۰۲ھ

سینما کے مالک کو مسجد کمیٹی کا صدر بنانا

ایسا شخص جو سینما کا مالک ہے اور خود بھی سینما چلا رہا ہے ۔ اس کا ذریعہ معاش ہی سینما کی

کمائی ہے۔ کیا وہ کسی مسجد اور مرکز یا تنظیم دینی درس کا صدر بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب یہ ذریعہ معاش شرعاً جائز نہیں۔ اور ایسا شخص دینی صدارت کا اہل نہیں۔

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح ۔ بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۲/۲/۱۴۰۱ھ

زیرِ تعمیر مسجد میں سگریٹ پینا

زیرِ تعمیر مسجد میں جب کہ وہاں جماعت سے نماز ادا نہ ہو رہی ہو سگریٹ پینا کیسا ہے؟

۲۔ کوئی آدمی نماز کے اوقات کے علاوہ مسجد میں آکر پنکھا چلا کر سو جائے تو کیسا ہے؟ اور مسافر کے لئے کیسا ہے؟

الجواب مسجد جب ایک دفعہ مسجد بن جائے ۔ تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ زیرِ تعمیر ہو تب بھی اس میں سگریٹ پینا منع ہے اور جائز نہیں ہے۔

۲۔ جو شخص اس مقصد کے لئے یعنی صرف آرام کے لئے مسجد میں آئے ۔ اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے ۔ اور جو عبادت کے لئے مسجد میں گئے ۔ اور اس مقصد کے لئے درمیانی وقفہ میں ٹھہرا ہے تو اس کے لئے بقدر اجازت گو عرفاً ہو۔ پنکھے وغیرہ کا استعمال جائز ہے ۔ اور مسافر کے لئے مسجد میں سونا بھی جائز ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس
۶/۱۰/۱۴۰۱ھ

محراب والی دیوار کو شیشے کے ٹکڑوں سے آراستہ کرنا

مسجد کے محراب میں چندہ کے پیسوں سے شیشے کی ٹکڑیاں اور پھول وغیرہ بنوانے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب جو چندہ تعمیرِ مسجد کے لئے دیا گیا ہو اس سے اس قسم کے تکلفات کرنے درست نہیں۔ لہٰذا شخص اپنے ذاتی حلال پیسے سے اس قسم کے نقش و نگار کرانا چاہتا

ولو جلس المعلم في المسجد والوراق يكتب فإن كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لانه قربة وان كان بالاجرة يكره الا ان يقع لهما الضرورة اهـ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۱)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۲ / ۳ / ۱۳۹۸ھ

مسجد کی دیوار کو مسجد کی دوکان کے لئے استعمال کرنا

(۱) مسجد کی بنیاد اٹھارہ انچ چوڑی رکھی گئی۔ پھر اس پر مسجد کی دیوار ساڑھے تیرہ انچ تیار کی گئی اب مغرب کی طرف مسجد کے مفاد کے لئے دوکانیں بنانی ہیں۔ کیا مسجد کی بنیاد جو ساڑھے چار انچ مغرب کی طرف ہے اس پر مسجد کی دوکانوں کی دیوار بنائی جاسکتی ہے؟

(۲) نیز محراب جو کہ مسجد کی دوکانوں میں آتی ہے اسے الگ خالی چھوڑا جائے یا اس پر دوکان کی چھت بنائی جاسکتی ہے؟

الجواب (۱-۲) مسجد کی دیوار اور محراب کو کسی صورت دوکانوں کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں۔ ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ۔ اھ (شامی ج ۳ ص ۴۴۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۴ / ۲ / ۱۳۹۷ھ

فنائے مسجد میں گھر اور بیت الخلاء بنانے کا حکم

محلہ کنگران میں احاطہ مسجد میں ایک مکان برائے امام صاحب تعمیر کیا جارہا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ چھت پر لینٹر ڈال کر کچھ حصہ لینٹر کا فضاء میں بڑھایا جارہا ہے جو کہ دیوار

سے نا مہ ہے ۔ اور نیز کیا یہ حصہ فضاء مسجد کے اس حصہ میں آتا ہے جہاں کہ نماز پڑھی جاتی ہے تو کیا مکان کا حصہ جو فضاء مسجد میں آتا ہے درست ہے یا نہیں ؟ اور اس حصہ میں بیت الخلاء بنانے کا بھی ارادہ ہے ۔

الجواب مسجد تا عنان سماء مسجد ہوتی ہے ۔ لہٰذا مذکورہ تعمیر کا جو حصہ فضاء مسجد میں آتا ہے وہ درست نہیں ۔ وہاں رہائش یا بیت الخلاء بنانا جائز نہیں ۔

درمختار میں ہے ۔

وکرہ تحریما الوطء فوقه والبول والتغوط لانه مسجد الی عنان السماء وقیده واتخاذه طریقا ... او غریب او

(شامی ج ۱ ص ۶۵۶) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۲ / ۵ / ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

گوبر ملی ہوئی مٹی سے مسجد کی لپائی کرنا

سوال مسجد کی لپائی گوبر والی مٹی سے کی گئی ہے اور اوپر سے قلعی کر دی گئی ہے کیا یہ درست ہے یا نہیں ؟ یا اس کو اتار دیا جائے ؟

الجواب مٹی میں گوبر ملا کر مسجد کی دیواروں وغیرہ کو لیپنا جائز ہے ۔

کما فی الشامی ج ۱ ص ۶۵۶ ولا تطيينه بنجس فی الفتاوی الهندية يكره ان يطين المسجد بطين قد بل بماء نجس بخلاف السرقين اذا جعل فيه الطين لان فی ذالك ضرورة وهو تحصيل غرض لا يحصل الا به كذا فی السراجية ۔

بندہ اصغر علی غفر لہ نائب مفتی

گوگوبر ملی مٹی سے لیپنا جائز ہے جیسا کہ شامی کی عبارت میں مذکور ہے ۔ مگر یہ شرط معلوم ہوتی ہے اس شرط کے ساتھ کہ دیوار کی مضبوطی اور صفائی کی غرض اس کے سوا دوسری چیز سے

پیدی تو ہوسکتی ہو۔ چونکہ بھوسہ وغیرہ ملانے سے یہ غرض پیدا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا میرے خیال میں مساجد کے لیپنے میں گوبر ملانے سے احتراز اولیٰ و احوط ہے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۸) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۳/۱۳۸۵ھ

مساجد میں ملکی حالات پر تبصرہ کرنے کا حکم

س مساجد میں عوام کو ملکی حالات سے باخبر رکھنے کے لئے ملک کے واقعات اور خبریں پیش کرنا اور ان پر اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق تبصرہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب اگر وعظ و نصیحت کے ضمن میں کچھ ملکی حالات عبرت و موعظت کی غرض سے بیان کئے جائیں تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس میں کسی کی غیبت نہ ہو، کسی کی توہین نہ ہو، اور کسی پر استہزاء نہ ہو۔ اور مستقل طور پر ملکی حالات سنانے کے لئے مسجد میں مجلس منعقد کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ مساجد کی تعمیر ذکر الٰہی اور قرآن مجید پڑھنے اور عبادت کے لئے ہے نہ کسی اور مقصد کے لئے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۔ ۴ صفر ۱۳۸۵ھ

ہندوؤں کی متروکہ زمین کو بلا اجازت مسجد بنانا درست نہیں

س (۱) ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکان کو حصول تبدیلی کے بغیر بلا اجازت حکومت مسجد قرار دیا جائے جب کہ اس میں پہلے ہی کی کوٹھڑیاں اور بیٹھکیں بھی استعمال کی گئی ہوں تو کیا یہ حقیقۃً مسجد ہو گئی اور اس میں نماز صحیح ہے؟

(۲) مسجد تو پہلے سے ہو لیکن اس میں توسیع کرنے کے لئے ہندوؤں کے متروکہ مکان کو بلا اجازت حکومت ملا لیا گیا ہو۔ نیز چندہ کی کا سیمنٹ ٹھیکہ داروں سے خرید کر اور بعض جگہ جبریہ

سے چندوں کے مکانات کی قیمتیں وغیرہ سے باصول غصب خود کر مسجد میں لگائی گئی ہوں تو کیا یہ ٹھیک ہے اور نماز درست ہے ؟

۳ : اب حکومت قابضین سے جبرًا ان کی متروکہ جائیداد کی قیمتیں وصول کر رہی ہے اگر حکومت ان مکانوں کی جنہیں بلا اجازت مسجد بنا لیا گیا ہے، کی قیمت طلب کرے تو کیا قیمت ادا کرنے سے انکار کرنا شرعاً جائز ہے ؟ اور کیا ایسی مساجد شرعاً مساجد کا حکم رکھیں گی ؟ اور ان میں نماز بلا کراہت درست ہے ؟

الجواب

۱ : نماز تو ایسی مساجد میں ہو ہی جاتی ہے لیکن ان کو مسجد کی حیثیت اس وقت حاصل ہوگی جب حکومت سے باقاعدہ منظوری حاصل کر لی جائے گی۔ اور جب تک حکومت سے اجازت حاصل کر کے اس کو مسجد نہ بنا لیا جائے اس وقت تک اس میں نماز مکروہ ہوگی۔

۲ : جتنی مسجد پہلے تھی اس کے تو مسجد ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور نماز بھی اس میں بلا کراہت جائز ہے۔ اور جو حصہ حکومت کی اجازت کے بغیر اضافہ کیا گیا ہے اس کا وہی حکم ہے جو کہ اوپر جواب نمبر ۱ میں لکھ چکے ہیں۔ اور جو چوری کا سیمنٹ اس میں لگایا گیا ہے۔ تو فرش پر جس جگہ وہ لگایا گیا ہے اس پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ خواہ اصل مسجد کے حصہ میں یا اضافہ میں۔ اس کا حل یہ ہے کہ سیمنٹ وغیرہ کو اکھاڑ کر دوسرے پاک مال سے دوبارہ فرش بنا لیا جائے۔ یا ان ٹھیکیداروں سے کہا جائے کہ اس سیمنٹ کی قیمت حکومت کے خزانے میں داخل کر دو۔ تب بھی پاک ہو جائے گا اور جو ایسا سامان مسجد کی چھت یا دیواروں میں لگا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے نماز تو مکروہ نہیں ہوتی لیکن سخت گناہ ہے۔ جس کا ازالہ بھی وہی ہے جو اوپر تحریر کر دیا گیا ہے۔ کذا فی امداد الفتاوی ص ۶۰۵ و ۶۰۶ ج ۲

۳ : ایسے مکانات جو کہ بلا اجازت حکومت کے مسجد بنا دیئے گئے ہیں اگر اہل حکومت ان مکانات کی قیمت طلب کرے تو بلا تامل قیمت ادا کر دی جائے تاکہ وہ مکانات صحیح معنی میں مسجد بن جائیں ورنہ ان کے اندر نماز مکروہ ہوتی رہے گی۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ اصغر علی غفرلہ

بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان۔ پاکستان

مسجد تنگ ہو تو جبراً کسی کی زمین مسجد میں شامل کرنے کا حکم

قصبہ مخدوم عالی میں لوگ ایک مسجد کی توسیع کر رہے ہیں۔ رمضان شریف میں جمعہ کے نمازی لوگ نہیں سما سکتے۔ قریب ہی لوگوں کے مکان ہیں وہ نہیں دیتے باوجودیکہ ان کو معاوضہ بھی دیا جا رہا ہے۔ کیا از روئے شریعت ان لوگوں سے جبراً زمین لے سکتے ہیں؟

الجواب اگر صرف رمضان المبارک کے جمعہ میں لوگوں کو تنگی پیش آتی ہو تو اس کے رفع کرنے کا کوئی دوسرا انتظام کرنا چاہئے۔ پڑوسیوں کے مکانات جبراً لے کر مسجد میں شامل کرنا درست نہیں ہوگا۔ البتہ انہیں رضامند کر لیا جائے تو جواز ظاہر ہے۔ مسجد کے لئے جبراً اراضی حاصل کرنے کا حکم اس صورت میں ہے۔ جب کہ شہر میں دوسری مسجد نہ ہو۔

قال في نور العين ولعل الأخذ كرهاً ليس في كل مسجد ضاق بل الظاهر أن يختص بما لم يكن في البلد مسجد آخر اذ لو كان فيه مسجد آخر يمكن دفع الضرورة بالذهاب إليه نعم فيه حرج لكن الأخذ كرهاً أشد حرجاً منه (شامي، مطبوعة المكتبة الماجدية، ج ۳، ص ۳۹۱)۔

"نعم فيه حرج" سے اس طرف اشارہ نکلتا ہے کہ یہ جزئیہ اس مسجد کے بارے میں ہے جس کے اندر پنج وقتہ نماز کے لئے تنگی ہوتی ہو۔ کیونکہ جمعہ یا عیدین کے لئے جامع مسجد یا عیدگاہ میں جانا باعث حرج نہیں بلکہ مطلوب و مامور شرعی ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۱۲/۱/۱۴۰۲ھ

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

مسجد کے اندر بیٹھ کر وضوء کرنے کا حکم

ایک صاحب مسجد کے اندر وضوء کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کا کہتے ہیں جبکہ مسجد کے متصل وضوء کے لئے الگ جگہ بنی ہوئی ہے۔ ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب: مسجد میں اس طرح وضوء کرنا کہ وضوء کا پانی مسجد میں گرے جائز نہیں۔ ان صاحب کو اس عمل سے بہر صورت منع کر دیا جائے۔ ومکروہ المضمضة والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمة موضع اعد لذالک ولا یصلی فیه وان یتوضأ فی اناء کذا فی فتاوی قاضی خان۔ (عالمگیری ج ۵ ص [illegible])۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں بیٹھ کر انگریزی کتب پڑھنا پڑھانا جائز نہیں

ایک شخص مسجد میں انگریزی پڑھ رہا تھا، دوسرے نے اعتراض کیا کہ انگریزی پڑھنا گناہ ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تورات پڑھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کا اظہار فرمایا۔ پہلے نے جواب دیا کہ آج کل قرآن مجید کا بھی انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے۔

۲۔ بعض دینی مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ انگریزی، ریاضی، سائنس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کیا مسجد میں دوسرے علوم کی تعلیم جائز ہے؟

الجواب: انگریزی زبان سیکھنے میں اگر کسی معصیت کا ارتکاب نہ ہو، اور دین میں اس سے نقصان نہ آئے تو سیکھنا درست ہے۔ (کذا فی فتاوی رشیدیہ [illegible] ص ۱۹۱)

اور اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اچھی نیت سے پڑھنا موجب ثواب ہے۔ اور غلط نیت سے پڑھنے میں گناہ ہے۔ لیکن مسجد میں اس کو پڑھنا پڑھانا بہرحال درست نہیں۔ کیونکہ بعض عام مباح امور جو کہ فی ذاتہ جائز ہیں۔ مسجد میں ان کو بھی کرنا جائز نہیں۔ نیز انگریزی کتب جیسے عام طور پر تصاویر ہوتی ہیں، اور تصاویر مسجد میں لانا جائز نہیں۔

۲۔ تنخواہ دار ملازم کا بلا ضرورت مسجد میں بیٹھ کر قرآن و حدیث پڑھانا بھی درست نہیں، چہ جائیکہ یہ علوم پڑھائے جائیں۔ واضح رہے کہ درس و تقریر اور چیز ہے اور تعلیم اور چیز ہے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد بن جانے کے بعد اس پر رہائشی مکان بنانے کا حکم

مسجد کی چھت پر جس کے اندر نماز ادا کی جاتی ہے ۔ رہائشی مکان بنایا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب مسجد کا جو حصہ نماز ادا کرنے کے لئے ہوتا ہے اس کی چھت پر مکان تعمیر کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ۔ مسجد تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد ہوتی ہے ۔

" ولو بنى فوقه بيتا للامام لا يضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع الخ قوله فيجب هدمه . اهـ (شامی ج ۳ ص ۳۷۱ مطبعة المصطفى الاميرية)

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
مفتی خیر المدارس ملتان	۱۴ / ۔ / ۱۴۰۰ھ

تعمیر مسجد میں اہل تشیع سے چندہ لینے کا حکم

بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو کہ اہل تشیع سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور تھوڑا سا اندرونی عقیدہ بھی رکھتے ہیں ۔ مکمل رافضی نہیں اور نہ ہی تابوت اٹھانا نکالتے ہیں اور نمازیں سب ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں ۔ عید الاضحیٰ بھی ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں ، یعنی ہاتھ باندھ کر ۔ ہم جیسی پڑھتے ہیں ۔ اور بعض اہل تشیع جو ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں وہ بھی کسی کے کہنے اور ترغیب دینے پر ۔

دونوں قسم کے مسجد کی تعمیر میں امداد دینا چاہتے ہیں ۔ کیا ان سے امدادی رقم لے کر مسجد کی تعمیر میں لگائی جا سکتی ہے یا نہ ۔ انکار کی صورت میں بوجہ قریبی ہمسائیگی مل سکتی ہوتی ہے نیز کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی امداد کعبہ کی تعمیر میں لگائی گئی تھی ؟

الجواب غیر مسلک کے لوگ بعض اوقات چندہ دینے کے بعد اپنے حقوق جتلاتے رہتے ہیں ۔ اور مستقل دردِ سر بنے رہتے ہیں ۔ اگر یہ احتمال نہ ہو نیز یہ خدشہ بھی نہ ہو کہ کل کو وہ سنیوں پر احسان جتائیں گے تو شرعاً ان کا چندہ لے سکتے ہیں ۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۶۴۰) فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ — الجواب صحیح

۲۹/۲/۱۴۰۷ھ — بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

مسجد کا پیسہ بینک میں رکھنے کا حکم

مسجد کی رقم بینک میں جمع ہے اس پر سود لگتا ہے کسی آدمی نے مشورہ دیا ہے کہ یہ رقم بینک کی بجائے کسی کاروبار میں لگائیں۔ نفع اور نقصان میں برابر کے شریک ہوں گے۔ تو مسجد کے پیسے سے کاروبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا ویسے ہی بینک میں پڑی رہے، وہ درست ہے؟

الجواب مسجد کا پیسہ کاروبار میں نہ لگایا جائے۔ بینک کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھ دیں یا کسی ایسے امین کے پاس رکھ دیں جو حفاظت پر قادر ہو۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس دارالافتاء خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۱/۴/۱۴۰۷ھ

محراب مسجد کے لئے راستے کا کچھ حصہ لینے کا حکم

حیدر آباد کی اکثر مساجد کی محرابیں باہر روڈ پر نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اس روڈ پر نکلی ہوئی محراب پر نہ تو حکومت کو اور نہ ہی اہل محلہ کو کسی قسم کا کوئی اعتراض ہوتا ہے۔ نیز بصورت دیگر اگر محراب روڈ پر نہ نکالی جائے تو ایک صف کی جگہ کا نقصان تصور کیا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی محراب کا حصہ باہر روڈ پر نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بر تقدیر صحت سوال صورت مسئولہ کی مذکورہ جزئیہ سے گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ قوم بنوا مسجدا واحتاجوا الی مکان لیتسع المسجد واخذوا من الطریق وادخلوه فی المسجد ان کان یضر باصحاب الطریق لا یجوز وان کان لا یضر

بحوت انہ لا یکون بہ باس ھکذا فی المضمرات وھو المختار ھکذا فی خزانۃ المفتین ۔ اھ (عالمگیری ج ۲ ص ۳۹۰)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۲۶ / ۱ / ۱۴۰۸ھ

ملحق برآمدے کو مسجد میں شامل کرنے کا حکم

بانی اول نے مسجد کے ایک طرف برآمدہ بنایا ۔ لیکن نیت یہ کی کہ جب کبھی دنیاوی باتوں کی ضرورت ہوگی تو اس جگہ بیٹھ کر کریں گے ۔ یعنی مسجد سے خارج رکھا ۔ اب متولی مسجد بوجہ ضرورت توسیع مسجد اس کو مسجد میں شامل کرنا چاہتا ہے ۔ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے ؟

الجواب: متولی مسجد جعل منزلا موقوفا علی المسجد مسجدا وصلی الناس فیہ سنین ثم ترک الناس الصلوۃ فیہ فاعید منزلا مستغلا جاز لانہ لم یصح جعل المتولی ایاہ مسجدا ۔ اھ (ج ۲ ص ۴۶۲ ، عالمگیریہ) ۔

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ اس ملحقہ جگہ کو مسجد میں شامل کرنے کے بعد بعینہ یہ تمام احکام میں مسجد کے مماثل نہیں ہوگی ۔ البتہ ضرورت کے تحت ملانے میں کوئی حرج نہیں ۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۳/۴/۱۴۰۱ھ

مسجد کے لئے وقف قرآن مجید کو مدرسہ میں لے جانے کا حکم

مسجد کا قرآن شریف مدرسہ میں لے جا کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں ۔ اور ایسے ہی صفحات بھی ؟

الجواب: اگر قرآن مجید اور مصحف مسجد کے لئے وقف ہیں ۔ تو جب تک وہ قابل انتفاع رہیں ۔ انہیں کسی اور جگہ لے جا کر استعمال کرنا جائز نہیں ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۳/۱۱/۱۴۰۱ھ

مسجد کی جگہ کو راستہ کیلئے لینا جائز نہیں

س ایک مسجد کے مشرقی کونے کی طرف سڑک ہے اس میں ٹریفک وغیرہ گزرنے میں تکلیف ہوتی ہے کیا مسجد کی زمین سے ایک فٹ جگہ رفاہ عامہ کیلئے لی جا سکتی ہے؟

الجواب مسجد کی جگہ اس مقصد کے لئے لینی درست نہیں۔

" ان ارادوا ان یجعلوا شیئاً من المسجد طریقا للمسلمین فقد قیل لیس لہم ذالک وانہ صحیح کذا فی المحیط۔ اھ (عالمگیری ج ۲ ص ۴۵۶)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۳/۴/۱۳۹۹ھ

مسجد کے قریب خالی جگہ میں ہسپتال بنانے کو ترجیح دی جائے یا مدرسہ کو

س تعمیر شدہ مسجد کو آباد کرنا مقدم ہے یا اس کے بالمقابل رفاہ عامہ کے لئے ہسپتال بنانا۔ جبکہ ہسپتال بنانے کا مقصد مسجد کی تخریب ہو۔ اور تبلیغی اور تدریسی کام کو روکنا ہو حالانکہ متبادل رقبہ بھی موجود ہے۔ نیز مسجد کی تخریب کرنے والے کے بارے میں کیا وعیدیں آئی ہیں؟

الجواب اگر ہسپتال کے لئے کوئی متبادل جگہ موجود ہو تو بہتر یہی ہے کہ مسجد کے ساتھ ملحقہ زمین میں مدرسہ یا کوئی دینی مرکز تعمیر کر لیا جائے۔ کیونکہ ہسپتال وغیرہ کے لئے تو اور جگہیں بھی مل سکتی ہیں۔ اور مدرسہ کے لئے ملنا بہت مشکل ہے۔ مساجد کو بے آباد اور ویران کرنے والے کو قرآن حکیم میں بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۰/۵/۱۳۹۸ھ

مسجد کا اسپیکر شادی بیاہ کے لئے دینے کا حکم

مسجد کا اسپیکر مسجد سے باہر کسی شادی بیاہ کے لئے جہاں گانے بجانے اور ہر قسم کے خرافات ہوتے ہیں، دینا جائز ہے یا نہ؟ اگر نہ دیا جائے تو وہ ناراض ہوتے ہیں۔ اسی طرح مسجد کی دوسری اشیاء مثلاً ٹاٹ وغیرہ کو مسجد سے باہر لے جانا اور ذاتی استعمال میں لانا کیسا ہے۔ نیز مسجد کے پانی سے ایسے لوگ اگر غسل کرتے ہیں جو نماز ہرگز نہیں پڑھتے۔ ان کے لئے یہ جائز ہے یا نہ؟ ان کو روکنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب مسجد کا اسپیکر شادی بیاہ میں گانے بجانے کے لئے ہرگز نہ دیا جائے۔ دینے والے سخت گناہ گار ہوں گے۔ اس سلسلہ میں لینے والوں کو مسئلہ بتا دیا جائے۔ اس کے بعد بھی وہ ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی کی مطلقاً پرواہ نہ کی جائے۔ مسجد میں استعمال کرنے کے لئے مسجد کی وقف اشیاء کو مسجد سے باہر لے جا کر ذاتی ضرورت میں استعمال کرنا گناہ ہے۔ اس سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچایا جائے۔ اور غیر نمازیوں کا مسجد میں اگر نمازیوں کی ضرورت کے پانی کو استعمال کرنا درست نہیں۔ جو آدمی ناجائز امور سے روکتا ہے وہ درست کرتا ہے اس کی تائید کرنی چاہئے۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مسجد کبھی بھی فروخت نہیں ہو سکتی

اہل بستی نے ایک قطعہ اراضی واقع موضع بالیا ارتالہ بنام مسجد خریدا۔ رجسٹری مسجد کے نام کرائی گئی۔ پھر مسجد تعمیر کر دی گئی۔ ایک عرصہ تک وہاں نماز پڑھی جاتی رہی۔ وہاں سرکاری سڑک تعمیر ہو رہی تھی۔ چند افراد نے مسجد محکمہ کے افسر کو بیچ دی۔ وہاں دفتر بنایا گیا۔ مسجد کے اندر کرسیاں ڈال کر رہائش رکھی گئی۔ مدت تک وہ ڈیوٹی پر رہا۔ بعد ازاں اسے مسمار کر کے سڑک میں شامل کر لیا گیا۔ اب اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔ اور ایسا کرنے والے آدمیوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب مذکورہ قطعہ جب اہل بستی نے خرید کر اس میں مسجد تعمیر کر دی تو یہ وقف ہو گیا۔ اب تا قیامت یہ جگہ مسجد رہے گی۔ اس کی خرید و فروخت باطل اور کالعدم

ہے۔ دیدہ و دانستہ بیچنے اور خریدنے والوں کو انتہائی ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا چاہئے۔ اور اس جگہ کی بازیابی اور دوبارہ تعمیر مسجد کے لئے تعاون کرنا ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے۔

فقط واللہ اعلم ۔ الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح ۔ محمد صدیق غفرلہ ، ملک سے خیر المدارس ملتان ۲۳ ر ۲ ر ۱۳۹۸ھ

روافض کو اہلسنت کی مساجد میں ہرگز نہ داخل ہونے دیا جائے

ہمارے چک نمبر ۱۰۳ / ۱۱ ای۔ بی۔ میں اکثریت سنیوں کی ہے۔ اور تھوڑے سے گھر شیعوں کے ہیں۔ شروع سے اس میں اہل سنت والجماعت اذان و اقامت کے ساتھ نمازیں ادا کرتے آئے ہیں۔ اور شیعہ نام بھی ہمیشہ سے جب سے مسجد بنی ہے آج تک اہل سنت کا ہوتا ہے چند دن قبل شیعوں نے اسی مسجد میں اپنی اذان واقامت شروع کردی ، اور اپنی جماعت بھی کرانی شروع کردی۔ یعنی دو اذانیں اور دو جماعتیں ہونے لگیں۔ اہل سنت کی بھی اور اہل تشیع کی بھی۔ کچھ فساد ہوا تو عدالت نے مسجد سیل کردی۔

بعدہ عدالت ہونے والا ہے۔ لے ، سی ، صاحب نے فیصلہ فرمایا کہ مسجد اہل سنت کی ہے اس میں نماز با جماعت ادا کرسکتے ہیں۔

مگر شیعوں نے پھر اپیل کررکھی ہے کہ ہمیں بھی جماعت کرانے کی اجازت دی جائے۔ اب آپ فرمائیے کہ اہل سنت کی مسجد میں شیعہ اپنی اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ ہم نے مسجد میں چندہ دیا ہے اس لئے ہمارا حق ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب امداد المفتیین ، ج ۱ ص ۷۸۰ ، میں ہے کہ روافض کو مساجد اہل سنت میں آنے سے روکنا جائز ہے۔ نیز ان کو اجازت دینے میں فسادات کا وقوع کھلا ہے۔ کیونکہ اہل سنت کے پیشواؤں کو برا کہنا ان کے مذہب کا جزو ہے۔ تبا ر علیہ شریعت و انتظام کا تقاضا یہی ہے۔ کہ ان کو سنیوں کی مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ چندہ دینے سے استحقاق ثابت نہیں ہوتا۔

قال في الاشباه ويكره دخوله يعني المسجد لمن اكل ذا ريح
كريهة ويمنع منه وكذا كل موذ ولو بلسانه ۔
(الاشباه والنظائر احكام المسجد) ۔ فقط واللہ اعلم ۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

کسی مسجد میں دوسرے فرقے کو دوسری اذان و جماعت کی اجازت دینا فساد و خونریزی کو دعوت دینا ہے ۔ چہ جائیکہ شیعوں کو اہلسنت والجماعت کی مسجد میں اس کی اجازت دی جائے یہ ہرگز جائز نہیں ۔ الجواب صحیح

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۵ / ۷ / ۱۳۹۸ھ

طوائف نے جو مسجد اپنے مہر کی رقم سے تعمیر کرائی ہو اس میں نماز کا حکم

مساۃ جنسدہ طوائف نے ایک مسجد تعمیر کرائی ہے ۔ مساۃ مذکورہ حلفیہ بیان دیتی ہے کہ اس مسجد کی تعمیر میں اس نے اپنے نکاح شرعی کی مہر والی رقم صرف کی ہے ۔ نیز اس بیان پر ایک شریف پابند صوم و صلوٰۃ شخص ، جو کہ اس کا قریبی رشتہ دار بھی ہے ، کی تصدیق موجود ہے ۔

تو سوال طلب امر یہ ہے کہ کیا مساۃ مذکورہ کا حلفیہ بیان اور اس شخص کی تصدیق شرعاً معتبر ہے یا نہیں ؟ اور اس کی تعمیر کردہ مسجد کا کیا حکم ہے ؟ اس میں نماز پڑھنا جماعت کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ ۔

المستفتی قاری عبد الرحمٰن مدرسہ عربیہ تحفیظ القرآن کھروڑ پکا ۔

الجواب

مذکورہ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا درست ہے ۔ کذا فی امداد المفتیین ۔
ج ۲ ص ۹۲۵ ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۵ / ۱۲ / ۱۳۹۸ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد کے کلاک کو اسپیکر سے اس طرح جوڑنا کہ گھنٹے کی آواز اسپیکر سے نشر ہو

آج کل ایسا گھڑیال ایجاد ہوا ہے جو مساجد میں لگایا جاتا ہے اور اس کو مسجد کے سپیکر کے ساتھ منسلک کر دیا جاتا ہے۔ جس سے ہر گھنٹہ کی آواز ٹن ٹن اور زور سے لاؤڈ سپیکر سے نکلتی ہے۔ بظاہر اس کا فائدہ مسجد کو کوئی نہیں ہے۔ اور بہت کو اس کی آواز زیادہ آتی ہے جس سے سونے والوں اور خاص کر مریضوں اور بچوں کے آرام اور سکون میں خلل آتا ہے۔ کیا اس کی مشابہت عیسائیوں کے گرجا گھر کی گھنٹی، اور ہندوؤں کے مندر کی گھنٹی سے نہیں ملتی۔؟ کیا اس گھنٹی کی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لئے اس وقت رد نہیں فرما دیا تھا جب اذان کا معاملہ زیر غور آیا تھا؟ ایسا گھڑیال مسجد میں لگانا شرعاً جائز ہے یا نہ؟

الجواب علاوہ مذکورہ مفاسد کے اتنی بلند آواز آداب مسجد کے بھی خلاف ہے لہٰذا ایسی گھڑی مسجد میں نصب کرنا درست نہیں، آداب مسجد میں لکھا ہے۔

ولهذا صح أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله تعالى

(عالمگیری، ج ۵ ص ۳۲۱)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۴ / ۱ / ۱۴۰۹ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس دارالافتاء خیر المدارس

میوزیکل کلاک مسجد میں لگانے کا حکم

ہمارے محلہ کی مسجد میں نماز پنجگانہ جماعت سے ادا کرنے کی سہولت کے لئے ایک الارم نما کلاک آویزاں ہے۔ ہر پندرہ منٹ بعد ساز نما آواز دیتا ہے۔ جس کی نوعیت پندرہ منٹ، آدھ گھنٹہ، پون گھنٹہ، اور گھنٹہ پر مختلف ہوتی ہے۔ نوعیت یوں ہے پندرہ منٹ پر

ٹوں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹوں۔ ٹوں

— آدھ گھنٹہ پر۔ ٹوں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹاں۔ ٹوں۔

— پون گھنٹہ پر۔ ٹوں۔ ٹوں۔ ٹاں۔ ٹوں۔ ٹوں۔

مندرجہ بالا صورت میں یہ کلاک مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب ایسا کلاک مسجد میں آویزاں نہ کریں۔ بیع جمل کوفروغ دینا گویا بیع جمل کو فروغ دینا اور جبر کی تائید کرنا ہے، بلکہ ایک طرح سے کعبہ پر جبر کو بلا مسلمانی

فقط واللہ اعلم ؛ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۶/۲/۱۴۰۸ھ

شیعہ کی دی ہوئی گھڑی مسجد میں نصب کرنا

ایک شیعہ نے مسجد کو گھڑی خرید کر دی ہے۔ آیا اس کو لگانا جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب اگر اس گھڑی دینے میں کوئی غرض فاسد نہ ہو، نیز آئندہ چل کر احسان جتلانے یا کسی اور ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو لے لینے کی گنجائش ہے فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۹/۵/۱۴۰۸ھ

پانچ سال کے بچوں کو مسجد میں لانے کا حکم

ایک مسجد کے خطیب صاحب ہیں وہ مسجد کے اندر نماز کے بارے میں بہت متشدد ہیں خاص کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بارے میں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں پانچ سال سے کم عمر کے بچے نہ آئیں۔ اگر آ بھی جائیں تو سختی کے ساتھ منع فرما دیتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے کتنی عمر تک کا بچہ داخل ہو سکتا ہے اس مسئلہ میں قرآن و حدیث یا دیگر ماخذ شریعت میں کیا ہدایت ہے۔ اور بچے کی نماز کے بارے میں کیا حکم ہے ؟

الجواب پانچ سال یا اس سے کم عمر کا بچہ عموماً بے سمجھ ہی ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ایسے بچوں کو مسجد میں لانے سے منع کیا گیا ہے۔

کما اخرجہ المنذری مرفوعاً جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ (شامی ج ۱ ص ۴۴۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۳/۱/۱۴۰۸ھ

محض کپڑے کے ذریعہ جگہ پر قبضہ کرنیوالوں کو اس سے منع کرنا چاہیے

اکثر لوگ جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو اپنی جگہ

کر محفوظ رکھنے کے لئے کپڑا رکھ دیتے ہیں، اور اگر اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیں تو شخص ناراض ہو جاتے ہیں۔ شرعی طور پر فیصلہ صادر فرمائیں؟

الجواب جو شخص پہلے آکر مسجد میں بیٹھا ہو، تو وہ اپنا کپڑا کسی جگہ مسجد میں قبضہ کرنے کی غرض سے رکھ دے یہ شرعاً جائز نہیں، اور اس سے اس کا حق بھی قائم نہیں ہوتا، خواہ وضو کے لئے جانے یا کسی اور غرض سے۔ پس جو شخص جگہ قبضانے کے لئے ایسا کرے انہیں مناسب طریقہ سے منع کرنا چاہئے۔ کذا فی امداد المفتیین ج ۲ ص [illegible]۔ نقلاً عن الشامیہ۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۸/۱۱/۱۴۰۳ھ

مسجد کی کوئی چیز ضائع کر دی تو اس کی تلافی کی صورت

۱: مسجد کی تعمیر کے لئے بانس اور پھٹے منگائے گئے، فارغ ہونے پر وہ بیچ کر رقم مسجد پر لگ سکتی ہے؟

۲: پھٹے مسجد سے مانگ کر لے گیا، پھر واپس نہیں کئے، مسجد والوں کو بھی بھول گئے اب خادم شخص اس کی قیمت دے سکتا ہوں یا بتا کر ادا کروں؟

۳: قیمت موجودہ وقت کے حساب سے دوں یا اس وقت کے حساب سے جب مسجد سے لئے تھے؟

۴: ایسے ہی کسی کی چیز نقصان یا اس سے لے کر ضبط کر لی، اب اس کی واپسی کا خیال آتا ہے چیز موجود نہیں، اس کی قیمت بتا کر واپس کرے، یا اگر وہ نہیں کرتے ہیں عار ہو تو اس کی قیمت صدقہ کر کے ثواب اس کو پہنچا دے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

۱: اب اگر مسجد کو ضرورت نہ ہو، تو بیچ کر قیمت مسجد میں جمع کرا دی جائے۔

۲: موجودہ وقت کے حساب سے قیمت دے دے، بتانے میں شرم محسوس ہو تو وضاحت کئے بغیر مسجد کے فنڈ میں وہ پیسے دے دے۔ فان لم یقدر علی مثلہ فعلیہ قیمتہ یوم یختصمون اھ۔ (ہدایہ ج ۴ ص ۳۷۲)۔

۴ : جب تک مالک یا اس کا وارث شرعی موجود ہو اس کو قیمت دے وضاحت نہ کر سکتا ہو تو اتنا کہہ دے کہ میں کسی وجہ سے یہ آپکو دینا چاہتا ہوں ۔ جب اصل مالک یا اس کے وارث کا ملنا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف سے بہ نیت ثواب صدقہ کر دے ۔ فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۱۳۹۴ / ۲ / ۷ ھ

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

مسجد میں ذی روح کی تصویر آویزاں کرنا جائز نہیں

ایک مسجد میں خانہ کعبہ کی تصویر جس میں لوگ بھی نظر آتے ہیں ، اور ساتھ ہی دوسری تصویر مرغ کی بھی بنی ہوئی ہے ، سامنے دیوار پر لگی ہوئی ہے ۔ اور مسجد میں جماعت بھی ہوتی ہے کیا نماز میں تو کوئی نقصان واقع نہیں ہوگا ۔ ؟

الجواب اگر مسجد میں کسی جاندار کی تصویر معلق ہو اور وہ بلا تکلف نظر آتی ہو ۔ اس کا سر اور چہرہ کا حصہ مٹایا بھی نہ گیا ہو تو ایسے مکان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ۔

قال فی الھندیۃ ویکرہ ان یصلی وبین یدیہ او فوق راسہ او علی یمینہ او علی یسارہ او فی ثوبہ تصاویر ۔ ج ۱ ص ۱۰۷) ۔

لہذا مرغ اور انسان کی تصاویر جو بلا تکلف نظر آتی ہیں تو نماز مکروہ ہے ۔ فقہاء نے یہ حکم عام مکانات کا بیان فرمایا ہے ، مسجد میں تصویر ذی روح کی رکھنا قطعاً حرام ہے ۔

فقط واللہ اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں سے یہ تصویر الگ کر دی جائے ۔

والجواب صحیح ، بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۱۳ / ۷ / ۱۴۰۲ ھ

مسجد میں چٹائی کی ٹوپیاں رکھنے کا حکم

اکثر لوگ ثواب کی نیت سے مساجد میں چٹائی کی ٹوپیاں نمازیوں کے استعمال کے لئے رکھ دیتے ہیں جس سے بوجہ سر لوگ اپنے سر کو نماز کے وقت ڈھانپ لیتے ہیں ۔ کیا یہ فعل شرعاً

مساجد کے لئے چندے کا معروف طریقہ جائز نہیں

عرض یہ خدمت ہے کہ ہمارے ہاں مسجد میں جمعہ کے دن صبح فجر کی نماز کے بعد بچے لاؤڈ اسپیکر پر قرآن مجید پڑھتے ہیں اور مسجد کے لئے چندہ اکٹھا کرتے ہیں۔ کسی کا نام وغیرہ نہیں لیتے۔ یعنی فلاں شخص نے اتنے روپے دیئے ہیں۔ صرف قرآن پاک کی آواز سن کر لوگ اپنے گھروں سے مسجد میں پیسے بھیج دیتے ہیں۔ تو کیا اس طرح اسپیکر پر قرآن مجید پڑھ کر چندہ اکٹھا کرنا جائز ہے یا نہ؟

الجواب چندہ جمع کرنے کا مذکورہ طریقہ درست نہیں۔ گویا قرآن پاک کو حصول چندہ کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ یہ قرآن مجید کی شان اور عظمت کے خلاف ہے۔ ہندیہ میں ہے۔

من جاء الی تاجر یشتری منه ثوبا فلما فتح التاجر الثوب سبح الله تعالی او صلی علی النبی صلی الله علیه وسلم اراد به اعلام المشتری جودة ثوبه فذلك مکروه۔ (ج ۴ صفحہ)

مسجد کی ضروریات کے لئے ایک آدھ مرتبہ اپیل کرنے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح | بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ | ۲۴/۵/۱۴۰۲ھ

مسجد کے پرانے ملبے کا حکم

ایک مسجد نئی تعمیر کر رہے ہیں تو اس کے پرانے ملبے کا کیا حکم ہے۔ کیا کوئی شخص ذاتی استعمال کے لئے اپنے گھر اٹھا کر لے جا سکتا ہے یا اسے فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر امام مسجد از خود بغیر اجازت منتظمین کے اٹھا کر لے جائے اور اپنے مصرف میں لائے تو کیا اس کی امامت اور نمازوں میں اقتداء صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب اگر یہ ملبہ آئندہ مسجد کے کسی کام نہ آ سکتا ہو تو منتظمین مسجد اسے فروخت کر سکتے ہیں اور اگر کچھ قیمت نہ رکھتا ہو تو ویسے بھی پھینکنا درست ہے۔ بہر صورت لینے والا اسے استعمال کر سکتا ہے۔ امام صاحب اس ملبہ کی قیمت مسجد کو دے دیں۔

حشیش المسجد اذا اخرج من المسجد ایام الربیع ان لم یکن له قیمة لا بأس بطرحه خارج المسجد ولا بأس به نفعه

واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۲۵)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

فقط واللہ اعلم
الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۸ محرم ۹۶ھ

جا نماز زائد از ضرورت ہوں تو فروخت کرنے کا حکم

ایک مسجد میں مصلے بہت زیادہ جمع ہو گئے ہیں کیا ان کو فروخت کر کے مسجد کے لئے صف خریدنا درست ہے؟ المستفتی: محمد شفیع کالونی ، حیدرآباد سندھ

الجواب: اگر اتنے زیادہ ہوں کہ آئندہ ضرورت پڑنے کا امکان نہ ہو تو فروخت کرنا درست ہے یا صفوں کی بجائے مصلے ہی استعمال میں لائے جائیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۳ / ۱۲ / ۱۳۹۶ھ

مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا

کسی صاحب نے مسجد کی محراب کے لئے رنگین بلب و ٹیوب وغیرہ دئے ہیں۔ کیا کبھی کبھی روشن کر سکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی: عبدالمجید رشید آباد کالونی ملتان

الجواب: اسراف ہے بچا جائے۔

فقط واللہ اعلم ، الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان ۶ / ۳ / ۱۳۹۶ھ

جواریوں سے چھینی ہوئی رقم مسجد میں لگانے کا حکم

جوا کھیلنے کے پیسے پولیس سے لے کر مسجد کو دے سکتے ہیں کیا وہ مسجد کی کسی جگہ پر لگائے جا

سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب مذکورہ رقم مسجد پر خرچ نہ کی جائے مالکوں کو واپس کرنی چاہئے۔ اگر کچھ قرت کے بعد واپس کردی جائے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ معین مفتی

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۲/۱۲/۱۴۰۶ھ

بیت اللہ کی تصویر والا قالین مسجد میں آویزاں کرنے کا حکم

ایک قالین جس میں خانہ کعبہ کا فوٹو ہے اور اس میں ذی روح کی تصویریں ہیں۔ لیکن نظر نہیں آتیں۔ اور اسی طرح دو مرغ کی تصویریں بھی ہیں۔ لیکن ان کو ٹیپ وغیرہ کے ذریعے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔ وہ قالین مسجد کے سامنے والی دیوار پر بہت اونچا کر کے لٹکایا گیا ہے۔ خارج صلوٰۃ کی نظر پڑتی ہے۔ ورنہ نمازی کی نظر نہیں پڑتی کیا ایسے قالین کو لٹکانے سے نمازیوں کی نماز میں تو کچھ حرج نہیں پڑے گا ؟

۲ : ایک آدمی دوسرے لوگوں کو رسومات میں مبتلا کر کے اس مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے سے نفرت دلا کر خود بھی باجماعت نماز ادا نہیں کرتا۔ اور دوسرے لوگوں کو بھی روکتا ہے کیا اس کا یہ کام درست ہے ؟

الجواب اس قالین کو دیکھا اس میں کسی انسان کا فوٹو بلکہ کوئی عضو نظر نہیں آتا۔ البتہ مرغ نظر آتے ہیں۔ ان کو مٹا کر یا رنگ لگا کر مسجد میں اس قالین کو لگا کر اس مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے۔ جبکہ نمازی کی نظر دوران نماز اس قالین پر نہ ٹھہرتی ہو۔ اس قالین کو لٹکانے کے متعلق جو فتویٰ پہلے خیر المدارس سے دیا گیا، اس کے سوال میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔

۲ : درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ : ۲۱/۷/۱۴۰۳ھ

مال حرام سے بنی ہوئی مسجد کو منہدم کرانے کا حکم

۱: اگر مال حرام مثلاً سود، مغصوب، رشوت، شراب کی آمدنی وغیرہ سے کوئی مسجد تعمیر کردی گئی ہو تو اس تعمیر کو برقرار رکھا جاسکتا ہے یا گرادی جائے۔ اگر رائے کے ساتھ دلیل بھی بیان فرمادیں تو کرم ہوگا۔

(مولانا مفتی) عبدالرحیم (صاحب) دارالافتاء والارشاد، ناظم آباد کراچی۔

الجواب

گرانے کے لئے تو دلیل کی حاجت ہوگی۔ برقرار رکھنے کے لئے تو دلیل کی ضرورت نہیں۔ مصر صاحب کی حسب سوال جمیع علماء و مشائخ کا عمل بھی اسی پر ہے۔ نیز فتاویٰ میں عموماً یہ لکھا ہے کہ ایسی مسجد شرعی مسجد نہیں اور اس کی بیع بھی جائز ہے تو گرانے کے بجائے کوئی ایسا شرعی حل تجویز ہونا چاہئے جس کے ذریعہ ایسی مسجد شرعی مسجد بن جائے۔

"مجموعۃ الفتاوی" میں ہے کہ اگر کوئی شخص حلال مال سے عقد صحیح کرکے خرید کرکے وقف کردے تو مسجد مقبول بن جائے گی۔ (والمغنی ج ۱ ص ۱۹۴) اس پر غور کیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ ۱۰/۴/۱۴۰۸ھ

"یا محمد" لکھی ہوئی اینٹیں مسجد میں نصب کرنا

ایک مسجد کو شہید کرکے پکی خشت کی نئی مسجد تیار کرائی ہے جس کے لئے تیار و خشت خریدے ہیں، کچھ اینٹوں پر "یا اللہ" "یا محمد" لکھا ہوا ہے۔ جو رقم مسجد مذکورہ کے لئے وقف کی تھی اس رقم سے یہ اینٹیں خریدی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مسجد مذکورہ پر ایسی اینٹیں لگانا جس پر "یا اللہ یا محمد" لکھا ہوا ہے، جائز ہے یا نہ؟

الجواب

"یا محمد" کے لفظ سے اہل بدعت کے غلط عقیدہ کی طرف ایہام ہوتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ اینٹیں نہ لگائیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۷/۶/۱۴۰۶ھ

مسجد میں مٹی کے تیل کا چراغ جلانا جائز نہیں

مٹی کے تیل والا لیمپ مسجد میں جلا سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب مسجد میں کوئی بھی بدبودار چیز داخل کرنا جائز نہیں۔ اس لئے مٹی کے تیل کا چراغ بھی درست نہیں۔ اگر کوئی اور صورت نہ ہو سکتی ہو تو مٹی کے تیل کا لیمپ مسجد سے باہر رکھا جائے، اور دور کر کے روشنی مسجد میں پھیلی رہے۔

لحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العيني في شرحه على صحيح البخاري قلت علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه السلام بل الكل سواء ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة مأكولا أو غيره (شامی ج ۱ ص ۶۶۱) فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی	الجواب صحیح
۲۹ / ۱۲ / ۱۳۹۷ھ	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

راستہ کی صرف اتنی مقدار مسجد میں شامل کر سکتے ہیں جس سے لوگوں کو ضرر نہ ہو

گورنمنٹ کے منظور شدہ احاطہ سے دس فٹ تا دس فٹ جگہ سرکاری گلی کی مسجد میں لے لی گئی اور اب اس مسجد کی نئی تعمیر کرنے لگے تو چار فٹ مزید جگہ لے لی گئی۔ گاؤں کا بیشتر حصہ اس مزید جگہ لینے پر رضامند ہے۔ مگر جو حصہ جن کا راستہ متأثر ہوتا ہے، وہ رضامند نہیں ہیں۔ آپ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

تنقیح: جو لوگ رضامند نہیں اس تجاوز سے ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے؟

جواب تنقیح: اب اس گلی سے ٹرالی اور لدا ہوا گڈا نہیں گزر سکتا۔ اور وہ لوگ زراعت پیشہ ہیں۔ ان کو ہر وقت ان چیزوں سے کام رہتا ہے۔

الجواب سوال میں مذکور ہے کہ اب اس راستہ سے ٹرالی اور گڈا نہیں گزر سکتے اور نہ سینما والوں کے لئے یہ چیزیں ضروریات سے ہیں۔ لہٰذا مسجد کا اس حد تک بڑھانا ان کے لئے مضر ہے۔ سڑک سے جس قدر وہ سب بخوشی دیں لے لیا جائے۔ اس سے آگے تجاوز نہ کیا جائے۔

فی الدر المختار جعل شیء من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز وفی رد المحتار افاد ان الجواز مقید بهذین الشرطین۔ اھ (امداد الفتاوی ج ۲ ص ۲۲۸)

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۱۶ / ۵ / ۱۴۰۱ھ

اعلان گمشدگی کے ممنوع ہونے میں بچہ اور سامان برابر ہے

آجکل پورے ملک میں یہ رواج پھیلا ہوا ہے کہ تمام مساجد میں ہر وقت گمشدہ اشیاء اور بچوں کا اعلان ہوتا رہتا ہے۔ حالانکہ قرآن و حدیث اور فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ گمشدہ کا اعلان مساجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ جیسا کہ آیت قرآنی وان المساجد لله فلا تدعوا مع الله احدا اور احادیث مبارکہ جو صحاح ستہ میں موجود ہیں مثلاً مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں۔

انه سمع ابا هریرة رضـ یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لا ردها الله علیك فان المساجد لم تبن لهذا۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۰)

ایسی عبارات ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۶۸ – ابن ماجہ شریف ص ۵۶ میں بھی موجود ہیں۔ اور شامی ج ۱ ص ۴۴۴ میں بھی اسی طرح موجود ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۹۳ سے بھی یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت گنگوہی رحمہ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ نے انہی علتوں کو ذکر کیا ہے مگر ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ بچوں کی گمشدگی کا اعلان اس میں داخل

نہیں۔ اور اس پر وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ علماء ممنوعہ سے مراد متاع ہے اور بچے متاع نہیں لہٰذا اس سلسلے بچوں کی گم شدگی کا اعلان جائز ہے۔ لہٰذا آپ براہ کرم قرآن و حدیث و فقہ کی رو سے جواب صادر فرمائیں۔

الجواب صحیح یہی ہے کہ مساجد میں گم شدگی کا اعلان منع ہے۔ گم شدہ خواہ کسی جنس سے ہو۔ جائز کہنے والے صاحب کا قول قرین صواب نہیں۔ علماء کو متاع کے ساتھ خاص کرنا اور بچوں کو اس سے مستثنیٰ کرنا بلا دلیل ہے۔ نیز یہ تخصیص علتِ منع کے بھی منافی ہے مجمع بحار الانوار کی عبارت سے بھی عموم معلوم ہوتا ہے۔

ویدخل فیہ کل مالم یبن لہ المسجد۔ اھ (ج ۴ - ص۔۔)۔

وفیہ ضالۃ المؤمن حرق النار وھی الضائعۃ من کل مایقتنی من الحیوان وغیرہ۔ (ج ۳ - ص۔۔)۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ	۲۳ / ۹ / ۱۴۰۶ھ

متولی مسجد کسی کو مسجد میں آنے سے روک سکتا ہے یا نہیں

کسی مسجد کے متولی نے اہلِ محلہ کے کسی فرد کو یا کسی نماز پڑھنے والے کو روک دیا ہے کہ میری مسجد میں نماز نہ پڑھا کریں۔ کیا ایسی مسجد میں ممنوع آدمی وغیرہ اگر نماز جمعہ یا کوئی اور نماز ادا کرے تو نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بنا بر جواز شخص ممنوع کو نماز ادا کرنا کسی دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اگر روکنا کسی شرعی وجہ سے نہیں تو درست نہیں، ممنوع کی نماز بہر صورت مسجد میں ادا ہو جائے گی۔ متولی کے روکنے سے اس کی نماز پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

الجواب صحیح	فقط واللہ اعلم
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۱۲ / ۱۲ / ۱۴۰۹ھ	احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی

مسجد میں داخل ہو کر لوگوں کو سلام کرنے کا حکم

سوال: جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو اس وقت ان میں سے بعض لوگ نماز و تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہوں تو اس صورت میں اگر آنے والا شخص سلام نہ کرے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ شخص گنہگار ہوگا؟ یعنی کیا اس پر لازم ہے کہ سلام کرے یا خاموشی سے گزر جائے۔ بحوالہ وضاحت فرمائیں۔

الجواب: اگر کچھ لوگ فارغ بیٹھے ہوں تو اس طرح سلام کرے کہ جو عبادت میں مشغول ہوں ان کی عبادت میں خلل نہ آئے۔ السلام تحیة الزائرین والذین جلسوا فی المسجد للقراءة والتسبیح او لانتظار الصلوة ما جلسوا فیه لدخول الزائرین علیهم فلیس هذا اوان السلام فلا یسلم علیهم ولهذا قالوا لو سلم علیهم الداخل وسعهم ان لا یجیبوه. عالمگیری ج ۵ ص [illegible]

فقط واللہ اعلم
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان [illegible]ھ

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

غیر مسلم مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں

سوال: غیر مسلم جیسے عیسائی وغیرہ کے بچے مسجد میں امام صاحب کے پاس قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں اور ناظرہ کر سکتے ہیں، جب کہ دیگر مسلم بچوں کے ساتھ مل کر کلمات و نماز وغیرہ سننے سنانے میں بھی شرکت کرتے ہیں۔

الجواب: غیر مسلم کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ باقی قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا، نماز کا سیکھنا وغیرہ اسلام لانے کے بعد ہونا چاہئے۔ صبی ممیز کا اسلام معتبر ہے اس لئے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے۔

لا بأس بدخول اهل الذمة المسجد الحرام وسائر المساجد وهو الصحیح۔ هندیه ج ۱ ص [illegible]۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ | بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

نمائندہ کارکنان جس حصے کو نماز پڑھنے کے لئے متعین کر دیں وہ ہمیشہ اسی کے لئے وقف رہے گا

بستی ارائیں واہن کی مسجد کو گرا کر اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کی گئی ہے اس کا صحن پہلے کی نسبت وسیع کیا گیا ہے۔ احاطہ مسجد کی چار دیواری بھی تیار ہو چکی ہے۔ مسجد کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ مشرق میں وسط سے قدرے جنوب کی طرف اور دوسرا دروازہ شمال طرف ہے۔ وضو کی جگہ بھی تیار ہو چکی ہے۔ مسجد کے صحن میں پختہ فرش سابق مسجد کی حدود سے کچھ زائد جگہ تک لگایا گیا ہے۔ باقی صحن میں پختہ فرش نہیں ہے البتہ ۱۹۸۱ء میں تعمیر مسجد کا اہتمام کرنے والے کچھ اشخاص نے بذریعہ بند صحن مسجد کا تعین اور حد بندی کر دی۔

حال ہی میں بستی کے چند نوجوانوں نے مل کر دروازہ کلاں کی جنوبی جانب کونے میں طہارت خانے تعمیر کر دیئے۔ اس پر بعض صاحبان نے اعتراض کیا کہ یہ طہارت خانے اس حد کے اندر تعمیر ہوئے ہیں جو بذریعہ بند صحن مسجد میں شامل ہو چکی تھی۔ یہ اعتراض چار یا پانچ آدمیوں کی طرف سے اٹھایا گیا ہے۔ اس کے برخلاف طہارت خانے تعمیر کرنے والے نوجوانوں کا موقف یہ تھا کہ یہ جگہ صحن مسجد میں شامل ہی نہیں کیونکہ یہاں کوئی بند وغیرہ نہیں تھا۔ نیز اگر بند ہو بھی تو بذریعہ بند ان پانچ چھ اشخاص کو اس ٹکڑا کو مسجد کے صحن میں شامل کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ پھر اب تک اس ٹکڑا اور اس پورے کچے صحن کو بطور مسجد استعمال نہیں کیا جا رہا۔ اس حد میں جوتوں کے ساتھ آمد و رفت اور اس جگہ وضو، اور غسل کرنے کا عمل مسلسل چلا آ رہا ہے۔ بند لگانے والے اشخاص بھی یہی عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے اس ٹکڑے کو خارج از مسجد شمار کرتے ہوئے ہم نے مسجد کی سمت ضرورت کے لئے طہارت خانے تعمیر کر دیئے۔

جب بند لگانے والے اصحاب سے دریافت کیا گیا کہ آپ صاحبان اس کچے صحن میں جس کو آپ بذریعہ بند مسجد کا صحن تصور کرتے ہیں، کیوں اب تک احترام مسجد کو ملحوظ نہیں رکھا؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ ہماری غلطی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ جدید طہارت خانے اور ان کے محاذی ٹکڑا اراضی جو اصل میں آبادی دہ ہے جس کے مالکان ہونے کا قدامت سرکاری آبادی دہ کے لوگ ہیں صحن مسجد میں اس کو شامل کرنے والے کل چھ اشخاص ہیں - باقی لوگوں سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں کیا گیا - ان حالات میں شرعاً ان چھ اشخاص کا اس کو بذریعہ بندھ صحن مسجد میں شامل کرنا درست ہوگا یا کو مسجد میں شامل کرنے کے لئے اہل دیہہ کی رضا حاصل کرنا ضروری ہوگی - ان طہارت خانوں کے گرانے کا اہل دیہہ میں سے چھ اشخاص تقاضا کرتے ہیں باقی سب لوگ ان کے باقی رکھنے کے حق میں ہیں - بینوا توجروا۔

الجواب نقشہ مسجد دیکھنے سے یہ امر محقق ہے کہ جدید طہارت خانے (صحن) فرش مسجد کی اس حد بندی کے اندر ہیں جو صحن مسجد کی تعیین و حد بندی سے ۱۳۸۸ھ میں تعمیر مسجد کا اہتمام و انتظام کرنے والے اصحاب نے پختہ بند لگا کر کر دی تھی اور تین سال کا عرصہ اس پر گزر چکا ہے - اب قابل تحقیق امر یہ ہے کہ ان کی یہ حد بندی شرعاً معتبر ہے یا نہیں ؟ ظاہر یہی ہے کہ شرعاً یہ معتبر ہے اور یہ پورا صحن مسجد بن چکا ہے بوجوہ ذیل -

۱ : منتظمین مسجد کا یہ فعل انفرادی و شخصی نہیں بلکہ حیثیت نمائندہ وکار کنان اہالیان دہ ہے - عادۃً معروف یہی ہے کہ اہل دیہہ و اہل محلہ چند افراد کو منتخب کر کے ایسے کام ان کے سپرد کر دیتے ہیں اور کام ہوتا رہتا ہے - پایۂ تکمیل تک پہنچنے پر یہ کام سب کا سمجھا جاتا ہے نہ کہ خاص ان افراد کا -

دوران کار مشورے بھی ہوتے رہتے ہیں اور افہام و تفہیم بھی ہوتی رہتی ہے لیکن بستی یا اہل محلہ کے ہر فرد صغیر و کبیر ، مرد و زن سے صراحۃً مشورہ یا رضامندی حاصل کرنا جیسے متعذر ہے ایسے ہی خلاف عرف و عادت بھی ہے - الغرض ان کا یہ فعل سب کی جانب سے ہے - اور عرصہ تین سال میں کسی نے واقعی خصومت کر کے اس کے نقض کا مرافعہ نہیں کیا -

۲ : اہل دیہہ کی یہ تحقیق بلکہ ہر بستی کی ہر خصوصیت کے ساتھ ایسے قطعات سے انتفاع کا حق حاصل ہے - دونوں صورتوں میں اس کا حکم زیادہ سے زیادہ طریق عامہ کا ہوگا - اور طریق عامہ میں اگر ایک شخص بھی مسجد بنا لے اور اس میں نقصان نہ ہو تو مسجد بن جاتی ہے اور اس کے نقض کی اجازت نہیں -

ذکر في المنتقى عن محمد رحمه الله في الطريق الواسع بنى فيه أهل المحلة مسجدا وذلك لا يضر بالطريق فمنعهم رجل فلا بأس أن يبنوا، كذا في الحاوي ـ (هندية ج ۲ ص ۳۴۴)

وفي موضع الخر وعن الحرج الى الطريق كنيفا أو ميزابا فلكل واحد من عرض الناس أن يطلع ذالك ويمد منه اذا فعل ذالك بغير اذن الامام (الى أن قال) هذا اذا بنى على طريقة العامة بناء لنفسه وان بنى شيئا للعامة كالمسجد ونحوه لا ينقض ولا يضر كذا روى عن محمد كذا في النهاية. (هندية ج ۲ ص ۴۵۶) ـ

وفي الدر المختار وهذا كله اذا بنى لنفسه بغير اذن الامام وان بنى للمسلمين كمسجد ونحوه او بنى باذن الامام لا ينقض. اهـ. (شامية ج ۵ ص ۳۹۲) ـ

جب طریق عامہ کا یہ حکم ہے تو حاطہ پرانے مسجد میں حدود مسجد بطریق اولیٰ ناقابل نقض ہوں گی ـ

۳ ۔ اگر مسجد ہونے کے لئے ہر فرد کی رضامندی کو ضروری قرار دیا جائے تو مسقف حصہ بھی مسجد نہ بنے گا ۔ ۔ ۔ کیونکہ صراحۃً رضامندی ہر فرد کی تو حاصل نہیں ہوئی اس لئے مسجد نہیں رہے گا ـ بلکہ ایسی آبادیوں میں تعمیر شدہ تمام مساجد مسجد شرعی بننے سے خارج ہو جائیں گی ۔

بہرحال امور بالا سے یہ واضح ہے کہ جنگلے کے اندر کا حصہ مسجد بن چکا ہے لہٰذا اس کے اندر طہارت خانے بنانے درست نہیں ـ انہیں فوراً بند کر دیا جائے ـ باقی اس حصے کے ساتھ معاملہ مسجد جیسا نہ کرنا یہ ایک غلطی اور گناہ ہے ـ عوام کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ مسجد کے فرش لگنے ہی سے احکام مسجد ثابت ہوں گے اور چھت مکمل ہو جانے کے بعد ہی ادب و احترام لازم ہوتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے ـ اس حصے کا تمام صحن مسجد کے ساتھ لوگ مسجد جیسا برتاؤ نہیں کرتے رہتے ـ هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب ـ

سرکاری زمین میں بلا اجازت بنائی گئی مسجد کا حکم

سرکاری اراضی میں بلا اجازت حکومت مسجد تعمیر کی جائے تو وہ مسجد شرعی مسجد کہلائے گی یا غیر شرعی کہلائے گی۔ حکومت پاکستان نے اسے غیر شرعی مسجد قرار دے دیا ہے۔ اور اس میں نماز پڑھنے والے کو مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب بھی نہیں ملے گا۔ اس کے بارے میں آپ ہماری تشفی فرمائیں۔

الجواب حکومت سے اجازت حاصل کئے بغیر بنائی گئی ہر مسجد کو غیر شرعی مسجد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ اسے توڑا جا سکتا ہے۔

ففی الخانیة طریق العامة وهی واسع فبنی فیه اهل محلة مسجدا للعامة ولا یضر ذلك بالطریق قالوا لا بأس به وهكذا روی عن ابی حنیفة و محمد لان الطریق للمسلمین والمسجد لهم ایضا بحر الرائق ج ۵ ص ۲۷۲۔ فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۴۵۶۔ میں بھی ایسے ہی ہے۔

وان مبنی المسلمین کمسجد ونحوه .... لا ینقض

در مختار ج ۵ ص ۳۸۲۔

یہ عام جگہ راستے وغیرہ میں بنائی گئی مسجد کے متعلق کہا ہے۔ اہل اسلام کو ہر محلہ میں مسجد بنانے کا حکم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

عن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت امر رسول الله صلی الله علیه وسلم ببناء المسجد فی الدور ای فی المحلات والقبائل - ابو داؤد شریف، بذل المجهود۔ فقط والله اعلم

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۲۲ / ۵ / ۱۴۰۴ھ

نائب مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد کی بوسیدہ صفوں کا حکم

مسجد کی بوسیدہ صفیں ہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے آیا ان کو جلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جلا دیا جائے

نیز کیا اس کی راکھ کو کسی محفوظ جگہ پر ڈالا جائے یا عام گندگی کی جگہ پر ڈال دیا جائے۔

الجواب اگر وہ صفیں ناکارہ ہیں اور مسجد والوں نے بے کار کر کے فارغ کر دی ہیں تو انہیں جلا سکتے ہیں۔ کوئی لے جانا چاہے تو لے جا بھی سکتا ہے۔

حشيش المسجد اذا اخرج من المسجد ايام الربيع ان لم يكن له قيمة فلا بأس بطرحه خارج المسجد ولا بأس برفعه والانتفاع به۔ (خلاصة الفتاوى ج ۴ ص ۴۲۵)۔

راکھ کو محفوظ جگہ ڈالا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

الجواب صحیح
بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
۸/۱۱/۱۴۰۰ھ

مساجد میں پرائمری سکول کھولنا ناجائز ہے

مساجد میں اردو تعلیم دینا صحیح ہے یا نہیں؟ گورنمنٹ نے پرائمری سکول مساجد میں کھولے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب چند وجوہ سے مساجد میں اردو تعلیم دینا درست نہیں۔

۱۔ بالکل چھوٹے بچوں کا مسجد میں جانا مکروہ ہے۔ درمختار میں ہے۔

" ويحرم ادخال الصبيان والمجانين حيث غلب تنجيسهم والا فيكره۔" (شامی ج ۱ ص ۶۵۶)۔

بچے پاکی اور پلیدی کا خیال نہیں کر سکتے۔

" اخرج المنذری مرفوعا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشرائکم ورفع اصواتکم وسل سیوفکم واقامة حدودکم وجمروها فی الجمع واجعلوا علی ابوابها المطاهر۔ (شامی ج ۱ ص ۶۵۶)۔

۲۔ مسجد نماز، تلاوت اور ذکر اللہ کے لئے ہے دنیوی تعلیم کے لئے نہیں۔

" ان المسجد ما بنی لامور الدنیا " (ہندیہ ج ۴ ص ۳۲۱)۔

۳ : دنیاوی باتیں کرنا مسجد میں منع ہے۔

کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام یأتی علی الناس زمان یکون حدیثهم فی مساجدهم فی امر دنیاهم فلا تجالسوهم فلیس للہ فیهم حاجۃ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ شریف ج ۱ : ص۷۱)۔

ترجمہ :۔ لوگوں پر عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ اپنی دنیا کی باتیں اپنی مسجد میں کیا کریں گے۔ لہٰذا تم ان کے پاس نہ بیٹھنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

۴ : بچوں کے کھیلنے میں شور ہوتا ہے۔ اور مسجد میں ذکر اللہ کے علاوہ آواز بلند کرنا منع ہے۔

ان لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ تعالیٰ۔ (عالمگیری ج ۴ : ص۳۲۱)

۵ : ایسے مدرس کا مسجد میں پڑھانا جو اجرت لیتا ہو مکروہ ہے۔

کما فی الهندیۃ ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبۃ والوراق یکتب لنفسہ فلا بأس بہ لانہ قربۃ وان کان بالاجرۃ یکرہ۔ (هندیہ قدیم ج ۵ ص۳۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۱ / ۳ / ۱۴۰۰ھ

مسجد میں سونا

غیر معتکف کے لئے مسجد میں سونا کیسا ہے؟

المستفتی : قاری محمد رمضان ، ساہیوال۔

الجواب: مکروہ ہے۔ ویکرہ النوم والاکل فی المسجد لغیر المعتکف۔ اھ (شامی ، ج ۲ ص۴۴۸ مطبعۃ الکبریٰ الامیریہ)۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس

الجواب صحیح

محمد شریف عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

۷۲۳ / ۱۳۹۸ھ

مسجد کیلئے زمین وقف کر دینے کے بعد واقف اس میں اپنی قبر نہیں بنوا سکتا

ایک مسجد کی حدود اربعہ تقریباً [illegible] فٹ لمبی اور بارہ فٹ چوڑی ہے۔ صحن تقریباً پینتیس ۳۵ چھتیس فٹ لمبا اور چھبیس فٹ چوڑا ہے۔ اب مالک زمین کا ارادہ ہے کہ اگر ضرورت ہو تو دونوں طرف سے مزید رقبہ ملا دیا جائے۔ جو کہ اس مالک زمین کا پختہ ارادہ ہے۔ اب اگر مالک زمین وہاں قبر بنانا چاہے تو کیا بنا سکتا ہے؟

الجواب مذکورہ مسجد کے رقبہ میں مالک اپنی خوشی سے اضافہ کر سکتا ہے۔ نیز مسجد کے لئے وقف کر دینے کے بعد تو قبر نہیں بنائی جا سکتی ہے۔ اور وقف کرنے سے پہلے مالک کی ملکیت ہے جو چاہے بنائے۔ لیکن اس طرح علیحدہ قبر بنانا درست نہیں۔ عام قبرستان میں دفن زیادہ پسندیدہ ہے۔

بل ينقل الى مقابر المسلمين و مقتضاه انه لا يدفن فى مدفن خاص كما يفعله بعض من يبنى مدرسة ونحوها و يبنى له بقربها مدفنا۔ اھ (شامی، ج ۱، ص ۸۳۶) ۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

جو جگہ ایک دفعہ مسجد بن جائے تو پھر وہاں دکانیں نہیں بن سکتیں

ایک مسجد برلب سڑک واقع ہے اور اس کا محراب بھی سڑک کی طرف ہے۔ مسجد بوجہ بوسیدہ ہونے کے شہید کر دی گئی ہے۔ اس وقت نئی تعمیر شروع ہے۔ اہل محلہ کے کچھ لوگ اس حق میں ہیں کہ آگے سڑک کی طرف دوکانیں بنا دی جائیں۔ محراب اور مسجد کو نو یا دس فٹ پیچھے کر دیا جائے دوکانیں بن جانے سے مسجد کو خود کفیل بنا دیا جائے گا۔ کیونکہ مسجد کے امام صاحب کی تنخواہ اور دیگر خرچہ یعنی بل بجلی یا چھوٹی موٹی مرمت کی صورت میں اہل محلہ اور باہر سڑک کے دوکانداروں سے چندہ مانگنا پڑتا ہے کوئی چندہ دیتا ہے اور کوئی نہیں دیتا۔ صرف اس خرچہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دوکانیں بنانے کے حق میں ہیں۔ اور کچھ لوگ اس حق میں ہیں کہ مسجد کے محراب کے

دونوں طرف کچھ دیوار چھوڑ کر الماریاں بنا دی جائیں اور وہ دکانوں کی صورت میں استعمال ہوں۔
(۲) اندر سے مسجد کی زمین نہ لی جائے۔ صرف مسجد کی دیوار میں سے تھوڑی سی دیوار مصرف میں لائی جائے۔

نوٹ: دونوں صورتوں میں مسجد اول منظور ہو گی۔ لہذا التماس ہے کہ عمل کے لئے شریعت کی رو سے تحریر فرمائیں۔

الجواب دکانیں تعمیر کرنے کی دونوں صورتیں صحیح نہیں۔ کیونکہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بن جاتی ہے پھر وہ تا قیامت مسجد ہی رہتی ہے۔ دوسری صورت میں بھی مسجد کی جگہ دیوار وغیرہ کو ذاتی سامان رکھنے کے لئے استعمال کرنا ہے جو کہ جائز نہیں۔

ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه۔
(شامی ج ۳ ص [illegible]) فقط واللہ اعلم۔

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۲۹/۱۰/۹۳ھ

مسجد میں نماز جنازہ کا اعلان کرنے کا حکم

نماز جنازہ، بچہ کی گمشدگی یا کسی جانور کی گمشدگی کا اعلان مسجد میں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا گمشدہ اشیاء کے لئے یہ اعلان کیسا ہے؟ علیحدہ علیحدہ حکم بتائیں۔

الجواب اگر سپیکر مسجد کے اندر ہو تو بجز جنازہ کے باقی اعلانات مسجد میں کرنا درست نہیں۔ اگر سپیکر اور اعلان دونوں مسجد سے باہر ہوں تو مذکورہ اعلانات درست ہیں۔

حرمة المسجد خمسة عشر الی ان قال والخامس ان لا يطلب الضالة فيه۔ اھ عالمگیری ج ۱ ص [illegible]۔ وفی باب اللقطة یأتی علی ابواب المساجد وینادی۔ اھ شامیہ ج ۳ ص [illegible]

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان ۱۰/۲/۱۳۹۸ھ	الجواب صحیح بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد کو چندہ دینے کے بعد واپس نہیں لے سکتے

صورت مسئولہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک مسجد کے فرش کے لئے پانچ ہزار روپے متولی مسجد کو دیا لیکن کئی سال گزر گئے فرش وغیرہ نہیں بنایا گیا رقم ویسے ہی پڑی ہے۔ کیا شخص مذکور متولی مسجد سے رقم واپس لے کر کسی دوسری مسجد میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب واپس نہیں لے سکتے۔

رجل اعطى دراهم في عمارة المسجد او مصالح المسجد قيل بانه يصح ويتم بالقبض۔ ھ: قاضیخان ج ۳ ص ۲۹۳

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲ / ۱۲ / ۱۴۰۴ھ

مسجد میں روزانہ نعرے لگوانے کا حکم

ایک شخص مسجد کے اندر ہر روز نعرۂ تکبیر وغیرہ زور زور سے آوازیں لگا کر لگواتا ہے کیا مسجد میں نعرے لگانا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و سنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب روزانہ ایسے نعرے لگانا مستقل عادت بنا لینا اور لوگوں کو اس کا عادی بنانا درست نہیں۔ خیر القرون و بعد ثلاثہ میں ایسا عمل ثابت نہیں۔

فقط واللہ اعلم، عبد الستار عفا اللہ عنہ

مملوکہ دکانوں کے اوپر بنائی گئی مسجد کا حکم

زید ایک مارکیٹ بنانا چاہتا ہے جس کے اوپر رہائشی مکان ہوں گے۔ اور ایک مسجد بھی ہوگی۔ کیا اس مسجد کی حیثیت شرعی مسجد جیسی ہوگی؟

الجواب مسجد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا زیریں و بالائی حصہ مسجد کے لئے وقف ہو لہذا صورت مسئولہ میں اگر دوکانیں زید ہی کی مملوک رہیں تو ان پر تعمیر ہونے والی مسجد، مسجد شرعی نہیں ہوگی۔ اس کی حیثیت نماز کے لئے متعین کردہ ایک جگہ کی ہوگی، جس میں زید حسب منشاء تصرف کر سکتا ہے۔

قال في البحر وحاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى وان المساجد لله بخلاف ما اذا كان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية الخ . (شامیه ، ج ۳ ص ۳۷۰) فقط واللہ اعلم ۔

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس
۲۰ر۳ر۱۴۰۴ھ

مسجد کی ناقابل استعمال اشیاء منتظمہ کمیٹی کی اجازت سے فروخت کر سکتے ہیں

مسجد کی وہ اشیاء جو ناقابل استعمال ہو چکی ہوں مثلاً صفوف وغیرہ ان کے مصرف کے بارے میں شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے ۔ کیا ان کو ضائع کرنے کی بجائے کسی جائز مصرف میں لگایا جاسکے؟

الجواب ناقابل استعمال اشیاء مسجد کی انتظامیہ کے فیصلہ پر فروخت کر دی جائیں کمیٹی کی اجازت قاضی کی اجازت کے قائم مقام ہے ۔

اهل المسجد لو باعوا غلة المسجد او نقض المسجد بغير اذن القاضي الاصح انه لا يجوز كذا في السراجية - ج ۲ - ص ۴۶۲ عالمگیری ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲ر۴ر۱۴۰۹ھ

مسجد کے ہال کے نیچے مسجد کی ضروریات کیلئے تہہ خانہ بنانا

ایک مسجد جس میں مسجد کے مین ہال کے نیچے ضروریات مسجد کے لئے تہہ خانہ بھی بنایا جاسکے یا نہیں؟ اور یہ کہ نماز باجماعت مین ہال میں ہوگی۔ تہہ خانہ کی موجودگی میں اوپر مین ہال میں باجماعت

نماز کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ یا تہ خانہ میں با جماعت نماز کا مستقل بندوبست کرنا ہوگا؟

الجواب اگر یہ تہ خانہ مسجد بننے سے پہلے ہو گیا تھا اور ضروریات مسجد کے لئے نیچے تہ خانہ بنایا جائے گا تو درست ہے۔ اوپر والی جگہ مسجد شرعی ہی کہلائے گی۔ تہ خانہ میں جماعت کا اہتمام ضروری نہیں۔

و اذا جعل تحته سردابا لمصالحه ای المسجد جاز کمسجد القدس (درمختار) ۔ وفی الشامیۃ واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کانا وقفا علیه صار مسجدا۔ (ج ص ۔)

فقط واللہ اعلم	الجواب صحیح
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس	بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
ملتان ۔ ۱۵ / ۱۱ / ۱۴۰۸ھ	رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان۔

جو جگہ نماز کیلئے وقف تھی اس کو متولی رہائشی کمرہ بنا دے تو اسے گرانا ضروری ہے

جس مسجد میں ایک مدت سے نماز ادا کی جاتی تھی اس کو شہید کر کے اس جگہ پر رہائشی کمرہ رہائشی مینار اور وضو کی ٹوٹیاں بنادی گئیں اور کچھ حصہ باہر سڑک پر چھوڑ دیا گیا اور اوپر کی منزل پر بیت الخلاء وغیرہ بنایا گیا اور محراب کو ختم کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا اور مسجد کو مٹا کر تعمیر کیا گیا ہے ایسی مسجد کے اندر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسجد حاجی غلام رسول صاحب نے تعمیر کر کے وقف کی تھی اور وہ فوت ہو چکے ہیں۔

الجواب قدیم مسجد کی جگہ اپنے طول و عرض سمیت تا قیامت مسجد رہے گی۔ متولیان کا کچھ جگہ کو مسجد سے خارج کرنا درست نہیں۔ نمازیوں پر اس کا احترام بھی مسجد کی طرح ضروری ہے۔ سابقہ مسجد کی زمین پر جو کمرہ تعمیر کیا گیا ہے اسے گرانا واجب ہے اور اسی طرح اس جگہ پر بنی ہوئی ٹوٹیوں سے وضو درست نہیں۔

اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذالک لم یصدق تاتارخانیۃ فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره

فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد - اھ (شامی جوم ص ...
الطبع الکبریٰ الامیریہ) ۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲ ر ۴ ر ۱۳۹۷ھ

قادیانی کی بنائی ہوئی مسجد کے بارے میں

ایک قادیانی نے مسجد بنائی ہے کیا یہ مسجد کے حکم میں ہے ؟ اور اس کا گرانا جائز اور ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب: غیر مسلموں کی عبادت گاہوں پر مسجد کا اطلاق درست نہیں ہے۔ ایسے ہی غیر مسلموں کو یہ بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنے عبادت خانوں کی تعمیر مساجد کی طرز پر کریں یا ان کا نام مسجد رکھیں۔ ولو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین وبناہ کما بنی المسلمون واذن لهم بالصلوٰۃ فیه فصلوا فیه ثم مات یصیر میراثا لورثته وهذا قول الکل اھ (عالمگیری ج۲ ص...)

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۹ ر ۴ ر ۱۳۹۷ھ

میونسپل کمیٹی کی اجازت سے کوچے کے کچھ حصے کو مسجد کے بالائی حصے میں شامل کرنا

مسجد ڈیری روڈ جھنگ صدر بوقت " چھاپہ خانہ " صحن مسجد ہذا سال ۱۹۶۶ء کو بایں نیت سے اور اس ضرورت سے تعمیر کی گئی کہ بالائی صحن کے ناکافی ہونے کی بنا پر تین اطراف پر چھجا میونسپل کمیٹی گلی پر چھجا ڈال قائم ہوا۔ تاکہ نمازیوں کی زیادہ سے زیادہ گنجائش ہو سکے۔ اب اسی غرض کی بنا پر بالائی صحن مسجد (جس کی سطح پر تین فٹ تک کوچے میں آتی ہے) کا بڑھانا مقصود ہے سابق خطیب مسجد نے منسلکہ فتویٰ جاری کر کے گلی پر چھت ڈالنا باجازت کمیٹی یا بغیر منظوری کمیٹی ناجائز قرار دیا ہے۔ وہ نقل یہ ہے۔

احکام المسجد ○ وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فقہائے اسلام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں متعدد احکام

بابت مسجد وضع فرمائے ہیں۔ ان احکامات کی رو سے مسجد دیگر مکانات کے اشتراک سے بے نیاز اور جدا ہونی ضروری ہے۔ علمائے امت نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ منشیٔ یعنی فصیل مسجد مسجد کے اندر داخل نہیں بلکہ یہ خارج مسجد ہے۔ کما ہو الظاہر من اعلام الفتاویٰ۔ تاکہ اس کے نچلے حصے کو مسجد نہ سمجھا جائے۔ بنا بریں پڑوسی اپنے مکان کا شہتیر یا بالا وغیرہ مسجد پر نہیں رکھ سکتا اور ایسا کرنا اس کو شرعاً ممنوع ہے۔

جیسے مسجد سے ملحقہ گلی پر اربابِ میونسپل کمیٹی کی اجازت سے یا بلا اجازت چھت ڈالنا بھی بدیں شکل شرعاً ممنوع ہے کہ گلی پر چھت ڈالنے کے لئے کوئی شخص مسجد کی دیوار میں چنائی کرے۔ اگر کرے تو مسجد کے حقوق کی حفاظت کرتے ہوئے ہر مسلمان کو اس کے روکنے کا حق شرعاً حاصل ہے۔ اگرچہ جس حصہ پر چھت ڈالی جا رہی ہے اس کا نام دار القرآن یا دار الحدیث ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے جس طرح کمیٹی کی گلی کا کچھ حصہ دار القرآن یا دار الحدیث نہیں کہلا سکتا اسی طرح اس کے اوپر والا مسقف حصہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ نیز جس طرح مسجد کی دیوار کے اشتراک سے چھت ڈالنا شرعاً ممنوع ہے اسی طرح اس چھت کی تعمیر کے لئے مسجد کے نام پر یا دار القرآن اور دار الحدیث کے نام پر چندہ کرنا بھی شرعاً ناجائز بلکہ فریب اور دھوکہ ہے۔ البتہ یہ اہتمام کرنے والے شخص کی اس میں دنیوی منفعت ضرور ہے۔ جب مسجد کی منشی مسجد سے خارج ہے تو یہ گلی کیسے مسجد میں شامل ہوگی۔ یہ گلی اور اس کی چھت سب خارج از مسجد ہیں۔ اگرچہ میونسپل کمیٹی کی اجازت بھی کیوں نہ حاصل کر لی گئی ہو۔

شرعی پوزیشن واضح کر دی گئی ہے اس کے باوجود اگر چھت ڈالتے وقت مسجد کی دیوار میں کوئی اینٹ، آہنی سلاخیں یا شہتیر اور بالے وغیرہ رکھے گئے تو مسجد کے حقوق پر کھلا ڈاکہ ہوگا اور مسجد کی اصل صورت کو بگاڑنا ہوگا۔ لہذا ہر مسلمان کو ناراض کرنے کا حق ہوگا۔ یہ شرعی فتویٰ اہتمام چھت کے حوالے پر لکھا جا رہا ہے۔ کہ خود غرض افراد مسجد جیسی بلڈنگ کے حقوق تلفی سے باز رہیں۔ اور فقہاء کرام کی کلام پڑھ کر خدا تعالیٰ سے ڈر جائیں۔

غلام حسین سابق خطیب دہلی روڈ جھنگ صدر حنفی عفی عنہ بقلم خود

دستخط کنندہ مسجد ہذا ۱۴/۱۱/۸۰

○

اب علماء حضرات سے سوال طلب ذیل امور ہیں۔

۱۔ تنگی بالائی صحن مسجد کی وجہ سے با منظوری ریجنل کمیٹی موجودہ چھت مسجد صحن کی جنوبی سے منظر پر تین فٹ کو بچہ کمیٹی پر واقع ہے کہ ستونوں میں سلاخیں ڈال کر مزید کو چھت جا سکتی ہے یا کہ نہیں۔ جب کہ مسجد کا فوق اور تحت مسجد ہونا چاہئے۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ نماز جائز ہوگی یا نہ؟

۲۔ اگر ایسی مسجد صحن کا فوق کوچہ کمیٹی پر واقع ہے اور نماز جائز ہو، نیز اتصال صفوف نماز ہونے میں تامل کچھ نہ ہو، تو ثواب کامل جماعت کا ملتا ہو، کو مسجد سمجھنے میں تامل ہوگا یا نہ؟

۳۔ تعمیر شدہ مسجد کے متصل، ماسوائے صحن، باقی گلی کو چھت کر کے حجرہ بنانا اور انہیں بطور حجرہ مسجد برائے تعلیم القرآن و حدیث ان کا استعمال جائز ہوگا یا نہ؟

۴۔ مجوزہ تعمیر کے لئے چندہ کرنا جائز ہوگا یا نہ؟

الجواب ۱، ۲۔ صورت مسئولہ میں باجازت کمیٹی کوچہ مذکورہ کو چھت کر، بالائی مسجد کے ساتھ ملحق کرنا درست ہے اور نماز اس میں جائز ہے۔ نیز یہ حکم مسجد میں ہوگا۔ فوق و تحت کا حقیقۃً مسجد ہونا ضروری نہیں۔ در مختار میں ہے۔

وإذا جعل تحته سردابا لمصالحه أي المسجد جاز كمسجد القدس اهـ وفي الشامية وإذا كان السرداب أو العلو لمصالح المسجد أو كانا وقفا عليه صار مسجدا اهـ شرنبلالية ص

انہی عبارات کی بنا پر حضرات علماء نے ابتداءً یہ جائز رکھا ہے کہ نیچے موقوفہ دکانیں بنائی جائیں اور اوپر مسجد ہو۔ علامہ رافعی رحمہ نے تقریر مختار میں مصالح کو عام رکھا ہے۔ لکھتے ہیں۔

(قول المصنف لمصالحه) ليس بقيد بل الحكم كذلك إذا كان ينتفع به عامة المسلمين على ما أفاده في غاية البيان حيث قال أورد الفقيه أبو الليث سؤالا وجوابا فقال فإن قيل أليس مسجد بيت المقدس تحته مجتمع الماء والناس ينتفعون به قيل إذا كان تحته شيء ينتفع به عامة المسلمين يجوز لأنه إذا انتفع به عامتهم صار ذلك لله تعالى أيضا اهـ

علاوہ ازیں فقہاء نے بوقت ضرورت کچھ راستے کو مسجد میں شامل کرنے کی اجازت دی ہے جب کہ گزرنے والوں کو تکلیف نہ ہو تو راستے کی فضاء الطریق اولیٰ مسجد میں شامل کی جا سکتی ہے کیونکہ چلنے والوں کو اس میں کوئی تنگی نہیں۔

یجعل شیء ای جعل الامام شیء من الطریق مسجدا لضیقه ولم یضر بالمارین جاز لانهما للمسلمین۔ (درمختار) وفی الشامیة ظاهره انه یصیر له حکم المسجد۔ اھ۔ (ج ۴ ص ۳۹۴ و ۳۹۵)۔

جب یہ زیادتی مسجد میں ہوگی تو مسجد کی سہولتوں میں سے نہیں ڈال کر اسے تعمیر کرنے پر [illegible] نہیں

۳۔ یہ جائز نہیں۔ جب کہ اسے تعمیر کرنے کے لئے مسجد کی دیوار یا سابقہ تعمیر کو استعمال کرنا پڑتا ہو۔

وفی الشامیة ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافه اھ

۴۔ نمبر ایک کے لئے بنام مسجد چندہ کرنا جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفی اللہ عنہ ۲۰/۲/۱۴۰۱ھ

مساجد و مدارس میں اپنا کتبہ لگانے کا حکم

س: مندرجہ ذیل مضمون پتھر پر لکھ کر مسجد کی دیوار پر چسپاں کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟

اللہ جل جلالہ ——— محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا

ابوبکر رضی —— عمر رضی —— عثمان رضی —— علی رضی

۲۔ یہ کہ اسی قسم کا مضمون مدرسہ پر لکھنا جائز ہے یا نہیں۔ نیز مدرسہ کا نام و مسلک کا نام و مہتمم کا نام لکھ کر دیوار پر چسپاں کرنا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب: ہر دو سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اپنے نام کے کتبے مساجد و مدارس پر لگانا خلاف سنت ہے۔ کوئی ایسا کتبہ جس میں صرف اظہار مسلک کیا گیا ہو کسی مصلحت کے تحت ہو تو جائز ہے۔ البتہ خلاف مسلک لوگوں کے قبضہ و فتنہ کا اندیشہ ہو تو نام کے کتبہ کی بھی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۳۰/۴/۱۴۰۲ھ

جو مسجد قبلہ سے معمولی منحرف ہو اس کو گرانے کا حکم

ایک مسجد کا رخ قبلہ سے معمولی ٹیڑھا ہو گیا ہے آیا اس مسجد کو منہدم کریں یا نہ ؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسے گرا کر دوبارہ صحیح رخ پر تعمیر کیا جائے ؟

محمد شفیع کالا موری حیدرآباد

الجواب نماز کے وقت صفوں کو سیدھا کر لیا کریں مسجد کو شہید کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ فقط واللہ اعلم ۔

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۲ / ۱۳۹۲ھ

مسجد کی دیواروں پر ایسا رنگ کرنا کہ جس سے بدبو آئے

مسجد کی دیواروں پر آئل پینٹ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ جب کہ ان دیواروں سے اس کی بدبو بھی آتی رہتی ہے ؟

الجواب اگر اس میں بدبو ہوتی ہو تو جائز نہیں ۔ مسجد میں پینٹ کرنے سے احتیاط کی جائے اگر بدون بدبو والا پینٹ کریں تو مضائقہ نہیں ۔ جس میں بدبو نہ ہو اس پینٹ کا نام پلاسٹک پینٹ ہے مگر واضح ہو کہ برش جو استعمال ہو اس میں خنزیر کے بال نہ ہوں ۔ کیوں کہ جتنے اچھے برش ہوتے ہیں ان میں اکثر خنزیر کے بال ہوتے ہیں ۔ خیر یہ بھی کیا ضروری ہے کہ پینٹ ہی کیا جائے ۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ ہذا

فرش کی گرمی سے بچنے کے لئے پاک جوتے پہن کر مسجد میں چلنا

جمعہ کے دن گرمیوں میں مسجد کے صحن میں شامیانہ لگاتے وقت چپل پاک کر کے پہننا کر پاؤں نہ

جلیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد کے لئے مال کی وصیت کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا

سائل کی دادی ہندہ کے نام ایک دوکان ذاتی ملکیت تھی منسلک لیا کہ ایک لڑکے نے اپنی والدہ صاحبہ کو کچھ رقبہ خدا کی راہ میں دینے کی تلقین کی۔ عرصہ پانچ چھ سال قبل وصیت نامہ تحریر کیا۔ کہ ملکیت کا چوتھا حصہ مسجد کو میری جائیداد میں سے دیا جائے۔ اور تحریری وصیت نامہ موجود ہے اور اس وصیت نامہ میں سے مبلغ دس ہزار روپے مسجد کو دے دیئے اور بقایا بمطابق وصیت نامہ دینے ہیں۔ مگر گزارش یہ ہے کہ وصیت نامہ کرنے والی زندہ ہے اور یہ دریافت کرنا چاہتی ہے کہ میں نے جو وصیت نامہ تحریر کیا تھا اس میں کمی بیشی کر سکتی ہوں یا نہیں ؟ کی کردہ رقم کو اپنے اہل وعیال ، اقرباء ، غرباء پر تقسیم کر سکتی ہے یا نہ ؟

الجواب: موصی وصیت سے رجوع کر سکتا ہے۔ ہندیہ میں ہے کہ۔

ويصح للموصى الرجوع عن الوصية ثم الرجوع قد يثبت صريحا وقد يثبت دلالة۔ (ج ۶ ، ص ۲۲۲)

جب کل وصیت سے رجوع کر سکتا ہے تو اس میں کمی بیشی بطریق اولیٰ درست ہے۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی

۸ / ۳ / ۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

متولی مشورہ سے امام و مؤذن مقرر کرے

مسجد کا متولی (بانی) امام مقرر کرنے میں ، مؤذن مقرر کرنے میں اختیار رکھتا ہے یا نہیں بعض

العينى والكفاية اھ (شامى، ج ۱، ص ۱۰۰)۔

فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۰/۹/۱۳۹۹ھ

مسجد میں مجلس نکاح منعقد کرنے کا حکم

مساجد میں نکاح پڑھانا صحیح ہے جب کہ نکاح کے بعد چھوہارے پھینکتے ہیں تو اس کی وجہ سے مسجد میں شور و غل ہوتا ہے ایک دوسرے کے اوپر گرتے ہیں تو شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟

سائل عبدالکریم ندیم

خطیب جامع مسجد جانیہ شاہ دستار آف مکیں

الجواب: عقد نکاح مسجد میں کرنا مستحب ہے البتہ حاضرین کو تاکید کی جائے کہ آداب مسجد کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں۔ اگر یقین ہو کہ شرکاء آداب مسجد کی رعایت نہیں رکھیں گے تو پھر خارج مسجد بہتر ہے۔

مباشرة عقد النكاح فى المساجد مستحب واختار ظهير الدين خلاف هذا اھ (عالمگیری، ج ۵، ص ۳۲۰)۔ وهكذا فى الشامية ج ۲، ص ۲۶۲ و ج ۱، ص ۶۶۹۔ واحسن الفتاوى، ج ۴، ص ۱۵۲۔ وخلاصة الفتاوى، ج ۴، ص ۱۸)۔ فقط واللہ اعلم

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۵/۱۱/۱۴۰۱ھ

مسجد سے چڑیوں کے گھونسلے اتارنے کا حکم

مساجد میں چڑیاں روشندانوں میں یا کسی اور جگہ پر اپنے گھونسلے بنا لیتی ہیں جس کی وجہ سے مسجد میں تنکے گرتے رہتے ہیں تو شرعاً ان گھونسلوں کو ختم کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

سائل: محمد امتیاز احمد قاسمی غفرلہ
متعلم جامعہ ہذا ۔ آف سلیبی

الجواب اگر ان گھونسلوں کی وجہ سے صفائی نہ ہوتی ہو تو انہیں ختم کرنا جائز ہے۔

ولا بأس برمي عش خفاش وحمام للتنقية اھ (درمختار)

(قوله للتنقية) جواب سؤال حاصله انه صلى الله عليه وسلم قال اقروا الطيور على مكناتها فإزالة العش مخالفة للأمر فأجاب بأنه للتنقية وهي مطلوبة فالحديث مخصوص بغير المساجد (شامی ج ۱ ص ۶۶۲)

ولو كان في المسجد عش خطاف او خفاش يقذر المسجد لا بأس برميه بما فيه من الفرخ كذا في الملتقط اھ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۱)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

۱۵/۱۱/۱۴۰۳ھ

مسجد میں افطار کرنے کا حکم

سنا ہے کہ مسجد میں کھانا نہیں چاہئے لیکن رمضان المبارک میں افطار وغیرہ لوگ کرتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بہتر یوں ہے کہ مسجد سے متصل کوئی جگہ بنا لیں جس میں افطار وغیرہ کر لیا کریں اور مسجد میں نہ کریں۔ لیکن اگر کوئی ایسی مناسب جگہ نہ ملے تو مسجد میں بھی گنجائش ہے۔ مگر دو باتوں کا ضرور خیال رکھیں۔ ایک یہ کہ مسجد میں کھانے کے ریزے وغیرہ نہ گریں اور مسجد ملوث نہ ہو۔ اور دوسری یہ کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیا کریں۔

واعلم انه كما لا يكره الأكل ونحوه في الاعتكاف الواجب فكذلك في التطوع كما في كراهية جامع الفتاوى ونصه يكره النوم والأكل في المسجد لغير المعتكف وإذا أراد ذلك ينبغي أن ينوي الاعتكاف فيدخل فيذكر الله تعالى

بقدر ما نوى او بعض ثم يفعل ما شاء ۔ (شامی ج ۲ ص ۲۶،۳ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

محمد انور عفا اللہ عنہ نائب مفتی
جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۹ / ۱۲ / ۱۴۰۱ھ

مسجد کا ایک مینار بہت بلند وبالا تعمیر کرنا

آج کل عام رواج چلا ہوا ہے کہ بعض مساجد میں ایک مینار بہت اونچا بناتے ہیں جو کہ بہت فاصلے سے نظر آتا ہے اور اس کی تعمیر پر بہت خرچ آتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً اگر اتنے بلند مینار کی کوئی ضرورت نہ ہو محض زیبائش کے لئے بنایا جاتا ہو تو جائز نہیں۔ مسجد کے پیسہ کو ضائع کرنا ہے۔

واما بناء منارة المسجد من غلة الوقف ان كان بناؤها مصلحة للمسجد بان يكون اسمع للقوم فلا بأس به وان لم يكن مصلحة لا يجوز اھ (عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۲ باب آداب المسجد)۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۰ / ۱۰ / ۱۴۱۰ھ

رمضان المبارک میں ختم قرآن کے قریب مسجد میں رنگ وروغن کرنا

ہمارے ہاں معمول ہے کہ رمضان شریف میں ختم قرآن کی تقریب سے پہلے خوب اہتمام ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں مسجد میں رنگ وروغن بھی کیا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟

عبدالخالق البیت کالونی کراچی

الجواب: ختم قرآن کے موقعہ پر رنگ و روغن کو ضروری سمجھنا محض بے اصل ہے۔ مسجد میں جب ضرورت ہو رنگ کرائیں رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں۔ بلاضرورت اسراف ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۴ / ۹ / ۱۴۰۵ھ

کسی عالم کی تقریر ریکارڈ کرنے کے لئے مسجد کی بجلی صرف کرنا

مسجد کے اندر کسی عالم کی تقریر ٹیپ ریکارڈ کریں اور مسجد کی بجلی صرف کریں تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مسجد کو اس بجلی کا معاوضہ دے دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۷ / ۱۰ / ۱۴۰۳ھ

سحری کے وقت مسجد کے سپیکر سے وقت کا اعلان کرنا

مسجد کے سپیکر سے روزہ داروں کو سحری کے وقت ٹائم بتلانا یا اعلان کرنا کہ اب ٹائم ہو گیا ہے بیدار ہو جاؤ سحری کھالو۔ یا ٹائم ختم ہو گیا ہے سحری بند کر دو، جائز ہے یا نہیں؟

محمد شفیع کالا موری حیدر آباد

الجواب: نفس وقت کا اعلان تو جائز ہے مگر بعض لوگ اس اعلان کے ساتھ ایسے الفاظ شامل کر لیتے ہیں جو ان کے غلط عقیدہ کے مظہر ہوتے ہیں اور بعض اشعار وغیرہ پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جس سے گھروں میں تہجد و عبادت میں مشغول لوگوں کی عبادت میں خلل ہوتا ہے۔ یہ درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

بیت الخلاء نماز کی جگہ سے کتنے دُور ہوں

بیت الخلاء مسجد سے کتنے فاصلہ پر ہونے چاہئیں۔ شرعاً کوئی تحدید ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔ سائل عبدالحکیم ، موضع شاہ ستار ، ملیسی

الجواب بیت الخلاء کا نماز کی جگہ سے اتنا دور ہونا ضروری ہے کہ وہاں کی بدبو وغیرہ نماز کی جگہ پر بالکل نہ آئے۔ کبیری میں احکام مسجد میں لکھا ہے۔

يجب ان تصان عن ادخال الرائحة الكريهة لقوله عليه السلام

من اكل الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة

تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم متفق عليه اھ (ص ۶۱۲)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۷ / ۹ / ۱۴۰۴ھ

مسجد کو کسی نام سے موسوم کرنا

آج کل معروف ہے کہ جو لوگ مساجد بناتے ہیں کوئی نہ کوئی نام مسجد کا تجویز کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے محلہ میں مسجد بنائی ہے اور اس کا نام "مسجد صحابہؓ" تجویز کیا ہے۔ اس پر ایک صاحب معترض ہیں کہ مساجد سب اللہ کی ہیں مسجد کا کوئی خاص نام نہیں رکھنا چاہئے۔ اس بارے میں شرعی حکم بتلائیں۔

چوہدری طالب حسین ضیاء

متصل مسجد صحابہؓ : چیلنج کالونی نزد ریلوے پھاٹک

مستگم آباد ، ملتان

الجواب اگر نام رکھنا تعارف اور امتیاز کی غرض سے ہو تو درست ہے۔ قدیم سے مساجد مختلف ناموں سے موسوم چلی آرہی ہیں مگر سلف سے اس پر کوئی نکیر منقول نہیں۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۱۰ / ۲ / ۱۴۰۱ھ

منتظم مسجد ضرورت کے وقت اجرت معروفہ لے سکتا ہے

ایک شخص عرصہ سے مسجد کا منتظم چلا آرہا ہے۔ پہلے وہ راج مستری کا کام کرتا تھا اب کچھ عمر ہو کر کمزور ہو گیا ہے لیکن مسجد کا انتظام بدستور کرتا ہے۔ کیا اس کو مسجد کے فنڈ سے تنخواہ دے سکتے ہیں؟

مستری محمد حنیف مسجد کھجور والی

محلہ نظام پورہ ، بہاولنگر شہر

الجواب منتظم مذکور کو اس کے عمل کے مطابق مسجد فنڈ سے تنخواہ دے سکتے ہیں۔

سئل الفقيه ابو القاسم عن قيم مسجد جعل له القاضي فيما على غلاتها وجعل له شيئاً معلوماً يأخذ كل سنة حل له الأخذ ان كان مقدار أجر مثله اھ (عالمگیری ج ۲ ص ۴۶۲)

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۱۴ / ۳ / ۴۰۴ھ

دھلے ہوئے کپڑے مسجد میں خشک کرنا

کپڑے دھونے کے بعد انہیں خشک کرنے کے لئے مسجد کے صحن میں یا مسجد کی صفوں پر بچھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب مسجد کے صحن کو کپڑے خشک کرنے کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔

لان فيه شغل موضع أعد للصلوة۔ (شامی ج ۱ ص ۶۰۴)

فقط واللہ اعلم۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ، ملتان

۲۳ / ۱۲ / ۱۴۰۹ھ

مسجد میں انگلیاں چٹخانے کا حکم

سوال: مسجد میں جب نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں تو بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے بیٹھے اپنی انگلیاں چٹخانے لگ جاتے ہیں تو کیا اس طرح مسجد میں انگلیاں چٹخانا درست ہے؟

الجواب: یہ عمل ویسے ہی مکروہ و ناپسندیدہ ہے ظاہر ہے کہ مسجد میں ایسا عمل کرنے سے اس کی کراہیت اور بڑھ جائے گی۔

ویکرہ ان یشبک اصابعہ بان یفرقع والفرقعۃ ان یغمزها او یمدها حتی تصوت کذا فی العنایۃ والفرقعۃ بخارج الصلوٰۃ کرهها کثیر من الناس (عالمگیری: ج ۱ ص ۱۰۶)

عالمگیری میں آداب مسجد میں لکھا ہے۔

وان لا یفرقع اصابعہ فیہ اھ (ج ۵ ص ۳۲۱)۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

۲۳ / ۴ / ۱۴۰۰ھ

مسجد میں سر اور داڑھی میں کنگھا کرنا

سوال: مسجد میں بیٹھ کر سر اور داڑھی میں کنگھا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر بال اور پانی کے قطرات مسجد میں نہ گریں تو گنجائش ہے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ مسجد میں نہ کریں کہ آداب مسجد کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲/۱۰ / ۱۴۰۲ھ

مسجد کی رقم متولی سے چوری ہو جائے تو ضمان کا حکم

اگر مسجد کی رقم متولی سے چوری ہو جائے یا گم ہو جائے تو متولی پر تاوان آئے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب اگر متولی نے اس رقم کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی اور اپنی رقم کی طرح اس کی حفاظت کی ہے تو اتفاقاً چوری یا گم ہو جانے سے اس پر ضمان نہیں آسکے گی۔ بصورت دیگر اس پر ضمان لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ ۲۶؍۴؍۱۴۰۱ھ

فرضوں کے بعد دعا سے پہلے چندہ کرنے کا حکم

مسجد کا چندہ فرض نمازوں میں سلام کے بعد دعا سے پہلے کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب اس صورت میں لوگوں کی نماز میں اگر خلل پیدا ہوتا ہو تو اس سے اجتناب لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

تحفظ کے لئے مساجد و مدارس کو رجسٹرڈ کروانا

آج کل جو مدارس دینیہ اور مکاتب قرآنیہ و مساجد کو جو کہ وقف ہوتے ہیں رجسٹرڈ کروا لیا جاتا ہے، اور اس رجسٹریشن سے کیا وہ ادارہ اپنی وقف شدہ حیثیت پر باقی رہتا ہے اور اس کی حیثیت پر کوئی اثر تو نہیں ہوتا؟ مزید یہ کہ ہماری معلومات کے مطابق رجسٹریشن کے فوائد یہ ہیں۔

۱: اوقاف کا تحفظ مزید ہو جاتا ہے۔

۲: مسلک کی حفاظت ہو جاتی ہے۔

۳: اندرونی و بیرونی شرور سے وہ ادارہ اور اس کے متعلقات محفوظ ہو جاتے ہیں۔

۴: شوریٰ کو اخلاص و یکسوئی سے کام کرنے میں سہولت ہو جاتی ہے۔

کیا مذکورہ احوال مدارس کی رجسٹریشن جائز ہے یا نہیں؟

(مولانا محمد عابد صاحب)

مدرس مدرسہ خیر المدارس، ملتان

الجواب: دینی مدارس اور مذہبی اداروں کی رجسٹریشن جس سے ان کے اغراض ومقاصد، مسلک ومشرب اور اوقات کا تحفظ ہو جائز ہے۔ بلکہ اگر اس کے بغیر حفاظت دشوار ہو تو رجسٹریشن کو ضروری بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

۲۳ر ۲ر ۱۴۰۲ھ

مساجد کیلئے فُسّاق وفُجّار سے چندہ لینے کا حکم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۔ الآیۃ ۔ (پ ۱ ع ۱۲) ۔

اس کے علاوہ "الحزب الاعظم" جیسی مستند کتاب میں پنجشنبہ کی منزل میں مسلمان فساق کے زیر احسان نہ ہونے کی دعا ہے تاکہ دنیا وآخرت میں اس کے احسانات کی مکافات سے امن رہے۔

ان حوالہ جات کے بعد حضرات علماء کرام سے استفسار ہے کہ مساجد، مدارس، یتیم خانے، شفا خانے، اور دیگر خیراتی اداروں کی ضروریات کے لئے رقوم فراہم کرنے میں یہ احتیاط بہت مشکل ہوتی ہے کہ کون فاسق ہے اور کون صالح؟ کس سے چندہ لیں اور کس سے نہ لیں؟ اور بہت زیادہ احتیاط کریں تو ادارے کی ضروریات پوری نہیں ہوتیں حکم شرعیہ سے آگاہی بخشی جائے۔

مستفتی: حاجی وجیہ الدین، الوجیہ سٹریٹ کراچی

الجواب مساجد، مدارس، یتیم خانے اور دیگر اداروں کے لئے مسلمان کا چندہ قبول کیا جا سکتا ہے، صالح ہو یا فاسق۔ جیسا کہ ہر مسلمان کی وفات پر جنازہ پڑھا جاتا ہے نیک ہو یا بد۔ مسلمان کی خیرات قطع نظر اس سے کہ وہ نیک ہے یا بد۔ ہر دینی ادارہ پر خرچ ہو سکتی ہے۔ البتہ ایک احتیاط ضروری ہے کہ مسجد میں حرام مال نہ لگایا جائے۔ اسی طرح مدارس وغیرہ میں بھی ان لوگوں سے عطیات نہ لئے جائیں جن کی غالب آمدنی حرام کی ہو۔ اگر چندہ دینے والے کی غالب آمدنی حلال کی ہو تو وہ قبول ہو سکتی ہے۔ گو چندہ دینے والا گنا ہگار ہو۔ آیت مندرجہ فی السوال کو فاسق مسلمانوں کی خیرات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس میں تو مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی موالات سے منع کیا گیا ہے۔

اور الحزب الاعظم میں جو دعا وارد ہوئی ہے غالباً اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم لا تجعل لفاجر عندي نعمة اكافيه بها في الدنيا والآخرة۔

اس میں فاسق آدمی کے زیر بار احسان ہونے سے پناہ مانگی گئی ہے کہ کسی فاسق کا میری ذات و شخصیت پر کوئی احسان نہ ہو جس کا بدلہ دنیا و آخرت میں دینا پڑے اس سے مساجد و مدارس میں ان کا چندہ قبول کرنے سے ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ چندہ کسی خاص فرد یا شخص پر احسان کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۰/۴/۱۳۸۲ھ

وضو کے بعد اعضاءِ مغسولہ سے گرنے والے قطرات سے مسجد ناپاک ہوگی یا نہیں؟

وضو کے بعد اعضاءِ مغسولہ سے مثلاً داڑھی وغیرہ سے پانی ٹپک کر مسجد میں گر جائے تو کیا جائز ہے یا نہ۔ ایک صاحب نے اسے حرام کہا ہے۔

عتیق الرحمٰن ۱۰۵ روڈ ساہیوال
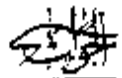
الجواب ــــ ماء مستعمل بھی روایت میں پاک ہے کما نص علیہ المحققون وفی الدر المختار مع الشامی۔

: وھو ظاھر روایۃ محمد عن الامام وھذہ الروایۃ ھی المصححۃ عنہ اختارھا المحققون قالوا علیھا الفتوی (ج ۱ ص ۲۰۰، شامی)

وضو کرنے کے بعد جو چھینٹیں داڑھی سے گریں وہ پاک ہیں ان کا مسجد میں گرنا ناجائز اور حرام نہیں، البتہ قصداً نہ گرنے پائیں اس سے احتیاط لازم ہے خود بخود گر جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

عبدالستار عفا اللہ عنہ
نائب مفتی خیر المدارس ملتان
۲ر ۳ر ۱۳۹۱ھ
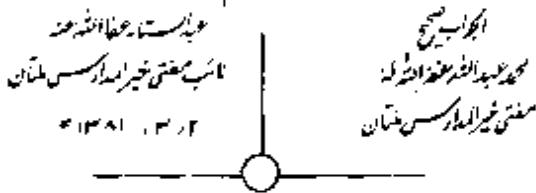
جو مسجد فخر و ریاکاری کے لئے بنائی جائے وہ مشابہ مسجد ضرار ہے

ہمارے گاؤں کی آبادی تین سو گھر پر مشتمل ہے اس گاؤں میں تین مسجدیں تھیں جن میں امام بالکل جاہل تھے۔ سادی عبارت قرآن مجید کی نہایت معمولی طور پر پڑھ سکتے تھے باقی نماز روزہ کے مسائل سے بالکل مطلقاً ناواقف تھے۔ بدعات مثلاً اسقاط و دوران قرآنی، گیارہویں، تیجا، چالیسواں، سالانہ ختم اور شادی کے بعض رسومات پورے زور سے جاری تھیں اور امام ان کی پوری حمایت کر رہے تھے اور اسی پر عامل تھے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ ان بدعات کا قلع قمع ہو اور سنت پر عمل درآمد ہو مگر ان امام صاحبان نے ایک نہ چلنے دی۔ آخر گاؤں کو ترک کر گئے۔ ہر طرح صلح کی کوشش کی مگر مجھے وہابی کا خطاب دے کر علیحدہ ہو گئے۔ واللہ مجھے وہابیت سے کوئی واسطہ نہیں بس امام ابو حنیفہ رح کا مقلد ہوں اور ان کی تقلید کو فخر سمجھتا ہوں۔

اس کے علاوہ وہ امام صاحبان غیر اللہ کی نذر و نیاز کے پابند ہیں۔ خود دیتے ہیں لوگوں کو حکم کرتے ہیں اور غیر اللہ کی نذر و نیاز کھاتے ہیں۔ اندریں حالات تنگ آکر دوسرے محلہ میں اہل محلہ کے مشورہ سے تین سو گز دور سابقہ مسجدوں سے۔ ایک نئی مسجد بنائی ہے جو کہ محض توحید و

اشاعت کے لئے تعمیر کی ہے۔ سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے اس مسجد کا افتتاح کیا ہے۔ اب وہ اس مسجد کے خلاف گاؤں میں پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ یہ مسجد ضرار ہے یہ ضد سے بنوائی گئی ہے واقعہ کوئی ضد نہیں بلکہ دین کی بربادی کو دیکھ کر برداشت نہیں ہو سکا اور یہ اقدام کیا ہے اب خدا کے فضل سے مسجد آباد ہو گئی ہے۔ مگر لوگوں کے شبہات دور کرنے کے لئے جو وہ ابہام ڈال رہے ہیں آپ کی تحریر کی ضرورت ہے۔

۱: جو مسجد ان حالات کے تحت اشاعت توحید وسنت کے لئے بنائی گئی ہے وہ مسجد صحیح ہے یا ضرار ہے۔

۲: اور اس مسجد کو ضرار کہنے والے کا کیا حکم ہے؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جب اس مسجد سے دوسری مسجد کی ویرانی مقصود نہیں تو یہ مسجد ضرار نہیں ہو سکتی۔ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جو فخر و ریاکاری، نفسانیت کے لئے یا عناد کی کے علاوہ اور کسی غرض کے لئے تیار کی جائے۔

تفسیر کشاف اور مدارک میں زیر آیت ضرار لکھا ہے۔

وقيل كل مسجد بني مباهاة أو رياء وسمعة أو لغرض سوى ابتغاء وجه الله أو بمال غير طيب فهو لاحق بمسجد ضرار

منقول از مجموعہ فتاوی، ج ۱، ص ۱۷۲، مولانا عبد الحی ؒ

فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبد اللہ عفی عنہ

خادم الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ۲ شوال ۱۳۹۸ھ

دنگل سے حاصل شدہ رقم مسجد پر لگانے کا حکم

ہم نے یعنی تمام اہل محلہ نے ایک دنگل کروایا تھا جس میں پہلوانوں اور تمام آدمیوں نے اس غرض کے واسطے کام کیا کہ ان کی تمام کی تمام آمدنی مسجد پر لگائی جائے گی۔ اس دنگل میں ٹکٹ بھی مقرر کیا گیا۔ کیا یہ آمدنی مسجد پر لگ سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ اس لئے کہ جب کہ ایسے امور پر مشتمل ہوتا ہے جو [illegible]
وغیرہ بجانا ، کشف ستر کا ہونا ، اس
سے اس سے مسجد پر خرچ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد [illegible] عفا اللہ عنہ

بندہ محمد [illegible]
۳ ر ۵ ر ۹۵ ۱۳ھ

عیدگاہ کے درختوں کو مسجد کے لئے استعمال کرنے کا حکم

کوٹلہ عیسن میں ایک ہی جامع مسجد ہے بوجہ ضرورت جماعت مسجد کے لئے ایک برآمدہ تیار کیا جا رہا ہے تاکہ موسم گرما میں تکالیف رفع ہو جائے۔ برآمدہ کے لئے شہتیروں اور کڑیوں کی ضرورت ہے۔ عمدہ شہتیر وغیرہ حسب منشاء دستیاب نہیں ہو رہے ہیں۔ عیدگاہ کوٹلہ عیسن میں کیا شیشم کے درخت ہیں۔

۱ : کیا عیدگاہ سے حسب ضرورت درخت کاٹ کر مسجد پر لگایا جا سکتا ہے؟

۲ : یا عیدگاہ کو رقم مسجد کی طرف سے دے کر درخت کاٹا جائے جب کہ عرف میں عیدگاہ جامع مسجد کے برابر نہیں سمجھی جاتی۔

۳ : کیا عیدگاہ پر چرم قربانی کی رقم صرف کی جا سکتی ہے جب کہ وہ رفاہ عام مثل ٹیوب ویل وغیرہ کے ہو۔ عیدگاہ کی تعمیر کے بعد جو رقم باقی بچ جائے وہ مسجد میں صرف کی جا سکتی ہے براہ راست یا کسی حیلہ سے اور حیلہ کرنا ہو؟

اختلاف بین العلماء سے تعمیر کے کام میں رکاوٹ واقع ہو رہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر عیدگاہ کی مصلحت ان درختوں کے باقی رکھنے میں ہے تو ان کا کاٹنا بلاعوض یا بالعوض جائز نہیں ہوگا۔ اگر ایسا نہیں تو مجلس منتظمہ و متولی کی صوابدید کے مطابق ان کا فروخت کرنا جائز ہے۔ قیمت عیدگاہ پر صرف کی جائے اور لکڑی جامع مسجد میں استعمال کی جائے۔

کما یظہر من العالمگیریۃ ج ۲ ص ۴۷۱ و فی القسم الثانی الحکم فی ذلک الی القاضی ان رأی بیعها وصرف ثمنها الی عمارة المقبرة

للہ تعالیٰ اعلم

۲ : عید پر قربانی کی قیمت واجب التصدق ہے۔

كما في الهداية ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم تصدق بثمنه

وصرح في الكافي بوجوب التصدق كما في الحواشي .

پس اس رقم کو عیدگاہ، مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں صرف کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ — نائب مفتی خیر المدارس ملتان

ائمہ اوقاف کیلئے محکمہ سے تنخواہ لینے کا حکم

مزارات اور مساجد پر حکومت کا قبضہ ہے جو آمدنی ہوتی ہے یکجا جمع کر دی جاتی ہے اور پھر بنک میں دے دی جاتی ہے جس پر سود لیا جاتا ہے تو اس سے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

محمد خلیل الرحمن پانی پتی سکھر

الجواب: محکمہ مسجد کی آمدنی وصول کر کے مسجد کا مقروض بن جاتا ہے۔ بعدہ جو رقم مسجد یا امام پر صرف کی جاتی ہے یہ محکمہ کی طرف سے ادائیگی قرض یا ضمان ہے اور وصولی قرض کے بارے میں شرعاً یہ تصور کیا جاتا ہے کہ قرض خواہ گویا بعینہ اپنی رقم ہی وصول کر رہا ہے۔ پس ائمہ اوقاف کے لئے تنخواہ وصول کرنے کی گنجائش ہے۔ حصول تنخواہ کے سبب اگر دینی تقشف اور مداہنت فی الدین کے پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو تو علیحدگی مناسب ہے۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح — بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ

خیر محمد عفا اللہ عنہ — نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان

مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان — ۳/۹/۱۳۸۵ھ

واجب التصدق مال مسجد میں لگانے کا حکم

ایک شخص نے اپنی جوانی اور ٹھیکیداری کے دور میں لوگوں پر ظلم و ستم کئے اور ان کا مال زبردستی چھینا جب یہ شخص حج پر جانے لگا تو عام اعلان کیا کہ جس کسی نے مجھ سے کوئی مال لینا ہو آکر لے جائے چنانچہ کچھ لے بھی گئے لیکن اس شخص کو خیال آیا کہ کچھ ایسے بھی لوگوں سے مال لیا ہے جو مسافر تھے اور جن کا پتہ معلوم نہیں کہ کون تھے اور کہاں کے تھے۔ ان کا حق کیسے واپس کیا جائے۔ تو کیا ان کے حق کی رقم مسجد کو دے سکتا ہے؟

اللہ وسایا ناظم دارالمبلغین کوٹ ادو مظفرگڑھ

الجواب جن جن افراد کا حق باقی ہے اگر تلاش بسیار کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکے تو ان کی طرف سے اتنا مال صدقہ کر دیا جائے۔ اور چونکہ یہ صدقہ کرنا واجب ہے اس لئے اس کا مصرف بھی وہی ہے جو دیگر صدقات واجبہ کا ہے۔ براہ راست مسجد اس صدقہ کا مصرف نہیں بن سکتی۔

علیہ دیون ومظالم جهل اربابها وأیس من علیه ذلك من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله وان استغرقت جمیع ماله (الدر المختار علی الشامیة ج [illegible] ص [illegible])

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ
مفتی خیر المدارس ملتان

مسجد میں دینی کتب کے مطالعہ کا حکم

مسجد شریف میں طلبا تکرار کرتے ہیں، مسجد میں شور ہوتا ہے۔ بالخصوص منطق معقولات، فلسفہ کیا یہ جائز ہے؟ تکرار آہستہ اور مطالعہ نیز دینیات و فلسفیات میں کوئی فرق ہے۔ یا دونوں جائز ہیں؟

حافظ عبدالرحمن فیصل آباد

والسادس ان لا یرفع فیہ الصوت من غیر ذکر اللہ
والسابع ان لا یتکلم فیہ من احادیث الدنیا۔

(عالمگیری ، ج ۵ ، ص ۳۲۱)

اس عبارت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کتب فلسفہ کا تکرار وشور آداب مسجد کے خلاف ہے۔ دنیاوی باتوں سے فلسفیات کو کسی طرح کم نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور احادیث دنیا مسجد میں ممنوع ہیں۔ اور دینیات کا تکرار بھی اصل تو یہ ہے کہ خارج مسجد ہو کہ شور مند ہو جیسا کہ عام طور پر دوران تکرار طلبہ میں ہو جاتا ہے۔ البتہ بوقت ضرورت احترام مسجد کا خیال رکھتے ہوئے آہستہ آواز سے اجازت ہے۔ مطالعہ بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبدالستار عفا اللہ عنہ
محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ...	نائب مفتی ۔ ۱۱ / ۲ / ۱۴۰۰ھ

امام متعین کرنے کا اختیار بانی مسجد کو ہے یا اہل محلہ کو

ایک شخص نے اپنی زمین میں اپنے ذاتی روپیہ سے مسجد تعمیر کرائی ہے اس مسجد پر دوسرے لوگ قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ قبضہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنا امام رکھنا چاہتے ہیں۔

سائل ضیاء علی شاہ ، ممتاز آباد ملتان

الباني للمسجد اولى من القوم بنصب الامام والمؤذن
في المختار الا اذا عين القوم اصلح ممن عينه الباني؟

(الدر المختار ، ج ۴ ، ص ۴۳۲)

بانی مسجد اگر دیندار پابند صوم وصلوۃ آدمی ہے اور کسی متقی اور اہل کو امام ومؤذن مقرر کرتا ہے تو شرعاً یہ تقرر درست ہے اور بانی مسجد میں اس کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ البتہ بانی مسجد اگر کسی نااہل کو امام رکھنا چاہے اور اہل محلہ نمازی اہل کو امام بنائیں تو اہل محلہ کا یہ فیصلہ قابل ترجیح ہوگا۔ بدون اس وجہ شرعی کے دوسرے لوگوں کو بانی مذکور کے ساتھ اس معاملہ میں مزاحمت درست نہیں۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح
خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم خیر المدارس ملتان

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی
۲۵ر ۱۱ر ۱۳۹۵ھ

متولی مسجد کے فنڈ میں کیا کیا تصرف کر سکتا ہے

۱: زید کے پاس برائے مدرسہ کچھ فنڈ جمع ہے اس میں وہ کسی قسم کا تصرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ کسی کو قرض دینا یا نوٹ کے بدلے میں ریزگاری دینا یا مسجد کی یا اپنی رقم ملا کر رکھ دینا جائز ہے یا نہیں۔ عدم جواز کی صورت میں خائن تو نہیں ہوگا؟

۲: مسجد کی چٹائی مدرسہ میں استعمال ہو سکتی ہے یا نہیں بصورت اجازت متولی۔

۳: مسجد کا لوٹا اور برتن اس قسم کا سامان امام کے لئے اپنے حجرے میں لاکر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ نمازی رضامند ہوں اور حجرہ بھی متصل مسجد ہو۔

۴: زید کو لوگوں نے مسجد کا خزانچی اس قسم کا بنایا ہے کہ جب مرضی ہو خزانہ سے روپیہ لے کر اپنے کام میں استعمال کرے پھر پورا کرکے واپس جمع کردے۔ اس طرح روپیہ چلتا رہا۔ جب پاکستان بننے کا وقت آیا تو خزانچی نے یہ کہا کہ یہ جو کچھ رقم باقی ہے اسے بھی تم ہی سنبھالو۔ لیکن کسی نے بھی ہاں نہیں کی۔ تو اس میں پوچھنا یہ ہے کہ ایسے روپیہ کا کیا حکم ہے۔ اس میں سے اکثر تو وہ لوگ وہاں ہی سے لے کر اپنے ذاتی ضروریات میں خرچ کر چکے تھے اور جو کچھ بچا تھا تو وہ خزانچی وغیرہ نے پاکستان آکر اپنی ضروریات میں خرچ کر لیا۔ کیا خزانچی پر تاوان کا تمام واجب الاداء ہے یا نہیں یا ان لوگوں پر بھی تاوان کا دینا واجب ہے یا کسی پر بھی نہیں؟

الجواب: نوٹ کے عوض ریزگاری تو دے سکتا ہے لیکن قرض نہیں دے سکتا۔ اور اگر مدرسہ کی رقم اپنی رقم میں ملا لے گا تو ضائع ہونے کی صورت میں ضامن آئے گی۔ قرض نہ دینے کے لئے ملاحظہ ہو عالمگیری ج ۲ ص ۳۴۴۔

ولیس للقیم ان یاخذ ما فضل من وجه عمارة المدرسة دینا لیصرفها الی الفقهاء وان احتاجوا الیه کذا فی القنیة۔

۲۔ سئل ابو الفضل عن الوقف اذا کان ربع غلته لی العمارة وثلثة ارباعها الی الفقراء فلم تحتج المدرسة فی تلک السنة هل یجوز للقیم ان یصرف من ذلک الی الفقهاء علی وجه الدین و یأخذ ذلک من غلتهم من السنة الثانیة اذا احتاج الیها فقال لا ۔ سئل ابو حامد فاجاب بمثله کذا فی التاتارخانیة (طبع ج ۵ ص ۸۴۴)

اگر چٹائی مسجد کے لئے وقف ہے تو مدرسے کے لئے استعمال جائز نہیں ۔

۳۔ مسجد کا لوٹا یا برتن مدرس یا امام یا کوئی اور شخص خارج مسجد لے جا کر اپنی ذاتی ضروریات میں استعمال نہیں کر سکتا ۔ ہاں مسجد کے اندر استعمال کر سکتا ہے ۔ کما فی فتاوی دارالعلوم دیوبند ، ج ۲ ، ص ۱۶۹ ۔

البتہ مسجد کے چراغ سے مسجد کے اندر بیٹھ کر تہائی رات تک مطالعہ کر سکتا ہے ۔

۴۔ اول تو مسجد کا روپیہ قرض لے کر اپنے ضروریات میں صرف کرنا جائز ہی نہ تھا ۔ جیسا کہ حوالہ میں بیان کیا گیا ۔ خزانچی نے اور دوسرے لوگوں نے غلطی کی ہے ۔ اب خزانچی اور دوسرے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ مسجد کا روپیہ واپس کریں ۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ
محمد مفتی عنہ ۱۱ر۱۰ر۱۴۰۰ھ	خادم الافتاء خیر المدارس ملتان

مسجد کی دوکان بینک کو کرایہ پر دینا

کسی مسجد کی وقف زمین یا دوکان کسی بینک کو کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

محمد یونس راولپنڈی

الجواب باسمہٖ تعالیٰ صاحبین کے نزدیک مسلمان کا کافر کو بیع خمر کے لئے دوکان کرایہ پر دینا جائز نہیں (کما فی الھندیہ کتاب الاجارہ) حالانکہ بیع خمر کافر کے لئے ایک جائز فعل ہے تو ایک مسلم کا دوسرے مسلمان کو سودی کاروبار کے لئے دوکان کرایہ پر دینا

فی خرابہا ۔

ترجمہ ! اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے اور ان کے اجاڑنے کی کوشش کی ۔"

آیت کریمہ جہاں مساجد کے شرف و فضل کو بیان کر رہی ہے وہاں مساجد کے منہدم کرنے والے اور اس کی تخریب کی کوشش کرنے والے کی شدید مذمت کر رہی ہے اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا جا رہا ہے ۔ آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کو مساجد کی تعمیر اور ان کی کثرت سے روکا نہیں جائے گا بلکہ اس سلسلہ میں ان کی ہمت افزائی کی جائے گی ۔ چنانچہ مفسر ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں ۔

ولا یمنع من بناء المساجد الا ان یقصدوا الشقاق والخلاف بان یبنوا مسجدا الی جنب مسجد او قربه یریدون بذلك تفریق اهل المسجد الاول وخرابه . (ج ۲ ، ص ۷۸) ۔

ترجمہ ! مساجد کی تعمیر سے کسی کو روکا نہیں جائے گا ۔ سوائے اس کے کہ تعمیر کرنے والوں کا ارادہ خلاف اور پھوٹ ڈالنا ہو ۔ اس طرح کہ وہ کسی دوسری مسجد کے پہلو میں مسجد تعمیر کریں اور ان کا مقصد پہلی مسجد کے نمازیوں میں تفریق ڈالنا ہو ۔"

— امام رازیؒ اپنی تفسیر میں رقم فرماتے ہیں ۔

" السعی فی تخریب المسجد قد یکون لوجهین احدهما منع المصلین والمتعبدین من دخوله فیکون ذلك والثانی بالهدم والتخریب ." (ص ۲۷۳ ، ج ۱) ۔

ترجمہ ! مسجد کی تخریب کی کوشش دو صورتوں سے ہوتی ہے (۱) ایک نماز پڑھنے والوں اور عبادت کرنے والوں کو مسجد میں داخل ہونے سے روکنا ۔ (۲) مسجد کو ویران کرنے اور منہدم کرنا ۔"

— اور سورۂ "توبہ" میں ہے ۔

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام

الصلوٰة وآتی الزکوٰة ولم یخش الا اللہ فعسیٰ اولٰئک ان

یکونوا من المهتدین ۔ (سورۃ توبہ : پ۱۰ ، ع ۳) ۔

ترجمہ : اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں ۔

آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی مساجد حقیقتاً ایسے ہی اولو العزم مسلمانوں کے دم سے آباد ہو سکتی ہیں جو دل سے خدائے واحد اور آخرت کے دن پر ایمان لا چکے ہیں ۔ جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں ۔ اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ۔ اسی لئے مساجد کی صیانت و تطہیر کی خاطر جان کے لئے تیار رہتے ہیں ۔

آیت کریمہ سے بصراحت یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنا کسی کے ایمان کی بڑی شہادت ہے ۔

علامہ قرطبی اس آیت کے ذیل میں رقم طراز ہیں ۔

" دلیل علی ان الشهادة لعمار المساجد بالایمان صحیحة وقد

قال بعض السلف اذا رأیتم الرجل یعمر المساجد فحسنوا به

الظن " (تفسیر جامع لاحکام القرآن ، ص ۹۰ ، ج ۸) ۔

ترجمہ : آیت کریمہ اس امر پر دلیل ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنے والوں کے ایمان کی شہادت صحیح اور درست ہے ۔ اسی لئے بعض سلف کا قول ہے کہ جب تم دیکھو کوئی شخص مسجد کی آبادکاری میں کوشاں ہو تو اس کے ساتھ حسن ظن رکھو ۔

سورۃ نور میں ارشاد ہے ۔

" فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیها اسمه یسبح له

فیها بالغدو والآصال " (سورۃ نور : پ۱۸ ، ع ۵) ۔

ترجمہ : ان گھروں میں کہ جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام لئے جانے کا ، یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح اور شام ۔

اس سے پہلے کی آیتوں میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے ۔ پھر مومنین مہتدین کو اس نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو حصہ ملتا ہے اس کو ایک عجیب مثال سے سمجھایا گیا ہے ۔ اس کے بعد فرمایا جا رہا ہے کہ یہ روشنی اللہ کے ان گھروں (مساجد) میں ملتی ہے ۔

جن کو بلند رکھنے اور ان کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ان کو ہمیشہ ذکر و تسبیح اور عبادت الٰہی سے آباد رکھا جائے۔ آیت کریمہ سے بصراحت مساجد کی تعظیم اور ان کو آباد کرنے کرنے کا حکم معلوم ہو رہا ہے۔

آیت کے بعد جب احادیث کی طرف گئے ہیں تو اس بارے میں کثرت سے احادیث ملتی ہیں۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں چند احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب البلاد الی اللہ مساجدھا و ابغض البلاد الی اللہ اسواقھا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب جگہوں میں پسندیدہ جگہ اللہ کے نزدیک مساجد ہیں۔ اور مبغوض ترین جگہیں اللہ کے نزدیک بازار ہیں۔"

○

عن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ من بنی مسجدا یبتغی بہ وجہ اللہ بنی اللہ لہ بیتا مثلہ فی الجنۃ۔ (بخاری)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لئے مسجد بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اس کے مثل گھر بنا دے گا۔"

○

عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر المشائین فی الظلم بالنور التام یوم القیامۃ۔
(ترمذی)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجد کی طرف جاتے ہیں ان کو قیامت کے دن مکمل

کی بشارت دو۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے وہ روایت ہے جس میں ان سات قسم کے لوگوں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالےٰ قیامت میں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا ان میں سے ایک قسم یہ بھی ہے۔

"ورجل قلبہ معلق بالمسجد" وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے۔

قرطبی نے اپنی تفسیر میں آیت کریمہ "فی بیوت اذن اللہ ان ترفع" کے ذیل میں یہ حدیث درج کی ہے۔

روی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من احب اللہ عز وجل فلیحبنی ومن احبنی فلیحب اصحابی ومن احب اصحابی فلیحب القرآن ومن احب القرآن فلیحب المساجد فانہا افنیۃ اللہ وابنیتہ اذن اللہ فی رفعہا وبارک فیہا میمونۃ میمون اہلہا محفوظۃ محفوظ اہلہا ہم فی صلوتہم واللہ عز وجل فی حوائجہم ہم فی مساجدہم واللہ من ورائہم۔

(ص ۲۶۶ - ج ۱۲)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے محبت کرتا ہے اس کو چاہئے کہ مجھ سے محبت کرے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے اصحاب سے محبت کرے اور جو میرے اصحاب سے محبت کرتا ہے وہ قرآن سے محبت کرے اور جو قرآن سے محبت کرے اس کو چاہئے کہ مساجد سے محبت کرے کیونکہ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو بلند کرنے کا حکم دیا ہے اور برکت رکھی ہے ان میں مسجد والے بھی برکت والے ہیں۔ یہ مسجدیں بھی اللہ کے حفظ و امان میں ہیں اور یہاں کے لوگ بھی۔ یہ لوگ اپنی نماز میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ان کی کارسازی میں۔

دین میں مساجد کی اسی اہمیت کے پیش نظر شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف تحیہ نے اسلامی حکومت

کا ذریعہ بنا کر وہ اسلامی حکومت کے زیر اثر شہروں اور آبادیوں میں مساجد تعمیر کرے اور بیت المال کی خاص مد سے اس کے مصارف برداشت کرے چنانچہ فقہا بیت المال کے مصارف کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

ورابعها فمصرفه جهات منها انه يصرف الى المرضى والزمنى واللقيط وعمارة القناطر والرباطات والثغور والمساجد وما اشبه ذلك۔ (رد المحتار، باب الزکوٰۃ، ص ۶۹، ج ۲)

ترجمہ!

"اور چوتھے حصے کے مصارف چند جہات ہیں کہ ان کو بیماروں، اپاہجوں اور لاوارث پڑے ہوئے بچوں، سراؤں، سرحدوں اور مساجد پر صرف کیا جائے۔"

اور علامہ قرطبی رح اپنی تفسیر میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

"قال ابو حنيفة ويبنى من الخمس باصلاح القناطر وبناء المساجد وارزاق القضاة والجند وروي نحو ذلك عن الشافعي ايضا۔ (ج ۸، ص ۱۰)-

ترجمہ!

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پانچویں حصے کی تقسیم پلوں کی مرمت مساجد کی تعمیر قاضیوں اور فوج کی تنخواہوں سے شروع کی جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔"

لہٰذا اسلامی حکومت کے جہاں بہت سے فرائض ہیں وہاں یہ بھی اہم فریضہ ہے کہ لوگوں کی ضرورت و حاجت کے پیش نظر مساجد تعمیر کریں۔ البتہ اگر بدقسمتی سے کوئی حکومت اس فریضے کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو عوام پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ضرورت و حاجت کے پیش نظر مساجد کی تعمیر کریں۔ اور امام و خطیب اور مؤذن کی تقرری و تولیت کے انتظامات اپنے ذمہ لیں۔

دیکھئے جمعہ اور عیدین کے انتظامات امام اور حکومت اسلامی کے فرائض میں سے ہے بلکہ امامت کبریٰ کے مقاصد میں اس کو داخل کیا گیا ہے۔ فقہائے اسلام نے جہاں امامت کبریٰ (خلافت) کی ضرورت کو بیان کیا ہے وہاں تصریح کی ہے۔

"والمسلمون لابد لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة

حدودھم وسد ثغورھم وتجھیز جیوشھم واخذ صدقاتھم وقھر المتغلبۃ والمتلصصۃ وقطاع الطریق واقامۃ الجمع والاعیاد ۔ (رد المحتار ص ۵۰۰ ج ۲) ۔ ترجمہ:

مسلمانوں کے لیے ایک امام ہونا ضروری ہے جو احکام جاری کرے ، سرحدوں کی حفاظت کرے ، فوج کو تیار رکھے ، زکوٰۃ وصول کرے ۔ باغیوں ، چوروں ، ڈاکوؤں کو مقہور کرے جمعہ اور عیدین کی اقامت کرے ۔

اب اگر کوئی اسلامی حکومت اس فریضے سے غافل رہتی ہے تو یہ اس کی بہت بڑی کوتاہی ہے اور اپنے منصب سے غفلت ہے اور جب حکومت غفلت کرے تو عوام اور پبلک پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس کے انتظامات کریں چنانچہ فقہاء نے تصریح کی ہے ۔

ولھذا لو مات الوالی اولم یحضر لفتنۃ ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبا ۔ (رد المحتار ص ۷۵۹ ج ۱)

ترجمہ:

اسی لیے اگر کوئی حاکم مرجائے یا وہ فتنے کی بنا پر موجود نہ ہو جس کو جمعہ کی اقامت کا حق ہے تو عوام اور پبلک اپنے لیے خطیب کے انتظامات کرلیں ۔

اسی طرح اس قسم کے بہت سے امور میں شریعت نے عوام اور پبلک کو اختیارات دیئے ہیں مندرجہ ذیل جزئیات پر غور کیجئے ۔ رد المحتار میں ہے ۔

ولھم نصب متول وجعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلوۃ ۔

(رد المحتار علی الشامیۃ ج ۱ ص ۴۴۲) ۔

ترجمہ: اور عوام کو متولی مقرر کرنے اور دو مسجدوں کو ایک کرنے یا ایک مسجد کو دو مسجدیں کرنے کا حق حاصل ہے ۔

"بحر الرائق" میں ہے ۔

وفی الخانیۃ طریق للعامۃ وھی واسع فبنی فیہ اھل المحلۃ مسجدا للعامۃ ولا یضر ذالک بالطریق قالوا لا باس بہ و ھکذا روی ابو حنیفۃ ومحمد ان الطریق للمسلمین والمسجد

لہم بیعنا ج۶ ص ۲۰۶)

ترجمہ! خانیہ میں ہے کہ عوام کا ایک راستہ ہے اور وہ وسیع ہے۔ محلے والے اگر اس میں مسجد تعمیر کرلیں اور اس تعمیر سے راستے کی آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فقہا اس کو جائز سمجھتے ہیں امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ سے یہی مروی ہے کہ راستہ بھی مسلمانوں کا ہے اور مسجد بھی انہی کی ہے۔"

فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے۔

"وذكر في المنتقى عن محمد رحمه الله في الطريق الواسع بنى فيه اهل المحلة مسجدا وذلك لا يضر بالطريق فمنعهم رجل فلا بأس ان يبنوا"۔ (صفحہ ۴۳۲، ج ۲)۔

ترجمہ! منتقیٰ میں امام محمد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک وسیع راستے کو محلہ والوں نے اس میں مسجد تعمیر کرلی اور راستے کی آمد و رفت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تو اگر کوئی شخص منع بھی کرے تب بھی مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں۔"

فتاویٰ غیاثیہ میں ہے۔

"من الغياثية نهر لاهل قرية فاراد جماعة ان يبنوا عليه مسجدا فلا بأس به"۔ (صفحہ ۳۶۳، ج ۱)۔

ترجمہ! فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ کسی گاؤں کی نہر ہے ایک جماعت اس کے اوپر ایک مسجد تعمیر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔"

پاکستان بن جانے کے بعد حکومت کے جہاں اور اہم فرائض تھے وہاں یہ بھی فریضہ تھا کہ آبادی کے تناسب سے جگہ جگہ مساجد تعمیر کرتی۔ یہ عجیب سی صورت حال ہے کہ یہاں کالونیاں اور بستیاں تعمیر کی جاتی ہیں۔ جن میں ہسپتالوں، اسکول، کھیل کے گراؤنڈ اور سینماؤں کے لئے پہلے سے جگہیں مقرر کرلی جاتی ہیں۔ لیکن مساجد کے لئے آبادی کے تناسب سے جتنی ضرورت ہے اتنا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود اس امر کے کہ آج کل مسلمانوں میں روز بروز دینی انحطاط ہوتا جا رہا ہے اور اس لئے نمازیوں کی تعداد میں برابر کمی ہوتی جارہی ہے۔ تاہم مساجد کی قلت میں فرق نہیں پڑتا۔ اور نمازی اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس بات پر مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ مناسب جگہ

مسجد تعمیر کریں لیکن اس صورت میں ہمت افزائی کرنے کی بجائے طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں۔ یہ عجیب سی صورت حال ہے۔ حکومت اس بارے میں جس قدر جلد نظر ثانی کرے بہتر ہے۔

اس تمہید کے بعد ان مساجد کے متعلق حکم شرعی تحریر کیا جاتا ہے جن کے متعلق استفسار کیا جا رہا ہے۔

یہ مساجد شرعاً مساجد ہیں ان کو اب نہ منہدم کیا جا سکتا ہے اور نہ دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے قیامت تک یہ مساجد ہیں۔ اخبارات میں جن جج صاحب سے منسوب کرکے اس قسم کی مساجد کا جو فتویٰ شائع کیا گیا ہے وہ جج عالم نہیں ہیں، مفتی نہیں ہیں۔ بلکہ غالباً انہی جج صاحب نے ختم نبوت جیسے متفقہ اور تواتر سے ثابت شدہ مسئلہ کا انکار کیا تھا۔ اس انکار کے بعد یہ صاحب تو اس قابل ہی نہیں تھے کہ ان کو مسلمانوں کی عدالت کا چیف جج بنایا جاتا۔ یا یہ کہ ان سے مساجد جیسے نازک مسئلہ کے متعلق استفسار کیا جاتا۔ ان مساجد کے شرعی مسجد ہونے کے متعلق مندرجہ ذیل حقائق قابل لحاظ ہیں۔

الف۔ عام طور پر جب یہ مساجد بنائی جاتی ہیں قوانین کے بارے میں کاغذات متعلقہ محکمہ جات میں داخل کئے جاتے ہیں اور ان سے اجازت طلب کی جاتی ہے اور حکومت کی طرف سے جواب نہیں آتا۔ حکومت کی طرف سے یہ سکوت اذن شرعی کے مترادف ہے۔ یا بعض مساجد وہ ہیں جن کے حکومت کے محکمہ جات میں منظور شدہ نقشے موجود ہیں۔ یہ صریح اذن شرعی ہے۔

اشار بإطلاق قوله ويأذن للناس في الصلوة انه لا يشترط ان يقول اذنت فيه بالصلوة جماعة بل الاطلاق كاف ـ بحر الرائق ص ۲۶۲، جلد ۵)۔

ترجمہ! یہ جو کہا کہ لوگوں کو نماز کی اجازت دے اس میں صریح اذن کی ضرورت نہیں بلکہ اطلاق کافی ہے۔

- مبنی فی فنائه في الرستاق دكانا لاجل الصلوة يصلون فيه بجماعة كل وقت فله حكم المسجد ـ بحر الرائق ج ۵، ص ۲۰۰)۔

ترجمہ! گاؤں میں اپنے گھر کے سامنے ایک عمارت بنائی نماز کے لئے جس میں لوگ جماعت سے

نماز پڑھتے ہیں تو اس کا حکم مسجد کا ہے۔

" وقد رأينا ببخارى وغيرها دوراً وسككاً في غاية غير نافذة من غير شك الائمة والعوام في كونها مساجد فعلى هذا مساجد التي في المدارس بجرجانه خوارزم مساجد لانهم لا يمنعون الناس من الصلوٰة فيه واذا اغلقت يكون فيه من اهلها " (بحر الرائق ، ج ۵ ، ص۲۶۹) -

ترجمہ !

ہم نے بخارا اور دوسرے شہروں کے محلوں اور گلیوں میں جو آگے جا کر بند ہو جاتی ہیں مساجد دیکھیں ان کے مسجد ہونے میں ائمہ اور عوام کو کوئی شک نہیں ہے۔ اسی طرح جرجانیہ خوارزم کی مساجد جو مدارس میں بنی ہوئی ہیں ان کے مسجد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کیونکہ اس میں نماز پڑھنے سے کسی کو روکا نہیں جاتا۔ اور جب ان کے دروازے بند کر لئے جاتے ہیں تو وہاں کے لوگ اس کے نمازی ہوتے ہیں "

جعل وسط داره مسجداً واذن للناس في الدخول والصلوٰة صار مسجدا في قولهم " (بحر الرائق ، ج ۵ ، ص۲۷۰) -

ترجمہ !

اپنے محلے کے وسط میں مسجد تعمیر کی اور لوگوں کو داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت دے دی تو سب کے نزدیک یہ مسجد ہو گئی "

ب ؛ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ عوام کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے لئے اگر مناسب سمجھیں تو شارع عام پر مسجد تعمیر کر سکتے ہیں بشرطیکہ آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ ایسی صورت میں حکومت کو بھی اجازت دینا ضروری ہے۔

ج ؛ ٹرسٹ کی اجازت دینا اور بعض جگہ نقشہ جات منظور ہونا سب اذن میں داخل ہے۔

د ؛ بعض مساجد ایسی ہیں جو سالہا سال سے قائم ہیں۔ ان میں نمازیں پڑھی جا رہی ہیں۔ اور ممانعت نہیں کی جا رہی ہے۔

نوٹ: ۲۰ رجب ۱۳۸۲ھ کو ایک فتویٰ اسی قسم کا " دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ"
سے جاری کیا گیا تھا جس پر اس زمانے کے اکابر علماء نے دستخط فرمائے تھے۔ مفتی اعظم مولانا
مفتی محمد شفیع رح، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رح، مولانا عبدالحق صاحب کاکاخیل رح
مولانا محمد صادق صاحب مدنی رح۔ ان کے علاوہ ملک کے جید اور نامور علماء کے دستخط ثبت ہیں
یہ فتویٰ " مسجد کے متعلق علماء اسلام کا متفقہ فتویٰ " کے نام سے شائع ہوا تھا۔

مہر دستخط ○ مہر مدرسہ

ولی حسن ٹونکی غفراللہ لہ، دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

○

فقد اصاب المجیب احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان
۱۵ / ۴ / ۱۴۰۳ھ

چرم قربانی کی قیمت مسجد پر لگانا جائز نہیں

صورت مسئولہ یہ ہے کہ جلد الاضحیہ کے متعلق ہدایہ شریف میں یہ عبارت مرقوم ہے۔
" ویتصدق بجلدها لانه جزء منها او یعمل منه آلة تستعمل فی البیت کالنطع والجراب والغربال ونحوها لان الانتفاع به غیر محرم ولا بأس بان یشتری به ما ینتفع به فی البیت بعینه مع بقائه استحسانا الخ (هدایه اخیرین کتاب الاضحیه)
اس جزئیہ سے بالکل عیاں ہے کہ جلد الاضحیہ کا مصرف فقط مساکین ہی نہیں بلکہ لحم الاضحیہ کی طرح مالک بھی اس کو باقی رکھ کر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ نیز جلد قربانی کے عوض کوئی باقی رہنے والی شے حاصل کر کے اس سے بھی نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اگر زکوٰۃ یا دیگر صدقات واجبہ کی طرح اس کا مصرف فقط مساکین ہی ہوتا اور تملیک ضروری ہوتی تو مالک اضحیہ کو استعمال کی اجازت نہ ہوتی۔
یہی صورت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رح اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ۔

"..... چرمِ قربانی کا صدقہ چونکہ نفل ہے کسی کا حق اس سے متعلق نہیں ... بخلاف چرمِ قربانی کا صدقہ قبیل تطوعات سے ہے ..... چرمِ قربانی کا صدقہ بھی نفل ہے ۔"

(فتاویٰ عبدالحئی ، ص ۱۰۳ و ۱۰۴)۔

مولانا صاحب کی اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ چرمِ قربانی کا تصدق جب از قبیل تطوعات ہے تو اس کا مصرف بھی دیگر صدقاتِ نفلیہ کی طرح امیر و غریب ، مساجد و دینی مدارس وغیرہ سب ہو سکتے ہیں یعنی ہر ثواب کی جگہ پر خرچ ہو سکتا ہے جبکہ ابوداؤد شریف کی روایت میں "فکلوا و ادّخروا و اتجروا" "کھاؤ ذخیرہ کرو ، اجر حاصل کرو" سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر اجر و ثواب کی جگہ اس کو صرف کیا جا سکتا ہے ۔ خواہ مسجد ہو یا دینی مدرسہ کسی ایک جگہ کے اجر کے ساتھ متعلق کرنا تخصیص بلا مخصص ہو کر غیر مناسب ہے ۔ نیز عینی شرح کنز الدقائق میں ہے ۔

" ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لانه قربة كالتصدق بالجلد و اللحم " (عینی کتاب الاضحیة)۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جلدِ اضحیہ کی بیع بالدراہم جب اس نیت سے کی جائے کہ رقم کا تصدق کیا جائے گا تو یہ بیع جائز ہے ۔ کیونکہ یہ بیع بقصدِ تمول نہیں بلکہ بقصدِ تصدق ہے ۔ اب آپ سے صرف اتنا دریافت کرنا ہے کہ اگر کوئی منتظمہ کمیٹی تعمیرِ مسجد کیلئے چرم ہائے قربانی جمع کر کے ان کی قیمت تعمیرِ مسجد پر صرف کرے یا خود مالکِ اضحیہ بہ نیتِ تصدق فروخت کر کے اس کی رقم تعمیرِ مسجد پر صرف کرے تو یہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب چرمِ قربانی خود واجب التصدق نہیں البتہ اس کی قیمت واجب التصدق ہے ۔ ہدایہ میں ہے ۔

" ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم تصدق بثمنه لان القربة انتقلت اليه اه "

حواشی ہدایہ میں کافی اور عینی کے حوالہ سے ہے ۔

" قوله تصدق بثمنه لان معنى التمول سقط عن الاضحية وانتقلت القربة الى بدله فوجب التصدق فاذا تمولته بالبيع وجب التصدق "

بدائع میں گوشت (وغیرہ) کی فروخت کے متعلق لکھا ہے۔

" ولو باعه نفذ سواء کان من النوع الاول او الثانی فعلیہ ان یتصدق بثمنہ (ج ۵ ص ۸۱)

ہدایہ اور بدائع کی عبارت میں بیع مطلق ہے جس کا حکم وجوب تصدق بتلایا گیا ہے۔ دلائل وجوب میں سے یہ بھی ہے کہ چرم قربانی کے بارے میں فقہاء نے تین اختیار لکھے ہیں لیکن بیع کے بعد صرف تصدق ثمن کو متعین فرمایا ہے۔ یہی معنی وجوب کا ہے۔ اگر ثمن کا تصدق واجب نہ ہو تو اسے ذاتی استعمال میں لانا بھی جائز ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ ھذا ما عندی فعلیہ البیان۔

جب ثمن چرم اضحیہ کا تصدق واجب ہوا تو اس کے وہی مصارف ہوں گے جو زکوٰۃ و صدقۂ فطر وغیرہ کے ہیں۔ کتاب الزکوٰۃ کے باب المصرف میں علامہ شامی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں۔

وھو مصرف ایضا لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبۃ کما فی القہستانی۔ (شامی ج ۲ ص ۵۹)

اور معلوم ہے کہ زکوٰۃ و صدقات واجبہ کو تعمیر مساجد، کفن میت وغیرہ کسی ایسی چیز میں صرف کرنا درست نہیں جس میں تملیک متحقق نہ ہو۔

درمختار میں ہے۔

لا یصرف الی بناء نحو مسجد کبناء القناطر والسقایات ... وکل ما لا تملیک فیہ زیلعی۔ (شامیہ ج ۲ ص ۵۹)

پس چرم قربانی کی قیمت کا تعمیر مسجد پر صرف کرنا جائز نہیں۔ خواہ مسجد کی منتظمہ کمیٹی فروخت کرے یا قربانی کنندہ فروخت کرے۔ اور بیع بقصد تمول ہو یا بغرض تصدق۔

واضح رہے کہ تعمیر مساجد یا رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرنا عرفاً "تصدق" نہیں۔ تصدق میں تملیک فقیر وغیرہ ضروری ہے۔ اکثر لوگ غلط فہمی سے ان کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ دینی مدارس میں جب تک ان مدات کی تملیک نہیں ہوگی کسی دوسری جگہ صرف کرنا درست نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

نوٹ: فکلوا وادخروا واتجروا گوشت و پوست کے بارے میں ہے نہ کہ ان کی قیمت کے بارے میں۔ فقط

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۹-۶-۱۴۱۰ھ

غیر مسلم متروکہ اراضی پر مسلمان مسجد بنالیں تو وہ شرعاً مسجد ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈیرہ اسماعیل خان کشمیری بازار میں ایک پلاٹ سکھوں کی ملکیت تھا جو انہوں نے گردوارہ اور شادی گھر برائے عام کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ تقسیم کے بعد بطور مسجد کے مہاجر مسلمانوں نے اس پر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ اسی دور میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی وہاں تقریر بھی ہوئی۔ پھر ۱۹۵۲ء میں انتظامیہ نے مرزائیوں کو یہ پلاٹ بطور مسجد کے ناجائز قبضہ کے طور پر دے دیا۔ جب کہ محکمہ متروکہ وقف املاک بھی نہیں چاہتا تھا۔ پھر ۱۹۸۴ء میں انتظامیہ نے مرزائیوں کو نکال دیا۔ جس کے بعد مسلمانوں نے اس میں نمازیں ادا کیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر مولا بخش نے مشرف با اسلام ہونے کے بعد تحریر درخواست دی اس میں تصریح ہے کہ یہ مرزائی ناجائز قبضہ کیا تھا ورنہ اصل یہ مسلمانوں کی مسجد تھی۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ایک حکم کے ذریعہ غیر متروکہ اوقاف پر تعمیر شدہ مساجد، مدارس، امام بارگاہ اور دینی ادارے منتظمین کو دینے کا حکم دیا۔ جس پر چیف سیکرٹری متروکہ اوقاف لاہور پاکستان نے عمل درآمد کیا۔

اب انتظامیہ و غیر مسلم اوقاف مسلمانوں کو مسجد کا قبضہ نہیں دے رہی اور بجائے مسجد کے (۳) ۔۔۔ کی اپنی دفتر بنانا چاہتی ہے۔ جب کہ وہ مسجد ختم نبوت محراب و منبر، مینار اور حجرہ سب چیزیں موجود ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ کہ مذکورہ جگہ اور تعمیر شدہ مسجد شرعاً مسجد ہے یا نہیں؟ نیز محکمہ متروکہ وقف املاک کو اس وقف کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ریاض محسن گنگوہی

امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان

الجواب

واللہ هو الملهم للحق والصواب۔ اما بعد!

مسئولہ مسجد، شرعاً مسجد ہے اس لئے کہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان کی اہم تنظیم مسلمانوں کی بنی دکھی ہوئی ہے اور اس کی قدیم سے نسبت اسماعیل خان نامی شخص کی طرف اس کے

باقی قول پر دلیل ہے اور اس نوع کے مسائل میں اتنی کو ترجیح شرعاً کامل شہادت ہے۔ کما لا یخفی
علی من له ممارسة فی ضوابط الشرع ....

اور مسلمانوں کے تعمیر کردہ شہروں میں غیر مسلم عبادت گاہوں کی کوئی وجودی حیثیت نہیں نہ بنانہ
ابقاء۔

امصار المسلمین ثلاثة احدها ما مصره المسلمون کالکوفة والبصرة وبغداد وواسط فلا یجوز فیها احداث بیعة ولا کنیسة ولا مجتمع صلوتهم ولا صومعة باجماع اهل العلم الخ (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۰۰ وغیر ذالک من کتب المذهب)۔

تو اس قطعہ کی شرعی حیثیت گوردوارہ کی نہ تھی بلکہ انگریز سرکار میں سے ایک سفید قطعہ غیر منقولہ کی تھی جو کہ مسلم آبادی ڈیرہ کے وسط میں واقع تھی اور ایسے قطعات پر سربراہی مسلم حقوق شہریت کے اندر رہتے ہوئے مسلم سرکار کا حاصل ہے۔ کما فی کتب احیاء الموات۔

تو ابتداءً تو اس قطعہ کو مسلمانوں کے جائے نماز مقرر کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہ تھی جیسا کہ مسلم سرکار کی اس قطعہ کی تقرری برائے مسجد صحیح ہے کہ اسے یہ اختیار حاصل ہے اور اس مسجد پر تولیت (سربراہی) جو گورنمنٹ نے غیر مسلموں کو سونپی تھی صحیح نہیں کالعدم ہے کہ یہ معاملہ گورنمنٹ کے اختیار سے باہر ہے۔ پھر ۱۹۸۲ء میں جو غیر مسلموں کی مسجد پر تولیت ختم کر دی گئی یہ صحیح ہے رجوعاً الی الاصل ہے کہ غیر مسلم مسجد کی تولیت کا اہل ہی نہیں ہے۔ (انظر ما، سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۸، وکذا فی التفاسیر)

اور اس مسجد پر جو قادیانیوں نے خرچ کیا ہے اس کی وجہ سے اس قطعہ کے مسجد ہونے کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا کیونکہ قادیانی ایک ایسا غیر مسلم فرقہ ہے کہ جس کے بنیادی، مذہبی دستور میں مسجد بنانا کار ثواب ہے (قربت ہے) بعینہ ایسے جیسے کہ یہودی و عیسائی بیت المقدس پر خرچ کرنا قربت سمجھتے ہیں یا کفار مکہ بیت اللہ شریف پر خرچ کرنا قربت سمجھتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ کفار کے حق میں باعث اجر نہیں۔ لیکن جو شئے مسلم اور غیر مسلم دونوں کے نزدیک کار ثواب ہے اس پر غیر مسلم کے خرچ کر لینے سے اس شئے کی حیثیت میں فرق نہیں آتا۔ یہی وجہ

سے کو بسبب الشریعت کی کافروں والی تعمیر کو باقی سمجھا گیا۔ اور یہی شرعی قانون ہے۔

بخلاف ما ذي لما في البحر وغيره ان شرط وقف الذمي ان يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء او على مسجد القدس الخ۔ (شامی، ج۳، ص۳۴۱۔ طبع جدید قاہرہ و فتاویٰ عالمگیری)۔

اگر قادیانی غیر مسلم فرقہ کے بنیادی عقائد میں اسلامی طرز کی مساجد بنانا قربۃ نہ ہوتی تو پھر اس مسجد کے تعمیری سامان میں قادیانیوں کی خرچ کرنے والوں کی ملکیت ہوتی اور وہ اپنی تعمیر کو اٹھا لیتے۔

کما فی العالمگیریۃ ولو جعل الذمی دارہ مسجدا للمسلمین

تاہم اس خطۂ زمین کا بحق مسجد ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ جعلتہ مسجدا کہہ دینے سے مسجد ہو جاتی ہے اور یہی معتبر للحکم ہے۔ بشرطیکہ قائل اس کا اہل ہو کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ نیز یہ مسجد ظاہری حیثیت سے طور پر مذہب اسلام کے خلاف علامت کفر و کین گاہ کے طور پر بھی نہ ہو۔ لہٰذا مسجد بدستور مسجد ہی ہے کیونکہ اس وقت کی مسلم گورنمنٹ نے مسجد بنوائی تھی نہ کہ کفریہ کلمہ، یہ باعتبار ظاہر کے ہے اور شرعی احکام کا محل دار و مدار ظاہری حالات ہی ہوتے ہیں۔ واما فی الحقیقۃ فہو اللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح		عبدالرحمن عفی عنہ
کمال قادری وزیر علماء دیوبند و کیل حیث المفتی د	۲/	صدر تخصص فی الفقہ
عزیز القادری و قادری تحریرہ دعوہ فقط	۱۴/	جامعہ قاسم العلوم ملتان
منظور احمد نائب مفتی جامعہ قاسم العلوم ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء		

واقعاتی نقطہ نظر سے جب کہ مسلمانوں کو مسجد کی ضرورت اور انہوں نے اس غیر مملوکہ پلاٹ کو اپنی انتہائی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مخصوص کر لیا اور اس پر باقاعدہ نماز باجماعت ہوتی رہی اور اس سے رفاہ عامہ کے مفادات پر کوئی زد نہیں پڑتی تو شرعی اصول و قواعد کے مطابق مذکورہ جگہ مسجد شرعی بن گئی۔ لہٰذا اب سے یہ بدستور مسلمانوں کے لئے مسجد ہی باقی رکھنا ضروری ہے۔

بحرالرائق ، ج ۵ ، ص ۲۶۹۔ میں ہے۔

وفي الخانية طريق للعامة وهي واسع فبنى فيه اهل المحلة مسجدا للعامة ولا يضر ذلك بالطريق قالوا لا بأس بها وهكذا روي عن ابي حنيفة و محمد ان الطريق للمسلمين والمسجد لهم ايضا

ترجمہ :- اور خانیہ میں ہے کہ عوام کا ایک راستہ ہے اور وہ وسیع ہے محلہ والے اگر اس میں مسجد تعمیر کر لیں اور اس تعمیر سے راستہ کی آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہ ہو تو فقہا اس کو جائز سمجھتے ہیں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے بھی یہی مروی ہے کہ راستہ بھی مسلمانوں کا ہے اور مسجد بھی انہیں کی ہے ۔

فتاویٰ عالمگیری ، ج ۲ ص ۴۵۶ میں مرقوم ہے۔

ذکر في المنتقى عن محمد في الطريق الواسع بنى فيه اهل المحلة مسجدا و ذلك لا يضر بالطريق فمنعهم رجل فلا بأس ان يبنوا۔

ترجمہ :- منتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک وسیع راستہ ہے محلہ والوں نے اس میں مسجد تعمیر کرلی اور راستہ کی آمد و رفت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تو اگر کوئی شخص منع بھی کرے تب بھی مسجد بنانے میں کوئی حرج نہیں ۔

فتاویٰ حمادیہ ، ج ۱ ص ۴۸۴ - میں ہے ۔

من الغياثية نهر لاهل قرية فاراد جماعة ان يبنوا عليه مسجدا فلا بأس به ـ

ترجمہ :- فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ کسی گاؤں کی نہر ہے ایک جماعت اس کے اوپر ایک مسجد تعمیر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۔

جزئیات بالا کے تحت جب یہ جگہ مسلمانوں کی مسجد بن چکی تو اب احمدی فرقہ کا ناجائز طور پر اپنے حق میں الاٹ کرانا یا اپنا معبد بنانا جائز نہ تھا ۔ اور پھر خصوصاً جب کہ انتظامیہ نے [illegible] میں انہیں ناجائز قابض سمجھتے ہوئے بے دخل کر دیا اور قبضہ کسی اور کو دلا دیا ۔ پھر اس کے بعد [illegible] کے بعد تک اس پر مسجد ختم نبوت کا بورڈ آویزاں رہا ہے تو اب حق یہی ہے کہ مسلمانوں کے حق میں اس کی وہی اولین پوزیشن یعنی مسجد والی بحال رہنی چاہئے ۔ تفصیل بالا سے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی

قانونی موشگافی سے اس کی مسجدیت کو ختم نہیں کیا جا سکتا اور اسے دفتری مقاصد کے لئے استعمال کرنا درست نہ ہوگا۔ مروجہ قانون کے مطابق اس کی الاٹمنٹ وغیرہ میں اگر کوئی قانونی کمی ہو تو اس کا ازالہ کر دیا جائے نہ یہ کہ اس کی مسجدیت کو ہی ختم کر دیا جائے۔

فقط واللہ اعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح: محمد صدیق عفا اللہ عنہ مدرس و ناظم اعلیٰ جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح: محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان۔

مسجد کے اوپر دوکانیں بنانے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک مسجد زیر زمین تعمیر کی جائے اور اس کے اوپر مارکیٹ بازار اور دکانیں وغیرہ بنائی جائیں کیا اس طرح زیر زمین مسجد کی تعمیر جائز ہے؟ دوکانیں کنٹونمنٹ بلدیہ کی ملکیت ہوں گی۔

المستفتی: ملک عبد الحمید منور، ممتاز آباد ملتان

الجواب مسجد تحت الثریٰ سے لے کر عنان سماء تک مسجد ہوتی ہے لہٰذا صورت مسئولہ کے مطابق تعمیر درست نہیں۔ مسجد کے اوپر مارکیٹ وغیرہ نہیں بنا سکتے۔

قال في البحر وحاصله ان شرط كونه مسجدا ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى وان المساجد لله بخلاف ما اذا كان السرداب او العلو موقوفا لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية

(شامی، ج ۴، ص ۳۵۲)

فقط واللہ اعلم ۔ احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح ۔ بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء ۔ ۱۹ / ۳ / ۱۴۱۲ھ

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگانا

ہماری بستی جب دریا آباد تھی ، دریا میں بار بار طغیانی کی وجہ سے تمام بستی نے وہاں سے منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا ۔ اب اس سابقہ جگہ پر ایک گھر بھی باقی نہیں رہا ۔ نئی جگہ مسجد کی بنیاد رکھ دی گئی ہے ۔ بعض ساتھیوں کا مشورہ ہے کہ سابقہ مسجد کا اچھا اچھا سامان اس نئی مسجد پر لگا دیا جائے ۔ تو کیا شرعاً یہ درست ہے یا نہیں ؟

الجواب حامداً ومصلیاً اگر سابقہ جگہ اور مسجد کے دوبارہ آباد ہونے کی کوئی توقع نہیں ہے تو اس مسجد کا سامان نئی مسجد کو منتقل کر سکتے ہیں ۔ سابقہ مسجد کی زمین پر چاردیواری بنا دی جائے تاکہ اس کی بے حرمتی نہ ہو ۔ کیونکہ جو جگہ ایک دفعہ مسجد شرعی بن جائے وہ تاقیامت مسجد ہی رہتی ہے ۔

سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس ھل للقاضی ان یصرف اوقافہ الی مسجد آخر او حوض آخر قال نعم ۔ اھ
(عالمگیری ، ج ۲ ، ص ۴۷۸)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۔
احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

تم بحمد اللہ الجزء الثانی من خیر الفتاوی ۔ ویتلوہ الجزء الثالث و اولہ کتاب الجمعة ان شاء اللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاً و آخراً ۔ وقد فرغت من تبییضہ وترتیبہ یوم الجمعة السابع عشر من جمادی الاخری سنة ۱۴۱۶ھ
العبد الفقیر ابو تراب محمد انور عفا اللہ تعالیٰ عنہ
مفتی وخادم الحدیث بجامعة خیر المدارس ملتان پاکستان